نام کتاب: فتاوی بدرالعلماء

مصنف: بدرالعلماء حضرت علامہ مولانا بدرالدین احمد صدیقی علیہ الرحمۃ والرضوان

مرتب: حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ابوالحسن قادری رضوی، صدر شعبہ افتا جامعہ امجدیہ رضویہ
حضرت علامہ مولانا مفتی نورعالم قادری رضوی استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

زیرنگرانی: خلیفۂ بدرالعلماء حضرت مولانا صوفی عبدالصمد قادری رضوی

کمپوزنگ: مولانا جعفرعلی، مولانا عمران سعید، انواررضا قادری امجدی
اساتذہ مدرسہ گلشن رضا کولمبی ناندیڑ مہاراشٹر

تصحیح ونظر ثانی: مولانا محمد رابع نورانی، مولانا محمد شہاب الدین نوری، مولانا محمد اقبال صاحب،
مولانا عبدالقاسم رضوی، محمد شاکر رضا امجدی۔

ناشر: رضا اکیڈمی

صفحات: ۴۰۸

اشاعت نمبر: ۸۱۲

تعداد: ۱۱۰۰

اشاعت باراول: محرم ۱۴۳۷ھ مطابق اکتوبر ۲۰۱۵ء

﴿ملنے کے پتے﴾

مکتبہ امجدیہ ۴۲۵ مٹیا محل دہلی ۶
مکتبہ فاروقیہ ۴۲۲ مٹیا محل دہلی
کتب خانہ قادریہ اٹوا بازار ضلع سدھارتھ نگر یوپی
کتب خانہ حافظ ملت کتاب گھر بلرامپور

﴿فہرست فتاوی بدر العلماء﴾

﴿ کتاب الصلوۃ ﴾

﴿ مکروہات نماز کا بیان ﴾

﴿باب رویۃ الھلال﴾

﴿ کتاب النکاح ﴾

﴿کتاب الطلاق﴾

﴿عنین کا بیان﴾

﴿حرمت مصاہرت﴾

﴿کتاب الذبائح﴾

﴿قربانی کا بیان﴾

﴿ کتاب الحظر والاباحۃ ﴾

﴿وراثت کا بیان﴾

﴿متفرقات﴾

﴿اظہار حق مع تحقیقی جواب﴾

﴿ شرف انتساب ﴾

فقہائے اسلام خصوصا فقہائے احناف

امام الائمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما

امام اہل سنت مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی قادری برکاتی قدس سرہ العزیز

سیدی ومرشدی حضور مفتی اعظم حضرت علامہ الشاہ ابوالبرکات آل رحمٰن محمد مصطفیٰ رضا خان قادری برکاتی نوری بریلوی نور اللہ مرقدہٗ

استاذ العلما جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ الشاہ ابوالفیض عبد العزیز محدث مرادآبادی ثم مبارک پوری علیہ الرحمۃ والرضوان بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور۔

کی

بارگاہوں میں بطور نذر پیش کرتا ہوں۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

گدائے کوئے رضوی

عبد الصمد قادری

خادم مدرسہ گلشن رضا کولمبی ناندیڑ (مہاراشٹر)

﴿فتاوی بدرالعلماء﴾

صاحب تصانیف کثیرہ استاذ العلماء بدرملت حضرت علامہ مفتی بدرالدین احمد صاحب قادری رضوی نوری نوراللہ مرقدہ کے ساتھ ان کے بعض تلامذہ وغیرہ کے بھی فتاوے اس جلد میں شامل ہیں اور بعض ہم عصر علما کے وہ فتاوی بھی جو حضرت بدرملت قدس سرہٗ کے مصدقہ ہیں۔ان کے اسماء یہ ہیں:

(۱) حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ سابق صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ (یوپی)

(۲) حضرت علامہ حکیم ابوالبرکات محمد نعیم الدین صاحب قبلہ صدیقی قادری رضوی علیہ الرحمہ

(۳) فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی علیہ الرحمہ

(۴) مولانا مفتی محمد الیاس خاں صاحب سالک بارہ بنکوی

(۵) حضرت مولانا مفتی غلام محی الدین صاحب قبلہ صدیقی قادری رضوی

(۶) حضرت مولانا مفتی شہاب الدین احمد صاحب قبلہ نوری

(۷) مولانا غلام غوث صاحب قادری رضوی

(۸) مولانا عبدالجبار صاحب اشرفی

(۹) مولانا محمد شمیم صاحب قادری رضوی بڑھیاوی

(۱۰) مولانا سید محمد افروز صاحب رضوی گورکھپوری

﴿تقریظ جمیل﴾

سلطان الاساتذہ، ممتاز الفقہاء، عمدۃ المتکلمین، رئیس المناظرین، نائب قاضی القضاۃ فی الہند محدث کبیر علامہ الشاہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

حضرت مولانا العلام بدر الدین احمد صدیقی صاحب علیہ الرحمہ ہماری جماعت کے بہت ہی متدین اور قابل اعتماد شخصیت تھے، آپ کا سلسلۂ ارادت وعقیدت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے قائم رہا ہے، اور آپ مختلف موضوعات عقائد اور بد مذہبوں کے بخیہ دری پر جو تحقیقات اور دلائل سے مزین ہیں اپنے آثار تحقیق میں چھوڑ گئے ہیں ان میں سے کئی ایک پر حضور سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے تأثرات بھی ظاہر فرمائے ساتھ ہی مدارس کی ابتدائی کلاسوں کے لیے بھی آپ نے ایسی کتابیں چھوڑیں جو درس میں شامل کی گئیں اہل سنت کے مدارس میں بہت مقبول ہے، فتوی نویسی کے معاملہ میں آپ بہت ہی محتاط اور ائمۂ فتوی کے ترجیحات اور معتمد، مصحح اقوال کے پابند تھے آپ کے فتاوی مقبول بھی ہیں اور قابل استناد بھی ہیں، ہمیشہ آپ اپنے افکار کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی روش کی مطابق رکھتے اور اسی اعتبار سے اپنے طلبہ کی تربیت بھی فرماتے اور اسی نگاہ سے آپ مدارس کا جائزہ بھی لیتے، ابتداءً آپ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف میں عہدۂ صدر المدرسین پر فائز رہے بعد میں چند شرعی وجوہات کی بنا پر اس سے کنارہ کشی اختیار کر کے ایک اپنا دار العلوم خود تیار کیا اور اس انداز میں چلاتے رہے کہ کسی شرعی قباحت کو راہ نہ ملے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول کرے آپ نے اپنے پیچھے کئی قابل اعتماد علما اپنی یادگار میں چھوڑے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت بدر ملت کا فیضان ہمیشہ جاری رکھے اور آپ کو اپنے خاص جوار رحمت میں ہمیشہ بلند مراتب پر فائز رکھے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ

﴿ تاثر گرامی ﴾

شہزادۂ شعیب الاولیاء حضرت علامہ غلام عبدالقادر علوی صاحب قبلہ مدظلہ

سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول وناظم اعلیٰ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف، سدھارتھ نگر

باسمہ تعالیٰ

فقیر قادری وگدائے بارگاہ یار علوی سے فاضل عزیز حضرت مولانا عبدالصمد قادری رضوی سلمہٗ جنہیں کچھ دنوں تک استاذ گرامی حضرت بدرملت علیہ الرحمہ سابق صدر المدرسین دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف وناظم تعلیمات دارالعلوم فیض الرسول کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔ انہوں نے مجھ سے اپنی زیر ترتیب ''فتاویٰ بدر العلماء'' کے تعلق سے کچھ تاثر لکھنے کا حکم دیا۔ حضرت علامہ بدرملت علیہ الرحمہ جو گیارہ سال حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کی حیات میں دارالعلوم فیض الرسول میں ان کے ساتھ رہ کر دارالعلوم کی تعلیمی وتربیتی نظام کو ذمہ داری ادا کرتے ہوئے فیض الرسول کو درسگاہوں میں درس وتدریس اور تربیت کے لحاظ سے شاہکار بنایا اور ایک بلند منزل تک پہونچایا۔ خصوصی تعلیمی نگرانی وتربیت میں اس وقت کے اساتذہ فیض الرسول جن میں ہر شخص اپنی جگہ پہ آفتاب وماہتاب کی حیثیت رکھتا تھا حضرت علامہ بدرالدین (علیہ الرحمہ) کو میرے اتالیق خاص کی حیثیت سے منتخب فرمایا جن کی نگرانی میں رہ کر میں نے تعلیم وتربیت حاصل کی میں نے حضرت کی خلوت دیکھی حضرت کی جلوت دیکھی ان کا انداز تعلیم دیکھا ان کا مخصوص تربیت کا نہج دیکھا اور آج میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ خدمت دین کے حوالے سے اور اشاعت مذہب اہلسنت وترویج مسلک اعلیٰ حضرت میں میرا جو کچھ بھی کام ہے اس کے پیچھے حضرت بدرملت علیہ الرحمہ کی خصوصی تربیت کا خاص حصہ ہے۔

حضرت بدرملت کو حضور شعیب الاولیاء سے غایت درجہ عقیدت تھی اور حضور شعیب الاولیاء کی رفاقت نے انہیں خوب خوب نکھارا جس کو خود علامہ بدرملت نے تحریر فرمایا ہے کہ گیارہ سال حضرت شاہ صاحب کی حیات ظاہری میں ان کے ساتھ رہا جس سے میرے علم دین میں نکھار پیدا ہوا اور یہی وجہ ہے کہ فیض الرسول

کے اعلیٰ منصب یعنی صدر المدرسین، خانقاہ فیض الرسول کی مجلس عاملہ کا رکن رکین اور دار العلوم فیض الرسول کے ناظم تعلیمات کی ذمہ داری حضور شعیب الاولیاء نے ان کو تفویض فرمائی۔ براؤں شریف سے درس وتدریس کیلئے چند برس دوسری جگہ قیام پذیر ہونے کے باوجود اپنی اخیر عمر حتیٰ کہ وصال تک حضرت بدر ملت دار العلوم فیض الرسول کے ناظم تعلیمات رہے اور میرے زمانہ اہتمام میں سات سال تک تقریباً ہر میٹنگ میں حضرت کی تشریف آوری ہوتی رہی اور حضرت اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ حضرت کا قوم کے بچوں کیلئے اور ان کی ٹھوس تعلیم، ذہن سازی کیلئے منتہی کتابوں کے درس کے دوران مکتب کے طلبہ کیلئے تعمیر ادب کا سلسلہ اور درسی کتابوں کیلئے جواہر المنطق، عروس الادب وفیض الادب وتعمیر قواعد آپ کی اس فکر کی غماز ہیں کہ طلبہ کی ایسی ذہن سازی کی جائے تاکہ وہ مستقبل میں عالم دین بن کے نکلیں تو بنیاد ہی سے ان کے اندر مذہبی اور دینی ذوق پیدا ہو اور وہ اچھے مبلغ کی حیثیت سے مذہب ومسلک کے کام انجام دے سکیں۔

فتویٰ نویسی میں مجھے بھی حضرت کی تربیت اور ہدایات سے مستفیض ہونے کا موقع ملا ہے اور میں سمجھتا ہوں جہاں حضرت عمدہ مدرس اور بے مثال مصنف اور صاحب تقویٰ وکردار عالم دین تھے فتویٰ نویسی میں ان کو پورا کمال حاصل تھا اور انہوں نے مختصر اور کم ہی فتاویٰ تحریر فرمائے مگر ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے جو ان کی مہارت فقہی اور محققانہ طرز کا آئینہ دار ہیں اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

فاضل گرامی مولانا عبد الصمد صاحب کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں، تلامذۂ بدر ملت پر ان کی علمی خدمات کو اجاگر کرنے کا جو قرض تھا اس قرض محبت کو ادا کرنے میں انہوں نے پہل کی جس خصوص میں وہ ہم سب تلامذۂ بدر ملت کی دعاؤں کے ساتھ ساتھ شکریہ کے مستحق ہیں۔

پروردگار فتاویٰ بدر ملت کو مقبول انام فرمائے اور ان کے فتاویٰ سے عوام وخواص کو یکساں مستفیض ومستفید فرمائے۔

غلام عبد القادر علوی
سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول براؤں شریف
یکم رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

﴿ تاثر گرامی ﴾

از: علمبردار مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مولانا محمد حسن علی میلسی قادری رضوی صاحب قبلہ

دامت برکاتہم القدسیہ پاکستان

۷۸۶

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم واله الفخیم

بدر ملت، بدر العلماء، بدر اہلسنت، بدر مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مولانا بدرالدین احمد قادری رضوی مصطفوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہلسنت و جماعت کے مقتدر و موقر و معتمد علماء میں سے ہیں۔ یہ مژدۂ جاں فزا، بشارت روح افزا مولانا صوفی عبد الصمد قادری رضوی زید علمہ وفضلہ وطول عمرہ کے ذریعہ معلوم ہو کر روحانی فرحت و مسرت حاصل ہوئی۔ اور دل باغ باغ ہوا کہ حضرت علامہ بدر العلماء کے ''فتاوی بدر العلماء'' کے مجموعہ رضا اکیڈمی بمبئی شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہی ہے جو یقیناً ایک قابل تحسین اقدام ہے۔ حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ کے فتاوی مبارکہ میں سیدنا مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام الہدیٰ عبد المصطفےٰ الامام الشاہ احمد رضا خاں صاحب قبلہ فاضل بریلوی قادری برکاتی آل رسولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور سیدنا سرکار مفتی اعظم فقیہ عالم علامہ آل رحمٰن مولانا الشاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاوی مبارکہ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ فقیر کے پاس حضور بدر العلماء کے متعدد فتاوی اور خطوط مبارکہ ہیں جن میں غیرت ایمانی اور تصلب دین نظر آتے ہیں۔ خدا کرے یہ علمی ذخیرہ جلد منظر عام پر آئے اور عوام و خواص اس سے فیض یاب ہوں اور خدا وند قدوس ہر سنی دار الافتا کی زینت بنائے۔ مجھ بینوا فقیر قادری گدائے برکاتی محمد حسن علی رضوی بریلوی کے لیے دعائے خیر فرماتے رہیں۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین

ادنیٰ دعا گو و دعا جو

الفقیر قادری محمد حسن علی علی الرضوی غفرلہ

رضا مدینہ ٹاؤن، سنی رضوی جامع مسجد، میلسی، پاکستان

۲۴؍ جمادی الاٰخرہ ۱۴۳۶ھ بمطابق ۱۴؍ اپریل ۲۰۱۵ء سہ شنبہ

﴿ تاثر گرامی ﴾

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

شہزادہ حضور بدرالعلما حضرت علامہ مولانا رابع نورانی بدری استاد: دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

حضور بدر ملت حضرت علامہ مفتی بدرالدین احمد صاحب قبلہ رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان ایک بلند پایہ عالم، عظیم مفکر اعلیٰ درجہ کے مدرس، مایہ ناز فقیہ بہترین مفتی، عظیم محقق، اور کامیاب مناظر تھے، آپ صرف فقیہ ہی نہ تھے بلکہ استاذ الفقہاء بھی تھے، صرف مفتی ہی نہ تھے بلکہ مفتی گر بھی تھے صرف عالم وفاضل نہ تھے بلکہ آسمان علم وفضل میں آفتاب و ماہتاب کی حیثیت رکھتے تھے۔

آپ کے فتاوے حسن استنباط واستخراج اور دلائل کی قوت و برجستگی کے حسین مرقع، دقت نظر، تعمق فکر، ژرف نگاہی، اور فقہ وکلام میں گہری بصیرت کے روشن دلیل اور رسوخ فی العلم کے آئینہ دار ہیں۔

دیکھئے وسعت معلومات، کثرت مطالعہ، تصنیف وتالیف کی صلاحیت اور وعظ وتقریر کا ملکہ یہ سب عام باتیں ہیں کثرت سے پائی جاتی ہیں مگر رسوخ فی العلم ایک دوسری چیز ہے یعنی علوم اسلامیہ میں مہارت، اتقان اور استحکام۔

یہ ایک خاص امتیاز ہے جو ہر کس وناکس کے حصے میں نہیں آتا۔

رسوخ فی العلم کے سلسلے میں علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالی سورہ آل عمران کی اس آیت: ﴿ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘؔ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ یَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴾ (سورۂ آل عمران آیت نمبر ۷) کے تحت لکھتے ہیں:

قوله تعالی ﴿وَالرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ﴾ أی الداخلون فی العلم هم الذین أتقنوا علمهم بحیث لا یدخل فی معرفتهم شك ، واصله من رسوخ الشیء فی الشیء وهو

ثبوته يقال : رسخ الايمان فی قلب فلان يرسخ رسخا و رسوخا .

علامہ طبری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: **القول فی تاویل قوله** ﴿ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ﴾ **قال ابو جعفر؛يعنی ب الراسخين فی العلم العلماء الذ ين قد اتقنواعلمهم و وعوه فحفظوه حفظاً لا يدخلهم فی معرفته و علمهم بما علموه شك ولا لبس واصل ذلك من رسوخ الشیء فی الشیء و هو ثبوته وولوجه فيه يقال منه رسخ الايمان فی قلب فلان فهو يرسخ رسخاً و رسوخا.**

علامہ ثعلبی لکھتے ہیں **والراسخون الداخلون فی العلم الذين اتقنوا علمهم واستنبطوه فلا يدخلهم فی معرفتهم شك واصله من رسوخ الشیء فی الشیء وهو ثبوته واوجب فيه يقال رسخ الايما ن فی قلب فلان فهو يرسخ رسخاً ورسوخاً و كذالك فی كل شیء ورسخ رصخ.**

بہر حال آپ کے فتاوے حسن استنباط واستخراج، اوردلائل کی قوت و برجستگی کے حسین مرقع اور رسوخ فی العلم کے آئینہ دار ہیں

محبّ گرامی حضرت مولانا صوفی عبدالصمد صاحب قادری رضوی نوری زید مجدہ نگراں اعلی مدرسہ گلشن رضا کولمبی، ضلع ناندیڑ، مہاراشٹر کے ذریعہ فتاوی بدرالعلماء کے اشاعت کی خبرسن کر بڑی مسرت ہوئی اللہ تعالی موصوف کوجزائے خیرعطافرمائے۔

اس سے پہلے بھی موصوف حضور بدرملت علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پرایک ضخیم اوردستاویزی مجموعہ بنام ''معارف بدرملت'' شائع کر چکے ہیں، اوراسکے علاوہ بھی آپ کی خدمات ہیں جولائق تحسین ہیں، میں انکے اس نیک قدم پردل کی گہرائیوں سے انھیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اخیر میں اللہ تعالی کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالی حضور بدرملت علیہ الرحمہ کے ان فتاوی سے امت مسلمہ کومستفید ومستفیض فرمائے اورآپ کے میزان حسنات میں مسلسل اضافہ کاباعث بنائے ۔

آمين بجاه سيد المرسلين وصلی الله تعالی وسلم علی خير خلقه ونور عرشه سيدنا محمد ﷺ وعلیٰ آله و صحبه وجنوده و ابنه الغوث الاعظم البغدادی

وعطائه فی الهندخواجه الاجمیری وشهید محبته اعلی الحضرة البریلوی اجمعین

محمد رابع نورانی بدری
استاذ دارالعلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف
و
سجادہ نشین آستانۂ بدر ملت علیہ الرحمہ بڑھیا سدھارتھ نگر

یکم رجب المرجب ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۱ اپریل ۲۰۱۵ء بروز سہ شنبہ

﴿ پیش لفظ ﴾

از: حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ابوالحسن قادری رضوی
صدر شعبہ افتا جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونسلم ونصلی علی رسولہ الکریم

آقائی ،مولائی ،سیدی ،سندی، مرشدی ،استاذی،استاذ العماء ، بدر الحکماء،افقہ الفقہاء،مرجع ارباب فتوی حضرت علامہ مفتی بدرالدین احمد صاحب رضوی نوری صدیقی گھورکھپوری خلیفۂ اجل شیخ الاسلام والمسلمین سرکار مفتی اعظم ہند قدرسرہ نہایت محتاط زبان وقلم کے مالک ،فقہ افتا کے امین تھے،ان کے فتاوے بڑے مستحکم اور معیاری ہوتے ،علما،مشائخ ،خواص وعوام کے لیے تشفی کا سامان ہوتے ۔

بلا ریب آج ان کی طباعت واشاعت امت مسلمہ کی ضرورت اہل ایماں کے لیے نعمت عظیم ہے ،بھلا ہو مجاہد سنیت ، قاطع صلح کلیت ،عاشق اعلی حضرت ،فدائے مفتی اعظم حضرت مولانا عبدالصمد صاحب قبلہ نوری اونگ آبادی زید مجدہ العالی کا، کہ انہوں نے اس ضرورت کا بھرپور احساس کیا اور متعدد حضرات سے فتاوے حاصل کیا۔ پوری تندہی جانفشانی اور ذمہ داری کے ساتھ ان کی تسوید وتبییض فرمائی، اللہ ان کے اس عمل سعید کو قبول فرمائے اور تہہ دل سے میں ان کا شکر گذار ہوں کہ نظر ثانی وترتیب کے کام میں مجھے شریک کر کے خرد نوازی کا مظاہرہ کیا، ممکن ہے تصحیح وترتیب وغیرہ میں خطا نظر آئے ،قارئین سے مودبانہ گذارش ہے کہ کسی قسم کی لغزش پائیں تو مخلصانہ طور پر آگاہ فرمائیں ۔

فقط

محمد ابوالحسن قادری رضوی

خادم الافتا: جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی

۲۳/شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۱/ جون ۲۰۱۵ء

۷۸۶

۹۲

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

صاحب تصانیف کثیرہ استاذ العلماء والفقہاء، پیکر زہد وتقوی بدر ملت حضرت علامہ الشاہ مفتی بدرالدین احمد قادری رضوی نوری علیہ الرحمۃ والرضوان ایک جید عالم دین، با کمال مصنف، معتمد محقق ،مستند فقیہ اور ماہر ترین مدرس تھے، جو اپنی مثال آپ تھے۔ علم وآگہی، تصنیف وتالیف، درس وتدریس، تقریر وتبلیغ اور فقہ وافتا میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ آپ نے فیض الادب حصہ اول، حصہ دوم ، جواہر المنطق، تلخیص الاعراب، عروس الادب، سوانح اعلی حضرت، نورانی گلدستہ، عطیۂ ربانی درمقالۂ نورانی، تعمیر ادب، تعمیر قواعد، تحقیقی جواب، الجواب المتین عن سوال محمد امین، الجواب النورانی عن سوال الہمدانی وغیرھا تقریبا دو درجن کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ اپنے تمام مشاغل تصنیف وتالیف، درس وتدریس اور وعظ وارشاد کی مصروفیات کے باوجود وقتا فوقتا فتاوے بھی تحریر فرماتے رہے۔ آپ کے کچھ گراں قدر و مایۂ ناز، مستند ومعتمد فتاوے ''**فتاوی فیض الرسول جلد اول**'' میں آپ کی حیات ظاہری ہی میں زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آچکے تھے۔ پھر آپ کے وصال کے بعد آپ کے کچھ فتاوے ۱۴۱۳ھ میں ''**فتاوی فیض الرسول جلد دوم**'' میں شائع ہوئے۔ آپ کی جملہ تصانیف اپنی اہمیت کے اعتبار سے ضرورت زمانہ نادر روزگار ہیں اور گوہر آبدار سے تولنے کے قابل ہیں۔

حضور آقائے نعمت استاذی الکریم قدس سرہ العزیز کے پردہ فرمانے کے بعد بحمدہ تبارک وتعالی راقم الحروف جہاں آپ کے بکھرے ہوئے اور منتشر نادر ونایاب مضامین اور مکاتیب جمع کرکے ترتیب، کتابت وطباعت کی منزل سے گزار کر منظر عام پر لانے میں کامیابی سے ہمکنار ہوا وہیں آپ کے دیگر رسائل جو مارکیٹ سے نایاب تھے انہیں بھی بفضلہٖ تعالی عالمگیر شہرت کے حامل ادارہ رضا اکیڈمی بمبئی کے ذریعہ طبع کروایا اور دور دراز مقامات تک پھیلایا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ جہاں کئی سالوں کی دوڑ بھاگ اور سعی پیہم کے بعد ''حضور بدرالعلماء'' کی حیات وخدمات پر ۱۴۲۷ھ بمطابق ۲۰۰۶ء میں علمائے کرام ومشائخ عظام

واصحاب قلم کے تاثرات، نگارشات اور مقالات کا گراں قدر مجموعہ ''**معارف بدرالعلماء**'' کے نام سے اپنے ادارہ گلشن رضا کولمبی ضلع ناندیڑ مہاراشٹر سے طبع کراکے برصغیر میں دور دراز مقامات کے علمائے کرام اور اسکالرز کے ہاتھوں اور مذہبی اداروں اور لائبریریوں تک پہونچانے کی سعادت سے بہرور ہوا۔

اور آپ کے فتاوے جو اِدھر اُدھر منتشر اور بکھرے ہوئے تھے انہیں بھی یکجا کر کے بفضلہٖ تبارک وتعالیٰ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ سے مدرسہ گلشن رضا کولمبی میں کام شروع کرایا اور اب بحمدہ تعالیٰ ماہ شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ بمطابق جون ۲۰۱۴ء میں ترتیب وتصحیح اور کمپیوزنگ وغیرہ کا کام ادارہ ہذا کے اساتذۂ کرام بالخصوص حضرت مولانا اقبال احمد صاحب قادری، مولانا محمد عمران سعید صاحب قادری، مولانا محمد جعفر علی صاحب رضوی اور مولانا محمد انوار رضا قادری رضوی وغیرہم نے بڑی لگن اور جانفشانی سے انجام دے کر پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔ پروردگار عالم ان تمامی معاونین کی سعی کو قبول فرمالے اور ان حضرات کے علم وفضل اور عمر میں بے شمار برکتیں عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر یہاں پر برادر مکرم ومحبّ محترم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ابوالحسن صاحب قبلہ قادری رضوی مدظلہ العالی (صدر شعبۂ افتاء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو یوپی) کا تذکرہ نہ کروں کہ جنہوں نے اس کتاب پر تقدیم وترتیب، نظر ثانی نیز فہرست وغیرہ تیار فرمانے کی ذمہ داری قبول فرمالی جسے ماشاء اللہ تبارک وتعالیٰ احسن طریقے پر پورا فرمایا۔ رب کریم موصوف کے بھی علم وعمر اور فضل میں بے شمار برکتیں عطا فرمائے اور حضور بدر ملت جیسا اخلاص، جذبۂ عمل اور وسیع اور گہرا علم عطا فرما کر آپ کی ذات سے اسلام وسنیت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کو خوب خوب فروغ بخشے۔ آمین ثم آمین

راقم الحروف سراپا تقصیر اپنے رب کریم کا کروڑہا کروڑ شکر ادا کرتا ہے کہ اپنے محبوب دانائے غیوب سرکار اعظم پیارے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے صدقے طفیل میں مذکورہ بالا دینی کاموں میں حصہ لینے کے لیے اس ہیچمداں کو منتخب فرمایا اور اس ناچیز وناتواں کو علمی بے بضاعتی اور تہی دستی کے باوجود مقاصد حسنہ کی جانب رواں دواں رہنے کی توفیق بھی اپنے کرم سے عطا فرمایا۔ اس طرح اس عاصی پُر معاصی نے حضور آقائے نعمت مرشد اجازت قبلہ کی یہ گراں قدر تصنیف ''**فتاوی بدرالعلماء**'' کو منظر عام پر لانے کا بوجھ جو ایک طرح سے میرے کندھے باقی تھا اس سے عہدہ برآ ہوگیا۔

مولیٰ تبارک وتعالیٰ تو علیم وخبیر ہے تو دلوں کی بات جانتا ہے اس بندۂ ناچیز نے صرف تیری اور تیرے محبوب کی رضا وخوشنودی کے لیے ان خدمات دینیہ میں حصہ لیا ہے تو اسے قبول فرمالے اور اسے اور اس کے جملہ معاونین کے لیے بخشش اور نجات کا ذریعہ بنا دے اور تازیست خلوص کے ساتھ دین متین کی خدمت کرنے کا جذبہ فراواں عطا فرما کر خاتمہ بالخیر نصیب فرما۔ آمین ثم آمین

سگ بارگاہ مصطفوی بندۂ سرکار قادری گدائے کوئے رضوی

عبدالصمد قادری غفرلہ

۱۹؍رجب المرجب ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۹؍مئی ۲۰۱۴ء

بروز ایمان افروز شیطان سوز دوشنبہ مبارکہ

﴿ بدرالعلماء............کاروان حیات ﴾

از: حضرت مولانا مفتی محمد ابوالحسن صاحب رضوی قادری

صدر شعبہ افتا جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی

بدرالعلماء زبدۃ الفضلاء استاذ الاساتذہ عاشق اولیا مرشدنا و ملاذنا حضرت علامہ شاہ مفتی بدرالدین احمد قادری رضوی نوری علیہ الرحمۃ والرضوان پندرہویں صدی ہجری کی ایک عبقری اور فلک پیما شخصیت تھے۔ تحریر و تدریس، افتا و تدبیر، علم و عمل، تقویٰ و طہارت، فکر و فن، فضل و کمال، جود و نوال، خوف خدا و عشق مصطفیٰ، محبت صحابہ و اولیا جیسے اوصاف حمیدہ کے پیکر اور اشعار ذیل کے مصداق کامل تھے۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

قرنہا باشد کہ تا یک مرد حق پیدا شود وسعید اندر خراساں اور اویس اندر قرن

سالہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں۔

﴿سراپا﴾

قد مبارک..متوسط

رنگ..................... گندم گوں

سر اقدس..بڑا، گول، اس پر اکثر ٹوپی کے ساتھ عمامہ کی بہار۔

چہرہ..نورانی جسے دیکھ کر خدا کی یاد آئے۔ مناسب گول۔

پیشانی..کشادہ، روشن، آثار تقدس لیے ہوئے۔

بھنویں..................... ملی ہوئیں، گنجان، بلند ہالہ نما۔

آنکھیں..بڑی بڑی، سیاہ، چمک دار پُر جلال و جمال۔

رخسار..بھرے، نرم و گداز۔

ناک..متوسط، قدرے بلند۔

مونچھ.................................. پست، تراشیدہ، موافق شرع۔

ہونٹ..................................تبسم ریز، سرخی مائل۔

دانت..................................چھوٹے، ہموار، مضبوط۔

کان.................................. مناسب، درازی لیے ہوئے۔

داڑھی..................................مناسب گھنی، موافق سنت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء۔

گردن..................................معتدل ومناسب۔

سینہ..................................کشادہ وفراخ۔

ہاتھ..................................دراز جودونوال آثار۔

پاؤں..................................مناسب طویل۔

بدن..................................سڈول، معتدل، صحت مند مضبوط۔

﴿لباس﴾

کرتا..................................کلی دار، دراز، اس پر صدری، شیروانی، جبہ حسب موقع۔

ٹوپی..................................دو پلی، کڑھی ہوئی۔

عمامہ.................................. بڑے عرض کا، مختلف رنگ کا۔

پائجامہ.................................. چوڑی مہری والا ٹخنوں سے اوپر موافق شرع۔

یہ شیخ الاسلام مفتی انام شہزادہ امام اہل سنت حضور مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خان قادری کے خلیفہ اجل بدر ملت علامہ شاہ مفتی بدر الدین احمد صدیقی قادری رضوی نوری برکاتی علیہما الرحمہ کا سراپا ہے۔ جن کی پوری زندگی خدا اور رسول کے ارشادات کی پابندی، اپنے مذہب ومسلک کی خدمت واشاعت حق گوئی وبے باکی، احقاقِ حق وابطالِ باطل، تصلب فی الدین، وہابیوں، دیوبندیوں، صلح کلیوں سے نفرت وبیزاری ان سے دوری کی ترغیب وتاکید، مداہنت سے اجتناب، حق پسندی، تقویٰ شعاری، صلح جوئی، ارشاد وہدایت، اصلاح وتبلیغ سے معنون رہی۔

﴿ جلوہ نمائی ﴾

آسمان صلاح وتقویٰ کا یہ بدر کامل ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۹۲۹ء کو ضلع گورکھپور کے موضع حمید پور میں رونما ہوا۔ جس کے علمی وضو بار کرنوں سے ایک عالم مستنیر ہوگیا۔

﴿ والد گرامی ﴾

آپ کے والد گرامی کا نام نامی اسم گرامی عاشق علی صدیقی (علیہ الرحمہ) ہے۔ وہ بڑے نیک، دین دار، تقویٰ شعار، منکسر المزاج، خوش اخلاق، علم دوست تھے۔ اپنے مذہب ومسلک کی سچی محبت سے سرشار تھے۔
آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ (۱) محمد امین الدین صدیقی، (۲) محمد بدر الدین صدیقی (۳) محمد نعیم الدین صدیقی۔ آپ کی تمنا اور خواہش تھی کہ میرے فرزندان عالم دین بنیں اور دین حق یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کریں۔ رب کریم نے آپ کی دلی آرزو کو اس طرح پورا فرمایا کہ بڑے صاحبزادے تو ضروری حصول علم دین کے بعد گھریلو ذمہ داری سنبھالنے میں مصروف ہوگئے اور بحمدہ تعالیٰ اخیر عمر تک دین پر قائم رہے۔ مگر موخر الذکر دونوں صاحبزادوں کو دین اسلام کا محافظ بنانے کی سچی تڑپ باقی رہی۔ اور الحمد للہ رب العلمین آپ کی نیت خیر ثمر بار ہوئی۔ اور دونوں آسمان علم وفضل کے درخشاں آفتاب بن کے طلوع ہوئے۔ اور دونوں نے متاع حیات محض اسلام کی خدمت مذہب ومسلک کی حمایت، اعدائے سنیت کی نکایت، مسلک رضا کی اشاعت ونقابت میں صرف کردیا۔
اول الذکر کو لوگ فقیہ اسلام، بدر العلماء علامہ شاہ مفتی بدر الدین احمد رضوی اور ثانی الذکر کو فقیہ فقید المثال حکیم ابو البرکات علامہ نعیم الدین احمد شیخ الحدیث دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف سے جانتے ہیں۔

﴿ تعلیم وتربیت ﴾

حضرت بدر العلماء علیہ الرحمہ نے مکتب کی تعلیم اپنے علاقائی مدرسہ شاہ پور میں حاصل کی۔ اور عربی وفارسی متبحر استاذ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب صدر المدرسین مدرسہ انوار العلوم جین پور ضلع اعظم گڑھ

سے پڑھی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے اہل سنت و جماعت کی مرکزی درسگاہ دارالعلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کا رخ کیا۔ اور شوال ۱۳۶۷ھ مطابق ستمبر ۱۹۴۸ء کو مبارک پور تاج العرفاء استاذ العلماء جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی کی خدمت پاک میں پہونچ گئے۔ وہاں آپ نے مصدر علم و فضل حافظ ملت کی عنایت بے کراں اور دارالعلوم کے دیگر اساتذہ کرام کی مشفقانہ توجہات کی چھاؤں میں رہ کر چار سال بڑی محنت و جان سوزی و جگر کاوی جاں فشانی کے ساتھ علمی سیرابی حاصل کی۔ صلابت ذہنی، ذکاوت و فطانت، عمدہ عبارت خوانی، جودت طبع، ندرت فکر، حسن مطالعہ، علمی طلب و جستجو، سعادت شعاری، اساتذہ سے حسن نیازمندی کے سبب چند ہی مہینوں میں حافظ ملت اور اساتذہ کی نگاہ میں مقبول اور مرکز توجہ ہو گئے اور دارالعلوم کے ممتاز طلبہ میں شمار ہونے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عہد تعلم سے لے کر عصر تدریس تک حافظ ملت علیہ الرحمہ کے خصوصی الطاف و عنایات سے شادکام رہے۔

﴿فراغت﴾

دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کے سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۰؍ شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ مطابق مئی ۱۹۵۲ء میں آپ اکابر علمائے اسلام و مشائخ عظام کے مقدس ہاتھوں دستار و سند فراغت سے سرفراز ہوئے۔

﴿اساتذہ کرام﴾

متعلم کی شخصیت سازی میں اساتذہ کرام کا کلیدی رول ہوتا ہے۔ پھر اگر اس کی محنت و لگن اور جہد مسلسل ہو تو اس کی زندگی کے اوراق کچھ اور ہی روشن و تابناک بنتے ہیں۔ حضرت بدرالعلماء پر جن اساتذہ اور مربیان کرام کا سحاب کرم اور فیضان موسلا دھار بارش بن کر برسا ان کے اسمایہ ہیں۔

(۱) جلالۃ العلم استاذ العلما حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی بانی جامعہ اشرفیہ مبارک پور (۲) شیخ العلما حضرت علامہ غلام جیلانی قادری اعظمی۔ (۳) حضرت علامہ حافظ و قاری شاہ عبدالرؤف قادری مصباحی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔ (۴) شیخ الخطبا حضرت

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی گھوسی۔(۵) شیخ القرا حضرت علامہ قاری محمد یحیٰ اعظمی ناظم اعلیٰ دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور۔(۶) حضرت مولانا خلیل احمد قادری رضوی کچھوچھوی صدرالمدرسین مدرسہ انوارالعلوم جین پور، اعظم گڑھ۔ یہ وہ اصحاب فضل وکمال ہیں جن پر خود علم نازاں تھا۔ آج ملک اور بیرون ملک میں جو علمائے اہل سنت اور فضلائے ملت دینی خدمات کا زریں کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ اکثر انہیں کے مرہون منت ہیں۔ حضرت بدرملت علیہ الرحمہ بلاشبہہ قابل فخر ہیں کہ انہیں ان ستودہ صفات شخصیتوں سے براہ راست تلمذ کا شرف حاصل ہے۔

ابررحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے حشر تک شان کریمی نازبرداری کرے۔

﴿ازدواجی زندگی﴾

آپ کی دو شادیاں ہوئیں پہلی بیوی سے چار اولادیں ہوئیں تین صاحبزادے (۱) محمد اول عرف جلال الدین قادری (۲) مولانا محمد ثانی عرف جمال الدین رضوی (۳) محمد ثالث عرف سلیم الدین اور ایک صاحبزادی کنیز فاطمہ۔ پھر ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں دوسری شادی کی۔ دوسری زوجہ مکرمہ کا نام سیدہ شمسہ خاتون صاحبہ ہے۔ ان کے ساتھ اپنے پہلے شوہر سے ایک صاحبزادی بنام نجم السحر آپ کی کفالت میں آئی۔ ان کے بطن سے دو اولادیں ہوئیں (۱) مولانا محمد رابع عرف نورانی شاہ صدیقی قادری (۲) فارحہ خاتون رضویہ۔

آپ کی زندگی اپنی شریک حیات اور اولاد کے ساتھ مکمل اسلامی زندگی سے عبارت رہی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو جب دوسری شادی کی حاجت درپیش ہوئی تو آپ نے قاضی اطیعوالحق صاحب عثمانی قادری رضوی گونڈوی کے نام ایک مکتوب لکھا۔ جس کا اہم حصہ یہ ہے۔ میں مسلک رضویت کا حامی ہوں اور اسی مقدس مسلک پر چلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مسلک رضویت جہاں ایک طرف سنیت میں تصلب اور فرقہ باطلہ وہابی، دیوبندی، رافضی، ندوی، مودودی وغیرہ سے دورونفور رہنے کی سخت تاکید کرتا ہے وہیں دوسری طرف عمل وکردار کو صاف وستھرا رکھنے کا بھی مطالبہ کرتا ہے۔ میں ایسے ماں باپ کی لڑکی سے رشتہ کا طالب ہوں جو دنیوی ٹیپ ٹاپ سے بے پرواہ ہو۔ دنیاداری پر دین داری غالب ہو۔

شریعت کا جو حکم ان کے سامنے رکھا جائے اس کو بے چوں چرا مانیں اور عمل کرنے کی کوشش کریں۔لڑکی حسب ذیل اوصاف رکھتی ہو۔لڑکی تندرست ہو، آسیب زدہ یا مریضہ نہ ہو، پردہ کی پوری پابندی کرسکتی ہو، شوخ اور بے باک نہ ہو، اس کے اندر دین داری کا مادہ ہو، مزاج سادگی پسند ہو شوہر کی اطاعت وخدمت کرنے کا جذبہ رکھتی ہو، اپنی دین داری کی وجہ سے شرعی پابندیوں کو بخوشی گوارہ کر لے، قرآن مجید کی تلاوت کرسکتی ہو، اور اردو کی چھوٹی چھوٹی کتابیں پڑھ لیتی ہو، حسن سیرت اور قبول صورت والی ہو، نسب صاف اور بے داغ ہو فیشن پرستی کا دل دادہ نہ ہو۔(مکتوبات بدر ملت ص:۱۵۳،۱۵۴۔)

اوصاف مذکورہ کی حامل خاتون سے رشتہ کی خواہش روشن دلیل ہے کہ آپ نے دنیا والوں کی عام روش سے ہٹ کر محض خدا اور رسول کے ارشادات وہدایات کے مطابق اپنی ازدواجی زندگی گزاری۔

﴿اجازت وخلافت﴾

بحمدہ تعالیٰ شبیہ غوث اعظم مفتیٔ عالم ابوالبرکات محی الدین آل الرحمٰن محمد مصطفےٰ رضا قادری نوری المعروف بہ مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر آپ کو شرف بیعت ملا۔ پھر جملہ سلاسل کی سند وخلافت سے سرفراز ہوئے اور ضیغم اہل سنت قاطع کفر وضلالت شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت سے آپ کو بہرہ ور فرمایا ۔گویا بحر طریقت کے ان دونوں شناوروں نے حضرت بدرالعلماء کو طریقت کی اجازت عطا فرما کر روحانی فیوض وبرکات کا مصدر ومنبع بنا دیا۔

﴿قوت حافظہ اور استحضار علمی﴾

آپ بعطائے الٰہی زبردست قوت حافظہ کے مالک تھے۔ابتدائی کتابوں سے لے کر درس نظامی کی منتہی کتابوں تک کے اکثر مسائل ہمہ وقت آپ کے پیش نظر رہتے ۔ بے شمار فقہی جزئیات، احادیث اور آیات اس طرح ازبر تھیں کہ سائل کو فوراً اپنی یادداشت دلائل وشواہد سے مطمئن کر دیتے۔

۱۱؍شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ کو جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں تعطیل کلاں ہوئی۔تو راقم السطور مرشد

طریقت واستاذ کریم حضرت بدر ملت علیہ الرحمۃ سے شرف نیاز وملاقات کے لیے ۱۲ ؍شعبان کو بڑھیا شریف پہونچا۔ بندہ ناچیز نے حضرت سے ملاقات اور دست بوسی کی سعادت حاصل کی۔ حضرت والا نے اپنے معمول کے مطابق بڑی نوازش کی۔ دوسرے دن چاشت کی نماز مسجد غوثیہ میں ادا کی، بعدہ اس کے باہر دھوپ میں ایک تخت پر تشریف فرما ہوئے اور اپنے حالات وکوائف بیان فرمانے لگے۔ اسی دوران مجھ سے فرمایا۔ تقریباً دوسال ہورہے ہیں آپ کے بھائی قاری امیر الحسن صاحب کا استفتا آیا تھا۔ لیکن ادھر طبیعت کی ناسازی اور کثرت مصروفیت کے سبب جواب نہ لکھ سکا۔ لہٰذا آپ گھر جاتے وقت جوابی لفافہ لے لیجیے گا۔

اپنے وصال سے صرف ۲۵ روز پہلے حضرت کا یہ ارشاد صادر ہوا۔ جب کہ اس وقت سر درد میں مبتلا تھے۔ اسی لیے سر پر عمامہ نما کپڑا کس کر باندھے ہوئے تھے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حافظہ کتنا قوی تھا کہ اس حال میں بھی یاد ہے کہ کس کا استفتا آیا ہے۔ اور کب آیا ہے۔ پھر جوابی لفافہ کے ساتھ ہے یا نہیں۔ دوسرے اس سے آپ کے تقویٰ وپرہیز گاری پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

﴿ تبحر علمی ﴾

حضرت بدر العلماء علیہ الرحمہ نے جن ارباب علم وکمال سے اکتساب علم وفضل کیا تھا جن اساتذہ کی فیاض بارگاہوں سے حکمت ومعرفت کا باڑا لیا تھا۔ ان میں کا ہر ایک بجائے خود علم وآگہی فکر ودانش، استعداد وصلاحیت کا تلاطم خیز سمندر تھا۔ انہوں نے آپ کو اپنے دریائے عرفان سے کامل ووافر حصہ دے کر علم ظاہری کا جامع وپیکر بناکر روانہ کیا تھا۔ اسی لیے بدر العلماء درس نظامی کی جملہ کتب کی تدریس پر دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ اصول وفروع، منقولات، معقولات کے جامع تھے۔ علم قرآن وحدیث، اصول فقہ، اور فقہ، نحو، صرف، منطق سے آپ کا زیادہ لگاؤ تھا۔ ان کی درسگاہ سے فیض یافتہ علما اور ان کے فتاوے نیز ان کے تحقیقی قلمی شہ پارے مثلاً عروس الادب، تلخیص الاعراب جواہر المنطق، فیض الادب منہ بولتے ثبوت ہیں۔

اردو اور عربی ادب میں آپ کی مہارت اپنوں اور بے گانوں کے یہاں بھی مسلم تھی۔ خود فیض الادب عربی تصنیف اور سوانح اعلیٰ حضرت، تذکرہ غوث وخواجہ، اردو جرائد ورسائل میں مطبوع تحقیقی ادبی مضامین شاہد ودلیل ہیں۔

حاصل یہ کہ متعدد علوم وفنون میں آپ کو تبحر حاصل تھا۔اسی تبحر علمی کے سبب دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف جب مکتب سے دارالعلوم کی شکل میں منتقل ہوا۔اوراس میں ہندوستان کے چار ماہر تدریس اساتذہ کا انتخاب عمل میں آیا تو آپ کو منصب صدارت تفویض ہوا۔اورالحمد للہ اپنی فکری،علمی، تدریسی قوت و استعداد سے سب پر وہاں اپنے عہد تدریس تک فائق و غالب رہے۔ان کے زمانے کے سبھی اصحاب علم ودانش ان کے تبحر علمی کا لوہا مانتے رہے۔

﴿تواضع وانکسار﴾

حضرت علیہ الرحمہ اپنے وقت کے جیداور بے مثال عالم تھے ۔ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف جیسے مرکزی ادارہ کے صدرالمدرسین رہ چکے تھے۔سیکڑوں علما ودانشوران اسلام کے استاذ ومربی ،متعدداداروں کے سرپرست درجنوں فنون کے ماہر تھے۔مگرترفع وتعلّی، کبرونخوت،خودستائی وزعم ہمہ دانی سے کوسوں دور تھے۔عوام ہوں یا خواص سب کے ساتھ حسن سلوک،خندہ پیشانی،تواضع وانکسار سے پیش آتے ۔اپنے کو دوسروں سے فروتر اور دوسرے کوخود سے بالاتر سمجھتے ۔اگر کوئی شاگرد یا عقیدت مند خط وغیرہ میں آپ کواستاذ العلما یا سندالمدرسین جیسا اونچا لقب لکھ دیتا تو سختی سے منع فرماتے ۔اورآئندہ اس طرح اپنے لیے لکھنے بولنے سے بچنے کا حکم دیتے چنانچہ گونڈہ ضلع کے باشندہ مولانا کمال الدین نے آپ کے پاس القاب حسنہ کے ساتھ خط لکھا۔تو آپ نے جواب میں لکھا میرے حق میں فرید عصر،وحید دہر،استاذ العلما،سندالمدرسین،عمدۃ المحققین کے کلمات ہرگز ہرگز نہ لکھیں۔یہ تسلیم ہے کہ زمانہ حاضر میں مبالغہ بے جا کا رواج خوب عام ہے۔آپ اس مبالغہ ضالہ سے پرہیز کریں۔

(مکتوبات بدرملت ص:۱۶۵مکتوب،ا،بنام مولانا کمال الدین گونڈوی)

اسی طرح ایک خط بنام مولانا صوفی عبدالصمد صاحب قادری نوری دام ظلہ کے اندر اس سے احتراز کا حکم فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: خط کے شروع میں آپ نے جوالقاب مجھے عنایت کیے ہیں وہ مبالغہ کی حد سے باہر ہے'' (مکتوبات بدرملت ص:۱۸۳)

یوں ہی ایک مکتوب بنام شاہد نوری بلرام پوری میں تحریر فرماتے ہیں'' منیر احمد مسنا والے آئے

اورآپ کا خط پیش کیا۔آپ اور مولوی محمد اخلاق نے منیر صاحب سے میرا تذکرہ اس انداز میں کیا کہ انہیں مجھ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا۔اورانہوں نے غربت کے باوجود اتنا لمبا سفر کیا، یہ آپ دونوں کی بھول ہے۔ میں نہ بابا ہوں نہ شاہ صاحب ہوں۔تو بڑھا کر تعریف کرنے سے فائدہ کیا ہے۔دوسروں کو پریشان نہیں کرنا چاہیے‘‘(مکتوبات بدر ملت ص:۲۰۸)

غور فرمائیں !جس کی درسگاہ فیض بخش سے ہزاروں تشنگاہ علوم نبوت حکمت ومعرفت حاصل کر چکے ہوں اور جس کے زیر اقتدار متعدد اکابر علما درس وتدریس کا کام انجام دیتے رہے جو اپنے ہم عصر علما میں امتیازی مقام کا حامل ہو اس نے متعدد تحقیقی وتدقیقی قلمی شہ پارے چھوڑے ہوں۔وہ بلاشبہہ استاذ العلماء بھی ہے عمدۃ المحققین بھی۔سند المدرسین بھی ہے فرید عصر ووحید دہر بھی۔بھاری بھرکم القاب کے لائق ہے۔ قابل ستائش بھی مگر حضور والا کی یہ شان تواضع ہے اور کبر وعجب سے نفرت و بیزاری کی زندہ جاوید حقیقت، پھر حضرت والا جس طرح اپنے لیے مبالغہ آمیز القاب، کبر وعجب آور الفاظ استعمال کرنے سے نفرت و بے زاری ظاہر کرتے اسی طرح اپنے مریدین، معتقدین، تلامذہ کو بھی کبر وغرور فخر وعجب اور اس کے اسباب سے بچنے کی تاکید فرماتے، ذیل میں ایک مکتوبات بنام مولوی سعید خان نوری بہرائچی کا ایک حصہ پیش کیا جاتا ہے جو قارئین کے لیے بے حد نفع بخش ہے۔

’’آپ کے اور میرے شیخ حضور سرکار مفتیِ اعظم شہزادہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں ۔ شامت اعمال کی نحوست سے خود مجھے نعمت تصور شیخ حاصل نہیں۔ایسا بہت ہوتا ہے کہ شاگرد کے اخلاص کی برکت سے استاد کو بھی حصہ مل جاتا ہے۔میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ تصور سرکار مفتیِ اعظم کی ابتدائی مشق شجرہ رضویہ کی تلقین کے مطابق شروع کریں۔

انسان بنیادی حقیقت کو کبھی نہ بھولے۔آپ کی نگاہ کے سامنے نجس ناپاک پیشاب کا دوقطرہ رکھا گیا۔آپ نے دیکھا کہ وہی دوقطرے جما ہوا خون بنا۔پھر لوتھڑا ہو گیا۔بعدہ اس لوتھڑے میں کچھ ہڈی کچھ گوشت، کچھ رگ، کچھ پٹھے بنتے گئے یہاں تک کہ سب مجموعہ احسن تقویم یعنی انسان کی صورت بن گیا۔ کچھ مدت گزر جانے کے بعد وہی انسان خانقاہ کا گدی نشین، علمی درس گاہ کا جلیل القدر استاذ، میدان خطابت کا ساحر البیان مقرر، مسجد کا گراں قدر امام دکھائی دینے لگا۔اوصاف سجادگی، استاذی خطابت،

امامت کونگاہ میں لاکر انسان اپنی ذات کو طاہر وطیب مزکیٰ شمار کرنے لگا اور پھول کر کے دوسرے آدمی کو جو اوصاف مذکورہ بالا سے خالی تھے نگاہ تحقیر سے دیکھنے لگا۔ اور اپنی اصل کو بھول گیا کہ میں وہی ناپاک پیشاب کا دوقطرہ ہوں۔ اسی قطرہ نجس کو حضرت رب العزت جل شانہ نے طاہر ومزکیٰ بنایا ہے۔ لہٰذا مجھے اپنی اصل کو ہرگز بھولنا نہیں ہے۔ اپنے اوصاف موجودہ پر پھولنا نہیں ہے۔ بلکہ یہ یاد رکھنا ہے کہ مجھے جو انسانی ڈھانچہ ملا، دین ملا، سنیت ملی، سجادگی ملی، خطابت ملی اور استاذی نیز امامت ملی سب کا سب صرف حضرت رب العزت تعالیٰ مجدہ کے فضل ہی سے ہے ورنہ ''من ہما خاکم کہ ہستم''۔

بزرگوں کا مشہور مقولہ ہے ''من عرف نفسه فقد عرف ربه ''یعنی جس نے اپنی ذات کو پہچانا کہ میری اصل پیشاب کا دوقطرہ ہے تو ضرور اس نے اپنے رب کو پہچانا کہ اسی رب تعالیٰ نے اس دوقطرے کو سجادگی، امامت، خطابت، مدرسی اور دیگر اوصاف عطا فرمائے۔ تو اس پہچان سے اس کو اذعان ملے گا۔ کہ میں ہر حال میں بندہ ناچیز ہوں اور میرا خالق رب العزت ہے۔ جل شانہ۔ پھر جسے اذعان حاصل ہوگا۔ وہ عجب، غرور، گھمنڈ وغیرہ سے محفوظ ہوگا۔ ان شاء الله تعالیٰ۔

(مکتوبات بدر ملت، ص: ۲۰۱، ۲۰۲)

خط کا مذکورہ حصہ دل کش پیرایہ بیان میں فخر وعجب سے بچنے کا زریں درس ہے۔ تواضع وانکسار اپنائے رکھنے کی ترغیب وتاکید بھی، انسانی حقیقت کی حسین تصویر کشی ہے۔ خالق عالم کے حسن تخلیق کا روشن بیان بھی، اپنے خالق کی احسان مندی وکرم شناسی کی تحریض ہے۔ باب تصوف کا عظیم شہ پارہ بھی، درس تواضع وحقیقت شناسی کا رواں دواں چشمہ ہے۔ اردو ادب کا چھلکتا جام بھی۔

﴿تصلب دینی﴾

مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ المولیٰ تعالیٰ عنہ خوف خدا، عشق رسالت علیہ التحیۃ والثناء کا نام ہے۔ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اللہ ورسول کے چاہنے والوں سے محبت ودوستی رکھی جائے۔ اور دشمنوں سے عداوت ودشمنی رکھی جائے۔ خدا ورسول ﷺ کے معاندین ومخالفین سے حد درجہ نفرت وبے زاری رکھی جائے۔ کسی طرح ان کے ساتھ مداہنت اور نرم پالیسی نہ اختیار کی جائے۔ قرآن کریم میں اللہ

عزوجل فرماتا ہے۔﴿ **لا تجد قوما یؤمنون بالله والیوم الآخر یوآدون من حاد الله و رسوله** ﴾(**مجادله ، ۲۲**) ۔تم نہ پاؤ گے ان لوگوکو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔

حدیث شریف میں ہے :[**لا تؤا کلو هم ولا تشاربوهم ولا تصلوامعهم وان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم**] **أو كما قال** ﷺ ’’[**عقیلی و ابن حبان**] کہ دشمنان اسلام کے ساتھ نہ کھاؤ۔ نہ پیو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو، نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو، اور بیمار پڑیں تو ان کی عیادت کو نہ جاؤ اور ایک حدیث میں ہے(وان رأیتموهم فاکفهروا وجوهکم) کہ انہیں دیکھو تو چہرہ موڑ لو۔ گویا مومن کے لیے ایمانی تقاضا ہے کہ اپنے مسلک و مذہب پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے اعدائے دین سے نفرت و دشمنی رکھے، اپنے دین میں کھرا اور پختہ رہے۔

الحمدللہ! حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ تصلب فی الدین کے شہوار تھے گویا ایمان وعقیدے کی پختگی مذہب ومسلک میں کھرا پن ان کی گھٹی میں پلا دیا گیا تھا۔ سفر وحضر ہو یا رزم و بزم کہیں بھی آپ تصلب سے ایک بال برابر نہ ہٹتے آپ کے کمال تصلب کا عالم یہ تھا کہ جس نے بھی تھوڑا سا وقت آپ کی بارگاہ میں گزارنے کا موقع پالیا وہ بھی تصلب فی الدین کا کچھ حصہ پا گیا۔ درس گاہ ہو یا کرسئ خطابت، مجمع ہو یا محفل خواص، ہر جگہ اور ہر موقع پر دینی تصلب کی اہمیت اجاگر فرماتے۔ اور لوگوں کو اسلامی دشمنوں مثلا وہابیوں، دیوبندیوں، قادیانیوں، ہندوؤں، نیچریوں، صلح کلیوں، دہریوں، ندویوں، غیر مقلدوں کے فاسد عقائد وافکار سے روشناش کراتے اور ان سے بچنے کی ہدایت کرتے۔ تحریراً تقریراً ہر طرح ان کی تردید کرتے۔ اس پر ان کی ساری کتابیں مثلا سوانح اعلیٰ حضرت، فیض الادب، تعمیر ادب، فتاوے بیّن ثبوت ہیں۔ جناب قاضی اطیعوا الحق عثمانی کے نام ایک خط میں فرماتے ہیں۔

میں مسلک رضویت کا حامی ہوں اور اسی مقدس مسلک پر چلنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مسلک رضویت جہاں ایک طرف سنیت میں تصلب اور فرقہائے باطلہ وہابی، دیوبندی، رافضی، ندوی، مودودی وغیرہ سے دور ونفور رہنے کی سخت تاکید کرتا ہے۔ وہیں دوسری طرف عمل و کردار کو صاف وستھرا رکھنے کا بھی مطالبہ کرتا ہے۔(مکتوبات، ص:۱۵۳)۔

اگر اپنے متوسلین یا کسی بھی مسلمان کے بارے میں جان لیتے کہ اس کا ایمان وعقیدہ کچھ متزلزل ہو گیا ہے یا وہ صلح کلیت کی طرف مائل ہو رہا ہے تو آپ سخت بے چین ہو جاتے۔ اور اس کی اصلاح اور اس کی درستگی کی کوشش میں لگ جاتے۔ اول فرصت میں خط لکھتے۔ چنانچہ آپ کے ایک شاگرد غلام محمد قادری کا واقعہ ہے کہ جب وہ دینی تعلیم سے دور ہونے لگے تو حضرت بدر العلماء سخت مضطرب ہوئے اور ایک طویل نہایت پرتاثیر رقعہ ارسال کیا۔ اس کا اہم حصہ یہ ہے۔

میں نہ تو آپ کی والدہ کا استاذ ہوں نہ آپ کے والد کا۔ ہاں دنیا میں بھگوت پور سے موضع پھلپھلی تک آپ کا استاذ کہلاتا ہوں۔ لیکن چوں کہ مذہب میں آپ عملاً پلپلے ہو گئے ہیں۔ اس لیے آپ کے پلپلا پن سے بہت صدمہ ہے۔ اور جب مجھے صدمہ ہے تو سرکار اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کو صدمہ رہے گا، کیوں کہ سرکار اعلیٰ حضرت آپ کے پیروں میں ہوتے ہیں، اور جب سرکار اعلیٰ حضرت کو صدمہ ہوگا تو ضرور سرکار غوث اعظم محی الدین جیلانی بغدادی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کو ناراضگی ہوگی۔ بھلا کیا آپ کسی بھی قیمت پر یہ گوارا کر سکتے ہیں کہ قطب الاقطاب شیخ الملائکہ والجن والناس حضور پرنور سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے ناراض رہیں۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ سرکار غوث پاک ہی کے مقدس نام کی نسبت سے آپ کا نام قادری پڑا۔ (مکتوبات بدر ملت، ص: ۶۰)۔

یوں ہی اگر معلوم ہو جاتا کہ کسی سنی صحیح العقیدہ کا رشتہ نکاح کسی بد مذہب وہابی، دیوبندی لڑکی سے ہونے جا رہا ہے تو اول فرصت میں خط لکھتے۔ اور مسئلہ شرعی سے آگاہ فرماتے۔ اور سختی سے اس رشتہ کو ختم کرنے کی تاکید فرماتے۔ چنانچہ رمنگرہ ضلع گونڈہ کے علاؤ الدین نام کے ایک صاحب کی شادی ایک وہابی کے یہاں ہونے والی تھی۔ آپ نے ان کے یہاں ان کی ماں کے پاس خط لکھا۔

'' مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کے لڑکے علاؤ الدین کا رشتہ نکاح کسی وہابی مسلک کی لڑکی سے قائم کیا جا رہا ہے۔ سنی مذہب کے علما کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہابی مذہب والے کے یہاں رشتہ قائم کرنا حرام سخت حرام ہے۔ آپ براؤں شریف کی خانقاہ سے مرید ہیں علاؤ الدین کے والد جناب کمال الدین صاحب حضرت خلیفہ صاحب سے مرید ہیں، سنی پیر سے مرید ہوتے ہوئے سرکار مدینہ رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے دشمن وہابیوں سے نکاح کا رشتہ قائم کرنا یہ کیسے گوارہ ہوسکتا ہے۔ ماں ہونے کی حیثیت سے آپ

کا فرض ہے کہ آپ اپنے لڑکے علاؤالدین کو اپنا فیصلہ سنا دیں کہ بیٹا! وہابی کے یہاں رشتہ نہیں کرنا ہے۔ اگر تو نہیں مانے گا تو میں تجھ سے الگ ہو جاؤں گی۔ میں تجھے چھوڑ دوں گی مگر پیارے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا دامن نہیں چھوڑوں گی۔ ضد میں آکر اپنا ایمان برباد نہیں کرنا ہے۔ (مکتوبات، ۲۱۳)۔

اپنے پاس پڑھنے والے کسی بچے کے بارے میں معلوم ہوجاتا کہ اس کے والد کسی دیوبندی سے مرید یا معتقد ہیں یا وہابیوں کو مسلمان مانتے ہیں تو اس بچے کو اپنی کفالت میں لے لیتے اور اس کو گھر اس وقت تک جانے سے روک دیتے جب تک اس کا باپ دیوبندیوں سے برأت و بیزاری کر کے اپنے سنی مسلمان ہونے کا اعلان نہ کر دیتا۔ جب سنی ہو جاتا تو اس کو اس کے گھر بھیج دیتے۔ ورنہ اس درمیان صرف ماں سے ملنے کی شرط پر گھر جانے دیتے۔ بشرطے کہ ماں سنّیہ مسلمان ہوتی۔ جیسا کہ آپ کے ایک شاگرد بنام طیب علی تھے۔ ان کے باپ کا یہی حال تھا۔ آپ نے انھیں گھر جانے سے مکمل روک دیا۔ ڈھائی سال کے بعد ماں کے اصرار اور اضطراب پر بھیجا۔ کچھ زمانے کے بعد جناب طیب علی صاحب کے والد سنی ہو گئے تو خوش ہو کر حضرت نے ان کے نام درج ذیل الفاظ میں مکتوبات روانہ فرمایا۔

جناب غلام نبی صاحب ! سلام مسنون میں آپ کے لڑکے طیب علی کا استاذ ہوں۔ آپ کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ آپ کسی دیوبندی پیر کے مرید ہیں۔ اور دیوبندی مذہب کو ٹھیک مانتے ہیں اس لیے میں نے طیب علی کو روک دیا تھا کہ اپنے گھر نہ جائیں۔ اور اپنا دین و ایمان بچائیں۔ چنانچہ ڈھائی سال تک طیب علی اپنے مکان نہیں گئے۔ امسال چیت کے مہینے میں طیب علی کی والدہ کا خط آیا جس میں بے چینی کا بہت اظہار تھا۔ تو میں نے طیب علی کو ماں سے ملاقات کرنے کے لیے بھیج دیا جب طیب علی مکان پہنچے اس وقت آپ مکان پر موجود نہیں تھے۔ صرف ماں اور بھائی سے ملاقات ہوئی۔ کچھ دن بعد طیب پھر مدرسہ چلے آئے امسال عید کے مہینے میں مولوی حسن بڑھیا آئے اور بتایا کہ طیب علی کے والد نے سنی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اس کو سمجھا اور دیوبندیت سے متنفر ہوئے۔ یہ بات سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ خدائے پاک نے کرم فرمایا اور دیوبندیت کے پرفریب جال سے نکال کر سنّیت کی دولت سے آپ کو نوازا۔ اب آپ کا فرض ہے کہ لوگوں کے سامنے دیوبندی پیر کی بیعت توڑنے کا اعلان کر دیجیے تاکہ دوسرے لوگوں کی بھی آنکھ کھل جائے۔ (مکتوبات بدر ملت، ص:۲۱۲)۔

روشن طور پر معلوم ہوا کہ حضرت بدرالعلماء کھرے پختہ مرد مومن، متصلب سنی تھے۔ اور ارشادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا و مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا علیہما الرحمۃ پر مضبوطی کے ساتھ کاربند تھے۔ ساتھ ہی ہر سنی مسلمان کے بڑے ہمدرد و بہی خواہ تھے۔ ہر ایک کو اعدائے دین سے دور رکھنے اور ان کے مکر وفریب سے بچانے کی فکر و تدبیر میں رہتے۔ بعض لوگ حضرت کے اس تصلب فی الدین کو تشدد سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب کہ یہ ان کی نافہمی یا مداہنت پسندی ہے یہ درحقیقت عشق رسالت سے ناآشنا ہیں۔ اور آیت قرآنیہ ﴿محمد رسول الله والذين معه أشداء علىٰ الكفار رحماء بينهم﴾ اور ﴿لا تجد قوما يؤمنون الآية﴾ اور اس مفہوم کی احادیث سے قطعاً نابلد ہیں یا اس کے مفہوم سے چشم پوشی کر کے نفسانی جال کے شکار ہیں۔ کیوں کہ یہی طریقہ مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا، صدرالشریعہ حضرت علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی، شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں، مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تھا جن سے سنی مسلمانوں کو اسلام کا صحیح طریقہ و راستہ ملا۔

﴿صلاح وتقویٰ﴾

تقویٰ کے کئی معانی آتے ہیں۔ نفس کو خوف کی چیز سے بچانا۔ اور عرف شرع میں ممنوعات چھوڑ کر نفس کو گناہ سے بچانا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ متقی: وہ ہے جو شرک و کبائر وفواحش سے بچے۔ بعضوں نے کہا متقی: وہ ہے جو اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر نہ سمجھے۔ بعض کا قول ہے۔ تقویٰ حرام چیزوں کا ترک اور فرائض کا ادا کرنا ہے۔ بعض کے نزدیک معصیت پر اصرار اور اطاعت پر غرور کا ترک تقویٰ ہے۔ بعض نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھے وہاں نہ پائے جہاں اس نے منع فرمایا۔ ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کا نام ہے۔ (خازن) ۔ یہ تمام معنیٰ باہم مناسبت رکھتے ہیں۔ اور مآل کے اعتبار سے ان میں کچھ مخالفت نہیں۔ تقویٰ کے مراتب بہت ہیں۔ عوام کا تقویٰ ایمان لا کر کفر سے بچنا۔ متوسطین کا اوامر (احکام) ونواہی (جن چیزوں سے منع کیا گیا) کی اطاعت، خواص کا ہر ایسی چیز کو چھوڑنا جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرے۔ حضرت مترجم (اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا تقویٰ کی سات قسم ہے۔ (۱) کفر سے بچنا۔ یہ بفضلہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ (۲) بدمذہبی سے بچنا یہ ہر سنی کو حاصل

ہے۔(۳) ہر کبیرہ سے بچنا۔صغائر سے بھی بچنا۔(۵) شبہات سے احتراز۔(۶) شہوات سے بچنا۔(۷) غیر کی طرف التفات سے بچنا۔ یہ اخص الخواص کا منصب ہے۔(تفسیر خزائن العرفان،ص:۴)۔

حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ کے کردار واطوار، افعال واشغال، رفتار وگفتار، اعمال وافکار، نشست وبرخاست، اقوال وارشادعین تقویٰ کے مطابق ہوتے۔جنہوں نے حضرت والا کی ذات کریمہ کا مشاہدہ کیا ہے۔وہ زبان وقلب سے اس کے معترف ہیں کہ بدرالعلماء تقویٰ،حزم واحتیاط کے پیکر مجسم تھے۔فقیر راقم السطور نے الحمد للہ حضور والا کی خدمت بابرکت میں چار سال گزارا ہے بہت قریب سے دیکھا ان کی جلوت وخلوت، رزم وبزم کا مطالعہ کیا۔ ہمیشہ ہر عمل مطابق سنت کرتے پایا۔

﴿ آپ کے احتیاط وتقویٰ کے چند اعمال ﴾

(۱) دینی کتابوں کا احترام۔آپ دینی کتابوں کا بے حد احترام کرتے تھے۔کبھی بھی زمیں یا فرش پر کتاب نہ رکھتے تھے۔اگر کبھی کسی کو زمین پر یا فرش پر رکھے ہوئے دیکھ لیتے۔فوراً اٹھانے کا حکم دیتے۔ورنہ خود اٹھاتے اور احترام کے ساتھ اونچی جگہ پر یا کوئی ستھرا کپڑا اچھا کر اس پہ رکھتے۔اس تعلق سے اہل سنت وجماعت کے مشہور قلم کار رعالم حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی کا مشاہدہ اور واقعہ انہیں کے قلم سے ملاحظہ ہو۔

وہ لکھتے ہیں: حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ کے تقویٰ کا یہ واقعہ کبھی نہیں بھول سکتا۔مبارک پور سرکار حافظ ملت علیہ الرحمہ اشرفیہ قصبہ مبارک پور کی عمارت درسگاہ حافظ ملت میں علمائے کرام کی ملاقات اور زیارت کا شرف حاصل کررہا تھا۔بستی ہی کے ایک عالم دین تشریف فرما تھے۔اچانک اتنے میں حضرت بدر ملت تشریف فرما ہوئے۔تو دیکھا کہ بچوں کے نصاب کی کوئی کتاب تعمیر ادب یا نورانی تعلیم فرش پر رکھی ہوئی ہے۔جہاں سب بیٹھے ہیں۔حضرت بدر ملت نے فوراً اس کتاب کو اٹھایا اور فرمایا:۔آپ حضرات علما ہی ادب نہ کریں گے تو کون کرے گا؟ پھر بغل سے تکیہ لیا اور اس پر رکھ دی۔حضرت کی یہ بے باکی اور غایت ادب نے میرے دل پر بڑا اثر ڈالا۔(مکتوبات بدر ملت،ص:۳)۔

(۲) کاغذ کے ٹکڑوں کا احترام۔سادہ یا اردو وغیرہ لکھے ہوئے کاغذ کے ٹکڑوں کا بھی احترام کرتے، مدرسے میں کئی جھولے بنوا کے رکھوا دیا تھا۔جب کبھی کوئی ٹکڑا پاتے انہیں جھولوں میں ڈالتے۔اور مدرسہ کے

تمام طلبہ کو بھی ہدایت فرماتے۔ چنانچہ وہ بھی حضرت کے نقش قدم اور حکم پر عمل کرتے۔

(۳) استنجا کے بعد پانی کے ساتھ کلوخ کا استعمال۔ عام طور پر لوگ استنجا کے بعد طہارت کے لیے صرف پانی استعمال کرتے ہیں۔ مگر آپ بالالتزام پانی استعمال کرتے اور اس سے پہلے ڈھیلے بھی۔ سرکار کے زمانہ اقدس میں کلوخ کے ساتھ پانی بھی استعمال کرنے والوں کے بارے میں آیت کریمہ اتری تھی ﴿ فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المطھرین ﴾ (سورہ توبہ، ۱۰۷) کہ اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں۔ اور ستھرے اللہ کو پسند ہیں۔ آپ نے اس کا التزام کر کے ان صحابہ کی جہاں سنت قائم کر دی وہیں عند اللہ اپنے محبوب ہونے کی سند پیش فرمادی۔

(۴) آپ نے اپنی توجہ خاص سے دو مسجدیں تعمیر کرائیں۔ (۱) مسجد غوثیہ بڑھیا شریف۔ (۲) مسجد غوثیہ جنگل روڈ پچپڑوا۔ دونوں مسجدوں کی تعمیر مشکوک فرد کے بھی تعاون سے پاک رکھا۔ یعنی کسی وہابی، دیوبندی، رافضی، مرتد یا جس کے ایمان کے حق میں شک تھا اس سے چندہ نہ لیا۔ صرف اور صرف کھرے، پختہ، صحیح العقیدہ مسلمان کا تعاون قبول فرمایا۔ اس پر ذیل کی وہ تحریر ثبوت ہے جو حضرت والا کے قلم سے ضروری اعلان کے نام سے روداد مدرسہ غوثیہ بڑھیا بابت ۱۳۹۹ھ تا ۱۴۰۰ھ میں شائع ہوئی۔

''مسجد غوثیہ بڑھیا، خالص سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے۔ جو سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا دینی پیشوا مانتے ہیں اس مسجد کی تعمیر میں کسی بے دین، بدمذہب، بدعقیدہ کا پیسہ لگانے سے سخت اجتناب کیا گیا ہے'' (مکتوبات بدر ملت، ص:۹۶)۔

(۵) یکم ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۰؍ جولائی ۱۹۵۶ء میں آپ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز ہوئے اور آپ نے اپنے جہد مسلسل، عمل پیہم کے ذریعہ دارالعلوم فیض الرسول کا تعلیمی معیار بلند سے بلند تر کیا۔ ارباب حل وعقد سے لے کر اساتذہ دارالعلوم اور متعلقین کے نزدیک آپ کی تدریسی، تنظیمی، معاملاتی صلاحیت مسلم ہو چکی تھی۔ ۲۲؍ محرم ۱۳۸۷ھ کو دارالعلوم کے روح رواں، سرپرست اعلیٰ شعیب الاولیا حضرت یار علی شاہ علیہ الرحمہ کا وصال ہو گیا۔ اس کے چند سال بعد ارکان ادارہ نے دارالعلوم کو گورنمنٹ سے ایڈ کرا دیا۔ حضرت بدر العلماء دینی مدرسہ کے ایڈ کرانے یا گورنمنٹ سے ایڈ لینے کے حرام ہونے کے قائل نہ تھے۔ مگر چوں کہ اس میں بہت سے مضرات ونقصانات اور خطرات ہیں

اس لیے احتیاط وتقویٰ پر عمل کرتے ہوئے ۱۶؍شوال ۱۳۹۴ھ کو محض توکلاً علی اللہ استعفا دے دیا۔ اور ایک بالکل غیر معروف ادارہ مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا کی تدریسی ملازمت اختیار فرمائی۔

﴿نماز کی پابندی﴾

نماز اہم الفرائض ہے۔ اس کی پابندی بحکم خدا و رسول ہر مکلّف مسلمان پر فرض ہے۔ اس کا تارک فاسق مردود الشہادۃ ہے۔ اور مرد مکلّف کو پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کرنا واجب ہے۔ حضرت بدر العلماء علیہ الرحمہ نمازوں کے بڑے پابند تھے۔ سفر ہو یا حضر نماز کو اس کے وقت میں تمام حقوق کے ساتھ ادا کرتے۔ ٹرین یا بس سے سفر کا ارادہ کرتے تو ایسا وقت اس کے لیے اختیار فرماتے کہ کوئی نماز قضا نہ ہونے پائے۔ طلبہ معتقدین ومتوسلین کو نماز کی اہمیت بتاتے۔ اور وقت میں ادا کرنے کی تاکید فرماتے۔ نماز چھوڑنے والے پر سخت برہم ہوتے۔ اور فوراً قضا پڑھنے کا حکم دیتے۔ کوئی طالب علم اگر کوئی جرم کرتا تو مناسب سزا دے کر معاف فرمادیتے۔ مگر قصداً بلا عذر نماز نہ پڑھنے والے کا اخراج کردیتے۔ راقم السطور کے ایک ہم سبق طالب علم کا واقعہ ہے۔ کہ اس نے اپنے ایک مہمان کے ساتھ سیر وتفریح کرتے ہوئے قصداً بے کسی عذر کے مغرب کی نماز ادا نہ کی۔ یہاں تک کہ وقت مغرب نکل گیا۔ دوسرے دن آپ کے یہاں شکایت پہونچی۔ آپ نے فوراً اس کو بلایا اور تحقیق حال کی۔ اس نے اقرار کیا۔ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ ہمارا مدرسہ نماز نہ پڑھنے والے کے لیے نہیں۔ آپ پڑھنے کے لیے کسی اور مدرسہ کا انتخاب کرلیں۔ پھر وہ گھر گیا اور واپس نہ آیا۔

آپ کے ایک معتقد شاہد نوری بلرام پوری ہیں۔ انہوں نے آپ کے پاس ایک خط لکھا۔ اس میں تحریر کیا کہ جب سے لسیّ لگانے لگا ہوں روزانہ فجر کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔ حضرت والا نے جب یہ پڑھا۔ سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ان کے پاس جواباً لکھا۔

''آپ نے لکھا ہے کہ جب سے لسّی لگانے لگا ہوں روزانہ فجر کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔ معاذ اللہ! معاذ اللہ! معاذ اللہ! خدائے پاک کی پناہ خدائے تعالیٰ کی پناہ، خدائے رب العزت کی پناہ اس طرح دوکان چلانا کہ فرض الٰہی قضا ہو جاتا ہو۔ حرام، حرام، اشد حرام ہے۔ بے برکت ہے۔ نحوست ہے۔ توبہ کیجیے۔ صدق دل سے توبہ کیجیے۔ پکی اور ٹھوس توبہ کیجیے۔ فرض الٰہی کی جم کر پابندی کیجیے۔ اگر نماز کی پابندی

سے آمدنی میں کمی ہوجائے تو حرج نہیں۔تھوڑی آمدنی جوحلال و پاک ہواس سے اتنا کام بنے گا۔ جتنا زیادہ آمدنی سے کام نہیں بنے گا۔ جوحرام ونجس ہو۔نماز ترک کرکے جوآمدنی ہوگی اس سے دسیوں بوال کھڑے ہوں گے۔آپ نوری ہیں تو کیا نوری کا کام فرض الٰہی کو کاروبار کی لالچ میں ترک کرنا ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ دولت کی فراوانی اور کثرت آپ کے دین کے لیے زہر قاتل ہے۔(مکتوبات،۲۰۸)۔

اپنے ایک مریدہ کے بارے میں اس کے شوہر سے واقف ہوئے کہ اس نے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔مضطرب و بے چین ہوکراس کے پاس یوں تحریرفرماتے ہیں۔

’’تم میرے ہاتھ پرسرکارغوث اعظم رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ اورسرکاراعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے سلسلہ عالیہ میں مرید ہوئی ہو۔پھرفرض الٰہی نماز پڑھنا تم نے کیسے چھوڑ دیا؟تمہیں یہ خیال نہ آیا کہ تم مرید ہوچکی ہو۔ بہرکیف تم اپنی مریدی برباد مت کرو۔ میں عام طور سے مرید نہیں کرتا ہوں۔ بہت دباؤ پڑنے پر میں نے تم کو مرید کیا تھا۔تم نے بیعت کی بےقدری کی۔خدائے تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔اب تم نماز پابندی سے پڑھو۔ اورشوہر اپنی ساس کواپنے خسر کوراضی کرو۔اوران کوراضی رکھو۔(آخر میں لکھا)اپنے پیدا کرنے والے رب سے ڈرو،ڈرو،ڈرو۔اپنی روش رفتارایسی بناؤ کہ سن کر مجھے خوشی ہو۔اس میں تمہارا بھلا ہے۔

(مکتوبات بدرملت،ص:۲۱۱)

مذکورہ بالا بیان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت بدرالعلماء علیہ الرحمہ نماز کے کتنے بڑے پابند اورفرض الٰہی کے ادا کرنے میں چاک و چوبند تھے۔ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ آپ اور پیروں کی طرح نہیں کہ اپنے مریدوں کی منشا اور رضا کے متلاشی ہوں بلکہ آپ اپنے مریدوں کوخدائے پاک کے طاعت گزار بندہ بنانے والے پیر تھے۔ امر بالمعروف نھی عن المنکر کرنے والے مرشد تھے۔راہ حق کے رہنما اورراہ بد سے بچانے والے شیخ تھے۔

﴿عشق رسالت علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام﴾

عشق مصطفیٰ ﷺ ہی ایک مومن کی متاع حیات وسرمایہ زندگی ہے۔عشق کی جتنی دولت کسی مومن کوملتی ہے۔اسی درجہ کا وہ مومن ہوتا ہے۔اوراس کوخدا اور سول کے یہاں اسی حیثیت سے رفعت وسرفرازی ملتی ہے۔

بدر العلماء علامہ بدرالدین احمد قادری برکاتی رضوی نوری عشق رسالت کے درجہ کمال پر فائز تھے ۔وہ رسول اعظم ﷺ کے سچے عاشق زار تھے ۔انھوں نے اپنی پوری زندگی محبت رسول میں گزاردی ۔اور جس طرف نکلے عشق نبی کی تحریک لے کر چلے ۔ بزم تشنگان علوم نبویہ سے لے کر عام سنی مسلمانوں کے اجلاس اور علمائے کرام کی مخصوص محفلوں تک ہر جگہ محبت رسول ﷺ کا چراغ روشن کیا ۔آپ کی زبان گویا ہوتی تو اپنے محبوب اور آقا کے ذکر میں ۔قلم چلتا تو ناموس وعظمت مصطفیٰ کی پاس داری میں ۔قدم اٹھتے تو الفت سرکار کی تحریک میں ۔ ہر سال شب معراج اور شب ولادت رسول ﷺ میں اپنی طرف سے مٹھائی کا اہتمام کرتے ۔ پوری رات بیدار رہتے ۔اور رات کے آخری حصہ میں طلبہ واساتذہ کے سامنے معراج کے عنوان پر پرمغز ،سحر انگیز تقریر فرماتے ،اور یوم ولادت کے موقع پر آپ نے جلوس محمدی نکالنے کی تحریک شروع کی ۔اور الحمد للہ عمل پیہم ، جہد مسلسل کے ذریعہ بڑھیا کے اطراف وجوانب کے ہزاروں ہزار آبادیوں کے مسلمانوں کو آمادہ کرلیا ۔جلوس میں شرکت کرنے والوں کے اجتماع کے لیے اٹوا بازار کا انتخاب کیا ۔ چند ہی سال میں دیکھا گیا اٹوا بازار میں ہر طرف سے تقریبا ۵۰/۵۰ رکلومیٹر کی دوری سے مسلمان اپنی مختلف گاڑیوں ،بس ،ٹرک ،ٹرالی ،موٹر سائیکل سے دیوانہ وار جمع ہونے لگے ۔اور آج تک وہ جلوس اپنی اسی شان وآن کے ساتھ نکلتا ہے ۔ بارہ ربیع الاول شریف کو ''اٹوا بازار'' میں ہزاروں ہزار گاڑیاں موجود ہوتی ہیں ۔ عاشقان مصطفیٰ کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجزن ہوتا ہے ۔اس وقت محسوس ہوتا ہے کہ حضرت بدر ملت ایسے عاشق نبی تھے کہ انہوں نے دیوان گان مصطفیٰ کی عظیم فوج تیار کردی ہے ۔ان کی تصنیف ''تعمیر ادب'' مکتب کے بچوں کے لیے ہے ۔ظاہراً یہ لگتا ہے کہ معمولی کتاب ہے ۔مگر اس میں تعظیم مصطفیٰ محبت نبی ﷺ کی فضیلت واہمیت ایسے اچھوتے اسلوب میں بیان فرمائی ہے کہ بچے پڑھتے جاتے ہیں اپنے نبی کی زندگی ،سیرت واسوہ ،تاریخ ہجرت وغیرہ سے واقف ہوتے ہوئے بادۂ حب نبی سے مخمور ہوتے جاتے ہیں ۔اور ابتدائی عمر میں جو محبت بیٹھ جاتی ہے وہ بآسانی زائل نہیں ہوتی ۔گویا بدر ملت کی کوشش رہی کہ بوڑھے جوان بچے مرد عورت سب کو اپنے آقا کا وفادار غلام اور عاشق بنادیا جائے ۔ فارغ اوقات میں درود شریف پڑھتے رہتے ۔اور ہر طالب علم کو روزانہ سو بار درود غوثیہ پڑھنے اور اس کی عادت بنانے کا حکم دیتے ۔ ہفتہ ،دو ہفتہ میں ہر ایک سے استفسار فرماتے کہ درود غوثیہ شریف روزانہ پڑھنے کا عمل

جاری ہے یا نہیں؟ اگر کسی کے بارے میں معلوم ہو جاتا کہ وہ نہیں پڑھتا ہے تو برہم ہوتے اور اسے سمجھاتے ۔آئندہ پابندی سے پڑھنے کا حکم دیتے ۔اور فرماتے درود شریف پڑھنے سے اپنے آقا کے ساتھ محبت پیدا ہوتی ہے ۔ابھی سے عادت ڈالو۔ ہر جمعہ کو درود جمعہ سو بار پڑھتے اور تمامی طلبہ سے اس کا التزام کراتے ۔

اپنے مریدوں ارباب تعلق کو درود شریف پڑھنے اور حرز جان بنانے کی ترغیب وتشویق کرتے چنانچہ اپنے ایک مکتوب بنام حافظ امام بخش تیغی مظفر پوری میں لکھتے ہیں: میرا مشورہ ہے کہ درود پاک کو اپنا مربی بنالیجیے ۔خود درود پاک پڑھیے اور اپنے شاگردوں کو حکم دیں کہ وہ لوگ یا متفرق اوقات میں یا جلسہ واحدہ میں روزانہ سو مرتبہ درود شریف کی گنتی ضرور پوری کرلیں ۔ جمعہ کے دن مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ ہوئے درود جمعہ اپنے شاگردوں سے پڑھوائیں'' ۔(مکتوبات ص:۱۳۸)۔

اور یہ ظاہر ہے کہ جو جس سے محبت کرتا ہے اسی کی یاد میں مست رہتا ہے ۔(من احب شیئا أكثر ذكره) ۔ حضرت بدر ملت اپنے نبی کے عاشق تھے ۔حبیب رب العلمین کے دیوانہ تھے ۔اسی لیے صبح ہو یا شام، دن ہو یا رات، سفر ہو یا حضر، رزم ہو یا بزم، خلوت ہو یا جلوت، ہر وقت ہر جگہ اپنے آقا کے ذکر یا ان کی عظمت کی بجا آوری، ان کی حمایت یا ان کی عزت و ناموس کی حفاظت، ان کے دشمنوں کے رد وابطال، ان کی سنتوں کو عام کرنے، ان کی شریعت کی ترویج، یا ان کے احکام پر عمل کی تاکید وترغیب میں مشغول رہتے ۔

﴿اولیائے کرام سے محبت﴾

اولیائے کرام خداوند قدوس کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں ۔رسول اعظم ﷺ کے پیارے ہوتے ہیں ۔ان سے الفت ومحبت سعادت دنیا وآخرت کی موجب ہے ۔ان سے دشمنی خدا سے اعلان جنگ ہے ۔

حضرت بدر العلماء علیہ الرحمہ اولیائے کرام سے غایت درجہ کی محبت رکھتے تھے ۔ خاص طور پر پیر پیراں، دستگیراں غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی، عطائے رسول خواجہ خواجگاں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، سلطان الشہدا سالار مسعود غازی بہرائچ شریف، اعظم المشائخ سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھہ شریف، امام عاشقان مصطفیٰ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، ان کے شاہزادے مفتی اعظم شبیہ غوث اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں قادری، خلیفہ اعلیٰ حضرت فقیہ اعظم صدر الشریعہ علامہ شاہ محمد امجد علی

اعظمی، شیر بیشہ اہل سنت علامہ شاہ حشمت علی خان قادری رضوی، مشائخ مارہرہ مقدسہ، جلالۃ العلم استاذ العلما حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز مبارک پوری، مجاہد سنیت علامہ حبیب الرحمٰن اڑیسوی، شعیب الاولیا حضرت شاہ یار علی براؤں شریف علیہم الرحمۃ والرضوان سے بڑی الفت رکھتے تھے۔ اکثر آپ کی زبان ان کی تعریف وثنا میں محو رہتی اور بڑی عقیدت و نیاز مندی کے ساتھ ان کا چرچا کرتے۔ اپنی محفل میں جب ان کا ذکر کرتے تو ایسا لگتا کہ ہر بن مو سے ادب واحترام، شیفتگی ووارفتگی کے قطرات ٹپک رہے ہیں۔ دل عقیدتوں کا چشمہ سیال بنا ہوا ہے۔ سرکار غوث اعظم رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ سے عقیدت ومحبت کی روشن دلیل یہ ہے مثلاً یہ پڑھتے۔ یا لکھتے۔"

وصلیٰ الله تعالیٰ وسلم علیٰ خیر خلقه و نور عرشه سیدنا محمد و اله وصحبه وأزواجه و عترته وابنه السید الکریم الغوث الأعظم الجیلانی البغدادی أجمعین ۔

خطبہ مضمون یا خطبہ تقریر میں کبھی یوں فرماتے: الحمد لله الذی قال والله یهدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم والصلاة والسلام الأکملان علیٰ رسول الانس والجان الذی قال من وقر صاحب بدعة فقد أعان علیٰ هدم الاسلام وعلیٰ اله و صحبه و ازواجه وابنه الغوث الأعظم و علیٰ شهید محبته الشیخ أحمد رضا قدوة أهل الشریعة والعرفان ۔

اور جب کسی دنیاوی پریشانی کا شکار ہو جاتے تو کسی صاحب ثروت یا بااثر انسان سے استمداد کے بجائے اپنے انھیں محبوبوں کی طرف لو لگاتے۔ انہیں کی بارگاہوں میں استغاثہ کرتے۔ انہیں کی روحانی توجہ طلب کرتے۔ چنانچہ ایک بار عطائے رسول خواجہ خواجگان حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں یوں استغاثہ پیش کیا۔

"یا سیدی السلام علیکم و علیٰ من لدیکم" بارگاہ غوثیت کا نام لیوا بدرالدین احمد بے نوا، سرکار کی سلطنت ہند کی رعیت ہے۔ سرکار کو رب العزت جل شانہ نے غریب نواز بنایا ہے۔ یہ بے نوا اپنے کندھے پر قرض کا بوجھ رکھتا ہے۔ یا سرکار غریب نواز! الغیاث ، الغیاث ، الغیاث ، یا سیدی سگان دنیا کی طرف جھکنے سے بچائیے۔ المدد المدد ، المدد ۔ فحسب بدرالدین احمد۔ (مکتوبات ص:۱۹۴)۔

اسی طرح سلطان الشہدا حضرت سیدنا سالار مسعود غازی بہرائچ کی بارگاہ میں استغاثہ تحریر کیا۔

از: بدرالدین احمد خادم مدرسہ غوثیہ بڑھیا بستی۔

" یا سیدی ! السلام علیکم و علیٰ من لدیکم ۔ میں دینی، دنیوی حیثیت سے پریشان حال ہوں۔ سرکار کے نگاہ کرم کا محتاج ہوں۔ فحسب بدرالدین احمد۔

اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں بھی استغاثہ ذیل کے الفاظ میں پیش کیا۔

استغاثہ بدرگاہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

از: بدرالدین احمد، یا مرشدی السلام علیکم و علیٰ من لدیکم ۔

بارگاہ رضویت کا نام لیوا بدرالدین احمد بے کس و بے نوا ہے۔ اس کے حق میں تجلی جلال کا ظہور ہے ۔سرکار کرم فرمائیں کہ تجلی جمال کے ظہور کی ٹھنڈک بدرالدین کو نصیب ہو۔ یا سیدی ! الغیاث ، الغیاث ، الغیاث ۔فحسب بدرالدین احمد۔(مکتوبات بدر ملت، ص:۱۹۳)۔

ان استغاثات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ انہیں اپنا مرجع و مآل سمجھتے تھے۔ کشادہ حالی و تنگ حالی دونوں میں ان سے ہی لو لگاتے۔ کسی دنیادار سے اپنی پریشان حالی بیان نہ فرماتے۔ عرض یوں کرتے۔

تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائے کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

عرس خواجہ غریب نواز، عرس اعلیٰ حضرت و مفتیِ اعظم، عرس مارہرہ مقدسہ، عرس حافظ ملت، عرس صدر الشریعہ، عرس سید سالار مسعود غازی، عرس مخدوم اشرف کچھوچھہ کی تقریب مدرسے میں کرتے۔ حسب وسعت ان بزرگوں کے آستانوں پر حاضر ہوتے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی عقیدت کا مندرجہ ذیل واقعہ افادہ سے خالی نہ ہوگا۔

آپ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالصمد صاحب قادری نوری رضوی ایک بار سخت بیمار ہوئے تو آپ کے پاس خط لکھا اور دعائے شفایابی کی گزارش کی۔ آپ نے جواباً ذیل نسخہ شفا تحریر فرمایا۔'' کنز الایمان'' ترجمہ قرآن مجید مختلف مطابع سے چھپ کر شائع ہوا مگر کتابت کی غلطی سے کوئی بھی نسخہ محفوظ نہیں۔ آپ غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھیں۔ اور بارگاہ احدیت جل جلالہ میں یوں عرض کریں،'' یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم! جب تو مجھے شفایاب فرما دے گا تو میں بعونہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کی اصل نسخہ سے تصحیح نقل کا فریضہ انجام دوں گا۔(مکتوبات'۱۸۱)۔

اس سے اندازہ لگائیں کہ آپ کو اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ سے کتنی محبت تھی۔ مریض کے لیے شفا کا نسخہ بھی یہ تجویز کرتے کہ ان کے محبوب کی کتاب وترجمہ کی تصحیح واصلاح کی منت مانی جائے۔ یقیناً ایک عاشق زار کی یہی حالت وکیفیت ہوتی ہے۔

﴿امر بالمعروف نہی عن المنکر﴾

بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں آپ شہزادہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مفتیِ اعظم علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خان قادری رضوی نوری علیہ الرحمہ کے مظہر اتم تھے۔جن لوگوں نے انہیں دیکھا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں۔بطور ثبوت چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) اپنے ایک معتقد محمد اسلام بمبئی کے نام لکھا۔

''اگر آپ بیوی والے ہیں تو بیوی کو پردہ میں رکھیے۔غیر مرد کے سامنے ہرگز ہرگز نہ ہوں۔اور اپنے بچوں کو خدا اور رسول جل جلالہ وصلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام سکھایئے۔ان کو بچپن ہی میں نماز کی تعلیم دیں اور تاکید رکھیں۔آپ کی بیوی نماز پڑھے۔حیاباختہ بے پردہ عورت کو اپنی بیوی کے پاس نہ آنے دیں۔بمبئی کی دنیا میں عورتوں،لڑکیوں کا حال بہت برا ہے۔دین کا تقاضا ہے کہ اپنے بال بچوں کو جہنم سے بچاؤ۔ان کو اسلامی راستے پر چلاؤ۔ان کو خلاف شرع لباس پہننے سے روکو۔(مکتوبات بدر ملت،ص:۱۷۰)۔

(۲) حضرت علامہ منشا تابش قصوری پاکستان نے آپ کے پاس مکتوب بھیجا۔اس کے اوپری سرے پر لکھا تھا''انجمن رضائے حبیب''اور حبیب کے اوپر ؐ تحریر تھا۔اس پر حکم شرع بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

مرسلہ پیڈ کے ماتھے پر انجمن رضائے حبیب میں حبیب پر ؐ لکھا ہوا ہے۔تعجب ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ جب کہ شرعاً صلعم، ؐ، ؑ کا لکھنا حرام ہے۔(مکتوبات،۱۱۸)۔

(۳) ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے سید مختار الدین صاحب اپنے پوسٹ کارڈ میں ملک العلماء کے سامنے''رح''اور کلمہ جلالت لکھا اس سے انہیں منع فرماتے ہوئے ان کے پاس لکھا۔

''اپنے مرسلہ کارڈ میں آپ نے ملک العلماء کے لفظ کے سامنے'' ؒ '' کا اشارہ لکھا ہے اور اسی پوسٹ کارڈ میں دو جگہ کلمہ جلالت لکھا ہے حالاں کہ سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے پوسٹ کارڈ میں کلمہ جلالت لکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ تعلیم دی ہے کہ اس کی جگہ مولیٰ تعالیٰ لکھا جائے۔ اور فقہائے کرام نے جس طرح درود شریف کے بدلے'' ؐ '' ، ؐ ، صلعم ، لکھنے سے منع فرمایا ہے۔ یوں ہی کلمہ ترضی ، کلمہ ترحم ، رض ، ؒ ، لکھنا منع فرمایا ہے۔ (مکتوبات بدر ملت ، ۱۵۱)۔

(۴) ایک صاحب نے آپ کے پاس لکھا کہ میں مسٹر شبلی نعمانی اور ندوہ کی کتابیں پڑھ چکا ہوں۔ اور پڑھ رہا ہوں مگر میں شیر بیشہ اہل سنت اور مفتیِ اعظم کا غلام ہوں اس لیے میرا عقیدہ نہ بگڑے گا۔ آپ انہیں بد مذہبوں کی کتابیں پڑھنے سے باز رہنے کا حکم دیتے ہوئے نہایت دلکش اسلوب میں فرماتے ہیں۔

جب آپ سرکار شیر بیشہ اہل سنت کے نام لیوا اور سرکار مفتیِ اعظم کے مرید اور غلام ہیں تو دشمن دین شبلی نعمانی اور مودودی کی تصنیفات کے مطالعہ کا حق آپ کو کہاں سے ملا۔ پیر و مرشد کی تحریری ہدایت کے خلاف چلنے سے کامیابی مل سکتی ہے؟ ایمان و عقیدہ کی حفاظت و بقا کے معاملہ میں اپنی ذات پر بھروسہ ایک سنگین دھوکہ ہے۔ (چند سطور کے بعد) دشمنان سنیت کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والا مطالعہ کرتا جا رہا ہے۔ ابلیس تاک اور گھات میں ہے اگر اس نے سنیت کے خلاف کسی عقیدہ کو جما دیا تو مطالعہ کرنے والا کیا کر سکتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ پیران کرام کی نگاہ عنایت شیطان کے وسوسے سے بچالے گی۔ لیکن جب پیران کرام کی ہدایت کے خلاف چل رہا ہے تو ان کی نگاہ عنایت کا مستحق ہی کہاں رہ گیا۔ اب وہ نگاہ قہر کا حق دار بن گیا۔

(۵) کسی مرد کو تانبہ ، پیتل ، سونے ، لوہے کی انگوٹھی یا چاندی کی دو انگوٹھیاں یا چند نگوں والی ایک یا کئی انگوٹھیاں پہنے دیکھتے تو فوراً اتروا تے۔ سخت ناراضگی کا اظہار کرتے۔

(۶) حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ اور اکابر علما کا فتویٰ یہی ہے کہ چین دار گھڑی پہننا جائز نہیں۔ آپ اپنے پیر و مرشد کے فتوے اور ارشاد کے بڑے پابند تھے۔ طلبہ و متعلقین کو چین دار گھڑی پہننے سے منع فرماتے۔ اور چین دار گھڑی پہننے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھتے۔

(۷) داڑھی منڈانے سے بتاکید شدید منع فرماتے اگر آپ کی خدمت میں کوئی داڑھی منڈا آجاتا۔ تو اسے زجر فرماتے۔ اور آئندہ داڑھی موافق شرع رکھنے کا عہد لیتے۔

حاصل یہ کہ آپ برملا لوگوں کی اصلاح فرماتے امر بالمعروف نہی عن المنکر میں ذرہ برابر تامل نہ کرتے۔گویا اس حدیث ذیل کے مصداق کامل تھے[من رأى منكم منكرا فليغيره بيده وان لم يستطع فبلسانه وان لم يستطع فبقلبه و ذلك أضعف الايمان] (مسلم شریف)۔

﴿خدمات اسلام﴾

حضرت بدر العلماء علامہ شاہ مفتی بدر الدین احمد صدیقی رضوی علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ اسلام کے لیے وقف تھی۔ پوری زندگی خدمت مذہب، اشاعت مسلک میں صرف کی۔

﴿تدریس﴾

استحکام ایمان وعقائد، نشر سنیت وشریعت، تبلیغ احکام اسلام کا زریں طریقہ تدریس ہے۔اس لیے آپ نے اپنی زندگی کا اہم محور تدریس کو بنایا۔اوردم واپسیں تک تدریسی شغل رکھا۔

﴿آغاز تدریس﴾

آپ نے تدریسی خدمت کا آغاز اپنے مادر علمی دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور سے کیا۔وجہ یہ ہوئی کہ ۱۰رشعبان المعظم ۱۳۷۱ھ مطابق مئی ۱۹۵۲ء کو جب آپ فارغ ہو گئے اور تعطیل کلاں کے لیے گھر روانہ ہونے لگے۔تو تاج العلماء استاذ الاساتذہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ نے عنایت خسروانہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تعطیل کلاں گزار کر آپ دار العلوم آجایئے۔حضرت اپنے شیخ کے حکم کے مطابق شوال ۱۳۷۱ھ کو دار العلوم اشرفیہ حاضر ہو گئے۔اور آپ کو معین المدرسین کی حیثیت سے اپنے مادر علمی میں خدمت تدریس تفویض ہوئی۔ ۲۵ر رجب المرجب ۱۳۷۲ھ تک اپنے کریم اساتذہ کی چھاؤں میں رہ کر اپنی استعداد وصلاحیت میں نکھار پیدا کرتے رہے اور طلبہ کو محنت و جانفشانی کے ساتھ پڑھاتے رہے۔پھر موضع کوٹواری ضلع بلیا اور اس کے قرب و جوار میں بڑھتی ہوئی بد مذہبیت، لادینیت، صلح کلیت، دہریت کے سد باب کے لیے ایک داعیانہ فکر وعمل، مجاہدانہ کردار واطوار، مصلحانہ اخلاق وگفتار کے حامل عالم کی ضرورت حضور حافظ ملت کی خدمت میں پیش کی گئی۔تو فوری طور پر آپ کو حافظ ملت نے وہاں بھیج دیا

۔۲۸ ررجب ۱۳۷۲ھ کو آپ موضع کوٹواری پہونچے۔اوراپنے حسن تدبیر،اخلاقی آثار، بلند اقدار، دل نشین وعظ وبیان، شیریں کلامی کے ذریعہ اصلاح احوال،تطہیر معاشرہ،تصحیح عقائد وایمان کا ایسا انقلاب آفریں کارنامہ انجام دیا کہ بدمذہبیت وہابیت کا امنڈتا سیلاب تھم گیا۔ باطل کے مزاعم خاک آلود ہوگئے۔

چوں کہ بدرملت تدریسی صلاحیت کے تاجور تھے۔اس لیے حضور حافظ ملت نے ۲۲رذی قعدہ ۱۳۷۲ھ ۳راگست ۱۹۵۳ء کو درس نظامی کی تدریس کے لیے انجمن معین الاسلام شہر بستی جانے کا آپ کو حکم فرمایا۔آپ تاریخ مذکور میں مدرسہ معین الاسلام پرانی بستی کے مدرس ہوگئے۔اورڈھائی سال تک اپنے علم وعرفان کا جوہر لٹاتے رہے۔اس مدت میں آپ نے عمدہ تدریس وتعلیم،طلبہ کی حسین تربیت اوران کے ظاہر وباطن کی اصلاح،انجمن کے نظام تعلیم کو سدھارنے کا اہم کارنامہ انجام دیا۔جس کی بنیاد پرآپ بڑی مقبولیت کے حامل ہوگئے۔اپنے صلاح وتقویٰ، زہد وورع،حسن رفتار وگفتار،خوبی افعال وکردار،پختگی علم وعمل کے سبب طلبہ عوام وخواص سب کے مرکز توجہ ہوگئے۔بستی اوراس کے اطراف وجوانب میں آپ کی شہرت عامہ ہوگئی۔آپ کے آبدان علم وفضل سے سیرابی لینے کے لیے ہرطرف سے طالبان اسلام کشاں کشاں آنے لگے۔مگر کچھ نامساعد حالات کے پیش نظرآپ نے استعفا دے دیا۔

﴿ دارالعلوم فیض الرسول میں ﴾

حسن اتفاق یہ کہ انجمن معین الاسلام پرانی بستی سے علاحدہ ہوئے آپ کو چند ماہ ہوئے تھے کہ پیشوائے اصفیاء حضرت شعیب الاولیاء صوفی شاہ محمد یارعلی علیہ رحمہ اللہ علیہ نے مکتب فیض الرسول براؤں کو دارالعلوم کی شکل دے دی۔ اور یکم ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۰ر جولائی ۱۹۵۶ء کو اپنے دارالعلوم میں تدریس کی دعوت پیش کی۔آپ وہاں پہونچے۔اس موقع پرکئی اورجید اساتذہ کا انتخاب عمل میں آیا۔انہیں میں فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ بھی ہیں۔البتہ علمی جاہ وجلال،فکری فضل وکمال میں بدرملت علیہ الرحمہ سب پر فائق تھے۔اسی لیے حضرت شعیب الاولیاء نے آپ کو عہدہ صدارت پر فائز فرما کر اپنے دارالعلوم کی تابنا کی اور بلند اقبالی کا دروازہ کھول دیا۔ پھر آپ نے تقریبا اٹھارہ سال تک دارالعلوم فیض الرسول میں صدر مدرس کی حیثیت سے بڑی جانفشانی، دماغ سوزی وجگر کاوی،خلوص ولگن،

جہد مسلسل، عمل پیہم کے ساتھ دین کی زریں علمی عملی خدمات انجام دے کر دار العلوم اور اس کی ارض و فضا اور نظام تعلیم و تربیت کے لیے نا قابل فراموش یادگار بن گئے۔

اس دار العلوم میں آپ کی تقرری جہاں اس کی بلند اقبالی کے لیے نیک فال ثابت ہوئی وہیں خود صاحب تذکرہ کے لیے بھی بڑی نتیجہ خیز اور بار آور ہوئی۔ دار العلوم کے حق میں تو یوں کہ آپ نے طلبہ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ، اساتذہ و اراکین سے حسن معاملگی کے ساتھ دار العلوم کا معیار تعلیم ایسا بلند و بالا کر دیا کہ مدت قلیل میں ایک مثالی اور ممتاز دانش کدہ بن کر بین الاقوامی شہرت کا حامل ہو گیا۔ ہر سو علم کی بہار، فکر و دانائی کی بھینی بھینی خوشبو سے فضائیں مشک بار ہو گئیں۔

دار العلوم کی ہر آنے والی گھڑی میں عروج و ترقی کے آثار نمایاں محسوس ہونے لگے۔ اس لیے کہ ایک طرف تشنگان علم کی ہر روز بڑھتی قطار تھی۔ تو دوسری طرف ماہر تدریس اساتذہ کا اضافہ اور ان کا انتخاب رو بہ عمل۔ تیسری طرف دار العلوم کی فلک پیما درسگاہی عمارات کی شاہ کار تعمیر کی سرگرمی۔ غرض حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ کے وجود مسعود کی برکتیں لوگوں نے بچشم سر ملاحظہ کیا۔ کہ بڑے بڑے علما و فضلا، حفاظ و قرا کی لمبی فوج تیار ہو گئی۔ ان میں بعض میدان تدریس کے شہسوار ہوئے۔ اور بہت سے فقہ و افتا کے تاجور۔ بعض میدان وعظ و تقریر کے یگانۂ عصر ہوئے۔ بعض تبلیغ و ارشاد کے سرچشمہ۔

اور دار العلوم **فیض الرسول** میں تقرری صاحب تذکرہ کے حق میں اس لیے فال نیک ثابت ہوئی کہ آپ علم و عمل کے موجزن سمندر تھے۔ تدریس و افتا کے فنکار اور بحر شریعت و طریقت کے شناور تھے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ کسی ایسے دار العلوم میں علم و عرفان کا جام چھلکانے علمی تشنہ کاموں کو آسودہ کام کرنے کا موقع میسر ہو۔ جہاں عوام کی بالا دستی نہ ہو۔ تا کہ اپنے تلاطم خیز علمی موجوں سے زیادہ سے زیادہ طالبان اسلام کو سیراب کر سکیں۔ چنانچہ آپ نے دار العلوم فیض الرسول کو در حقیقت فیض الرسول بنایا۔ اور کھل کر فکر و آگہی، علم و دانش، فہم و بصیرت، استعداد و صلاحیت، حسن تربیت کا باڑ تقسیم کیا۔

آپ کی روشن خدمات کے اعتراف میں خود سربراہ اعلیٰ شعیب الاولیاء فرماتے ہیں: ”حضرت مولانا بدر الدین احمد فیض الرسول کی روح ہیں“۔ (مکتوبات بدر ملت، ص:۱۶)۔

اور حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ ۱۳۸۵ھ میں براؤں شریف فرما ہوئے۔ دار العلوم کے

نظم ونسق کا جائزہ لیا۔اور بریلی شریف واپس پہونچ کرایک گراں قدرتاثراتی خط ارسال کیا۔اس میں ہے۔
''فیض الرسول کو دیکھ کرمعلوم ہوا کہ واقعی یہ فیض الرسول ہے۔(ﷺ) مولائے کریم عزوجل اسے روزافزوں ترقیاں بخشے۔اوراس کے فیوض کو عام تر فرمائے۔دل بہت مسرور ہوا۔تعلیم اچھی تربیت بہتر۔سنیت کی تبلیغ،رضویت کی اشاعت،سنیت کی ترویج کا جذبہ،جوفیض الرسول میں پایا کہیں نہ پایا۔
(مکتوبات بدرملت،ص:۱۷)

اور ادیب شہیر ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم مصباحی بستوی تحریرفرماتے ہیں: ''جس زمانے میں حضرت مولانا بدرالدین احمد رضوی دارالعلوم فیض الرسول میں مدرس اول تھے۔اس زمانے میں ادارے کا تعلیمی معیار بڑا اونچا تھا۔ملک کے طول وعرض میں اس ادارہ کی شہرت جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔لیکن جب آپ اس ادارے سے سبک دوش ہوکر مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا چلے گئے۔توادارے کا تعلیمی معیار روزافزوں فروتر ہوتا گیا۔حتیٰ کہ طلبہ کی تعداد میں ایک حدتک کمی محسوس ہونے لگی ان شہادتوں سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ حضرت بدرملت علیہ الرحمہ نے دارالعلوم فیض الرسول کوعروج وارتقا کی اوج ثریا پر پہونچا دیا۔اوراسے عالمگیر شہرت عطا کرنے میں کلیدی رول ادا کیا ہے۔اس سے ان کے اخلاص عمل جذبہ دینی ولولہ اشاعت،حوصلہ تائید مذہب کا پتہ چلتا ہے۔

﴿فیض الرسول سے بدرالعلماء کی بذریعہ استعفا علیٰحدگی﴾

مذکورالصدر بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت بدرالعلماء نے دارالعلوم فیض الرسول کوعروج وارتقا کے نقطہ انتہا پر پہونچانے میں سعی بلیغ فرمائی ہے۔اپنی تدریسی زندگی کے بیش تر اوقات اسی میں صرف کیا۔مگر زندگی کے آخری مرحلے میں استعفا دے کراس سے الگ ہوگئے۔اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ آپ نے دارالعلوم کیوں چھوڑا؟

اس کا جواب حضرت بدرالعلماء کا مندرجہ ذیل خط ہے۔جوانہوں نے اپنے ایک مخلص شاگرد دارالعلوم کے فاضل مولانا حافظ وقاری امام بخش صاحب تیغی ویشالوی کے نام لکھا ہے۔انہوں نے یہی سوال بذریعہ خط اس وقت کیا تھا جب حضرت دارالعلوم سے دست بردار ہونے والے تھے۔اورآپ نے

جواباً تحریر فرمایا تھا۔

۸۶/۹۲ء

از: براؤں شریف۔ یکم رجب ۱۳۹۴ھ دوشنبہ مبارکہ

عزیز گرامی!

وعلیکم السلام ثم السلام علیکم۔

عرصہ ہوا آپ کا اخلاص نامہ آیا تھا۔ جواب اب جا رہا ہے۔ ادارہ فیض الرسول تو آپ کے زمانہ تعلیم ہی میں الہٰ آباد بورڈ عربی فارسی سے الحاق ہو چکا تھا۔ اس وقت یہ بورڈ صرف مدرسہ کو امداد دیتا تھا ۔لیکن آج تین برس پہلے کا قصہ ہے کہ بورڈ نے مدرسہ کے مدرسین کو بھی امدادی تنخواہ دینا شروع کیا، چنانچہ جب ۱۳۹۰ھ میں مدرسین کے نام پر امدادی تنخواہیں آئیں، تو سب لوگوں نے لیا میں نے انکار کر دیا، اور وہ روپیہ نہیں لیا، پارسال (گزشتہ سال) سے بورڈ کے قانون کے مطابق یہاں تمام رجسٹر انگریزی تاریخ کے مطابق کر دئے گئے، ہاں رجسٹر حاضری مدرسین میری وجہ سے دو بنانا پڑا، ایک اسلامی تاریخ کے مطابق اور دوسرا انگریزی تاریخ کے موافق میرا دستخط اسلامی تاریخ والے رجسٹر پر ہوتا رہا، لیکن باقی علما اسلامی اور انگریزی دونوں رجسٹر پر دستخط کرتے رہے۔، امسال جمادی الاولی ۱۳۹۳ھ سے عربی والا رجسٹر ختم کر دیا گیا اور انگریزی تاریخ والا چالو رکھا، اور مجھ سے مطالبہ ہوا کہ انگریزی تاریخ والے رجسٹر پر آپ بھی دستخط کریں، میں نے صاف انکار کر دیا، کہ میں انگریزی تاریخ والے رجسٹر پر ہرگز دستخط نہیں کروں گا، بعد میں علما حضرات نے دستخط سے انکار کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ عربی میں رجسٹر تیار ہو، تا کہ دونوں رجسٹر پر ہم لوگ بھی دستخط کریں، ۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ بدھ کا دن گزار کر رات میں میٹنگ ہوئی اور سب لوگوں نے طے کیا کہ الحاق برقرار رکھا جائے گا، اور حساب و کتاب سب انگریزی تاریخ کے مطابق رہیں گے، میری طرف سے اعلان ہوا کہ اب میں ادارہ ھٰذا میں اپنے فرائض انجام دینے سے قاصر ہوں اور بتا دیا کہ ان شاء اللہ المولیٰ تعالیٰ ۱۶ر شوال سے ذریعہ استعفا میں الگ ہو جاؤں گا، میرے اس اعلان سے لوگوں کو تھوڑا سا تاثر رہا، اور منیجر صاحب نے صرف تنہا میرے لیے ایک رجسٹر بنانے کے لیے دفتر والوں کو

ہدایت دی ہے اب میری طبیعت اتنی اکھڑ چکی ہے کہ میں یہاں پر رہنے کے لیے تیار نہیں ہوں، اور پختہ ارادہ اور عزم محکم باعتماد حصول رضائے الٰہی وخوشنودی سرکار مصطفیٰ ﷺ کرلیا ہے، کہ ۱۶ر شوال ۱۳۹۴ھ سے یہاں سے ان شاء اللہ المولیٰ تعالیٰ مستعفی ہوجاؤں گا، میرے حق میں استقامت وتصلب کے لیے اپنے اوقات خاص میں بارگاہ احدیت جل جلالہ میں دعا کرتے رہا کریں گے حضرت ناظم اعلیٰ صاحب اور حضرت صاحب سجادہ اور دیگر اساتذہ کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ فقط والسلام

بدرالدین احمد قادری رضوی

دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف بستی۔(مکتوبات، ص: ۱۴۵)

اس خط سے چند باتیں واضح ہوئیں۔

(۱) الحاق ہونے کے بعد سے اولاً دارالعلوم کے لیے امدادی رقم آتی رہی، اور ۱۳۹۰ھ میں پہلی بار سارے مدرسین کے نام ایڈ کی تنخواہ آئی۔

(۲) سارے مدرسین نے اپنی تنخواہیں لے لیں مگر بدرالعلماء علامہ مفتی بدرالدین احمد قادری علیہ الرحمۃ نے لینے سے صاف انکار کردیا۔

(۳) اس دوران اساتذہ صرف عربی تاریخ والے رجسٹر پر دستخط کرتے رہے، ۱۳۹۱ھ سے دارالعلوم کے سارے رجسٹر انگریزی تاریخ کے حساب سے کردیے گئے، ہاں رجسٹر حاضری مدرسین حضرت بدرملت علیہ الرحمۃ کی وجہ سے انگریزی وعربی دونوں حساب سے تیار ہوئے، اور آپ کے علاوہ سارے اساتذہ دونوں پر دستخط کرتے رہے۔

(۵) جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ میں صرف انگریزی حساب سے رجسٹر حاضری مدرسین بھی تیار کیا گیا، اس پر صرف حضرت والا موصوف نے دستخط سے انکار کیا، البتہ اس کے بعد دیگر اساتذہ نے بھی عربی تاریخ والے رجسٹر کی فرمائش کی۔

(۶) ۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ کو ارکان ادارہ نے قطعی فیصلہ یہ سنا دیا کہ رجسٹر حاضری مدرسین صرف انگریزی حساب سے رہے گا، اور سب کو اس پر ہی دستخط کرنا ہوگا، اس پر صرف حضرت مفتی بدرالدین احمد علیہ الرحمۃ نے انکار کرتے ہوئے ۱۶ر شوال ۱۳۹۴ھ سے اپنی سبکدوشی کا اعلان کیا۔

اس تفصیل سے درخشاں آفتاب کی طرح واضح ہوتا ہے کہ حضرت بدر ملت علیہ الرحمۃ دارالعلوم سے اس وجہ سے علاحدہ ہوئے کہ انہیں انگریزی حساب والے رجسٹر پر دستخط کے لیے مجبور کیا گیا۔

﴿انگریزی، عربی تاریخ کی شرعی حیثیت﴾

اور ظاہر ہے کہ انگریزی تاریخ والے رجسٹر پر دستخط کرنا عربی یعنی قمری تاریخ کو پس پشت ڈالنا ہے، جب کہ قمری تاریخ ہی عربی اور اسلامی تاریخ ہے، چنانچہ کتب تفاسیر میں ﴿ان عدة الشهور عندالله اثنا عشر شهرا﴾ (پ، ١٠، ع ١١، آیت ٣٦) کی تفسیر میں تصریح ہے، مفاتیح الغیب المشتهر بالتفسیر الکبیر للامام محمد الرازی میں ہے، اعلم أن السنة عند العرب عبارة عن اثنى عشر شهرا من الشهور، القمرية والدليل عليه هٰذه الآية (ج٦، ص ٤٠، تفسير آيت ٣٦) یعنی جان لو کہ اہل عرب کے نزدیک سال قمری بارہ مہینوں کا نام ہے، اس پر یہ آیت دلیل ہے۔، نیز اسی میں صفحہ ۴۱ پر ہے۔

قال بعضهم المراد من الكتاب القرآن وقد ذكرنا آيات تدل علىٰ أن السنة المعتبرة فى دين محمد ﷺ هى السنة القمرية واذا كان كذا هٰذا الحكم مكتوبا فى القرآن ۔

اور بعض کا قول ہے کہ کتاب سے مراد قرآن ہے، اور ہم نے چند آیتیں ذکر کی ہیں جو اس پر دلیل ہیں کہ دین محمدی میں معتبر سال، قمری سال ہے، اور جب ایسا ہے تو یہ حکم قرآن کے اندر نوشتہ ہے۔

اور واضح رہے کہ مسلمانوں کو اپنے سارے معاملات قمری سن و تاریخ کے اعتبار سے ہی کرنا واجب ہے، امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ اپنی مشہور زمانہ تفسیر ''مفاتيح الغيب'' میں رقم طراز ہیں۔

''قال اهل العلم الواجب علىٰ المسلمين بحكم هٰذه الآية أن يعتبروا فى بيوعهم ومدد ديونهم وأحوال زكوٰتهم وسائر أحكامهم السنة العربية بالأهلة ولا يجوز لهم اعتبار السنة العجمية والرومية''۔

(ج٦، آيت ٣٦، سوره التوبة)

کہ علمائے اسلام نے ارشاد فرمایا کہ آیت مذکورہ کے ارشاد کے مطابق مسلمانوں پر واجب ہے کہ

اپنی خرید وفروخت اور قرضوں کی مدت مقرر کرنے اور زکاۃ کا سال متعین کرنے اور اپنے سارے احکام ومعاملات برتنے میں چاند کے حساب سے عربی سال کا اعتبار ولحاظ کریں، مسلمانوں کو عجمی اور رومی سال کا لحاظ کرنا جائز نہیں ہے۔

اور ''تفسیر خازن'' میں قمری سن وماہ کے ذکر کے بعد ہے۔

''فالواجب علیٰ المسلمیں الأخذ بهذاالحساب والعدد فی صومهم و حجهم وأعیادهم وبیاعاتهم وأجل دیونهم وغیر ذٰلك من سائر أحكام المسلمین المرتبة علیٰ الشهور'' ۔(ج۲، ص: ۳۵۷ تفسیرات احمدیه ۳۶، سوره التوبة)

کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اسی (قمری) حساب پر عمل کریں اور اپنے روزے اور حج کے شمار کرنے اور عیدوں اور خرید وفروخت اور قرضوں کی مدتیں مقرر کرنے اور اپنے دیگر احکام میں چاند کے حساب پر چلیں۔

یہی وجہ ہے کہ فقہائے اسلام نے صراحت کردی ہے کہ زکاۃ وحج وغیرہ عربی مہینوں کے اعتبار سے ہی فرض ہیں، انگریزی مہینوں کے اعتبار سے زکوٰۃ دینا حرام ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص مالک ہے جائداد زمین داری وغیرہ کا، اور اس کی آمدنی مختلف اوقات میں وصول ہوتی رہتی ہے اور ایسی صورت میں حساب سالانہ انگریزی ماہ اکتوبر سے شروع ہوتا ہے، اور ماہ ستمبر میں ختم کیا جاتا ہے، لہٰذا جو رقم بعد اخراجات کے آخر سال پر باقی رہتی ہے اس پر زکوٰۃ کب واجب ہوگی کس وقت اس کو ادا کرنا چاہیے؟ بینوا توجروا ۔

تو اس کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔:

''ستمبر اکتوبر کا اعتبار حرام ہے، نہ اس کے اوقات آمدنی پر لحاظ بلکہ سب میں پہلی جس عربی مہینے، جس تاریخ، جس گھنٹے، منٹ پر وہ ۶۵ ؍روپیہ کا مالک ہوا اور ختم سال تک یعنی وہی عربی مہینہ، وہی تاریخ، وہی گھنٹہ منٹ دوسرے سال آنے تک اس کے پاس نصاب باقی رہی وہی مہینہ تاریخ منٹ اس کے لیے زکوٰۃ کا سال ہے، آمدنی کا سال کبھی سے شروع ہوتا ہو اس عربی مہینے کی اس تاریخ منٹ پر اس کی زکوٰۃ دینا فرض ہے۔(فتاویٰ رضویہ، ج۴، ص: ۴۲۵، رضا دار الاشاعت بریلی شریف)۔

معلوم ہوا کہ حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ نے ایک اہم حکم شرعی پر عمل کرتے ہوئے دار العلوم فیض الرسول سے دست برداری کی اور بدر ملت علیہ الرحمہ جیسے تقویٰ شعار عامل بالشرع ذات سے اسی کی توقع و امید بھی رکھی جاسکتی ہے، مگر افسوس صد افسوس کہ جن حضرات نے بدر ملت کے شب وروز ۱۸/سال دیکھے تھے، دارالعلوم کے الحاق سے لے کر اساتذہ کی امدادی تنخواہ آنے پھر انگریزی والے رجسٹر کا مسئلہ اور کمیٹی کا فیصلہ پھر بدر ملت کا اعلانیہ استعفا اور سبب علاحدگی بچشم سر ملاحظہ کیا تھا، ان میں سے ایک کرم فرمانے (جب ان سے حضرت بدر ملت کے دارالعلوم سے دست بردار ہونے کے تعلق سے سوال ہوا تو) ایسا عجیب وغریب جواب تحریر کیا کہ شکوک وشبہات کے نہ جانے کتنے سوتے پھوٹتے نظر آتے ہیں اور انہیں مجرموں کی صف میں کھڑا کرنے میں کوئی دریغ نہیں کی ہے، لیجیے ذرا کلیجہ تھام کر وہ سوال وجواب کا خاص حصہ ملاحظہ فرماتے چلئے۔

کہا جاتا ہے کہ مولانا بدرالدین احمد رضوی نے الحاق کی وجہ سے فیض الرسول براؤں شریف کی ملازمت چھوڑی ہے، تو کہاں تک صحیح ہے؟

جواب میں ہے۔ رہی مولانا بدرالدین احمد رضوی قدس سرہ کی بات کہ انہوں نے الحاق کی وجہ سے فیض الرسول براؤں شریف کی ملازمت چھوڑی تو یہ ان کے چند جھوٹے مریدین کا الحاقی مدارس کے علما کی تحقیر اور اپنے پیر کی تعظیم کے لیے جھوٹا پروپیگنڈہ ہے، جو بالکل غلط اور بے بنیاد ہے، اس لیے کہ ان کے براؤں شریف چھوڑنے کی وجہ کچھ اور ہے، جو دارالعلوم فیض الرسول کے داخلی اور اندرونی حالات جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے، اگر وہ الحاق کے سبب فیض الرسول سے مستعفی ہوئے ہوتے تو اس کی ممبری سے بدرجہ اولیٰ استعفا دے کر الگ ہو جاتے، اس لیے کہ الحاق سے متعلق ساری مکاریوں اور فریب کاریوں کے ذمہ دار الحاقی مدارس کے اراکین وممبران ہوتے ہیں، لہٰذا تاوقتے کہ وہ مستعفی ہو کر الگ نہ ہو جائیں، ان مدارس کی غلط کاریوں سے وہ بری نہیں ہوسکتے۔

(چندسطور کے بعد) خلاصہ ہے کہ الحاقی مدارس کی غلط کاریوں کے ذمہ دار اس کے ممبران واراکین ہیں، نہ کہ مدرسین وملازمین، مولانا بدرالدین احمد رضوی اگر الحاق کے سبب فیض الرسول براؤں شریف کے مدرسے سے مستعفی ہوئے ہوتے تو اس کی ممبری سے وہ ضرور استعفا دے کر الگ ہو جاتے، حالاں کہ وہ اپنی

زندگی کے آخری لمحے تک الحاقی مدرسہ فیض الرسول کے ممبر رہے۔(فتاویٰ فیض الرسول، ج۲،ص:۷۲۱)۔

اس جواب کا جائزہ لیا جائے تو درج ذیل باتیں اجاگر ہوتی ہیں۔

(۱)انہوں نے دارالعلوم کے الحاق کی وجہ سے دارالعلوم کو نہیں چھوڑا۔

(۲)ان کے دارالعلوم چھوڑنے کی کوئی اہم وجہ ہے جو صرف دارالعلوم کے اندرونی حالات سے واقف کاروں پر ظاہر ہے۔

(۳)وہ دارالعلوم فیض الرسول کے تاحین حیات ممبر رہے۔

(۴)الحاقی اداروں میں الحاق کے تعلق سے ساری فریب کاریاں و مکاریاں اراکین وممبران ہی کرتے ہیں اور ان غلط کاریوں کے صرف وہی ذمہ دار بھی ہوتے ہیں۔

(۵)الحاقی اداروں کے مدرسین وملازمین کا غلط کاریوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

(۶)خط کے آخری جملے سے ظاہر ہے کہ یہ جواب حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد لکھا گیا ہے۔

﴿جواب مذکور کی تحقیقی تصویر﴾

جواب مجیب کا، خلاف واقعہ ہونا اور حقیقت سے بے تعلق ہونا حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ کے مذکورہ بالا مکتوب سے ہی ظاہر و ثابت ہو گیا، لیکن کچھ اہم باتیں بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔

(۱) یہ مسلم امر ہے کہ کسی صاحب واقعہ کی اپنی تحریر زیادہ مستحکم اور قابل اعتبار ہوتی ہے، برخلاف کسی غیر کی تحریر کے، وہ بھی جب غیر کی تحریر صاحب واقعہ کی تحریر کے خلاف ہو، لہٰذا صورت دائرہ میں مجیب کی بات ہرگز قابل اعتنا نہیں۔

(۲) یہ تسلیم ہے کہ حضرت بدر ملت دارالعلوم کے نفس الحاق کے سبب مستعفی نہ ہوئے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ جس سبب سے وہ مستعفی ہوئے اس کا مآل الحاق ہی ہے، جیسا کہ مکتوب سے خوب ظاہر ہے۔ اس لیے یہ بھی کہا جانا درست ہے کہ الحاق کے سبب مستعفی ہوئے۔

(۳) مجیب کے ارشادان (بدرالعلماء علیہ الرحمہ) کے براؤں شریف چھوڑنے کی وجہ کچھ

اور ہے جو دارالعلوم فیض الرسول کے داخلی اور اندرونی حالات جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے)
سے بلاشبہہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت مفتی بدرالدین احمد قدس سرہ نے دارالعلوم کے مفاد کے خلاف کوئی اقدام کیا تھا، اور اس کے داخلی امور میں غیر قابل عفو دست درازی کی تھی، وغیرہ وغیرہ اس پر یہی کہا جاسکتا ہے۔

یہ بدر ملت علیہ الرحمہ پر حضرت مجیب علیہ الرحمہ کا خصوصی کرم ہمایوں ہے، ورنہ حقیقت تو ان کے خط سے ہی طشت از بام ہے، اگر معاذ اللہ وہ کسی جرم کے سبب دارالعلوم سے علاحدہ ہوتے تو ان سے استعفا لیا جاتا نہ کہ وہ استعفا دیتے، پھر انہیں دارالعلوم کا تاحیات ممبر اعزازی نہ رکھا جاتا بلکہ ان کے جرم کی پاداش میں دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر دارالعلوم کو پاک رکھا جاتا۔ ع

انصاف کو آواز دو انصاف کہاں ہے؟

(۴) یہ بات بھی حتماً جزماً غلط ہے کہ الحاقی اداروں میں جو غلط کاریاں ہوتی ہیں ان کے ذمہ دار صرف اور صرف ارکان ہوتے ہیں، امدادی تنخواہیں لینے والے مدرسین و ملازمین بالکل بے داغ اور پاک ہوتے ہیں، اگر یہ صحیح ہے تو بتایا جائے کہ،

- بحکم منیجر فرضی طلبہ کا رجسٹر کون بناتا ہے؟
- وظیفہ کی رقم آنے پر وصول پانے والے فرضی طلبہ کی فہرست جو حسب درجات اساتذہ ہوتی ہے اس پر تصدیقی دستخط کون کرتا ہے؟
- بورڈ کے قانون کے مطابق محض انگریزی تاریخ والے رجسٹر پر دستخط کر کے اپنے اسلامی تاریخ کو پس پشت ڈالنے اور ایک حکم شرعی سے چشم پوشی کرنے کا کارنامہ کون انجام دیتا ہے؟
- ہر ماہ اپنی تنخواہ کی تحصیل کے لیے آفیسروں کو رشوت کون دیتا ہے؟
- اپنی تقرری کے لیے گورنمنٹ کے یہاں اور بینک سے تنخواہ حاصل کرنے کے لیے بینک میں تصویر کون جمع کرتا ہے؟
- فرضی میڈکل کون بنواتا ہے؟
- الحاقی اداروں کے طلبہ کو بورڈ کا امتحان دلوانے کون جاتا ہے؟ جب کہ امتحانی مراکز میں وہابی،

دیوبندی، سنی، شیعہ کی نگرانی کون کرتا ہے؟

• بورڈ کی امتحانی کاپیاں چیک کرنے کون جاتا ہے؟ جب کہ مراکز ترقیم میں بلا استثنا ہر مذہب کے لوگ ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ارکان وممبران نہیں جاتے ہیں بلکہ اساتذہ اور ملازمین ہی جاتے ہیں اور یہ سارے کام کرتے ہیں۔

ع اتنا نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت۔

(۵) واضح رہے کہ الحاقی اداروں میں بعض کے اندر صرف ایک کمیٹی ہوتی ہے، اس کے متعین ارکان ہوتے ہیں، ان کے نام تخصیص عہدہ کے ساتھ گورنمنٹ کے یہاں رجسٹرڈ ہوتے ہیں، وہی ارکان ایڈ والحاق سے لے کر سارے معاملات انجام دیتے ہیں، اس کمیٹی کو رجسٹرڈ کمیٹی کہتے ہیں۔

اور بعض میں ادارہ کے الحاق کی کمیٹی الگ ہوتی ہے، اور ادارہ کے تعمیر وترقی کے تعلق سے ایک مخصوص کمیٹی الگ ہوتی ہے، جس کا گورنمنٹ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، جیسے جامعہ اشرفیہ وغیرہ میں، اور ایڈ و الحاق کے تعلق سے غلط کاریوں کے مجرم صرف اسی کمیٹی کے ارکان وممبران ہوتے ہیں، جو گورنمنٹ کے یہاں رجسٹرڈ ہوتی ہے، اور اس کمیٹی کا ممبر اس وقت تک الحاق کی غلط کاریوں، فریب کاریوں سے عہدہ برا نہ ہوگا جب تک بذریعہ استعفا اپنے عہدہ سے الگ نہ ہو جائے، لیکن ادارہ کی نجی مخصوص کمیٹی کے ممبران کا الحاق کی غلط کاریوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، نہ انہیں ان غلط کاریوں کا مجرم گردانا جا سکتا ہے، اور نہ ان پر شرعا یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ الحاقی ادارہ سے محض الحاقی ہونے کے سبب علاحدگی اختیار کریں۔

اور دارالعلوم فیض الرسول میں بھی الحاقی کمیٹی الگ ہے، اور ایک نجی مخصوص کمیٹی الگ ہے، اس پر دلیل ہے کہ جس وقت دارالعلوم فیض الرسول کا الحاق ہوا، اس وقت حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ دارالعلوم میں صدر مدرس تھے، اور تین سال تک مسلسل ان کے لیے تنخواہ آتی رہی مگر انہوں نے نہ لی، اگر وہ الحاقی کمیٹی کے ممبر ہوتے تو پہلے انہیں صدر مدرسی سے استعفا دینا پڑتا، اس لیے کہ یہ ضابطہ ہے کہ کسی ادارہ کا ملازم اسی ادارہ کی کمیٹی کا ممبر یا منیجر نہیں ہوسکتا، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ وہاں الحاقی کمیٹی کے علاوہ بھی ایک اور کمیٹی ہے، حضرت علیہ الرحمہ اسی کے تاحیات ممبر رہے، اس لیے ان کے حق میں یہ کہنا کہ وہ غلط کاریوں

فریب کاریوں سے بری نہیں ہوسکتے، جب تک الحاقی ادارہ فیض الرسول کی ممبری سے الگ نہیں ہوجاتے، بے معنیٰ اور لغو بات ہے، بلکہ انہیں بلا وجہ مجرم گردانناہے، اس تفصیل سے خوب واضح ہوگیا کہ حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ نے دارالعلوم کیوں چھوڑا، اور مجیب مذکور کے جوابات کی حقیقت بھی خوب روشن ہوگئی، مولائے کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اب ذرا مجیب کریم کا بالائے کرم تھوڑا اور ملاحظہ کرلیں کہ فتاویٰ فیض الرسول میں تو مذکورہ خلاف واقع جواب مطبوع ہی ہے۔ اس کے متعدد نسخے مارکیٹ میں آچکے ہیں، چاہیے تو یہ تھا کہ اس کو فتاوے میں طبع ہی نہ کرایا جاتا یا کم از کم دوسرے نسخے سے نکال دیا جاتا، اس لیے کہ فتاویٰ فیض الرسول کا پہلا ایڈیشن منظر عام پر آتے ہی حضرت بدر ملت کا خط مشتہر کردیا گیا تھا، جس سے جواب کا غلط ہونا آشکار ہوگیا، مزید یہ کہ فتاویٰ فیض الرسول جلد اول و دوم کے بعد دونوں سے کچھ فتاوے چن کر ایک اور مجموعہ فتاویٰ بنام ''فتاویٰ برکاتیہ'' کتب خانہ امجدیہ سے طبع ہوا، اس میں بھی یہ جواب بعینہ موجود ہے، ''فتاویٰ برکاتیہ'' کے شروع میں لکھا ہوا ہے کہ اس میں فتاویٰ فیض الرسول اول و دوم کے اہم فتاوے شامل کیے گئے ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت بدر ملت کا دارالعلوم فیض الرسول کو چھوڑنے کی بہتان آمیز اور خلاف واقع وجہ بیان کرنا اور لکھنا اہم فتویٰ کیسے ہوگیا؟ اور اس کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی؟

حضرت بدرالعلماء کے دارالعلوم فیض الرسول چھوڑنے کی وجہ اتنی تفصیل اور مجیب کے جواب کی تحلیل سے ہرگز کسی کو ٹھیس پہونچانا نہیں اور نہ محاذ آرائی مقصود بس مؤدبانہ التماس کرنا ہے کہ فتاویٰ فیض الرسول (ج ۲، ص: ۷۱۲) پر حضرت بدر ملت کے تعلق سے جو غلط بات مسلسل چھپ رہی ہے اسے آئندہ نسخوں سے نکلوادیا جائے، اور یوں ہی ''فتاویٰ برکاتیہ'' کے طابعین سے بھی گزارش ہے کہ اس سے بھی نکال کر احسان کریں اس قسم کی خلاف واقع اور غلط باتوں کی اشاعت جب کتب فتاویٰ سے ہوگی تو امان ہی اٹھ جائے گا، خدارا کتب فتاویٰ کی قدر و عظمت برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے۔

﴿ حضرت بدرالعلماء علیہ الرحمہ کا الحاقی ادارہ سے متعلق نظریہ ﴾

حضرت بدرالعلماء علیہ الرحمۃ اسلامی مدارس کو ایڈ و الحاق کرانے کے سخت مخالف تھے، جس طرح

خود دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف سے علاحدہ ہوگئے ، ایسے ہی دوسروں کو بھی الحاق کے مضرات بتاتے اورالحاقی اداروں میں الحاقی مدرس کی حیثیت سے ملازمت کرنے سے روکتے اپنے معتقدین ، مریدین، تلامذہ کو بھی اس کی نفرت دلاتے ۔

چنانچہ حضرت صوفی عبدالصمد صاحب قادری نوری اورنگ آبادی نے حضرت بدرملت علیہ الرحمہ کو قصبہ ''رفیع گنج بہار'' میں مسجد ومدرسہ کے لئے زمین حاصل کرنے کے بعد اطلاع دی تو جواب میں تحریر فرمایا۔

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ مدرسہ ومسجد کے لیے زمین حاصل ہوگئی ہے، یہ خیال رہے کہ بورڈ کے مزاج رکھنے والے طلبہ، اساتذہ، اراکین اورممبران کا تعلق مدرسہ سے نہیں ہونا چاہیے، ورنہ آئندہ محنت ضائع ہوجائے گی ،مولانا کوثرحسین صاحب چھپرہ میں کام کررہے ہیں اپنے مدرسہ میں انہیں لڑکوں کا داخلہ قبول کرتے ہیں جوزندگی بھر بورڈ سے الگ رہنے کا عہد کرتے ہیں۔

(مکتوبات بدرملت،ص:۱۱۷)

مدرسہ فیضان رضا وارث العلوم بہوتی علاقہ بھانبھر ضلع گونڈہ کے ذمہ داران نے مدرسہ الحاق کرانے کی کوشش کے دوران ایک جلسہ کا انعقاد کیا۔اس میں حضرت بدرملت علیہ الرحمہ کو دعوت شرکت دی، اس پر جواباً حضرت نے درج ذیل الفاظ میں تفصیلی خط تحریر کیا۔

از: بڑھیا ۷۸۶/۹۲ ۲۱ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۵ھ

جناب ضیاء اللہ پردھان صاحب کی زبانی دعوت ملی، پوسٹر میں انگریزی تاریخ کا اندراج پہلے اور اسلامی تاریخ کا اندراج نمبر دو پر ہے، مدرسہ فیضان رضا وارث العلوم بہوتی علاقہ بھانبھر، میری مسلسل تحریک پر وجود میں آیا، پھر میں نے یہ وحشت ناک خبر سنی کہ مولانا اصغرعلی اور سابق پردھان ضیاء اللہ صاحب وغیرہ مدرسہ فیضان رضا کو الحاق کرانا چاہتے ہیں تو مجھے صدمہ ہوا اور میں نے مولانا اصغرعلی صاحب اور پردھان موصوف کے پاس الحاق روکنے کے لیے ایک تحریر بھیجی ،لیکن آج تک مولانا موصوف نے اور پردھان موصوف نے میری تحریر کا کوئی جواب نہیں دیا، میں جلسہ منعقدہ ۲۶ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۵ھ بمقام بہوتی کی دعوت اس شرط پر منظور کرتا ہوں کہ بہوتی گاؤں کے سربرآوردہ حضرات اور سابق پردھان ضیاء اللہ صاحب نیز مولانا اصغرعلی صاحب اس امر کی تحریر دیں کہ۔

نحمده و نصلی ونسلم علیٰ رسوله الکریم واٰله الفخیم ۔ ہم باشندگان بہوتی وغیرہ علاقہ بھانبھر ضلع گونڈہ اس بات کا صفائی کے ساتھ تحریری اعلان کرتے ہیں کہ اللہ ورسول جل شانہ وعلیہ التحیۃ والثناء کی رضا کی خاطر مدرسہ فیضان رضا وارث العلوم علاقہ بھانبھر گونڈہ کو الحاق سے آزاد رکھا جائے گا، اور شریعت اسلامیہ کے تقاضا کے مطابق مدرسہ مذکورہ، میں صرف دینی، مذہبی تعلیم کا انتظام کیا جائے گا۔

فقط بدرالدین احمد قادری رضوی۔ خادم مدرسہ بڑھیا

اس طرح متعدد شواہد ہیں، یہاں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے، اسی سے اندازہ اور فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ بدرالعلماء مدارس کا الحاق کرانے سے سخت بیزار ہوتے تھے۔

﴿حضرت بدرالعلماء مدرسہ غوثیہ بڑھیا میں﴾

۲۱؍شوال المکرّم ۱۳۹۴ھ مطابق ۶؍نومبر ۱۹۷۵ء کو دارالعلوم فیض الرسول سے آپ بذریعہ استعفی علاحدہ ہوگئے، تو مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا کے ارکان نے اپنے ادارہ میں تدریس کی دعوت پیش کی، آپ نے دعوت قبول فرمالی، اور نہایت قلیل مشاہرہ پر ۹؍ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۴؍نومبر ۱۹۷۵ء سے زندگی کے آخری حصہ تک مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا میں بحیثیت صدرالمدرسین خدمت انجام دی۔

﴿حضرت بدر ملت اور فقہ اور افتا﴾

حضرت بدرالعلماء منصب صدارت کے جملہ مشاغل، تصنیف، تدریس، وعظ وارشاد کی مصروفیات کے باوجود فتاوے بھی لکھتے، ان سے بخوبی واضح ہے کہ آپ ایک بڑے فقیہ بھی تھے، فقہ دانی رب کی عظیم نعمت ہے، ہر شخص نہ فقیہ ہوسکتا ہے نہ ہر خواہش مند افتا کا کام انجام دے سکتا ہے، اس نعمت عظمیٰ وسعادت کبریٰ سے وہی بہرہ ور ہوتا ہے، جس کے ساتھ رب عزوجل کا ارادہ خیر وفلاح ہوجائے، حدیث پاک میں ہے: [من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین]" کہ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے فقہ عطا فرماتا ہے، کار افتا انجام دینے والے کے اندر کم از کم درج ذیل اوصاف ہونا اشد ضروری ہے۔

(۱) سوال پورے طور سے سمجھنے کی صلاحیت ولیاقت۔

(۲) سوال کے لب ولہجہ، سیاق وسباق سے منشا سوال کی کامل معرفت۔

(۳) دقت نظری، تعمق فکری، ژرف نگاہی، نظر انتقادی، اخلاص و بے نفسی۔

(۴) عربی زبان میں اتنی مہارت کہ عبارت النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص، اشارۃ النص وغیرہ کے ذریعہ فقہی عبارت کے جملہ معانی کی حسب موقع تعیین کر سکے۔

(۵) متداول کتب فقہ پر مطالعہ کے ساتھ استحضاری نظر ہو، فقہ کے اکثر کلیات و جزئیات پر استیعابی نگاہ ہو۔

(۶)، بلاخوف لومۃ لائم حق بات کہنے اور لکھنے کی جرأت۔

(۷) معتدل مزاجی، یعنی مزاج پر غصہ غالب نہ ہو۔ نہ نرمی۔

(۸) کامل اطمینان کے بعد ہی فتوی صادر کرنا، اور ساتھ ہی حکم کی قوی دلیل کو حفظ کر لینا۔

(۹)، متشابہ مسائل میں امتیاز پر قدرت تامہ۔

(۱۰)، تصلب کا التزام، مداہنت وصلح کلیت سے کامل اجتناب۔

(۱۱) تقویٰ، حزم واحتیاط، جذبہ احقاقِ حق، وابطالِ باطل۔

(۱۲) علت منصوصہ کے اجرا اور استدلال کی قوت۔

بحمدہ تعالیٰ بدر ملت علیہ الرحمہ کے اندر مذکورہ اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے، آپ کے نوک قلم سے صادر شدہ وہ فتاوی میری صداقت کے آئینہ دار ہیں، جو فتاویٰ فیض الرسول جلد اول، جلد دوم کے مختلف صفحات پر بکھرے آبدار موتیوں کی طرح جگمگا رہے ہیں، اور جو ابھی غیر مطبوع محفوظ ہیں، آپ کے بعض فتاوی بڑے مفصل اور تحقیقی ہیں، جن سے آپ کی وسعت علمی، تحقیقی قوت، ژرف نگاہی، دقیقہ سنجی، دقت نظری، استدلال کی صلاحیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، ہم بطور نمونہ چند اہم سوالات اور حضرت بدر ملت کے جوابات کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) خدا اور سول چاہیں گے تو یہ کام ہو جائے گا، کہنا کیسا ہے؟

عام طور پر اہل سنت وجماعت کہہ دیتے ہیں کہ خدا اور سول چاہیں گے تو یہ کام ہو جائے گا، اور اس کہنے کو ناجائز وحرام یا شرک تصور نہیں کرتے، مگر وہابی، دیوبندی حرام یا شرک گردانتے بلکہ کہنے والے پر بڑا

طعن کرتے اور کہتے ہیں، خدا کے چاہنے کے ساتھ رسول کا کیا دخل؟ اور ایسا کہنا رسول کو خدا کے برابر ٹھہرانا بلکہ خدا سے رسول کا مرتبہ بڑھانا ہے، لہٰذا شرک ہے، مگر حقیقت میں یہ کیا ہے تو لیجیے پہلے سوال کا خلاصہ ملاحظہ کیجیے۔ پھر جواب کا۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ خدا اور رسول چاہیں گے تو یہ کام ہو جائے گا، کہنا جائز نہیں اس لیے کہ قرآن سے ثابت ہے۔ کہ وحدانیت میں رسول کو شریک نہیں کرنا چاہیے، مگر لوگ رسول کو اتنا بڑھا دیتے ہیں کہ خدا سے بھی رسول کا مرتبہ بڑھا دیتے ہیں۔

مستفتی: محمد بشیر قادری چشتی۔ ضلع گونڈہ

الجواب: بے شک مشیت حقیقیہ ذاتیہ مستقلہ صرف اللہ جلّ جلالہ ومجدُہ کے لیے ہے، اور مشیت عطائیہ تابعہ مشیئہ اللہ تعالیٰ رب العزت جل جلالہ نے اپنے عباد (بندوں) کو عطا فرمائی ہے، پھر چوں کہ تمام بندگان الٰہی میں سرکار مصطفیٰ ﷺ سب سے افضل واعلیٰ، بلندو بالا رب العٰلمین جل جلالہ کے خلیفہ اعظم ونائب اکبر ہیں، اس لیے سرکار کی مشیت کو اللہ تعالیٰ نے پورے کائنات عالم میں دخل عظیم عطا فرمایا ہے۔

امام طبرانی معجم کبیر میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی: [ان النبی ﷺ أمر الشمس فتأخرت ساعة من النهار] یعنی سرکار مصطفیٰ رسول اعظم ﷺ نے آسمان میں چلتے سورج کو حکم دیا کہ کچھ چلنے سے ٹھہر جا، وہ فوراً ٹھہر گیا۔ [بحوالہ الامن والعلیٰ، ص:۹۹]۔

دیکھو دنیا کے کل جاہ وجلال والے بادشاہ اور حکمت ودانش والے تمام سائنس داں اپنا سارا زور لگا دیں مگر سورج کی رفتار ایک سکنڈ کے لیے بند نہیں ہوسکتی، لیکن قربان جاؤ اللہ کے خلیفہ اعظم پیارے مصطفیٰ ﷺ پر کہ آپ نے اپنے رب جل جلالہ واعلی مجدہ کی عطا فرمودہ مشیت سے کروڑوں میل کی دوری پر چلتے ہوئے سورج کو ٹھہرا دیا، الحمد للہ رب العٰلمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین،

اس کے بعد نہایت دلکش پیرایۂ بیان میں شارح بخاری حضرت امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی اور حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی، امام الاولیا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقدس اقوال سے استدلال کرتے ہوئے بخاری ومسلم اور نسائی کی وہ حدیث نقل فرمائی جس میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: [ماأریٰ ربك الا یسارع فی هواك] یعنی یا

رسول اللہ! میں یہی دیکھتی ہوں کہ رب العزت جل جلالہ حضور کی چاہت پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے، (بخاری ج ۲، ص ۲۰۶،) پھر فرماتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسی پیاری چاہت ہے سرکار مصطفیٰ ﷺ کی اور کیسی مبارک مشیت ہے پیارے نبی کی کہ خود رب العلمین جل جلالہ جلد سے جلد اسے قبول واجابت کا سہرا عطا فرماتا ہے۔ بس اسی مشیت عطائیہ مبارکہ کے باعث مسلمان حضرات نام الٰہی جل جلالہ کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کا نام پاک ملا کر یوں کہہ دیا کرتے ہیں کہ ''اللہ ورسول چاہیں تو یہ کام ہوجائے گا'' شرع کے نزدیک ایسا کہنا ہرگز شرک نہیں، امام الوہابیہ ملاّ اسمٰعیل اور دیگر وہابیہ کی یہ دھاندھ لی ہے کہ یہ لوگ اس کہنے کو شرک قرار دیتے ہیں، بعدہ نہایت بصیرت افزا ہدایت نمابات تحریر فرماتے ہیں، انہیں کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے اعتقاد میں چوں کہ اللہ رب العزت کی مشیت ذاتی مستقل ہے اور حضور ﷺ کی مشیت عطائی ہے، اس لیے ہماری بولی میں کوئی ایسا لفظ ضرور ہونا چاہیے جس سے کہنے والے کو مشیت ذاتی مستقل اور مشیت عطائی تابع کے درمیان فرق واضح رہا کرے، لہٰذا مذکورہ بالا جملوں کو یوں استعمال کیا جائے، اگر اللہ پھر رسول چاہیں تو یہ کام ہوجائے گا، جب کہ ہمارے علمائے اہل سنت بولتے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ ثم شاء رسولہ ﷺ۔

امام ابن ماجہ کی روایت ہے۔ کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے خواب میں ایک کتابی (یہودی یا نصرانی) سے ملاقات کی، اس کتابی نے کہا کہ تم لوگ کیا ہی اچھی قوم ہو، اگر شرک نہ کرتے، تم لوگ کہا کرتے ہو۔ ما شاء اللہ و شاء محمد ﷺ، جو چاہے اللہ اور جو چاہیں محمد ﷺ، ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ خواب سرکار مصطفیٰ ﷺ کے سامنے پیش کیا، سرکار نے فرمایا سنتے ہو، خدا کی قسم واقعی تمہاری اس بات پر مجھے خیال گزرتا تھا کہ کفار مخالفین مسلمانوں پر شرک کا الزام اٹھائیں گے۔ چنانچہ خواب میں ایک کتابی نے شرک کا اتہام جڑ ہی دیا، اچھا اب یوں کہا کرو۔ ما شاء اللہ ثم شاء محمد ﷺ۔ (بحوالہ الامن والعلیٰ ص: ۱۷۴)۔

اس حدیث سے صاف واضح ہوگیا کہ صحابہ کرام کے درمیان یہ جملہ کہ ''اللہ ورسول چاہیں تو فلاں کام ہوجائے گا'' خوب رواں دواں تھا، لیکن یہودی کافر صحابہ کرام پر شرک کی تہمت لگاتے تھے، اس لیے

سرکار نے اس کے بجائے یوں بولنا سکھایا، کہ اللہ پھر رسول چاہیں تو فلاں کام ہوجائے گا، اس سے ثابت ہوا کہ دونوں جملے جائز اور شرک سے پاک ہیں لیکن چوں کہ صحابہ کے زمانے میں یہودی اور ہمارے زمانہ میں وہابی پہلا جملہ بولنے پر طعنہ دیتے تھے اور دیتے ہیں۔اس لیے ہمیں سرکار کے سکھانے کے مطابق ہمیشہ دوسرا یعنی اللہ پھر رسول چاہیں تو یہ کام ہوجائے گا، بولنا چاہیے، کہ دوسرا جملہ طریقہ ادب سے میل کھاتا ہے۔

یہاں تک تو بدر ملت نے احادیث اور اقوال اسلاف سے جملہ مذکورہ کے استعمال کا جواز ثابت فرمایا، مگر یہ بدیہی ہے کہ مخالف معاند وہ بھی وہابی ہو، تو اس وقت تک اپنی رٹ کے علاوہ دوسری بات نہیں مانتا ہے، جب تک دلیل سے اس کو عاجز درماندہ نہ بنا دیا جائے، اسی لیے حضور بدر ملت علیہ الرحمہ نفس مسئلہ کے اثبات پر اکتفا نہ فرما کر آخر میں مسکت دلیل تحریر فرماتے ہیں، جس کے آگے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کا جلوہ عیاں ہے۔

یہ خوب واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقدس نام کے ساتھ سرکار مصطفیٰ ﷺ کا نام ملا کر بولنا ہرگز ہرگز شرک نہیں، دیکھو قرآن شریف میں رب العزت جل جلالہ فرماتا ہے: ﴿ وما نقموا الا أن اغنٰهم الله و رسوله من فضله ﴾(پ ۱۰، رکوع ۱٦، آیت ۷٤، توبہ) اور ان کو کیا برا لگا یہی نہ کہ ان کو دولت مند کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے۔

بخاری شریف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابن جمیل نے زکوٰۃ دینے میں کمی کی تو سرکار مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:" وماينقم ابن جميل الا أنه كان فقيرا فاغناه الله و رسوله " یعنی ابن جمیل کو کیا برا لگ رہا ہے یہی نہ کہ وہ پہلے مفلس محتاج کنگال تھا مگر اللہ و رسول نے اسے مال دار بنا دیا، دیکھو قرآن وحدیث میں دولت مند بنا دینے کی نسبت ایک ساتھ اللہ و رسول کی طرف کی گئی ہے اگر چہ وہابیوں کے جھوٹے مذہب میں ایسی نسبت جائز نہیں بلکہ شرک ہے، مگر شریعت اسلامیہ میں قطعی جائز اور حق ہے، کیوں کہ اغنا کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف مانی جائے گی تو اس سے مراد اغنائے ذاتی مستقل ہوگی، اور جب حضور کی طرف مانی جائے گی تو اس سے مراد اغنائے عطائی تابع ہوگی۔

اب زید سے پوچھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ غنی بنا دینے میں رسول کو بھی ملا دیا تو شرک ہوا یا نہیں ؟ اور خدا کی وحدانیت کے خلاف ہوا یا نہیں؟ اگر کہے شرک ہوا تو وہ کھلم کھلا کافر اور دیو کا بندہ ہو گیا اور اگر

کہے شرک نہیں تو اس سے کہو کہ اللہ و رسول چاہیں بولنا کیوں کر شرک ہے؟

پھر چوں کہ سوال کا حصہ یہ بھی ہے کہ لوگ رسول کو اتنا بڑھا دیتے ہیں کہ خدا سے بھی رسول کا مرتبہ بڑھا دیتے ہیں اور اس کی طرف عنان قلم موڑتے ہیں تو فرماتے ہیں ۔

یہ حقیقت پوست بر کندہ ہے کہ وہابیوں کے بڑے بڑے ملاّ شان الٰہی کی پہچان سے قطعی جاہل ہیں اور نرے بزا خفش ہیں ، ان کو ت ، و ، ح ، ی ، د کے صرف پانچ حروف رٹا دیے گئے ہیں ، باقی اس کے معنیٰ و مفہوم کی انہیں بالکل خبر نہیں ، ان کو یہ پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس غیر متناہی ہے ، اس کی صفات کی گنتی بھی غیر متناہی ہے اس کی ہر شئی یہاں تک کہ گھاس کے صرف ایک تنکے کے بارے میں اس کا جو علم ہے وہ بھی غیر متناہی ہے ، اس کی قدرت غیر متناہی ، مگر وہابی ملاّؤں کو رب العٰلمین جل جلالہ کی پہچان نصیب نہیں ، اس لیے سنی مسلمان علماء بیان کرتے ہیں کہ اللہ پاک کی تعلیم کی بدولت سرکار مصطفیٰ ﷺ کو تمام ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے پیارے نبی ﷺ کو ساری کائنات کا غیب جاننے پر قابو دیا ہے ، کہ پیارے نبی جب چاہیں زمین ، آسمان ، عرش ، کرسی ، لوح ، و قلم کا غیب دریافت کرلیں تو بس وہابی ملاّ فوراً شور مچاتے ہیں کہ دیکھو لوگوں ’’ رسول کو خدا کے برابر کردیا ‘‘ اور جب سنی علما سرکار مصطفیٰ ﷺ کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں کہ تمام ما کان وما یکون کا علم پیارے مصطفیٰ ﷺ کے علم عظیم کا ایک قطرہ ہے ، تو اتنا سنتے ہی وہابی ملاّ کو غشی آجاتی ہے اور بدحواسی کے عالم میں وہ جل اٹھتے ہیں کہ ارے لوگوں ’’ سنیوں نے تو رسول کا مرتبہ خدا سے بڑھا دیا ‘‘ معاذ اللہ رب العٰلمین بات یہ ہے کہ وہابی حضرات جس خدا کی جھوٹی توحید کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں وہ ان کے نزدیک گھٹیا درجہ کا ہے ، تو جب سنی حضرات اپنے سچے خدا کے سچے رسول کا مرتبہ بے پایاں بیان کرتے ہیں تو وہابیوں کو اپنا وہمی خدا گھٹیا اور چھوٹا نظر آنے لگتا ہے ، اس لیے وہ شور مچاتے اور بطور اعتراض کہتے ہیں کہ رسول کا مرتبہ خدا سے بڑھا دیا ۔

اس کے بعد نہایت پرجلال انداز میں فرماتے ہیں : اوظالمو! وہابیو! ’’ خدائے تعالیٰ کا علم غیر متناہی اور رسول پاک کا علم متناہی ہے ‘‘ تو خدا سے رسول کا مرتبہ کیسے بڑھ سکتا ہے ، او توحید کے جھوٹے پجاریو! تم ایسے کو کیوں خدا مانتے ہو جو مسلمانوں کے سچے رسول کے مرتبہ کے سامنے گھٹیا درجہ رکھتا ہے ، تم اس ذات واجب الوجود کو خدا مانو جو سرکار مصطفیٰ ﷺ کا خالق و مالک ہے ، جس نے پیارے مصطفیٰ ﷺ کو سارے

جہان کے لیے رحمت بنایا، اور سارے جہان والوں کو سرکار مصطفیٰ ﷺ کا محتاج اور نیاز مند قرار دیا، جس نے پیارے مصطفیٰ ﷺ کو ایسا علم عظیم عطا فرمایا کہ جس کی وسعت کے سامنے ساری کائنات جمیع ما کان و مایکون کا علم ایک قطرہ ہے، جو وحدہ لا شریك له ہے جس کی شان کسی صفت میں کوئی شریک نہیں، جس کا علم غیر متناہی در غیر متناہی ہے، جس کا صرف وہ علم جو ایک ذرہ کے بارے میں ہے وہ بھی غیر متناہی ہے، اور بھاری ہے، سرکار مصطفیٰ ﷺ کے اس علم عظیم پر جو کروڑوں سمندروں کی وسعت سے لاکھوں درجہ بڑا ہے، اور اتنا بڑا ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی بھی شخص اس کی گہرائی اور پھیلاؤں کو ناپ نہیں سکتا، کیا اب بھی سنیوں پر رسول پاک کو خدائے پاک سے بڑھا دینے کا اتہام رکھو گے؟ هیهات! هیهات مولیٰ تعالیٰ تمہیں توبہ کی دولت عطا فرمائے۔ (فتاویٰ فیض الرسول، جلد ا، ۱۵ تا ۱۹)۔

یہ فتویٰ آپ کے جلال و جمال، زور قلم، نقد و نظر، علمی سطوت، تحقیق و تفحص، جذبہ احقاقِ حق، اخذ دلائل، جرأت و بے باکی، قوت استدلال، وفرت مطالعہ، جودت طبع، اصابت فکر کا عکاس اور آئینہ دار ہے۔

(۲) مستفتی مذکور نے استفتا کیا کہ زید وہابی کہتا ہے کہ قرآن میں ان شاء الله کہنے کا صرف ذکر ہے لہٰذا صرف خدا کی مشیت پر عمل کرنا جائز ہوگا، خدا کے ساتھ رسول کا ذکر جائز نہیں، اگر جائز ہوتا تو قرآن میں ان شاء الله کے ساتھ ان شاء الرسول بھی آتا، اس لیے یہ کہنا جائز نہیں، کہ اگر خدا اور رسول چاہیں گے تو میں فلاں کام کروں گا۔ (ملخصا)۔

اس کے جواب میں حضرت بدر ملت علیہ الرحمۃ ایک قرآنی آیت نقل فرما کر اس کی دلالت سے نفس حکم ثابت فرماتے ہیں، پھر وہابی زید کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

او اوندھے وہابی! کسی کام کے جائز ہونے کے لیے شرط نہیں ہے کہ اس کا جائز ہونا صراحۃً قرآن میں بھی بیان کیا گیا ہو، بے شک قرآن مجید میں،: ﴿أغنٰهم الله و رسوله﴾ (توبہ آیت ۷۴) آیا ہے، شرع کے نزدیک جو شان اغنا کی ہے وہی شان مشیت کی بھی ہے، تو اگر اغنائے الٰہی کے ساتھ اغنائے رسول کا ذکر شامل کرنا شرک نہیں، تو مشیت الٰہی کے ساتھ مشیت رسول کا ذکر ملانا بھی ہرگز ہرگز شرک نہیں، یہ صحیح ہے کہ قرآن مجید میں ان شاء الرسول کا کلمہ نہیں آیا، لیکن حدیث شریف میں تو آیا ہے کہ :[ما شاء الله ثم شاء محمد ﷺ](ابن ماجه حديث نمبر ۲۱۱۸) ہم اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بفضلہ تعالیٰ

سمجھا سکتے ہیں لیکن دیو کے بندوں کو ایمان کی واقعی باتیں سمجھنے کے لیے دل ہی نہیں ملا، اس لیے ہم ان کو کس طرح سمجھائیں، بس خدائے تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمائے کہ وہابی قرآن وحدیث کی بات سمجھ سکیں، واللہ یهدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔ (فتاویٰ فیض الرسول، جلد ا، ص:۲۳)۔

﴿فلم ''خانۂ خدا'' دیکھنے کا مسئلہ﴾

(۳) جناب ابراہیم اسمٰعیل مرچنٹ بائیکلہ بمبئی نے استفتا کیا۔

آئندہ جمعہ کو بمبئی کے سینما گھروں میں جہاں بے حیا مناظر کی فلمیں دکھائی جاتی ہیں اسی پردہ سیمیں پر ''خانہ خدا'' نامی ایک فلم دکھائی جانے والی ہے جس میں طواف کعبہ معظّمہ، سعی صفا ومروہ اور وقوف عرفات سے لے کر زیارت اندرون مسجد نبوی شریف تک کے مناظر کو بذریعہ اسکرین فلم تیار کیا ہے، جس میں مردوں اور عورتوں کو تمام ارکان حج ادا کرتے ہوئے ان کی تصویریں لی گئی ہیں، ایسی فلم دیکھنا اور دکھانا اور اس کی نمائش کرنا از روئے شرع مطہرہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ تو وضاحت سے تحریر فرمائیں۔ بینوا وتوجروا۔

آپ نے جواب یوں تحریر فرمایا۔

اے سائل! یہ نہ پوچھ کہ نام نہاد فلم ''خانۂ خدا'' کا دیکھنا اور دکھانا جائز ہے یا ناجائز بلکہ یہ پوچھ کہ اس فلم کے دیکھنے والوں اور دکھانے والوں پر کتنا سخت شدید گناہ اور عظیم وبال ہے، عام فلموں کا دیکھنا اور دکھانا حرام سخت حرام شدید حرام ہے، مقامات مقدسہ کے مناظر کو پردہ سیمیں پر لاکر دکھانا، ان کی حرمت اور عظمت پر ضرب کاری ہے، مسلمانوں کا جذبہ عقیدت واحترام بالکل سرد ہو چکا ہے ورنہ فلمی کمپنیاں مقامات مقدسہ کے مناظر فلمانے کی جرأت ہی نہ کرسکتی تھیں، لیکن پانی سر سے اونچا گزر جانے کے باوجود اب بھی موقعہ ہے کہ ہر طبقہ کے مسلمان اس نام نہاد فلم ''خانۂ خدا'' کی نمائش کا قولاً اور عملاً بائیکاٹ کریں۔ اور مقامات مقدسہ کی عزت وآبرو کی حفاظت کا فرض انجام دیں، مسلمانو! ہوش میں آکر سنو۔ فلم کمپنیاں تمہیں سے پیسہ لے کر تمہارے دین ومذہب سے کھیل رہی ہیں۔ اور شعائر الٰہیہ کی آبرو لوٹ رہی ہیں، اگر تم نے آج ہی اس فتنۂ عظیم کی بیخ کنی نہ کردی تو فلم کمپنیوں کا حوصلہ بڑھ جائے گا۔ اور وہ کل نام نہاد فلم ''خانہء خدا'' کے بعد معاذاللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے نام کی بھی فلم نکالنے کی کوشش کرسکتی ہیں، پھر

اس طرح تمہارا دین و مذہب ایک تماشہ بن کر رہ جائے گا، لہٰذا آج ہی چونک جاؤ، ہوشیار ہو جاؤ، ہوسکتا ہے کہ کرائے کے کچھ مولوی اور لیڈر اس نام نہاد فلم کے دیکھنے کو جائز کہیں، مگر خبردار خبردار تم ان کے دھوکے میں ہرگز نہ آنا، ورنہ تمہارا دینی جذبہ تباہ و برباد ہو جائے گا، اور تم قیامت کے میدان میں ان مجرموں کی صف میں کھڑے کیے جاؤ گے، جنہوں نے دین و مذہب کے شعائر کی بے حرمتی کی ہے، لہٰذا اس سنگین فتنے میں گھسنے سے بچو اور اپنے بال بچوں نیز دوست و احباب اور اپنے عزیز و اقارب سب کو بچاؤ۔ انما التوفیق والهداية من الله تعالیٰ ۔

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد۲، ص:۲۰۲)

اسلوب جواب کی دل کشی پر غور فرمائیں کہ اس میں حکم مسئلہ کا اظہار بھی ہے، ہدایت و ارشاد بھی، غیرت دینی پر برانگیختگی بھی ہے، زبان کی سلاست و روانی بھی ہے، اسلوب فتویٰ سے ہم آہنگی بھی، اسلامی شعائر کے احترام کا درس بھی ہے، دین و مذہب کی صیانت کا حکم بھی۔

﴿ محراب مسجد میں یارسول اللہ، یاغوث المدد لکھنے کا مسئلہ ﴾

(۴) جناب محمد حسن و عبدالستار خان بستی نے آپ سے استفسار کیا

مسجد کے اندر محراب میں لکھا گیا ہے ''یارسول اللہ!'' اور نیچے لکھا گیا ہے، یاغوث المدد! ایک جماعت کہتی ہے یہ صحیح ہے اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ اس میں انسان کے نام لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، اور یہ کہہ کر مٹادیا تو یہ مٹانا درست ہے یا لکھنا راست ہے؟

آپ رقم طراز ہیں۔۔

حاکم، امام بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر سیدنا امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: [لما اقترف آدم الخطيئة قال رب أسئلك بحق محمد ﷺ اغفر لی قال کیف عرفت محمدا قال لأنك لما خلقتنی بیدك و نفخت فی من روحك و رفعت راسی فرأیت علیٰ قوائم العرش مکتوبا لآ اله الا الله محمد رسول الله فعلمت أنك لم تضف اسمك الا احب الخلق الیك قال صدقت یا آدم ولو لا محمد

ماخلقتك) (وفی روایة عند الحاکم) أما اذا سئلتنی بحقه فقد غفرت لك ولو لا محمد ماغفرت لك وما خلقتك](المستدرك للحاکم ج۲ ص ۶۱۵) یعنی حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے جب لغزش ہوئی تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے رب! صدقہ محمد ﷺ کا میری مغفرت فرما، یعنی میری لغزش کو معاف فرما۔، رب العلمین جل جلالہ نے فرمایا۔ اے آدم! تم نے پیارے محبوب محمد (ﷺ) کو کیوں کر جانا، عرض کیا اس طرح سے کہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی، میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر ’’لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ‘‘ لکھا ہوا پایا، تو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے سچ کہا، اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو تمہیں پیدا نہ کرتا‘‘ (حاکم کی ایک روایت میں یوں ہے) اب کہ تم نے اس کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا تو میں تمہاری مغفرت کرتا ہوں، اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہاری مغفرت نہ کرتا، اور نہ تمہیں بناتا۔

اس عظمت والی حدیث نے صاف صاف بے پھیر پھار ظاہر کر دیا کہ یہاں کی مسجدوں سے افضل و اعلیٰ برتر و بالا عرش اعظم کے پایوں پر لاالٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے، تو جب وہاں اللہ کے محبوب اور پیارے رسول کا نام لکھا ہوا ہے، تو یہاں لکھنا کیوں باعث اعتراض ہے۔ ہمارے آقا حضور اقدس سید عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی اور حبیب ہیں، اور حضور پرنور رسید ناغوث اعظم۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و أرضاہ عنا۔ اللہ کے پیارے ولی اور محبوب ہیں، اور محبوبان بارگاہ الٰہی کا نام مسجدوں کے اندر لکھنا باعث خیر و برکت ہے۔ اور اس زمانے میں جب کہ دیوبندی مرتدین اور وہابی کفار یارسول اللہ! یاغوث! المدد سے جلتے، کڑھتے اور چڑھتے ہیں، تو مسجدوں میں ان مبارک کلموں کا لکھنا بہت ضروری ہے، تا کہ آنے والی نسل کے لیے ثبوت رہے کہ یہ مسجد اہل سنت کی ہے، ہاں اتنا خیال رہے کہ یارسول اللہ! یاغوث! المدد روشنائی سے لکھنے کے بجائے کھود کر لکھا جائے، تا کہ حروف مٹنے اور ضائع ہونے سے محفوظ رہیں۔، جس فریق نے یارسول اللہ! یاغوث! المدد مٹا دیا ہے وہ اس بے جا جرأت پر نادم ہو اور توبہ کرے، فریق ثانی کا یارسول اللہ! یاغوث! المدد لکھے جانے کے بارے میں یہ کہنا کہ ’’مسجد میں انسان کے نام لکھنے کی ضرورت نہیں ہے نبی اور

ولی کے نام لکھنے کی واقعی ضرورت ہے۔، تاکہ نبی اور ولی سے جلنے والوں کا تعلق نہ رہے، علاوہ بریں مسجد سے حضور اقدس ﷺ اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام مبارک مٹانے کی ضرورت کس آیت وحدیث سے ثابت ہے کہ یہ مبارک نام مٹا دیئے گئے، فریق ثانی کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ جائز بات کو حرام مان لینا اسلام میں سخت حرام ہے، لہٰذا فریق ثانی اپنے اس خیال سے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ فیض الرسول، جلد۲، ص: ۶۹۷، ۶۹۸)۔

(۵) اذان خطبہ کا مسئلہ۔

خطبہ جمعہ کی اذان بھی مسجد سے باہر ہی دینا مشروع ہے، جیسے اور نمازوں کی اذان مگر جہالت کی وجہ سے بہت ساری مسجدوں میں اندرون مسجد ہو رہی ہے، اگر کوئی حکم صحیح سے آگاہ کر دے تو لوگ اختلاف کے شکار ہو جاتے ہیں اسی طرح مظفر پور بہار کے ایک گاؤں کا معاملہ ہے کہ مسجد کے اندر اذان ہوتی تھی، جب ایک مولوی صاحب نے بتا دیا، تو لوگ دو گروپ میں بٹ گئے، پھر حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ کی خدمت میں درج ذیل الفاظ میں استفتا کیا گیا۔

(۱) ہمارے یہاں جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر ہوتی تھی، ایک نوجوان مولوی صاحب پنج گانہ نماز پڑھاتے تھے، مگر چند دن ہوئے کہ مولوی صاحب نے اعلان کیا کہ ''جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر کے بجائے باہر ہونی چاہیے''

اس مسئلہ کی وجہ سے لوگوں میں اختلاف ہو گیا، بہت سے لوگوں نے مولوی صاحب کی اقتدا میں جماعت سے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے۔ تراویح چھوڑ دی اور آپس میں جھگڑے کی نوبت ہو گئی تو ایسی صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان اختلاف کی ذمہ داری کس پر ہے؟۔

(۲) جب سرور عالم نور مجسم ﷺ نے اپنے دور میں اندر مسجد جمعہ کی اذان دلوائی، اور خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اپنے دور میں ایسا ہی کیا، تو جو شخص اندر مسجد میں اذان دلوائے تو کیا وہ مسلمان نہیں، یا وہ سنیت سے خارج سمجھا جائے گا، یا اس کی نماز نہ ہوگی یہ خیال نہ فرمائیں کہ اندر مسجد میں اذان دلوانے پر اصرار کرنے والے دیوبندی ہیں، نہیں نہیں، بلکہ یہ لوگ متقی اور سُرکا نہی شریف والے سرکار کے مریدوں میں سے ہیں، صاف صاف حکم شرع شریف سے آگاہ

فرمائیں۔ بینوا توجروا

آپ نے پہلے حدیث اور کتب فقہ کے روشن جزئیات کے ذریعہ ثابت فرمایا کہ مسجد کے اندر اذان دلوانا ناجائز بلکہ مسجد کے باہر ہونی چاہیے، اور پہلے سوال کے ہر زاویہ کا حکم تحریر فرمایا، پھر دوسرے سوال کی طرف توجہ فرمائی، دوسرا سوال چوں کہ واقع کے خلاف تھا۔ اس لیے اس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے جو آپ نے تحریر فرمایا قابل مطالعہ ہے، فرماتے ہیں۔

مستفتی الٹی بات لکھ رہا ہے، کیوں کہ سرکار ابد قرار ﷺ نے تو اپنے مقدس زمانے میں جمعہ کی یہ اذان مسجد کے اندر نہیں بلکہ خارج مسجد دروازے پر دلوائی ہے، اور ایسا ہی خلیفہ اول سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد مبارک میں ہوا ہے، جیسا کہ ابوداؤد شریف کے حوالہ سے بیان کیا جا چکا ہے۔

جو شخص دیدہ و دانستہ بلا وجہ شرعی اس سنت مقدسہ کی مخالفت کرے وہ ضرور بدمذہبوں کا بھائی ہے، جب حسب بیان سائل خارج مسجد اذان کی مخالفت کرنے والے ''سرکا نہی شریف'' کی خانقاہ سے منسلک ہیں، تو پھر یہ تناؤ کیسا؟ تو تو، میں میں کا جھگڑا کیوں کر رہے ہیں، متقی ہوتے ہوئے اس سنت کریمہ کی مخالفت نہیں سمجھ میں آتی۔

بس فیصلہ یہ ہے کہ سب لوگ حکم شرع کے آگے اپنی اپنی گردنوں کو جھکا دیں، اپنے اپنے دلوں سے شیطانی خیالات نکال کر باہر کریں اور دونوں فریق متفقہ اعلان کر دیں کہ اب بحکم شریعت اسلامیہ جمعہ کی اذان ثانی موافق سنت نبوی علیٰ صاحبها الصلاۃ والسلام اندر کے بجائے خارج مسجد ہوگی، اور خدا ورسول جل جلالہ و صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ سلم کی رضا حاصل کرنے اور شیطان کو بھگانے اور اس کو خائب و خاسر کرنے کے لیے دونوں فریق ان تمام باتوں میں معافی کرالیں، جو زمانہ اختلاف میں ایک دوسرے کے خلاف کہتے اور سنتے رہے، اس میں جو پیش قدمی کرے گا، وہ جنت میں بھی پیش قدمی کرے گا ۔ والتوفیق من المولیٰ تعالیٰ سبحانہ و رسولہ جل جلالہ و صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ (فتاویٰ فیض الرسول ، جلد ۱ ، ۲۱۳) ۔

(۵) لاؤڈ اسپیکر کا مسئلہ

لاؤڈ اسپیکر آواز بلند کرنے کا ایک نو ایجاد آلہ ہے۔ اس کے معرض وجود میں آنے کے بعد سوال اٹھا کہ اسے نماز میں استعمال کرنا اور اس کی آواز پر اقتدا درست ہوگی یا نہیں۔ حضرت مفتی افضل حسین علیہ الرحمۃ کے علاوہ سارے معتمد علمائے اسلام نے ممانعت اور عدم جواز کا حکم دیا، آج بھی اکابر اور لائق اعتماد علمائے اہل سنت کا یہی فتویٰ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں جائز نہیں، اس کی آواز پر اقتدا درست نہیں، مگر ''اودے پور راجستھان'' میں ۱۳۹۱ھ میں ایک مولوی صاحب نے لاؤڈ اسپیکر پر نماز عید الفطر پڑھا دی اور دعویٰ کیا کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنا جائز، یہی موقف صحیح ہے، نوے فی صد علمائے اہل سنت ہمارے ساتھ ہیں ،اور حضرت مفتیٔ اعظم کی طرف ایک غلط بات منسوب کر کے باور کرایا کہ اس کا استعمال حق و صحیح ہے۔

حضرت بدر ملت علیہ الرحمۃ نے اس مولوی کی شدید گرفت کرتے ہوئے جو استفتا کا جواب با صواب عطا فرمایا ہے وہ آپ کی تحقیق قلم اور مصلحانہ فکر کا شاہ کار ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

نماز کے لیے خواہ جمعہ کی ہو یا عید کی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ممنوع ہے، کیوں کہ وہ ایک صورت میں رافع سنت ہے، اور دوسری صورت میں اسراف ہے، رہا ''اودے پور'' نو وارد مولوی صاحب کا یہ فرمانا کہ نوے فی صد علما میرے ساتھ ہیں اور جواز کے قائل ہیں، تو اس کے متعلق عرض ہے کہ قائلین جواز علما کی تعداد نوے فی صد تک پہنچانا حقیقت حال کے ہرگز مطابق نہیں، ہاں اگر موصوف کے نزدیک مقررین، واعظین ،خطبائے مساجد اور نوآموز فارغین یہ سب حضرات فقہی علماء ہیں تب تو نوے فی صد والی تعداد ضرور تسلیم کئے جانے کی گنجائش رکھتی ہے، لیکن تنقیح اور نکھار کا مسئلہ تو ابھی باقی ہی ہے۔ وہ یہ کہ جواز سے کیا مراد ہے؟ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اقتدا کا جائز ہونا یا نماز کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز ہونا؟ یہ امر ظاہر نہ ہو سکا کہ حضرت موصوف نے جواز سے جواز اقتدا مراد لیا ہے یا جواز استعمال؟ میرے علم میں فقہی بصیرت رکھنے والے معتمد علما میں صرف ایک ذات حضرت مولانا سید مفتی افضل حسین صاحب قبلہ کی ہے جس نے ہمارے ملک میں جواز اقتدا کا فتویٰ دیا، باقی جمہور اکابر مسئلہ متنازعہ فیہا میں عدم جواز کے قائل ہیں ،اور عدم جواز کا فتویٰ دیتے آئے ہیں ،اور رہا جواز استعمال تو اس کے بارے

میں حضرت مفتی صاحب قبلہ کا کوئی قول ہمارے پیش نظر نہیں ، اب حضرت موصوف سے میں گزارش کرتا ہوں کہ اگر آپ حضرت مفتی صاحب قبلہ کے فتویٰ پر اعتماد کرکے قائل جواز اقتدا ہیں تو رہیں لیکن افراد امت کے درمیان ہنگامہ شور اور فتنہ کی صورت پیدا ہونے کا موقع نہ دیں، جب آپ مسلمانوں میں عالم شمار کیے جاتے ہیں تو بشروا ولا تنفروا کا مصداق بنیں، حضرت مفتی صاحب قبلہ کے فتویٰ کا مفاد صرف اباحت ہے۔، وجوب یا سنت نہیں، پھر مختلف فیہ اباحت کی بنیاد پر اکابر علما کے فتاویٰ کو رد کرتے ہوئے ان کو عوام کی نگاہ میں بے اعتبار قرار دینا آپ کے شایان شان نہیں، اور جو قول آپ نے سرکار مفتیٔ اعظم ہند قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی طرف منسوب کرکے نقل کیا ہے، کہ حضرت کو جب کوئی دلیل نہ ملی ۔تو فرمایا بحث نہ کرو، مجھ بڈھے کی بات مان لو، تو اولاً یہ حضرت کا قول نہیں، چنانچہ خود میں نے ۳۰؍ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۶؍فروری ۱۹۷۲ء کو بمقام پچپڑوا ضلع گونڈہ حضور مفتیٔ اعظم ہند قبلہ سے دریافت کیا، حضور نے فرمایا، ثانیاً سن سنا کر یہ غیر ذمہ دارانہ قول ایک مرجع انام پیشوائے دین کی طرف منسوب کرنا اور عوام میں اسے مطعون ہونے کا موقع دینا یہ کہاں تک مناسب اور شان مفتی کے لائق ہے، آج فرائض و واجبات اور سنن کے مقابلہ میں بے شمار منکرات شرعیہ برسرپیکار ہیں، کیا اچھا ہوتا کہ آپ احیائے شریعت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے ان منکرات کے رد و انکار پر اپنے فتویٰ کا زور صرف فرمائیں، امید قوی ہے کہ حضرت موصوف میرے معروضات پر عالمانہ حیثیت سے غور فرما کر شہر ''اودے پور'' کے نماز پنج گانہ کے پابند سنی عوام و خواص کے دلوں کو ٹھنڈا ہونے کا موقع عنایت کریں گے۔

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد ا، ص: ۳۵۶، ۳۵۷)

﴿تحریر و تصنیف﴾

حضرت بدر ملت افتاء تدریس کے علاوہ رواں دواں قلم کے بھی مالک تھے، بے شمار مصروفیات اور کثیر مشاغل کے حصار ہونے کے باوجود آپ نے درسی اور غیر درسی تقریباً دو درجن کتابیں تحریر فرمائی ہیں جو صرف ہندوستان ہی میں نہیں متعدد ممالک میں مقبول ہیں ، بلکہ ان کی نصابی کتابیں ہندوستان کے لگ بھگ اکثر صوبوں اور پاکستان کے بعض علاقوں اور ساؤتھ افریقہ اور بہت سے ممالک میں داخل نصاب ہو چکی ہیں، ان کی مقبولیت مصنف کے اخلاص کا پتہ دے رہی ہے۔

تصنیفات حسب ذیل ہیں:

﴿درسی﴾

(۱) فیض الادب اول (عربی ادب)
(۲) فیض الادب ثانی (عربی ادب)
(۳) جواہر المنطق (فن منطق)
(۴) تلخیص الاعراب (نحو)
(۵) عروس الادب (صرف)
(۶) تعمیر قواعد اول (ادب)
(۷) تعمیر قواعد دوم (ادب)
(۸) تعمیر ادب قاعدہ (برائے اطفال)
(۹) تعمیر ادب اول
(۱۰) تعمیر ادب دوم
(۱۱) تعمیر ادب سوم
(۱۲) تعمیر ادب چہارم
(۱۳) تعمیر ادب پنجم

﴿غیر درسی﴾

(۱۴) سوانح اعلیٰ حضرت
(۱۵) سوانح غوث وخواجہ
(۱۶) نورانی گلدستہ
(۱۷) رسالہ ''ردِ تقویۃ الایمان''

(۱۸) عطیہ ربانی در مقالہ نورانی
(۱۹) تحقیقی جواب
(۲۰) تحریری روداد مناظرہ اظہار حق
(۲۱) مضامین بدر ملت
(۲۲) الجوب المتین عن سوال محمد امین
(۲۳) الجوب النورانی عن سوال الھمد انی

﴿وعظ وتقریر﴾

اصلاح ناس، تطہیر معاشرہ، تعلیم احکام، ترغیب عشق مصطفیٰ کے لیے نہایت شستہ اور متین ہوتی۔ زیادہ تر آپ لوگوں کے دلوں میں عشق مصطفیٰ کا چراغ روشن کرنے کی کوشش کرتے، نماز، روزہ اور احکام شریعت کی اہمیت بتاتے، آپ کے اندر اصلاح وہدایت کا جذبہ اس قدر بیدار تھا کہ ۱۵/۱۵/۲۰/۲۰ رکلومیٹر سائکل خود چلا کر تشریف لے جاتے، اور لوگوں کو تعلیمات اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم اور مسلک حق اہل سنت و جماعت سے روشناس کراتے، وہابیوں، دیوبندیوں، بدمذہبوں، ایمان کے دشمنوں سے دور رہنے کا حکم دیتے، فقیر راقم الحروف کو حضور والا کی کئی تقریریں سننے کا موقع میسر آیا۔ فالحمد لله علیٰ ذالك

﴿کچھ مشاہدے، کچھ باتیں﴾

حضور آقائے نعمت بدر ملت علامہ شاہ بدرالدین احمد قادری رضوی علیہ الرحمۃ سے راقم الحروف کو شرف تلمذ حاصل ہے، اور شرف بیعت و ارادت بھی، ان کی بارگاہ فیض بار سے بحمدہ تعالیٰ چار سال فیض درس لیا، میں نے ان کے لیل ونہار بھی دیکھے، ان کی نشست و برخاست بھی، ان کا اسلوب تدریس بھی دیکھا، انداز تربیت وارشاد بھی، اس لیے چند باتیں پیش کی جارہی ہیں۔

حضرت والا کا اسلوب تدریس نہایت انوکھا طریقہ تفہیم سہل تر تھا، مثلاً نحو میر پڑھانے کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے ایک صفحہ یا نصف صفحہ کی عبارت پڑھوا کر سنتے، پھر اس میں جتنے کلمے عربی کے آتے ان کی پہلے صرف

صغیر وکبیر کراتے ،صیغوں کی پوری پہچان کراتے ، جب ہر بچہ سارے صیغوں کو متعین طور پر جان لیتا،اور معنیٰ بھی سمجھ جاتا تو اب تمثیلات کی روشنی میں نہایت سلجھے انداز میں عبارت کا مطلب بولتے ،جس سے نہایت آسانی کے ساتھ عبارت کا مفہوم طلبہ کے ذہن میں اتر جاتا،مثلاً کلمہ اوراس کی تقسیم نیز کلمہ اوراقسام پھر اقسام کے درمیان فرق سمجھاتے وقت حضرت والا نے میری جماعت کے سامنے کچھ اس طرح تقریر کی تھی۔

روٹی تین قسم کی بنتی ہے (۱) چپاتی روٹی (۲) تنوری روٹی (۳) ہتھوڑی روٹی (ہاتھ والی روٹی)،تو روٹی کی تین قسمیں ہوگئیں، چپاتی ،تنوری ،ہتھوڑی ، پھر تینوں میں سے ہرایک کو روٹی کہیں گے ،مگر تینوں میں سے ایک کو دوسرے پرنہیں بولیں گے ،یعنی چپاتی کو تنوری اور تنوری کو ہتھوڑی نہیں کہتے ،ٹھیک ایسے ہی کلمہ کی تین قسمیں ہیں ۔(۱) اسم (۲) فعل (۳) حرف ،تو اسم فعل حرف میں سے ہرایک کو کلمہ کہتے ہیں،اور ہرایک پرکلمہ کا لفظ بولتے ہیں،لیکن ان میں سے ایک کو دوسرے پر نہیں بولتے مثلاً اسم کو حرف یا فعل کو اسم نہیں کہتے اس دل نشیں تمثیل کے ذریعہ مقسم اوراقسام کے درمیان اوراقسام کے مابین کا اہم فرق حضرت نے بڑی آسانی سے سمجھا دیا جب کہ مقسم واقسام کے درمیان فرق معیاری جماعت کے بچوں کو بمشکل سمجھ میں آتا ہے۔

روزانہ موسم گرما میں حضرت علیہ الرحمۃ عصر کی نماز پڑھ کر درود شریف پڑھتے اور مختصر ورد کرتے ، پھر مدرسہ غوثیہ فیض العلوم کے صحن میں چارپائی پر تشریف فرما ہوتے ،اور جس جماعت کے بچوں کو پڑھانا چاہتے بلاتے ۔ بچے حاضر ہوتے ،زیادہ تر حضرت میزان ،نحومیر ، پنج گنج کے طلبہ کو بلاتے ۔، پھر ہرایک کو تین حروف کا مادہ دیتے ،اورصرف کبیر وصغیر کراتے ،قرآنی صیغوں کی تعیین اور گردان کراتے ،سونے ،اٹھنے ،مسجد میں داخل ہونے اوراس سے نکلنے، چاند دیکھنے کی دعا یاد کراتے ، پھر دعا کا ترجمہ کراتے ، یوں ہی ترکیب کراتے ، بچوں کی زبان اور تلفظ صحیح کراتے ،اگر کوئی بچہ نماز کو نماج کہہ دیتا تو مشق کراتے ، یہاں تک کہ وہ نماز کہنے لگتا، اس طرح مغرب تک بچوں کی خصوصی تربیت کرتے ،کبھی کبھی مغرب کے بعد یا عشا کے بعد بھی آجاتے ،اور اونچی جماعت کے طلبہ کو پڑھاتے ،غرض صرف اوقات تعلیم ہی تک اپنی تدریس محدود نہ رکھتے ،اس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت والا کے پاس پڑھے ہوئے آج جہاں کہیں ہیں وہ بھی اخلاص عمل،عربی،اردو، فارسی جملوں کی ترکیب، دینی تصلب ،بدمذہبوں سے نفرت ان کی برملا تردید کے اوصاف رکھتے ہیں۔

حضرت بدر ملت علیہ الرحمۃ عمل بالشریعۃ کے پیکر تھے،شرعی احکام پر عمل کے درج ذیل واقعے قابل ذکر ہیں۔

(۱) ۱۹۸۵ء میں جب شوال میں مدرسہ غوثیہ کے اندر راقم السطور کا داخلہ ہوگیا، فارسی کی پہلی شروع کرنے کے لیے حضرت کے یہاں پوری جماعت کے ساتھ حاضر ہوا، ساتھ ہی شیرینی بھی موجود تھی، حضرت نے پہلے پوری جماعت پر نظر ڈالی، جماعت میں سب سے کم عمر میں تھا اور ایک مولانا مظفر علی بہرائچی، پھر پوچھا کہ شیرینی میں سب لوگوں کے روپیے شامل ہیں، جواب اثبات میں دیا گیا۔تو مجھ سے اور مولانا مظفر علی صاحب سے حضرت نے استفسار فرمایا، کہ تم دونوں بالغ ہو؟ تو ہم دونوں نے نفی میں جواب دیا۔تو فرمایا: تمہارے کتنے روپیے شامل ہیں؟ ہم نے کہا: دو روپیے، فوراً آپ نے اپنی جیب سے دو روپیے نکالے اور واپس کرنے لگے۔، ہم دونوں متفکر ہو گئے کہ شاید حضرت ہم دونوں سے ناراض ہو گئے ہیں، اس پر حضرت نے نہایت نرمی کے ساتھ مسئلہ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نابالغ اپنی چیز دوسرے کو نہیں دے سکتا، اس لیے اپنے روپیے واپس لے لو، ورنہ شیرینی کو تقسیم کرنا جائز نہ ہوگا۔

اسی طرح ۱۹۸۶ء یا ۱۹۸۷ء کی بات ہے، میں بڑھیا سے دو کلومیٹر کی دوری پر کھنڈسری بازار کچھ ضرورت کے سامان خریدنے گیا تھا، (وہاں ہر جمعرات کو بازار لگتا ہے) نماز مغرب سے کچھ پہلے مدرسہ کی طرف واپس آرہا تھا، ابھی تقریباً آدھا کلومیٹر مسافت طے کی تھی کہ دیکھا حضرت بدر ملت سائیکل سے میری طرف تشریف لا رہے ہیں، میں نے سوچا حضرت ذرا قریب آجائیں تو سلام کروں گا، اور جب قریب ہوئے تو ابھی میں سلام کرنے ہی والا تھا کہ پہل کرتے ہوئے انہوں نے ہی مجھے سلام کیا، اور آگے چلے گئے۔، میں نے جواب دیا، اندر ہی اندر میں بہت شرمندہ ہوا، کہ مجھے پہلے ہی سلام کرنا چاہیے، اس کے بعد میں سوچنے لگا کہ مدرسہ میں اکثر حضرت سلام کرنے کا موقع دیتے رہے اور اس وقت کیوں نہ دیا؟ مگر کچھ سمجھ نہ سکا، آخر کار جب یہ حدیث نظر سے گزری کہ ''تم میں سوار پیدل کو سلام کرے'' (عن ابی هريرة قال قال رسول الله عليه السلام: [يسلم الراكب على الماشی] الخ مشكوة باب السلام ص ۳۹۷) اس وقت آنکھ کھلی کہ حضرت نے اس وقت سلام کرنے میں اتنی پہل کیوں کی تھی؟

ان واقعات سے اندازہ لگایا جائے کہ حضرت بدر ملت علیہ الرحمۃ کس طرح شریعت مصطفیٰ ﷺ کے پابند تھے، اور اپنے نبی ﷺ کی سنتوں کے عامل تھے۔

آپ کے حسن اخلاق کا یہ واقعہ آج تک نہاں خانہ ذہن میں محفوظ ہے، ۱۹۸۵ء کی بات ہے کہ

میں اس وقت احکام شریعہ کا مکلّف نہ تھا، کبھی کبھار حضرت کے گھر میں حضرت کی اجازت سے جایا کرتا تھا، ایک رات بعد مغرب کسی قریب ہی کے گاؤں میں بغرض وعظ تشریف لے جا رہے تھے، اس لیے مجھے حکم فرمایا کہ جب تک میں نہ آجاؤں گھر میں رہنا، میں اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہوئے تیار ہو گیا، حضرت نے کمرے کے اندر سے خرما سے بھری ایک تھیلی لا کر دی، اور چار پائی پر ایک عمدہ قسم کا کمبل بچھا دیا، پھر فرمایا یہ خرما کھاؤ اور اس پر بیٹھو، عشا کی نماز کے بعد یہیں سو جانا، اس کے بعد حضرت روانہ ہو گئے، جب گھر سے باہر ہو گئے، میں اسی کمبل پر بیٹھ گیا، اتنے میں امی صاحبہ نے دیکھا تو فرمایا بابو! جس کمبل پر تم بیٹھے ہو اس کو حضرت اوڑھتے ہیں، اتنا سنتے ہی میں اٹھ گیا، اور امی صاحبہ نے دوسرا بستر بچھایا، پھر اس پر بیٹھا۔

اس سے صاف ظاہر و باہر ہے کہ حضرت علیہ الرحمۃ بے پناہ شفقت و محبت فرمانے والے استاذ تھے، اور حسن اخلاق کے پیکر مجسم بلکہ بلند اخلاق کے نقطہ انتہا پر فائز تھے۔

یہ غیر مرتب جملے چند صفحات پر مشتمل نہایت عجلت میں قید تحریر میں آئے۔ خواہش تو یہ تھی کہ فرصت میں ایک مفصل مضمون لکھوں جو آپ کی حیات کے اکثر گوشوں پر حاوی ہو لیکن ہجوم افکار، کثرت کار مانع ہے۔ بہر کیف مالا یدرك كله لا يترك جزء ہ کے مطابق یہی جملے بارگاہ بدر ملت میں قبول ہو جائیں، تو زہے عز و شرف۔

اللہ کریم حضرت بدر ملت علیہ الرحمۃ کے خلیفہ مجاز مولانا صوفی عبد الصمد صاحب قبلہ قادری رضوی نوری دام ظلہ نگراں اعلیٰ دار العلوم گلشن رضا کولمبی، ضلع ناندیڑ، مہاراشٹر کو فلاح دنیا اور سعادت عقبیٰ سے سرفراز فرمائے، کہ انہوں نے بدر ملت کی بعض غیر مطبوع اور بعض مطبوع تصنیفات کو از سر نو منظر عام پر لانے کا کارنامہ انجام دیا، پھر تقریباً پانچ سال کی مسلسل جد و جہد اور بے پایاں کوششوں کے ذریعہ ان کی زندگی پر عظیم الشان دستاویز بنام ''معارف بدر ملت'' رو بروئے عالم لانے کی سعادت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہتریں صلہ دے، بدر ملت علیہ الرحمۃ کے فیوض ان کے علم و عمل، تقویٰ کا کچھ حصہ انہیں اور ہمیں اور افراد اہل سنت کو عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبینا محمد ﷺ و علیٰ آله و صحبه و ابنه الغوث الأعظم وسلم۔

محمد ابو الحسن قادری مصباحی غفر لہ ربہ القوی
خادم افتا و تدریس جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو یوپی

﴿ کچھ اہل علم کے شبہہ کا ازالہ ﴾

حضور بدرالعلماء قدس سرہ العزیز سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم ص:۷۲۱، نیز فتاویٰ برکاتیہ کے صفحہ: ۵۷۲ پر یوں مرقوم ہے ''رہی مولانا بدرالدین احمد قدس سرہ کی بات کہ انہوں نے الحاق کی وجہ سے فیض الرسول براؤں شریف کی ملازمت چھوڑی تو یہ ان کے چند جھوٹے مریدین کا الحاقی مدارس کے علماء کی تحقیر اور اپنے پیر کی تعظیم کے لیے جھوٹا پروپیگنڈہ ہے جو بالکل غلط اور بے بنیاد ہے''۔

اس تحریر کے سلسلے میں قارئین سے گزارش ہے کہ ''بدرالعلماء'' کاروان حیات'' کے عنوان سے حضرت مولانا مفتی ابوالحسن صاحب قبلہ کے مضمون جسے ''معارف بدرالعلماء'' میں شامل کرنے کے لیے ۱۴۲۷ھ میں موصوف نے تحریر کیا تھا، اس مضمون میں جہاں آپ کے دوسرے گوشہائے زندگی پر مستند حوالوں کے ساتھ سیر حاصل گفتگو کرنے کی سعی کی ہے وہیں آپ کے براؤں شریف فیض الرسول سے مستعفی ہونے کے اسباب کو حافظ امام بخش صاحب ویشالوی کے خط کے جواب میں حضور بدرملت کے مکتوب کے حوالہ پیش کرتے ہوئے بہت ہی عمدہ اور حسین پیرائے میں پورے طور پر خبر لی ہے اور اخیر میں دونوں کتابوں کے طابعین سے مذکورہ بالا عبارت نکالنے کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا ہے کہ ''اس قسم کی خلاف واقعہ اور غلط باتوں کی اشاعت جب کتب فتاویٰ سے ہوگی تو امان اٹھ جائے گا، خدارا کتب فتاویٰ کی قدر وعظمت برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے، مگر مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ اب تک اس جانب کسی نے کوئی توجہ نہیں فرمائی۔

اب بفضلہٖ تعالیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فتاویٰ کی طباعت کا کام ہونے جا رہا ہے۔ لہٰذا راقم عبد الصمد قادری اس مجموعہ فتاویٰ میں مفتی صاحب موصوف کا وہی تفصیلی مقالہ ''معارف بدرالعلماء'' کے صفحہ:۱۹۴ سے شامل کررہا ہوں اور اس کے ساتھ ہی حضور بدرملت کا لکھا ہوا ایک تفصیلی گرامی نامہ جو براؤں شریف فیض الرسول کو خیر آباد کہنے ہی کے سلسلے میں علمبردار مسلک اعلیٰ حضرت حضرت علامہ محمد حسن علی صاحب قبلہ میلسی پاکستان کے نام ہے اس کو 'معارف بدرالعلماء'' کے ص:۵۴ سے من وعن نقل کردیا ہے تاکہ ہر خاص وعام پر روشن وعیاں ہو جائے کہ حضرت کے فیض الرسول کی ملازمت چھوڑنے کے علل واسباب کیا تھے؟

۹۲/۸۶ ے

از: مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی تاریخ ۲؍ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

حضرت مولانا ذوالمجد والکرم وعلیکم السلام ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ ذریعہ نیپال ڈاک چھمی نگر مرزا تبارک بیگ کے پاس پہونچا مرزا کے صاحبزادے نے ذریعہ ہندوستان ڈاک اپنے لفافہ میں رکھ کر میرے پاس براؤں شریف بھیجا جو مجھے شوال کے نصف آخر میں وصول ہوا، میں ادارہ فیض الرسول براؤں شریف میں درسی خدمات پر ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ میں مقرر ہوا، ایک ماہ آٹھ دن کم انیس سال تک ادارۂ ھٰذا میں میرا قیام رہا، یہ ادارہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے مسلک مقدس کا نقیب وداعی تھا، اس ادارہ میں رجسٹر اور دیگر کاغذات اسلامی تاریخ وسنہ کے مطابق رکھے جاتے تھے اور مشاہرے اسلامی ماہ کے مطابق ادا کیے جاتے تھے، قیام ادارہ کے تقریباً تین یا چار سال کے بعد کچھ لوگوں نے تحریک کر کے ادارہ ہٰذا کا الہٰ آباد بورڈ سے الحاق کرایا اور درس نظامیہ کے ساتھ گورنمنٹ کا منظور کردہ درس عالیہ بھی ادارہ کے تعلیمی نصاب میں شامل کرایا میں نے روز اول ہی الحاق کی شدید مخالفت کی لیکن اربابِ حل وعقد نے اس پر توجہ نہ دی آج چار سال کا زمانہ ہو رہا ہے کہ الہٰ آباد بورڈ نے ادارہ کو ایڈ دینے کے ساتھ مدرسین کو بھی الگ سے امداد دینا جاری کیا سب مدرسین نے امداد لینا قبول کیا لیکن میں نے لینے سے انکار کیا ،اس نئی امداد کے بعد بورڈ نے کچھ پابندیاں عائد کیں جس کے مطابق ادارہ کے سارے کاغذات انگریزی ماہ و سنہ کے مطابق کر دیئے گئے۔امسال ربیع الآخر شریف ۱۳۹۴ھ میں جب رجسٹر حاضری مدرسین انگریزی ماہ کے مطابق کیا گیا تو میں نے اس میں دستخط کرنے سے انکار کر دیا پھر میں نے دیکھا کہ میں ان معاملات میں اکیلا ہو رہا ہوں اور یہ بھی محسوس کیا کہ ادارہ کے طلبہ میں اب دین وعلم کے حصول کا جذبہ نہیں بلکہ بورڈ کے مولوی ،عالم کے درجات پاس کر لینے پر دھیان ہے تاکہ طبیہ کالج وغیرہ میں داخلہ کی سہولت ملے نیز یہ بھی محسوس کیا کہ ادارہ کے کرتا دھرتا مقصد حاصل کرنے میں جائز اور ناجائز کا امتیاز نہیں رکھتے اس لیے میں نے شعبان ۱۳۹۴ھ سے پہلے ہی یہ عزم کر لیا کہ مجھے ادارہ ہٰذا سے الگ ہو جانا ہے چنانچہ سالانہ تعطیل کے موقع پر ۷؍شعبان ۱۳۹۴ھ کو میں نے استعفا نامہ داخل کر دیا جس میں لکھا کہ ادارہ فیض الرسول کے حالات اب میرے لیے سازگار نہیں رہ گئے اس لیے ۲۱؍شوال سے مجھے ادارہ کی درسی خدمت سے سبکدوش متصور کریں، پھر استعفا

کے مطابق میں ۲۱ رشوال کو براؤں شریف سے دوسری جگہ اپنے ملنے جلنے والوں کے یہاں چلا گیا، براؤں شریف سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں بڑھیا ہے جہاں مدرسہ غوثیہ فیض العلوم قائم ہے، مدرسہ غوثیہ مذکورہ ادارہ فیض الرسول براؤں شریف کی شاخ ہے لیکن یہ مدرسہ بورڈ سے الحاق شدہ نہیں ہے مدرسہ ہٰذا کے اراکین نے اصرار کر کے مجھے اپنے ادارہ میں مقرر کر دیا، میں اس وقت مدرسہ غوثیہ ہی میں درسی خدمات انجام دے رہا ہوں، میں حالات سے اتنا مضمحل ہوں کہ خطوط کے جواب میں طویل تاخیر ہو جاتی ہے، چنانچہ آپ کے گرامی نامہ کو آئے ایک ماہ سے زیادہ ہوا مگر اب تک اس کا جواب نہیں جا سکا، یہ جو کچھ لکھ رہا ہوں ۲ رذی الحجہ کو شروع کیا آج ۳ رذی الحجہ کو ختم کر رہا ہوں، چوں کہ اس وقت پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ڈاک کا سلسلہ جاری ہو چکا ہے اس لیے ذیل کے پتوں پر براہِ راست استفتا بھیج کر فتویٰ حاصل کریں (۱) حضرت سرکار مفتیٔ اعظم ہند رضوی دارالافتا محلّہ سوداگران بریلی شریف (۲) حضرت مولانا قاضی عبدالرحیم صاحب مفتی منظر اسلام سوداگران بریلی شریف (۳) حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ یوپی (۴) حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب مفتی کانپور مدرسہ احسن المدارس قدیم نئی سڑک کان پور (۵) حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی صاحب مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ شہر میرٹھ۔

یہ گزارش اس لیے ہے کہ میرے یہاں سے استفتا جانے میں خود دارالافتا کے ارباب اہمیت نہ دے کر قطعی تاخیر سے کام لیں گے جیسا کہ بار ہا کا مشاہدہ ہے بلکہ کیا عجب ہے کہ بعض جگہ سے جواب ہی نہ آئے جیسا کہ یہ واقعہ بھی پیش آ چکا ہے، دوسرے یہ کہ ان حضرات کے جوابات میرے پاس آئیں پھر میں آپ کے یہاں بھیجوں اس میں تاخیر در تاخیر ہوگی، ہاں اگر ہند و پاک کے درمیان ڈاک آنے جانے کا راستہ بند ہوتا تو مجبوراً میں ہی استفتا بھیج کر اپنے یہاں منگواتا پھر نیپال بھیجتا وہاں سے ڈاک آپ کی خدمت میں روانہ ہوتی لیکن جب راستہ کھل گیا ہے تو اتنے واسطوں کی کیا ضرورت ہے۔

ایک عرض ہے کہ آپ حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی خدمت میں اپنی طرف سے سفارش نامہ بھیج دیں کہ حضرت موصوف ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گجرانوالہ میرے نام جاری کر دیں۔

فقط والسلام

بدرالدین احمد قادری رضوی ۳ رذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

﴿کتاب العقائد﴾

مسئلہ: از: محمد بشیر قادری چشتی یارعلوی ڈفلڈ ہوا ضلع گونڈہ

زید نے عوام میں یہ پھیلایا، خدا اور رسول چاہے گا تو یہ کام ہو جائے گا یا کرلوں گا یا مقدمہ میرا فتح ہو جائے گا، تو ایسا نہیں کہنا چاہیے، خدا چاہے گا تو ہو جائے گا، ایسا کہنا چاہیے، خدا میں رسول کو نہیں شریک کرنا چاہیے کیوں کہ دلیل قرآن سے ثابت ہے کہ وحدانیت میں رسول کو شریک نہیں کرنا چاہیے اور لوگ رسول کی تعریف اتنا کر دیتے ہیں کہ خدا سے بھی رسول کا مرتبہ بڑھا دیتے ہیں، قرآن شریف میں آیا ہے: ﴿لله ما فی السمٰوٰت وما فی الارض﴾البقرة آیت نمبر ۲۸۴) زمین آسمان میں جتنا ہے سب خدا نے پیدا کیا ہے اور جو کرنا ہوتا ہے خدا ہی کرتا ہے اور کسی نبی ولی کو اختیار نہیں کہ جو چاہیں نبی ولی کر ڈالیں سب خدا ہی کرتا ہے اور کرے گا۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ مکہ کے کچھ لوگوں نے رسول سے سوال کیا کہ یہ بتا دو تو آپ نے کہا کل بتا دوں گا، اس پر سولہ دن تک وحی نہیں آئی سولہ دن کے بعد آیات ﴿ولا تقولن لشایء انی فاعل ذٰلك غدا الا ان یشاء الله﴾ (الکھف آیت ۲۳/۲۴) نازل ہوئی اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے رسول جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرو یا بتانے کا ارادہ کرو تو انشا اللہ کہہ لیا کرو کہ خدا چاہے گا تو بتا دوں گا یا کروں گا، اگر رسول کو معلوم ہوتا تو فوراً بتا دیتے یہ نہ کہتے کہ کل بتا دوں گا۔

تیسری دلیل: حدیث شریف سے یہ ہے صحابی نے رسول سے کہا کہ حضور اگر آپ حکم دو تو ہم یہ کریں تو آپ نے جواب دیا کہ مجھے اللہ کے شریک نہ کرو میں غیر اللہ ہوں، اللہ کی وحدانیت میں مجھے شریک نہ کرو۔ تو یہ ثابت ہوا خدا میں رسول کو شریک نہیں کرنا چاہیے اور لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ خدا اور رسول چاہے گا تو یہ کام کروں گا یا ہو جائے گا، ایسا کہنا شرک ہوگا، اور اگر رسول کو شامل کرنا ہوتا تو ان شاء الرسول بھی قرآن میں آتا اور ان شا اللہ ہی کیوں آیت میں آتا لیکن قرآن میں ان شاء الرسول نہیں آیا۔

اور بکر میلاد شریف میں ختم صلاۃ وسلام کے بعد یہ شعر پڑھتا ہے: اے خدا کے لاڈلے پیارے رسول۔ لو سلام اب تو ہمارا ہو قبول۔ عمرو کا کہنا ہے کہ: وحدانیت کی آڑ میں رسالت کی توہین ہے'' بکر کہتا

ہے کہ: توہین نہیں بلکہ تعریف ہے قرآن شریف وحدیث شریف کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں، عین مہربانی ہوگی نیز قرآن شریف اور حدیث شریف سے زید کے اوپر کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب : نمبرا: بے شک مشیئت حقیقیہ ذاتیہ مستقلہ صرف اللہ جل جلالہ ومجدہ کے لیے ہے اور مشیئت عطائیہ تابعہ لمشیئۃ اللہ تعالیٰ رب العزت جل جلالہ نے اپنے عباد (بندوں) کو عطا فرمائی ہے پھر چوں کہ تمام بندگان الٰہی میں سرکار مصطفےٰ ﷺ سب سے افضل واعلی بلند وبالا، رب العلمین جل جلالہ کے خلیفۂ اعظم ونائب اکبر ہیں اس لیے سرکار کی مشیئت کو اللہ تعالیٰ نے پورے کائنات عالم میں دخل عظیم عطا فرمایا ہے، امام طبرانی، معجم کبیر میں حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے'' راوی :[ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر الشمس فتاخرت ساعۃ من نہار] یعنی سرکار مصطفےٰ رسول اعظم ﷺ نے آسمان پر چلتے سورج کو حکم دیا کہ کچھ دیر چلنے سے ٹھہر جاوہ فوراً ٹھہر گیا۔

(معجم کبیر للطبرانی بحوالہ الامن والعلی ص ۹۹) دیکھو دنیا کے جاہ وجلال والے بادشاہ اور حکمت ودانش والے تمام سائنس داں اپنا سارا زور لگادیں مگر سورج کی رفتار ایک سکنڈ کے لیے بند نہیں ہوسکتی، لیکن قربان جاؤ اللہ کے خلیفۂ اعظم پیارے مصطفےٰ ﷺ پر کہ آپ نے اپنے رب جل جلالہ وعلا مجدہ کی عطا فرمودہ مشیئت سے کروڑوں میل کی دوری پر چلتے سورج کو ٹھہرا دیا فالحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین، بخاری شریف کے شارح، مشہور محدث حضرت امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی کتاب ''مواہب لدنیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

الا بابی من کان ملکا وسیدا — وآدم بین الماء والطین واقف

اذا رام امرا لایکون خلافہ — ولیس لذلک الامر فی الکون صارف

یعنی خبردار! میرے باپ قربان ان پیارے مصطفےٰ پر جو بادشاہ اور سردار ہیں اس وقت سے جب آدم علیہ الصلاۃ والسلام ابھی آب وگل۔ پانی ومٹی کے اندر ٹھہرے ہوئے تھے وہ جس بات کا ارادہ کریں اس کے خلاف نہیں ہوتا تھا تمام جہاں میں کوئی ان کے حکم کا پھیرنے ولا نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (بحوالہ الامن والعلی ص ۱۰۱) اور محمد رسول اللہ تو محمد رسول اللہ ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک نائب اور خادم سیدنا مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت امت مرحومہ کو جو اعتقاد ہے وہ

حضرت شاہ محدث دہلوی کے صاحب زادے اور امام الوہابیہ کے چچا، اور داد پیر حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے قلم سے حضرت موصوف اپنی کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ کلکتہ ص ۳۹۶'' میں لکھتے ہیں، حضرت امیر و ذریت طاہرہ را تمام امت برشاں پیراں و مرشداں می پرستند و امور تکوینہ بایشاں وابستہ می دانند'' یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شہزادگان کو امت کے سارے لوگ پیروں و مرشدوں کی طرح بہت مانتے ہیں اور کاروبار عالم کو ان کے دامنوں سے وابستہ جانتے ہیں، اور سنیے! شہزادۂ رسول سرکار غوث اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ مبارکہ غوثیہ میں فرماتے ہیں: ولو القیت سری فوق میت لقام بقدرة المولی تعالی'' یعنی اگر میں اپنا راز کسی مردہ پر ڈال دوں تو قدرت الٰہی سے وہ ضرور زندہ ہو جائے گا۔ بخاری، مسلم، نسائی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ائمہ حدیث نے یہ صحیح جلیل حدیث روایت کی ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکار مصطفےٰ ﷺ سے عرض کرتی ہیں: [ماری ربك الایسارع فی هواك] یعنی یارسول اللہ میں یہی دیکھتی ہوں کہ رب العزۃ جل جلالہ حضور کی چاہت پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے، سبحان اللہ! کیسی پیاری چاہت ہے سرکار مصطفےٰ ﷺ کی اور کیسی مبارک مشیت ہے پیارے نبی کی، خود رب العلمین جل جلالہ جلد سے جلد اسے قبول و اجابت کا سہرا عطا فرماتا ہے، بس اسی مشیت عطائیہ مبارکہ کے باعث مسلمان حضرات نام الٰہی کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کا نام پاک ملا کر یوں کہہ دیا کرتے ہیں اللہ و رسول چاہیں تو یہ کام ہو جائے گا۔ شرع کے نزدیک ایسا کہنا ہرگز شرک نہیں۔ امام الوہابیہ ملا اسمعیل اور دیگر وہابیہ کی دھاندھلی ہے کہ یہ لوگ اس کہنے کو شرک قرار دیتے ہیں۔

ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کے اعتقاد میں اللہ رب العزۃ کی مشیت ذاتی مستقل ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مشیت عطائی تابع ہے اس لیے ہماری بولی میں کوئی ایسا لفظ ضرور ہونا چاہیے جس سے سننے والے کو مشیت ذاتی مستقل اور مشیت عطائی تابع کے درمیان فرق واضح رہا کرے، لہٰذا مذکورہ بالا جملوں کو یوں استعمال کیا جائے ''اگر اللہ تعالیٰ پھر اس کے رسول چاہیں تو یہ کام ہو جائے گا'' جیسا کہ کہ علمائے اہل سنت بولتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ثم شاء رسولہ ﷺ۔ امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضور حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے خواب میں ایک کتابی

(یہود یا نصرانی) سے ملاقات کی اس کتابی نے کہا تم لوگ کیا ہی اچھی قوم ہوا گر شرک نہ کرتے ،تم لوگ کہا کرتے ہو ما شا اللہ و شاء محمد ﷺ اللہ جو چاہے اور جو چاہیں محمد ﷺ۔ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ خواب سرکار مصطفےٰ ﷺ کے سامنے پیش کیا، سرکار نے فرمایا: سنتے ہو خدا کی قسم واقعی تمہاری اس بات پر مجھے خیال گزرتا تھا کہ کفار مکہ مخالفین مسلمانوں پر شرک کا الزام اٹھائیں گے چنانچہ خواب میں ایک کتابی نے شرک کا اتہام جڑ ہی دیا۔اچھا اب یوں کہا کرو[ما شاء اللہ ثم شاء محمد ﷺ] جو چاہے اللہ پھر جو چاہیں محمد ﷺ'' یہ حدیث ابن ابی شیبہ وطبرانی وبیہقی وغیرہ نے بھی روایت کی ہے (بحوالہ الامن والعلیٰ ص۱۷۴)

اس حدیث کریم سے صاف واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام کے درمیان یہ جملہ کہ اللہ ورسول چاہیں تو فلاں کام ہو جائے گا خوب رواں دواں تھا لیکن چوں کہ یہودی کافر صحابہ کرام پر شرک کی تہمت لگاتے تھے اس لیے سرکار نے اس کے بجائے یوں بولنا سکھایا کہ اللہ پھر رسول چاہیں تو فلاں کام ہو جائے گا۔اس سے ثابت ہوا کہ دونوں جملے جائز ہیں اور شرک سے پاک ہیں۔لیکن چوں کہ صحابہ کے زمانے میں یہودی اور ہمارے زمانہ میں وہابی پہلا جملہ بولنے پر طعنہ دیتے تھے اور دیتے ہیں اس لیے ہمارے سرکار کے سکھانے کے مطابق ہمیشہ دوسرا جملہ یعنی ''اللہ پھر رسول چاہیں تو یہ کام ہو جائے گا'' بولنا چاہیے کہ دوسرا جملہ طریقہ ادب سے زیادہ میل کھاتا ہے۔یہ خوب واضح رہے کہ اللہ کے مقدس نام کے ساتھ سرکار مصطفےٰ ﷺ کا نام ملا کر بولنا ہرگز ہرگز شرک نہیں۔دیکھو قرآن شریف میں رب العزت جل جلالہ فرماتا ہے:﴿ومانقموا الا ان اغنٰهم الله ورسوله من فضله﴾[سورۃ توبۃ،آیۃ:۷٤] یعنی اور ان کو کیا برا لگا یہی نہ کہ ان کو دولت مند کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے۔بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب ابن جمیل نے زکوۃ دینے میں کمی کی تو سرکار مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا: وما ینقم ابن جمیل الا انه کان فقیرا فاغناه الله ورسوله'' یعنی ابن جمیل کو کیا برا لگ رہا ہے یہی نہ کہ وہ پہلے مفلس محتاج کنگال تھا پھر اللہ ورسول نے اسے مالدار بنا دیا۔دیکھو قرآن وحدیث میں دولت مند بنا دینے کی نسبت ایک ساتھ اللہ ورسول کی طرف کی گئی ہے،اگر چہ وہابیوں کے جھوٹے مذہب میں ایسی نسبت جائز نہیں بلکہ شرک ہے مگر شریعت اسلامیہ میں قطعی جائز وحق ہے کیوں کہ اغنا (محتاجوں کو مالدار بنا دینا) کی

نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف مانی جائے گی تو اس سے مراد اغنائے حقیقی ذاتی مستقل ہوگی اور جب حضور کی طرف مانی جائے گی تو اس سے مراد اغنائے عطائی تابع ہوگی۔اب زید سے پوچھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ غنی بنادینے میں رسول کو بھی ملایا تو شرک ہوا یا نہیں اور خدا کی وحدانیت کے خلاف ہوا یا نہیں؟ اگر کہے شرک ہوا، تو وہ کھلم کھلا کافر اور دیو کا بندہ ہو گیا اور کہے کہ شرک نہیں، تو اس سے کہو کہ ''اللہ ورسول چاہیں'' یہ بولنا کیوں کر شرک ہے؟ یہ حقیقت پوست بر کندہ ہے کہ وہابیوں کے بڑے بڑے ملا شان الٰہی کے پہچان سے قطعی جاہل ہیں اور نرے بُزا خفش ہیں۔ان کو ''ت، وح، ی، د،'' کے صرف پانچ حروف رٹا دیے گئے ہیں باقی اس کے مفہوم کی انہیں بالکل خبر نہیں۔ان کو یہ پتا نہیں کہ اللہ کی ذات مقدس غیر متناہی ہے، اس کی صفات کی گنتی غیر متناہی ہے، اس کی ہر صفت یہاں تک کہ گھاس کے صرف ایک تنکے کے بارے میں اس کا علم جو ہے وہ بھی غیر متناہی ہے، اس کی قدرت غیر متناہی۔ان ملاؤں کو رب العٰلمین جل جلالہ کی پہچان نصیب نہیں اس لیے سنی مسلمان علماء بیان کرتے ہیں کہ اللہ پاک کی تعلیم کی بدولت سرکار مصطفےٰ ﷺ کو تمام ما کان وما یکون (جو کچھ ہوا اور قیامت تک جو کچھ ہوتا رہے گا) کا علم حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے پیارے نبی ﷺ کو ساری کائنات کا غیب جاننے پر قابو دیا ہے کہ پیارے نبی جب چاہیں زمین، آسمان، عرش، کرسی، لوح وقلم کا غیب دریافت کرلیں تو بس وہابی ملا فوراً شور مچاتے ہیں کہ دیکھو لوگو! رسول کو خدا کے برابر کر دیا۔اور جب سنی علما سرکار مصطفےٰ ﷺ کی تعریف یوں کرتے ہیں تمام ما کان وما یکون کا علم پیارے مصطفےٰ ﷺ کے علم عظیم کا ایک قطرہ ہے تو اتنا سنتے ہی وہابی ملا کو غشی آجاتی ہے اور بدحواسی کے عالم میں وہ جل اٹھتے ہیں کہ اے لوگو! سنیوں نے تو رسول کا مرتبہ خدا سے بھی بڑھا دیا۔معاذاللہ رب العٰلمین بات یہ ہے کہ وہابی لوگ جس خدا کی جھوٹی توحید کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔وہ ان کے نزدیک گھٹیا درجہ کا ہے تو جب سنی حضرات اپنے سچے خدا کے سچے رسول کا مرتبہ بے پایاں بیان کرتے ہیں تو وہابیوں کو اپنا وہمی خدا گھٹیا اور چھوٹا نظر آنے لگتا ہے ، اسی لیے وہ شور مچاتے اور بطور اعتراض کہتے ہیں کہ رسول کا مرتبہ خدا سے بڑھا دیا۔

او ظالم وہابیو! خدائے تعالیٰ کا علم غیر متناہی اور رسول پاک کا علم متناہی ہے۔تو خدا سے رسول کا مرتبہ کیسے بڑھ سکتا ہے۔اور توحید کے جھوٹے پجاریو! تم ایسے کو کیوں خدا مانتے ہو جو مسلمانوں کے سچے رسول کے مرتبہ کے سامنے گھٹیا درجہ رکھتا ہے تو اس ذات واجب الوجود کو خدا مانو جو سرکار مصطفےٰ ﷺ کا خالق

و مالک ہے جس نے پیارے مصطفےٰ ﷺ کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنایا اور سارے جہان والوں کو سرکار مصطفےٰ ﷺ کا محتاج اور نیاز مند قرار دیا، جس نے پیارے مصطفےٰ ﷺ کو ایسا علم عظیم عطا فرمایا کہ جس کی وسعت کے سامنے ساری کائنات جمیع ما کان ومایکون کا علم ایک قطرہ ہے۔، جو وحدہ لا شریک له ہے جس کی کسی شان کسی صفت میں کوئی شریک نہیں جس کا علم غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہے جس کا صرف وہ علم جو ایک ذرہ کے بارے میں ہے وہ بھی غیر متناہی ہے اور بھاری ہے، سرکار مصطفےٰ ﷺ کے اس علم عظیم پر جو کروڑوں سمندروں کی وسعت سے لاکھوں درجہ بڑا ہے اور اتنا بڑا ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی بھی شخص اس کی گہرائی اور پھیلاؤ کو ناپ نہیں سکتا۔ اگر مسلمان بن کر دنیا سے جانا چاہتے ہو تو وہابیت سے توبہ کر کے خدائے تعالیٰ پر اس طرح ایمان لاؤ جس طرح سنی مسلمان اس پر ایمان رکھتے ہیں کیا اب بھی سنیوں پر رسول پاک کو خدائے تعالیٰ سے بڑھا دینے والا اتہام رکھو گے؟ ہیہات ہیہات مولیٰ تعالیٰ تمہیں توبہ کی دولت عطا فرمائے۔

الجواب : نمبر دوم: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:﴿للہ ما فی السمٰوٰت ومافی الارض﴾ [پ:۱،سورۃ:البقرۃ،آیۃ:۲۸۴] یعنی آسمان وزمین کی ساری چیزوں کا (اکیلا مستقل) مالک اللہ ہی ہے۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿قل اللّٰھم مٰلك الملك تؤتی الملك من تشاء﴾[پ:۳،سورہ:آل عمران،آیۃ:۲۶] یعنی (اے پیارے مصطفےٰ بارگاہ الٰہی میں) عرض کرو! اے اللہ ملک کے (مستقل) مالک تو جسے چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے قرآن شریف میں تیسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :﴿وما کان عطاء ربك محظوراً﴾[پ:۱۵،سورہ اسراء،آیۃ:۲۰] یعنی تیرے رب کی عطا پر کوئی روک نہیں چوتھی جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :﴿ولٰکن الله یسلط رسله علی من یشاء﴾[پ:۲۸،سورہ:الحشر،آیۃ:٦] یعنی اور لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جن پر چاہے قابو اور قبضہ دیتا ہے۔ پانچویں جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿ قال الذی عنده علم من الکتٰب انا آتیك به قبل ان یرتد الیك طرفك فلما راٰہ مستقراً عندہ قال ھٰذا من فضل ربی ﴾ [پ:۱۹،سورہ:نمل،آیۃ:۴۰] یعنی کہا اس شخص (آصف بن برخیا) نے جس کے پاس کتاب الٰہی کا علم تھا کہ (اے حضرت سلیمان علیہ السلام) میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے تخت (بلقیس کو یمن سے یہاں) آپ کی خدمت میں لاؤں گا پھر جب

سلیمان علیہ السلام نے تخت اپنے پاس حاضر پایا تو فرمایا کہ یہ میرے رب کا کرم ہے حضور پرنور سرکار مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں [لو شئت لسارت معی جبال الذهب] (مشکوٰۃ شریف، باب فضائل سید المرسلین، ص ۵۱۱) یعنی اگر میں چاہوں تو میرے اردگرد سونے کے کئی پہاڑ چلیں۔ سرکار غوث اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ غوثیہ شریف میں فرماتے ہیں:

وولّانی علی الاقطاب جمعا ۔۔۔ فحکمی نا فذ فی کل حال

فلو القیت سری فی بحار ۔۔۔ لصار الکل غورافی الزوال

فلو القیت سری فوق میت ۔۔۔ لقام بقدرة المولی تعالی

یعنی اللہ تعالی نے مجھے تمام قطبوں پر حاکم اوران کا والی بنایا ہے اس لیے میرا حکم ہر حال میں جاری اور نافذ ہے پھر میں اگر اپنا راز سمندروں میں ڈال دوں تو ضرور سب کے سب خشک ہو کر ختم ہو جائیں گے اور اگر میں اپنا راز کسی مردہ پر ڈال دوں تو ضرور قدرت الٰہی جل جلالہ سے زندہ ہو جائے گا۔

اب مذکورہ بالا آیات مقدسہ اور اقوال مبارکہ کے نتائج سنیے۔ پہلی آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ ہر چیز کا تنہا مستقل مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ مالکیت ذاتی استقلالی ہے اس کا غیر خدا کے لیے ہونا محال ہے اور جو غیر کے لیے مانے وہ مشرک وکافر ہے۔ دوسری آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور مالک بناتا ہے پھر بندوں کی یہ ملکیت تابع اور عطائی ہے۔ تیسری آیت کریمہ سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو چاہے پوری زمین عطا فرما کر اس کا مالک بنا دے یا سارے آسمان کی حکومت دے دے، جس بندہ کو چاہے زمین وآسمان کی سلطنت عطا فرما کر اس کو دونوں جہاں کا مالک بنا دے کیونکہ اس کی عطا کے لیے نہ کوئی حد ہے کہ اس کے بعد عطا نہیں فرما سکتا اور نہ عطا فرمانے میں اس کے لیے کچھ مجبوری ہے کیوں کہ اس کی شان ہے: ﴿ان اللہ علی کل شیء قدیر﴾ [پ: ۱، البقرۃ] یعنی اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔ چوتھی آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو اختیار واقتدار عطا فرمایا ہے۔ پانچویں آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا اقتدار عظیم عطا فرمایا تھا کہ انہوں نے ایک سکنڈ سے بھی کم مدت میں حضرت بلقیس کا شاہی بھاری بھرکم تخت یمن سے لاکر ملک شام میں حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دربار میں موجود کر دیا اور

خود دربار سے ایک منٹ کے لیے بھی غائب نہیں ہوئے۔ مشکوٰۃ شریف سے نقل کردہ حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار مصطفےٰ ﷺ کو یہ اقتدار و اختیار عطا فرمایا ہے کہ سرکار زمین کی تہ سے سونے کے بہت سے پہاڑ نکال کر ان کو اپنے ساتھ ساتھ چلائیں۔

قصیدۂ غوثیہ کے اشعار مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام جہاں کے اقطاب کا والی بنایا ہے کہ سرکار غوث اعظم جس کو چاہیں قطبیت کی کرسی پر بٹھائیں اور جس کو چاہیں قطبیت کے تخت سے اتار کر نیچے کر دیں اور اللہ تعالیٰ نے سرکار غوث اعظم کو متصرف بنایا ہے کہ سرکار جو کچھ چاہیں زمین و آسمان میں تصرف کریں اور جس مردے کو چاہیں باذن الٰہی زندہ کر دیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء کو بہت کچھ اختیار عطا فرمایا ہے، ان حضرات نے باذن الٰہی جو چاہا کیا اور آئندہ جو چاہیں گے کریں گے کووں کی کائیں اور کاؤں سے ان حضرات کا اختیار سلب نہیں قرار پا سکتا۔ وہابیوں میں نہ کوئی ولی ہوا اور نہ ہوسکتا ہے لیکن پھر بھی اندھی عقیدت کے باعث عام دیوبندی وہابیوں نے اپنے گرو ملا رشید احمد کو بہت بڑا ولی تسلیم کیا ہے، اب سنو وہابی حضرات ملا گنگوہی جی کے بارے میں کیا بکتے ہیں۔ ہندوستانی وہابیوں کے شیخ الہنو د محمود الحسن دیوبندی صاحب گنگوہی جی کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا اور زندوں کو مرنے نہ دیا　　اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا　　اس کا جو حکم تھا تھا سیف قضائے مبرم

پہلے شعر میں حضرت سیدنا عیسیٰ کلمۃ اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں بدتمیزی کرنے کے ساتھ ساتھ یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ گنگوہی ملا نے بہت سے مردے زندہ کیے لیکن مردہ کو زندہ کرنا ایک ایسا تصرف ہے جو وہابی دھرم میں غیر خدا کو حاصل نہیں لہذا وہابی جواب دیں کہ خدا کا تصرف گنگوہی کے لیے ماننا شرک ہے یا نہیں؟ اور گنگوہی کی اس طرح تعریف کرنے والا مشرک ہو گیا یا نہیں؟ سنو خدائے تعالیٰ کے حکم اور فیصلے کو قضائے مبرم کہتے ہیں۔

اور دوسرے شعر میں گنگوہی کے حکم کو قضائے مبرم کہا گیا ہے جس کا معنی یہ ہے وہابی لوگ اپنے گرو ملا رشید احمد ہی کو یا تو خدا مانتے ہیں یا خدا کا شریک سمجھتے ہیں معاذاللہ رب العلمین۔ اب خود گنگوہی جی کا حال سنو!

دیوبندیوں کے مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اپنی تصنیف تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۸ میں گنگوہی جی کا انگریزوں کے بارے میں جو اعتقاد تھا اس کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں (گنگوہی) جب حقیقت میں (انگریز) سرکار کا فرمابردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام (بغاوت) سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر میں (گنگوہی جان سے) مارا بھی گیا تو سرکار (انگریز) مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔ معاذاللہ رب العلمین۔ او بدنصیب وہابیو! عبرت پکڑو اور آنکھیں کھولو دیکھو جھوٹی توحید کا علمبردار اعظم جب انگریز گورنمنٹ سے بغاوت کے الزام میں گرفتار ہوا تو اس کو یہ سبق یاد نہیں رہ گیا کہ خدائے تعالیٰ ہی مالک ومختار ہے۔ فعال لمایرید ہے وہی جو چاہے کرے بلکہ وہ انگریزوں کو سرکار اور مالک ومختار مان رہا ہے اور اپنی جان کا مالک انگریزوں کو قرار دے رہا ہے اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کا عقیدہ ہے کہ ''انگریز جو چاہیں کریں'' یعنی گنگوہی کو زندہ رکھیں یا مار ڈالیں وہ مالک ومختار ہیں ان پر کوئی اعتراض نہیں۔ سب وہابی مل کر جواب دیں کہ انگریزوں کو اپنی جان کا مالک ومختار ماننا یہ عقیدہ شرک ہے یا نہیں؟ اور گنگوہی مشرک ہوا یا نہیں؟ لاؤ تم لوگ ایسی کوڑی جس سے گنگوہی کا گلا کفر وشرک کے شکنجے سے باہر آجائے۔

الجواب: نمبر سوم: اللہ تعالیٰ پیارے مصطفیٰ ﷺ سے قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما﴾ [پ: ۵، سورہ: النساء، آیۃ: ۱۱۳] یعنی اے پیارے مصطفیٰ ﷺ تمہیں جو باتیں معلوم نہ تھیں اللہ تعالیٰ نے ان سب کا علم تمہیں عطا فرمایا اور تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے۔

ترمذی شریف میں سرکار مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں [فتجلى لى كل شىء وعرفت] یعنی (اللہ تعالیٰ کے اپنے دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھنے کے بعد) میرے لیے (کائنات کی) ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے ہر چیز کو الگ الگ پہچان لی۔

مسلم شریف جلد ثانی میں حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ [فاخبر بما كان وبما هو كائن الى يوم القيامة فاعلمنا احفظنا] یعنی سرکار مصطفیٰ ﷺ نے ہم حاضرین مجلس کو ان تمام چیزوں سے جو ہو چکیں اور ان تمام باتوں سے جو قیامت تک ہوتی رہیں گی سب سے آگاہ فرما دیا اب ہم لوگوں میں بہت بڑا عالم وہ ہے جس کو سرکار مصطفیٰ ﷺ کے بتائے ہوئے واقعات

بہت زیادہ یاد ہوں۔اس حدیث شریف میں کھلے طور پر ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ بہ تعلیم الٰہی جمیع ما کان ومایکون کے عالم ہیں اور حضور نے صحابہ کو بھی ما کان ومایکون سے آگاہ فرمایا پھر ما کان وما یکون کی تکمیل تعلیم سے پہلے اگر حضور کے علم میں فلاں واقعہ نہ ہو تو اب تکمیل تعلیم کے بعد حضور کے علم کی نفی،اور نفی ثابت کرنے کے لیے اس فلاں واقعہ کو پیش کرنا کھلی ہوئی شیطانیت اور دیو کی بندگی ہے، پھر کسی چیز کو بتانے کے لیے تو خود اس چیز کا علم لازم ہے لیکن کسی چیز کو بتانے کے لیے تو خود بتانا ہرگز لازم نہیں ''کفار مکہ نے بارہا پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ مگر اللہ تعالیٰ نے نہیں بتایا تو کیا کوئی ملعون دیو کا بندہ یہ کہہ سکتا ہے کہ قیامت کا وقت خدائے تعالیٰ کو نہ تھا نعوذ باللہ من ذلک۔ لیکن بھینس جیسا موٹا دماغ رکھنے والے وہابی یہی جملہ ہمیشہ دہراتے رہتے ہیں کہ رسول کو فلاں بات معلوم نہیں اگر معلوم ہوتی فوراً بتا دیتے۔ اچھا وہابیو! ہم فیصلہ کیے دیتے ہیں تم پتھر جیسے مجبور اور جاہل کو اپنا رسول مانو اور ہم اس کو رسول مانتے ہیں جو ساری کائنات میں سب سے زیادہ بااختیار ہے اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے سارے عالم کے غیبوں کو شہادت بنا دیا ہے۔سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

فضل خدا سے، غیب شہادت ہوا، انہیں اس پر شہادت، آیت، و وحی، واثر کی ہے

الجواب : نمبر چہارم: قرآن مجید کا ارشاد ہے ﴿واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول﴾ [پ:۷،سورہ:مائدۃ] یعنی حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا دوسری جگہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم﴾ یعنی پیارے مصطفےٰ ﷺ تمہارے رب کی قسم وہ لوگ ہرگز ہرگز مومن قرار نہیں پائیں گے جب تک اپنے آپس کے نزاعی معاملات میں تمہیں حاکم نہ مان لیں سرکار مصطفےٰ ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے حکم دینے اور چلانے کے لیے بھیجا ہی ہے، پھر وہابی کیوں دن دو پہر زندہ مکھیاں نگل رہا ہے جو اس نے یہ بک دیا کہ معاذ اللہ، صحابی نے شرک کرنے کی اجازت مانگی تو حضور نے جواب دیا کہ مجھے اللہ کا شریک نہ بناؤ۔کیا وہابیوں کے نزدیک حضور سے حکم مانگنا بھی شرک ہے۔او اندھے وہابی! کسی کام کو جائز ہونے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اس کا جائز ہونا صراحۃً قرآن میں بھی بیان کیا گیا ہو۔بے شک قرآن مجید میں: ﴿اغنٰهم الله ورسوله﴾ آیا ہے شرع کے نزدیک جو شان اغنا کی ہے وہی شان مشیئت کی بھی ہے تو اگر اغنائے الٰہی کے ساتھ اغنائے رسول کا

ذکر شامل کرنا شرک نہیں تو مشیئت الٰہی کے ساتھ مشیئت رسول کا ذکر ملانا بھی ہرگز ہرگز شرک نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ قرآن مجید میں انشاء الرسول کا کلمہ نہیں آیا لیکن حدیث شریف میں تو آیا ہے [**ما شاء الله ثم ما شاء محمد** ﷺ] (مشکوۃ ص:۴۰۹) ہم اللہ تعالیٰ کے بندوں کو بفضلہ تعالیٰ سمجھا سکتے ہیں لیکن دیو کے بندوں کو ایمان کی واقعی باتیں سمجھنے کے لیے دل ہی نہیں ملا۔ اس لیے ہم ان کو کس طرح سمجھائیں، بس خدائے تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمائے کہ وہابی قرآن وحدیث کی بات سمجھ سکیں واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

الجواب : نمبر پنجم: بکر کا کہنا ٹھیک ہے مذکورہ بالا شعر میں رسالت کی کوئی توہین نہیں عمرو سے اس کے بیان کی وضاحت طلب کی جائے واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم جل جلالہ و ﷺ۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی ۱۶ من ربیع الاول ۱۹۹۳ء

مسئلہ: محمد مصطفیٰ ناگاپار ضلع بستی

زید کہتا ہے کہ حضور علیہ السلام بشر ہیں۔ اس لیے کہ ان کے ابوین بشر تھے؟

الجواب : حضور سید عالم نور مجسم ﷺ کی نورانی بشریت سے کسی مومن کو انکار نہیں لیکن بشریت کی آڑ لے کر یہ کہنا کہ وہ ہم جیسے بشر تھے گستاخی اور بے ادبی ہے۔ حضور کا فرمانا "[انا بشر مثلکم]" تواضع اور انکساری کے طور پر ہے۔ وہابیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے تواضع کے طور پر "احقر الناس رشید احمد گنگوہی" لکھا ہے۔ احقر الناس کے معنی ہیں لوگوں میں ذلیل، کمینہ، تو کیا کوئی دیوبندی یا وہابی یہ کہہ سکتا ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی احقر الناس اور کمینہ تھے؟ کوئی وہابی ہرگز نہیں کہہ سکتا بلکہ کہنے والے کو جواب دے گا کہ ہمارے پیشوا نے یہ کلام بطور انکسار استعمال کیا ہے۔ اس مثال کی روشنی میں ہم اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے بطور تواضع کے فرمایا ہے "[انا بشر مثلکم]" لہذا کسی کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ ہمارے پیغمبر کو اپنے جیسا بشر کہے اللہ ورسولہ اعلم

کتبہ: بدرالدین احمد رضوی۔ ۹/ جمادی الاخرہ ۱۳۷۷ھ

مسئلہ: صاحبزادہ خاں موضع شیو ہروا پوسٹ بھدوکھر بازار ضلع بستی

زید کا اقرار ہے کہ مذہب اہل سنت ہی کو حق جانتا ہوں اور مانتا ہوں اس کے سوا جتنے مذاہب ہیں

'سب ناحق' اوران کے پیروکار گمراہ بددین اورکافر ہیں' آج سے تقریبا دس سال پہلے اپنی لڑکی کی شادی وہابی کے ساتھ کردی تھی آج وہ اس کو بھیج رہا ہے مگراس کا اقرار اب بھی یہ ہے کہ''میں سنی ہوں اور وہابی کافر ہے''عرض خدمت یہ ہے کہ آیا ایسی صورت میں زید کی جو دوسری لڑکی غیر منکوحہ ہے اس کی شادی بکر اپنے لڑکے کے ساتھ کرسکتا ہے یانہیں؟ بکر کا عقیدہ مع اپنے گھر کے سنی ہے۔زید کے بھائی اور باپ سبھی سنی ہیں اوران کی کوشش یہ ہے کہ زید کی دوسری لڑکی کو بکر ہی کے یہاں کی جائے۔زید کی دوسری لڑکی کے ساتھ اگر شادی نہیں ہوسکتی ہے تو کیا زید کافر ہے یا گمراہ جواب سے ممنون کرم فرمائیں بینوا توجروا؟

الجواب :۔برصحت اقوال مستفتی زید نہ کافر ہے نہ گمراہ بلکہ پکا دنیادار شدید فاسق معلن ہے۔ زید کی لڑکی کا بکر کے لڑکے کے ساتھ اگر چہ نکاح جائز ہے لیکن تحفظ دین داری کے خاطر بہتر نہیں کیوں کہ آگے چل کر اس رشتہ سے بکر کے تصلب کے لیے خطرہ ہے لیکن اگر حالات اس قسم کے ہوں کہ زید کی لڑکی کو اپنے گھر لاکر وہابی کے گھر جانے سے بچانا ہے اس رشتہ کے قیام سے اپنے دین پر کسی طرح کی آنچ آنے کا اندیشہ نہیں تو اس صورت حال کے پیش نظر زید کی لڑکی کو نکاح کرا کر اپنے گھر لانا ہی مناسب ہے هذاما عندی والعلم بالحق عند الله تعالیٰ والله ورسوله اعلم جل جلاله وصلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

کتبه :بدرالدین احمد قادری رضوی ۳۰/محرم ۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح: غلام جیلانی قادری حنفی

مسئله :ازعبدالغنی موضع ڈوگرہوا مظفرپو بہار

ایک شخص داڑھی منڈاتا ہے اور پاجامہ ٹخنہ کے نیچے استعمال کرتا ہے جب کچھ کہا جاتا ہے تو جواب دیتا کہ: قرآن میں ثبوت نہیں پاتے ہیں' اور حدیث پر شک ہے'' اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب : ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے داڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے آیت کریمہ اور حدیث شریف سے ثبوت'' لمعة الضحیٰ فی اعفاء اللحی ''میں ملاحظہ کریں۔ٹخنہ سے نیچے پاجامہ کا استعمال اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو حرام ہے اور نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی اور اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی اور نماز خلاف اولیٰ ہوگی فتاوی عالم گیری میں ہے :اسبال الرجل ازاره

اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیه کراهة تنزیه ‘‘(بحوالہ فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۴۴۸) شخص مذکور سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ تم یا تو قرآن مجید سے ثبوت لاؤ کہ داڑھی منڈھانا جائز ہے؟ ورنہ داڑھی منڈانا بند کرو۔ حیرت ہے کہ اس جاہل بے ادب کو داڑھی منڈانے کا ثبوت قرآن کریم میں پا گیا اور داڑھی رکھنے کا ثبوت اس نے قرآن حکیم میں نہیں پایا۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ اس شخص پر تو بہ فرض ہے اور حکم شرع کے سامنے جھک جانا لازم ہے، اگر توبہ نہیں کرتا تو مسلمان اس سے اسلامی تعلقات منقطع کرلیں۔ جو احادیث مبارکہ داڑھی رکھنے کے بارے میں علمائے اہل سنت نے بیان فرمائی ہیں ان پر شک کرنے والا غیر مقلد گمراہ ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ: بدرالدین احمد قادری رضوی ۹/من ذی القعدہ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ: از حفیظ الدین رضوی اتر دیناج پور ضلع مالدہ بنگال

حضرت مولانا فضل رسول عثمانی بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۲۶۵ھ میں ایک کتاب ’’سیف الجبار‘‘ تحریر فرمائی جس میں حضرت ممدوح نے پیشوائے وہابیہ ملا اسمٰعیل دہلوی کی گمراہیوں کو بے نقاب فرمایا اور اس کے ساتھ سید احمد رائے بریلوی کے کچھ حالات بیان کیے جس سے واضح ہے کہ سید احمد رائے بریلوی صاحب، ملا اسمٰعیل دہلوی کی اشاعت گمراہی سے متفق وراضی تھے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ سید احمد رائے بریلوی کو صحیح العقیدہ سنی مانا جائے یا فاسد العقیدہ گمراہ قرار دیا جائے؟ اور یہ کہ سید احمد رائے بریلوی صاحب کے سلسلہ بیعت میں مرید ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ رائے بریلوی صاحب کے سلسلہ میں مرید ہیں وہ اپنی بیعت باقی رکھیں یا توڑ دیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایة الحق والصواب حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنی مسلمانوں کے ایک بہت ہی معزز قابل اعتماد عالم دین ہیں۔ واقعی حضرت نے ملا اسمعیل دہلوی کے مکر وفریب بیان کرنے کے ضمن میں سید احمد رائے بریلوی کے بھی کچھ مختصر حالات ذکر فرمائے ہیں جن سے واضح ہے کہ رائے بریلوی صاحب مذکورہ صحیح العقیدہ سنی نہ تھے۔ لہذا رائے بریلوی کے سلسلہ بیعت میں مرید ہونا درست نہیں، اور جو لوگ رائے بریلوی صاحب کے سلسلے میں بیعت ہو گئے ہیں وہ بیعت کو ختم کر کے کسی دوسرے قابل بیعت سنی پیر سے مرید ہو جائیں۔ جناب مولانا فضل احمد صاحب لدھیانوی نے

اپنی کتاب ''انوار آفتاب صداقت'' مطبوعہ لاہور ص۴۹۳ میں زیر عنوان ''وہابیوں کے تاریخی حالات'' جناب سید احمد رائے بریلوی کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پھر (رائے بریلوی) پیری مریدی کے طریق سے اپنے گروہ کو تقویت دینے لگے اور ملکی جرگوں کو اپنے مریدوں میں داخل کرتے رہے مگر ان کی عادت جبلی سے خلیفہ (سید احمد) کو علم نہ تھا ایک گروہ عظیم کے بھروسے پر جو لاکھ آدمیوں سے زائد تھا مطمئن ہوکر اپنے مشیروں کی صلاح سے خطاب امیر المومنین قبول کیا اپنی خلافت شرعی کی کاروائی شروع کردی اور شاہ بخارا اور امیر کابل کو اپنی استعانت کے بارے میں مراسلے روانہ کیے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو دعوت اسلام کا پیغام دیا امرائے نامدار وعلمائے لاہور کو مطلع کیا کہ (مجھ سید احمد) امیر المومنین سے بیعت حاصل کرو۔ جب کوئی امیر مسلمان اور عالم، پنجاب کا ان کی طرف متوجہ نہ ہوا تب انہوں نے ان کی تکفیر کا فتوی جاری کیا۔ اس فتوائے تکفیر کے اجرا سے تمام ملک پنجاب کے امیر اور علما ناراض ہو گئے اور جواب لکھے کہ تم (سید احمد) وہابی مذہب سے ہو تم سے بیعت کرنا روا نہیں۔ اس بیان سے واضح ہو گیا کہ رائے بریلوی صاحب کے ہم عصر پنجاب کے تمام علمائے کرام رائے بریلوی صاحب کو سنی صحیح العقیدہ نہیں مانتے تھے بلکہ ان کو وہابی سمجھتے تھے واللہ اعلم ورسولہ الکریم اعلم بالصواب۔ کتبہ بدرالدین احمد الصدیقی الرضوی من اساتذۃ دارالعلوم فیض الرسول الواقعۃ فی براون الشریفۃ من اعمال بستی فی یوفی من ربیع الغوث سنۃ اربع وتسعین وثلاث مائۃ والف من الھجریۃ المقدسۃ وصلی المولیٰ تعالی علیہ وسلم علی اول خلق اللہ وافضل خلق اللہ واکبر خلق اللہ واعلم خلق اللہ واکرم خلق اللہ واسمع خلق اللہ وابصر خلق اللہ واحسن خلق اللہ سیدنا محمد رسول اللہ وعلیٰ الہ اصحابہ وازواجہ و اصولہ وفروعہ و ابنہ الغوث الاعظم الجیلانی البغدادی اجمعین واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

مسئلہ : از انصار نگر ڈوگرہ مظفر پور مرسلہ محمد یونس مورخہ ۱۶/اپریل ۱۹۶۰ء

(۱) جب دیوبندیوں کے کفر پر شبہہ کرنے والا کافر ہے تو رائی برابر ایمان والا کس کو کہا جا سکتا ہے؟ نیز اس کی پہچان کیا ہے؟

(۲) حدیث شریف میں وارد ہے کہ مونچھیں کٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ دریافت طلب یہ امر ہے

کہ بچی اغل بغل کے بال داڑھی میں شامل ہیں یا نہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں شامل نہیں ہیں کیوں کہ بہت سے عالم اسے کٹواتے ہیں، اگر داڑھی میں شامل ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتے، کچھ لوگ کہتے ہیں شامل ہیں جیسا کہ بہت سے عالموں کے فعل اور بہار شریعت حصہ ۱۶ ص: ۱۹۷ سے ثابت ہے کہ بچی کے اغل بغل کا بال کٹانا بدعت ہے۔ اگر قائل آخر کا قول درست ہے تو یہ کس قسم سے ہے؟

الجواب : (۱): امام مذہب حنفی سیدنا قاضی ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں "ایما رجل مسلم سب رسول الل ہ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم او کذبه اوعابه اونقصه فقد کفر با لله تعالی بانت منه امراته "جو شخص مسلمان ہوکر رسول ﷺ کو دشنام (گالی) دے یا حضور کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے یا کسی وجہ سے حضور کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر اور خدا کا منکر ہوگیا اور (اس کی) بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ شفا شریف و بزازیہ، درر و فتاوی خیریہ وغیرہا میں ہے" اجمع المسلمون ان شاتمه ﷺ کافر ومن شك فی عذابه و کفره فقد کفر"[ردالمحتار ،مطلب توبةالیاس مقبولة دون ایمان الیاس،ص:٢٨٤] تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرے وہ کافر ہے جو شخص اس کے معذَّب یا کافر ہونے میں شبہہ وشک کرے وہ بھی کافر ہے۔ انہیں احکام شرعیہ کی روشنی میں "حسام الحرمین" اور "الصوارم الہندیہ" میں دوسو اڑسٹھ (۲۶۸) علمائے مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ، ہندوسندھ، بلوچستان، پنجاب، دکن، کوکن، بنگال اور یوپی بہار نے بالاتفاق فتوی دیا کہ جو شخص دیوبندیوں کے کفریات مندرجہ حفظ الایمان ص:۹، براہین قاطعہ ص:۵۱، تحذیر الناس ص:۳، ۱۴، پر یقینی اطلاع رکھتے ہوئے ان کے کافر ہونے میں شک کرے تو وہ کافر ہے، انتہائی ضعیف الایمان مومن اصطلاح شرع میں رائی کے برابر ایمان والے کو کہا جاتا ہے، لیکن کافر یقینی کے کفر میں شبہہ کرنے سے ضعیف الایمان نہیں بلکہ وہ مسلوب الایمان ہو جاتا ہے، ہمیں کسی متعین رائی برابر ایمان والے کی پہچان حاصل نہیں ہاں اتنا جانتے ہیں کہ جو شخص رائی برابر بھی ایمان رکھتا ہے وہ ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کی تکذیب نہیں کرسکتا اور اگر کسی ایک بات کی بھی تکذیب کردے تو وہ بھی دوسرے کافروں کی طرح کافر ہے۔ کیوں کہ تکذیب کی صورت میں اب اس کے پاس ایمان ہی نہیں۔ رائی برابر تو بڑی چیز ہے۔

(۲) قائل ثانی کا قول درست ہے یہاں بدعت سے مراد بدعت سئیہ ہے۔ والله ورسوله اعلم

کتبه : بدرالدین احمد الرضوی ۸/ شعبان المعظم ۱۳۸ھ

مسئلہ :ازعطاءاللہ وضیاءالدین وعظیم اللہ قادری چشتی یارعلوی موضع سسہنیاں کلاں ضلع گونڈہ یوپی۔

(۱) ہم لوگ آج تک علمائے دین سے سن کر اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہتے تھے۔لیکن ایک مولوی صاحب سے ہم لوگوں نے دریافت کیا تو انہوں کہا میں ثبوت سے کہتا ہوں کہ اسمٰعیل دہلوی کو کافر نہ کہنا چاہیے بلکہ احتیاط کرنا چاہیے۔آپ لوگ اس کا صحیح جواب دیجیے؟

(۲) ہمارے یہاں کے پیش امام حج کو چلے گئے اوران کے جانے کے بعد یہاں کے کچھ لوگ مل کر ایک شخص کونماز پڑھانے کے لیے لائے تو ہم لوگ نے ان سے دریافت کیا کہ ''حسام الحرمین'' کے اندر ہم لوگ نے دیکھا ہے۔اور علمائے کرام سے سنا ہے کہ رشید احمد گنگوہی اور اشرف علی تھانوی وخلیل احمد انبیٹھوی وقاسم نانوتوی اور اسمٰعیل دہلوی کو آپ کیا کہتے ہیں،تب اس نے کہا: ہم ان لوگوں کو کچھ برا بھلا نہیں کہیں گے'' تب ہم لوگوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا الگ پڑھنے لگے تب دوسرے مولوی صاحب نے آکر اعلان کیا کہ آپ لوگ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے آپ کو پوچھنے کا کوئی حق نہیں اور اسے بتلانا حق نہیں۔مفتیوں کا کام ہے یہ صرف مفتی لوگ کہہ سکتے ہیں تو کیا ہم لوگ عقیدہ کے بارے میں کسی سے نہ پوچھیں اور جو بھی آئے اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں یانہیں اوران لوگوں کو کافر کہیں یانہیں؟

(۳) ہم لوگ سنی عقیدہ رکھتے ہیں اور بریلی کے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے پر چلتے ہیں لیکن ایک مولوی نے تقریر میں اعلان کیا کہ نہ تم لوگ بریلوی بنو نہ دیوبندی اور نہ چودہویں صدی کے مُلوں کا کہنا مانو صرف محمدی بنو تو ہم لوگ کی سمجھ میں نہیں آتا کہ بریلوی بننے سے بھی روکا جاتا ہے اور چودہ صدی کے ملّوں کا کہنا ماننے سے بھی روکا جاتا تو اب ہم لوگ کیا بنیں اور کس کا کہنا مانیں اور بریلوی ومحمدی میں کیا فرق ہے؟ جواب بحوالہ کتب ارسال فرمائیں۔

الجواب : (۱) اسمٰعیل دہلوی اپنے کفریات مندرجہ ''تقویۃ الایمان'' و''صراط مستقیم'' وغیرہا کی بناپر بحکم فقہائے کرام شرعاً ضرور کافر ہے، جومسلمان اس کوان کفریات کی وجہ سے کافر کہے گا اس کومنع نہ کیا جائے گا تفصیل رسالہ ''صمصام حیدری برگردن وہابی بیدین بسکو ہری'' میں ملاحظہ ہو۔ اللہ اعلم

(۲) عوام کو فتوی دینے کا حق تو نہیں ہے، لیکن مفتیان اہل سنت دامت برکاتہم العالیہ کے فتاوی حقہ سنا دینے کا ضرور حق ہے مکہ معظّمہ و مدینہ منورہ و عرب وعجم کے حضرات علمائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے جب فتوی صادر فرمادیا کہ تھانوی و گنگوہی وانبیٹھوی و نانوتوی پر ان کے عقائد کفریہ مندرجہ حفظ الایمان و براہین قاطعہ وتحذیر الناس وفوٹو فتوی کے سبب شرعاً کافر مرتد ہیں جو ان کے کفریات مذکورہ پر مطلع ہو کر ان کو کافر کہنے سے زبان رو کے وہ بھی شرعا کافر و مرتد ہے تو عام اہل اسلام کو فتوی پر عمل کرنا فرض ہے اور اس فتوی کا سنا دینا حق ہے اور دوسرا مولوی اللہ ورسول کے دشمنوں کا حامی ہے اور ان کے کفریات پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے بحکم شریعت مطہرہ وہ بھی کافر و مرتد ہے تفصیل ''الصوارم الهنديه''، میں ملاحظہ ہو۔ والله تعالىٰ اعلم ۔

(۳) بریلی شریف کے فاضل افضل حضور اعلی حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دین و مذہب جو ان کی کتابوں سے ظاہر ہے وہ وہی ہے جو خالص دین محمدی ہے جو بریلوی بننے سے روکتا ہے وہ محمدی بننے سے روکتا ہے وہ بھی بحکم شریعت مطہرہ عند الفقہاء کافر ہے۔ والله تعالىٰ اعلم وعلمه اتم ۔

کتبه: بدر الدين احمد القادری الرضوی ۱۲/ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ

مسئلہ: مسئولہ حفیظ اللہ مکان c۱۶/۴۴ بنارس

قتل اکرام الدین کی بیوی کے ماموں ہیں۔قتل اور اکرام الدین نے آپس میں مذاق کیا تو قتل نے اکرام الدین سے کہا کہ میں نے تمہاری بیوی کو رکھا ہے، کھلایا، دیا ہے اور لیا ہے۔اس پر اکرام الدین نے کہا کہ کیا تم اس پر ثبوت دو گے تو قتل نے کہا ہاں دیں گے۔لیکن اگر تم ہار گئے تو اس پر اکرام الدین نے کہا کہ ہم اپنی بیوی تمہارے نام کر دیں گے، پھر اکرام الدین غصہ کی حالت میں اٹھا بیوی کے پاس آیا اس کو مارا اور اس سے پوچھا کہ کیا قتل تم کو رکھے ہوئے ہے؟ تمہارا خرچہ اور تمہاری ہر خواہش پوری کرتا ہے؟ تو اس کی بیوی نے کہا کہ یہ سب باتیں جھوٹی ہیں اور قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قسم کھائی اور کہا یہ سب جھوٹ ہے،تو غصہ کی حالت میں اکرام الدین نے کہا میں قرآن مجید کو نہیں مانتا اور پھر کہا جو ہوا سو ہوا بات ختم کرو۔اس کے بعد اکرام الدین کی بیوی اکرام الدین کے ساتھ ایک ہفتہ تک رہی بعدہ میکے چلی آئی میکے آکر اس نے اپنے والد سے اس کا تذکرہ کیا تو اکرام الدین کے سسر نے قتل سے پوچھا اور وہاں کے پنچ نے بھی پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے

مذاق کے طور پر کہا تھا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان لوگوں کے لیے عندالشرع کیا حکم ہے؟

الجواب : صورت مسئولہ میں اکرام الدین یہ جملہ ملعونہ بول کر ”کہ قرآن کو نہیں مانتا“ کافر مرتد ہوگیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہو کر اس پر حرام ہوگئی۔ اکرام الدین پر فرض ہے کہ وہ اپنے اس کفری جملہ سے توبہ کرے اور ازسرنو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول الله(ﷺ) پڑھ کر تجدید ایمان کرے پھر مسلمان ہو جانے کے بعد اگر وہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں لانا چاہے تو نئے مہر پر اس کے ساتھ نکاح کرے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اکرام الدین جب تک توبہ و تجدید ایمان نہ کرے اس وقت تک اس سے اسلامی تعلقات منقطع کر لیں۔ توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ اکرام الدین کلمہ طیبہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول الله(ﷺ) پڑھے اور کہے کہ جو کچھ سرکار مصطفےٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے وہ سب حق ہے، میں ان سب باتوں کو حق مانتا ہوں، قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ہے، میں قرآن مجید کو سراپا حق مانتا ہوں۔ یا اللہ! میں اس کفر سے توبہ کرتا ہوں اور تجھ سے اپنی غلطی کی معافی مانگتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں اپنے تمام گناہوں سے خلاف شرع تمام بولیوں سے توبہ کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم! میرے تمام گناہوں کو اپنے محبوب محمد مصطفےٰ ﷺ کے صدقہ میں بخش دے۔ یا رسول اللہ۔ حضور! بارگاہ الٰہی میں میرے تمام گناہوں کی معافی کے لیے شفاعت فرمادیں۔ صلی اللہ علی النبی الامی و الہ و صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ و سلاما علیک یا رسول اللہ ۔یااللہ العالمین“ مجھے اپنے نبی کریم علیہ التحیۃ والثناء کا سچا غلام بنا اور میری توبہ قبول فرما اور مجھے توبہ پر قائم رکھ۔ آمین جب اکرم الدین سے کفر صادر ہوگیا تھا تو اس کی بیوی پر فرض تھا کہ وہ فوراً اکرام الدین سے جدائی اختیار کر لیتی لیکن وہ جدا نہ ہوئی اور ایک ہفتہ تک اکرام الدین کے ساتھ رہی اس لیے وہ بھی اس خلاف شرع امر سے توبہ کرے، قتل نے ہنسی مذاق کے آڑ میں یہ فتنہ کھڑا کیا اس پر بھی اپنے اس فتنہ انگیز فعل سے توبہ فرض ہے، اگر اکرام الدین مسلمان ہو جانے کے بعد معاذ اللہ بلا تجدید نکاح اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رکھے تو مسلمانوں پر فرض ہوگا کہ اس کا بائیکاٹ کریں تاوقتے کہ وہ دوبارہ اس عورت سے نکاح نہ کر لے۔ وھو تعالی اعلم

کتبہ: بدر الدین احمد الرضوی ۲۱/ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ۔

مسئلہ: از محمد اسحٰق پھر بندی گونڈہ

زید کہتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ صحابی ہیں“ اور بکر کہتا ہے: صحابی نہیں“۔ ان کو کیا کہا جائے تا کہ

ایمان وعقیدہ خراب نہ ہوجائے؟

الجواب : اللھم ھدایة الحق والصوب حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار مصطفےٰ ﷺ کے جلیل الشان صحابی اور منشی ہیں، حدیث کی مشہور ومعروف کتاب مشکوۃ شریف ہے جس کے آخر میں محدث شیخ ولی الدین رازی عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث بیان کرنے والے چند صحابہ کی ایک مختصر فہرست شامل کی ہے اسی فہرست میں حرف المیم فصل کا پہلا حرف میم ہے۔ اس عنوان کے نیچے حضرت محدث ولی الدین تحریر فرماتے ہیں: معاویہ بن ابی سفیان القرشی الاموی کان ھو وابوہ من مسلمة الفتح وھو احد الذین کتبوا لرسول اللہ ﷺ وروی عنه ابن عباس ابوسعید رضی اللہ تعالی عنھم "[مشکوۃ شریف ص:٦١٧]۔ یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاندان قریش قبیلہ بنی امیہ میں سے ہیں آپ اور آپ کے والد ماجد حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما فتح مکہ کے دن مسلمان ہوکر سرکار مصطفےٰ ﷺ کی غلامی میں داخل ہوئے، آپ بارگاہ رسالت کے منشی تھے، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ سے سرکا مصطفےٰ ﷺ کی حدیثیں سنی ہیں۔ اس حوالہ سے دن دوپہر کی طرح خوب واضح ہوگیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس ﷺ کے صحابی ہیں اور حضور کے دربار کے منشی بھی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت امیر معاویہ کو صحابی رسول مان کر ان سے حضور کی حدیث سنی اور قبول کی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں صحابہ کے متعلق اعلان فرماتا ہے ﴿وکلا وعد اللہ الحسنیٰ﴾ (پ:۲۷، آیۃ:۱۰، سورۃ حدید) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام صحابیوں سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔ سرکار مصطفےٰ ﷺ اپنے صحابیوں کے حقوق بیان کرنے کے سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں: [اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة اللہ علی شرکم] (مشکوۃ شریف ص:۵۵۴) یعنی (اے مسلمانو)! جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابیوں کو برا کہتے ہیں تو ان سے برملا کہہ دو تمہاری بدگوئی پر خدا کی پھٹکار پڑے، یہ حقوق تو عام صحابیوں کے ہیں۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ایک جلیل القدر فقیہ صحابی ہیں ان کے حقوق تو اور زیادہ ہیں۔ اور جلالت شان کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ ۴۱ھ میں شہزادۂ رسول سرکار امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو سارے جہاں کے مسلمانوں کا خلیفہ اور حاکم اعلیٰ بنایا اور خود ان کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی اور شہزادۂ اصغر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ کا خلیفہ ہونا ان کی زندگی بھر تسلیم فرمایا۔ یہ

واضح رہے کہ سیدنا سرکار امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی ہیں جنہوں نے راہ حق میں شہید ہونا تو منظور فرمایا مگر یزید پلید فاسق فاجر کی باطل خلافت تسلیم نہ فرمایا۔ اب اس کے بعد جو شخص سیدنا امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شان میں گستاخی کرے یا آپ کی خلافت کو حق نہ مانے وہ سرکار امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سرکار امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کھلا دشمن اور باغی قرار پائے گا۔ ہندوستان اور پاکستان کے تمام سنی مسلمانوں کی مستند کتاب بہار شریعت حصہ اول ص۷۳ میں ہے ''تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل خیر وصلاح ہیں اور عادل۔ ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ کیا جائے۔ کسی صحابی کے ساتھ سوئے عقیدت (برا گمان رکھنا) اگر چہ چاروں خلفاء (حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت مولی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو مانے اور اپنے کو سنی کہے مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ماجد ابوسفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی، تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی ہے۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ زید کی بات حق ہے اور بکر کی بات جھوٹی اور باطل ہے پھر چوں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحابی ہونے سے انکار کرنا یہ ان کے حق میں توہین اور گستاخی ہے اور بکر سے یہ گستاخی ہوئی ہے۔ لہذا بکر کو یہ فتوی دکھا کر اس کو توبہ کرایا جائے اور اگر معاذ اللہ تعالیٰ بکر کے سر پر گمراہی اور رافضیت کا بھوت سوار ہو گیا ہو اور سمجھانے پر وہ نہ مانے تو جامع مسجد میں اعلان کر دیا جائے کہ بکر سنی نہیں رہ گیا وہ شہزادۂ رسول سرکار امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن ہو گیا ہے، اعلان کے بعد مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ بکر کا بائیکاٹ کر دیں اور اس سے تمام تعلقات اس وقت تک منقطع رکھیں جب تک وہ توبہ کر کے سنی مسلمان نہ ہو جائے۔

مسلمانوں کو سخت ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر وہ اپنے دین وایمان کا بھلا چاہیں تو شمع نیازی مرتد اور راشد الخیری رافضی گمراہ کی کتابیں ہرگز ہرگز نہ پڑھیں ورنہ شیطان مردود ان کے ایمان اور عقیدہ کو برباد کر کے جہنم میں ڈھکیل دے گا۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلی جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: فقیر حسنی حسینی غلام غوث قادری یکم صفر المظفر ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح : بدرالدین احمد قادری رضوی

مسئلہ : عمران قادری رضوی مصطفوی غفرلہ ربہ محلّہ منیر خاں پیلی بھیت شریف یکم جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم العالیہ مسائل ہذا میں۔

(۱) زید کہتا ہے کہ جس شخص کے پاس اہل سادات کی مہر نہ ہو وہ عالم نہیں ہوسکتا، یوں ہی جس کے پاس اہل سادات کی مہر نہ ہو وہ خلیفہ نہیں ہوسکتا ہے، عالم دین اور خلیفہ ہونے کے لیے سادات کی مہر ہو یا ان کی اجازت ہو کیا زید کا قول صحیح ہے؟

(۲) زید کہتا ہے حضرت اورنگ زیب عالم گیر رضی اللہ تعالی عنہ کہنا کفر ہے اور جو کہے وہ کافر ہے؟

(۳) حضرت منصور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھانسی کا فتوی دینے والے مع عالم گیر کے قابل گردن زدنی ہیں سب جہنمی ہیں جہنم میں جائیں گے سب کو توبہ کرنا چاہیے اور جو حضرت عالم گیر کو جنتی کہے وہ توبہ کرے؟

(۴) زید یہ بھی کہتا ہے کہ عالم گیر عالم دین نہ تھا بلکہ ایک دنیوی حاکم تھا اور حکمراں تھا۔ اس کو عالم کہنا جائز نہیں؟

(۵) حضرت عالم گیر کو جہنمی کہنے پر دلیل پیش کرتا ہے کہ قرآن میں ہے: ﴿ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما﴾[پ: ۵، سورۃ: النساء، آیۃ: ۹۳] یعنی قتل مؤمن عمداً (قصداً) کفر ہے اور جو مؤمن کو قتل کرے وہ بحکم قرآن کافر اور جہنمی ہے عالم گیر نے اپنے بھائی کو قصداً قتل کیا اس لیے وہ کافر اور جہنمی ہے اور اپنے باپ کو بھی قید کیا اور ان پر ظلم کیا اس لیے وہ ظالم وجابر بھی ہے۔ کیا زید کا قول صحیح ہے۔ اگر نہیں تو زید کی اس دلیل کا جو اس نے قرآن سے پیش کیا ہے کیا جواب ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب : اللھم ھدایۃ الحق والصواب (۱) زید جاہل محض اور اس کا قول غلط ہے، عالم دین کے لیے عقائد دینیہ اور احکام شرعیہ سے واقفیت ضروری ہے اور یوں ہی کسی شخص کا خلیفہ ہونے کے لیے جامع شرائط بیعت شیخ کی اجازت ضروری ہے، ان دونوں امور میں بحیثیت سیادت نسب حضرات سادات کرام کی مہر واجازت کو کوئی دخل نہیں۔

(۲) یہ زید صرف جاہل ہی نہیں بلکہ جری و بیباک اور شریعت مطہرہ سے بالکل بے لگام معلوم ہوتا ہے اس نے حضرت عالم گیر علیہ الرحمۃ والرضوان کے حق میں کلمہ ترضی استعمال کرنے والوں کو کافر کہہ کر اپنے اوپر کفر لازم کرلیا اس پر توبہ وتجدید ایمان اور کسی جامع شرائط پیر سے مرید ہوتو تجدید بیعت اور بیوی والا ہوتو تجدید نکاح فرض ہے اور جن مسلمانوں کے سامنے یہ کلمہ خبیث بول کر انہیں ایذا پہونچائی ہے ان سے معافی مانگنا لازم ہے، زید اگر توبہ وغیرہ امور انجام دینے کے بجائے اپنی بے لگامی پر قائم رہے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے سارے اسلامی تعلقات منقطع رکھیں۔

(۳) ان جملوں کو بک کر زید فاسق موذی ہوگیا اس پر توبہ فرض ہے جن مسلمانوں کے سامنے یہ جملے بول کر زید نے انہیں ایذاء پہونچائی ان سے معافی مانگنا اس پر لازم ہے۔

(۴) حضرت محی الدین عالم گیر اورنگ زیب علیہ الرحمۃ والرضوان سلطان اسلام ہونے کے ساتھ حافظ قرآن، عالم دین، عادل، متقی، پرہیزگار تھے جن کی نگرانی میں فتاوی عالم گیری جیسی عظیم وجلیل ضخیم کتاب مرتب ہوئی (تو اگر) وہ عالم دین نہ ہوں گے پھر عالم دین کون ہوگا۔

(۵) عمداً مؤمن کا قتل سخت ترین گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب فاسق ومستحق عذاب نار ضرور ہے لیکن کافر نہیں۔ اہل سنت کی مستند ومتداول کتاب شرح عقائد نسفی میں ''الکبیرۃ لا تخرج المؤمن من الایمان'' [ص: ۱۰۷] آیت کریمہ میں قتل مومن بالعمد پر شدید ترین سزاؤں کی وعید ضرور ہے لیکن قاتل مومن کو کافر نہیں فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ مفسرین کرام نے یہاں خلود فی النار سے مدتہائے دراز مراد لیا ہے، اگر قاتل مؤمن شرعاً کافر ہو جاتا تو خلود فی النار سے ابدی جہنمی مراد لیتے۔ زید کا یہ قول کہ ''جو مومن کو قتل کرے وہ بحکم قرآن کافر اور جہنمی ہے'' غلط اور باطل ہے کیوں کہ قاتل مومن اشد فاسق اور مستحق جہنم ضرور ہے لیکن کافر نہیں اور یہ بحث تو اس صورت میں ہے کسی کلمہ گو مسلمان کو بلا وجہ شرعی قتل کیا جائے اور اگر شرعی وجہ کے پیش نظر کوئی مسلمان قتل کیا گیا تو قاتل پر کوئی مواخذہ نہیں۔ مثلا جو لوگ مسلمان ہوتے ہوئے ڈاکہ زنی کرتے ہوں یا بغیر کسی حق شرعی کے بادشاہ اسلام سے بغاوت کر کے ساعی فساد ہیں وہ ضرور قتل کیے جائیں گے اور قتل کرانے والے پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ دارہ شکوہ تو بانی فتنہ وساعی فساد ہونے کے ساتھ دشمن شعار دین اور مروج الحاد وزندقہ تھا کیونکہ ''او بمصاحبت جوگیاں بے ایمان شدہ بود (ملاحظہ ہو

وقائع عالم گیر ص ۲۷ مرتبہ نبیہ احمد سنڈیلوی) لہذا ''دارہ'' کا قتل بر بنائے وجہ شرعی ہے۔ رہا شاہ جہاں مرحوم پر ظلم وستم کا افسانہ تو زید کی من گڑھت کہانی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمۃ والرضوان شعائر اسلام کے پاسباں، مرُوّج شریعت اسلامیہ، دین کے غازی، مجاہد اور مجدد تھے آپ کے زہد وتقوی، حق پرستی، عدل وانصاف، حمایت دین، نکایت مفسدین پر اگر شہادت درکار ہو تو ملاحظہ ہو تفسیرات احمدیہ حضرت مولانا احمد جیون علیہ الرحمۃ والرضوان مصنف ''نورالانوار'' حضرت اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمۃ والرضوان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ ناصر الشريعة القويمة، سالك الطريقة المستقيمة، باسط مهاد العدل والانصاف، هادم اساس الجور والاعتساف، مروج الشريعة الغراء، مؤسس الملة الحنيفة البيضاء، صاحب المأثر، صاحب جامع المراتب والمناقب، بحر الدرر ابى الظفر مربى ذى الفضل الصغير و الكبير محى الدين محمد اورنك زيب عالم كير (تفسیرات احمدیہ ص ۶) فتاوی عالم گیری جلد اول کے خطبہ میں اکابر علمائے اسلام کی متفقہ گواہی ملاحظہ ہو هو المطيم على العدل والشجاعة والندى والمطو تقنه من الزهد والورع والتقوى امير المومنين ورئيس المسلمين امام الغزاة وراس المجاهدين ابو المظفر محى الدين محمد اورنگ زيب عالم گير بادشاه غازی" [عالمگیری ج:۱، ص:۲]۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جو بادشاہ اپنے زمانے کے اکابر حاملین شریعت علماء کی نگاہوں میں عادل، منصف، متقی وزاہد، متورع حامی دین، مرُوّج شریعت ہو اس کو ظالم وجابر، کافر وجہنمی کہنا کتنی بڑی بد بختی اور شقاوت ہے اور اگر ملحد جوگیوں اور فرقہ پرست غیر مسلموں سے متاثر ہو کر بے باک شخص یہ کہہ دے کہ حضرت مولانا احمد جیون مصنف نورالانوار اور اکابر علمائے مصنفین فتاوی عالم گیری (معاذ الله تعالیٰ) جھوٹے تھے تو قطع نظر اس امر کے ایسا دعوی کرنے والا خود کذاب ومکار، عیار و بہتان طراز ہے۔ مگر اس سے مطالبہ کیا جائے گا کہ تو اگر سچا ہے تو حضرت عالم گیر کے زمانے کے حاملین شریعت علما کی اس امر پر تو بھی گواہی پیش کر کہ حضرت عالم گیر ظالم وجابر، کافر وجہنمی تھے۔ زید اور اس کے جیسا خیالات فاسدہ رکھنے والے سب لوگ کان کھول کر سن لیں کہ مطالبہ مذکورہ قیامت تک پورا نہیں کیا جا سکتا ہے۔ تو اے لوگو! اس کی آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

بالجملہ زید اگر اپنی آخرت کی بھلائی کا خواہاں ہے تو اپنے ان اقوال باطلہ سے فوراً توبہ کرڈالے کہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ ھو الھادی یھدی من یشاءُ الی صراط مستقیم واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم جل جلالہ وﷺ

کتبہ: بدر الدین احمد رضوی من اساتذۃ فیض الرسول براؤں الشریف من اعمال بستی (یو پی) ۲۱/من جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

مسئلہ: از غلام رسول پوسٹ ومقام شری دت گنج ضلع گونڈہ

زید جو عالم ہے اس نے وعظ میں بیان کیا کہ ایک روز جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے سرکار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا: یا اخی جبرئیل! تم کو پیغام خدا کیسے ملتا ہے؟ حضرت جبرئیل نے کہا عرش سے ندا آتی ہے میں آگے بڑھتا ہوں پھر پردے کے آڑ سے مجھے پیغام ملتا ہے سرکار نے فرمایا کہ کیا کبھی آپ نے پیغام دینے والے کو دیکھا ہے فرمایا نہیں۔

سرکار نے ارشاد فرمایا: کہ اچھا اب اگر جائیں تو پردہ ہٹا کر دیکھ لیں حضرت جبرئیل جب تشریف لے گئے تو آپ نے پردہ ہٹا کر دیکھا کہ آئینہ دربار قدرت لگا ہوا ہے سرکار اس کے سامنے کھڑے عمامہ شریف باندھ رہے ہیں حضرت جبرئیل بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو فرمایا یا رسول اللہ میں نے آپ کو بعینہ ایسے وہاں بھی دیکھا ہے اے مصطفیٰ! میں نے آپ کو قرآن لیتے بھی دیکھا ہے اور دیتے بھی دیکھا ہے، پھر اس نے یہ شعر پڑھا ؎

تمہیں ہو اول تمہیں ہو آخر تمہیں ہو ظاہر تمہیں ہو باطن
جہاں بھی دیکھا تمہیں کو پایا تمہیں ہو تم دوسرا نہیں

بکر بھی عالم ہے اس نے کہا اس بیان سے سرکار کو خدا کہنا مفہوم ہوتا ہے لہذا زید کافر و مرتد ہو گیا دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا نہیں نیز بکر کے قول کو واضح فرمائیں۔

الجواب: زید نے محفل وعظ میں جو روایت بیان کی وہ باطل اور جھوٹی ہے سائل نے اپنے سوال میں زید کو ناحق عالم قرار دیا ہے زید اگر عالم ہوتا تو جھوٹی کہانی کو حدیث نہ قرار دیتا زید رٹو طوطا ہے، آداب شرع سے آزاد چرب زبان مقررین کی نقالی سیکھ کر طلیق اللسان خطیب بن گیا ہے، جس کی وجہ سے گنوار عوام اسے عالم

کہتے ہیں، زید کی بیان کردہ بے اصل روایت کا متبادر ظاہری معنی کفری ہیں اس لیے زید پر حکم کفر لازم ہے زید پر فرض ہے کہ مجمع عام میں اس بے اصل روایت کے کفری مضمون سے توبہ کرے اور بارگاہ احدیت جل جلالہ میں استغفار کرے اور روایت مذکورہ کے باطل ہونے کا اعلان کرے اور تجدید ایمان کے لیے بالاعلان کلمہ طیبہ پڑھے اور اگر بیوی رکھتا ہے تو تجدید نکاح کرے اور اگر بیعت والا ہے تو تجدید بیعت کرے اگر زید کو لوگ عالم دین نائب رسول سمجھتے ہیں تو زید پر لازم ہے کہ وہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقدس دامن تھامے اور بہار شریعت اول، دوم، سوم، چہارم، ، پنجم، نہم، شانزدہم تصنیف خلیفۂ اعلیٰ حضرت اور الامن والعلی، تجلی الیقین، احکام شریعت، فتاویٰ رضویہ وغیرہ تصانیف سرکار اعلیٰ حضرت کا مطالعہ کرے۔ بکر کا قول بطور فتوائے فقہی صحیح ہے ۔وھو تعالی اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد رضوی ۷؍ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسئلہ: از محمد علی رضوی

(۱) شہر میں دیوبندیوں اور صلح کلیوں نے ایک جلسہ کیا اور ایک سنی عالم سے صدارت کے لیے کہا، جواب میں سنی مولوی نے کہا کہ میں ایسے اسٹیج پر جس میں وہابی، دیوبندی، گستاخان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود ہوں اور تقریریں کریں اس اسٹیج پر پیشاب بھی نہیں کروں گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا کہنے والوں پر شریعت مطہرہ کے جانب سے کوئی توبہ عائد نہیں ہوتا؟

(۲) زید نے عرصہ ہوا اپنی تقریر میں بیان کرتے ہوئے فضائل درود پر زور دیا اور کہا خدائے تعالی اور اس کے فرشتے محمد ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور درود پڑھنا عبادت ہے۔ لہذا خدائے تعالیٰ بھی (معاذ اللہ) محمد رسول اللہ ﷺ کی عبادت کرتا ہے۔ اس تقریر پر لوگوں نے سخت اعتراض کیا اور بہت ملامت کی تو زید نے مہینوں کے بعد جبراً وقہراً توبہ کی مگر تجدید نکاح آج تک نہیں کیا۔ ایسے شخص کے لیے از زروئے شرع شریف کیا حکم ہے جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: اللھم ھدایة الحق والصواب (۱) سنی مولوی کا یہ جملہ کہ ''جس اسٹیج پر گستاخان خدا اور رسول وہابی دیوبندی موجود ہوں اور تقریر کریں میں اس پر پیشاب بھی نہیں کروں گا'' اس اسٹیج سے شدید بیزاری ظاہر کرنے کے لیے ہے اور بے شک ہمیں خدا ورسول جل جلالہ و ﷺ نے دشمنان دین و گستاخ

مرتدین سے بیزار ہی رہنے کا حکم دیا ہے۔ایسا جملہ بولنے والا شرعاً مجرم نہیں ہاں جہاں فتنہ فساد پھیلانے والوں کا غلبہ ہے وہاں اس انداز وطرز کا جملہ بولنے کی بجائے ایسا جملہ استعمال کرنا چاہیے جو صاف صاف بیزاری پر دلالت کرے اور جس میں ارباب فساد کو غلط معنی پہنانے کا موقع نہ ملے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) زید کا یہ جملہ ''کہ لہذا خدائے تعالیٰ بھی (معاذ اللہ) محمد رسول ﷺ کی عبادت کرتا ہے'' اشد ترین خبیث ملعون کفر ہے زید قطعی طور پر کافر مرتد ہوگیا۔ لاالٰہ الااللہ لا معبود الااللہ ۔ زید پر اس ملعون کلمہ کفریہ سے توبہ کرنا اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھنا اور نئے مہر پر بیوی سے نکاح کرنا فرض ہے۔صورت مسئولہ میں اگر زید نے لوگوں کے محض دباؤ سے توبہ کی ہے تو شرعاً توبہ نہیں زید کافر کا کافر ہی رہے گا اور اس صورت میں تجدید کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہے تاوقتیکہ زید نادم ہوکر توبہ وتجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کرے، تمام مسلمان اس سے سلام وکلام وغیرہ سارے اسلامی تعلقات منقطع کرلیں۔واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ و ﷺ۔

کتبہ: بدرالدین احمد رضوی

مسئلہ : زید کامل اکمل مسلم اہل سنت وجماعت صحیح العقیدہ عرصہ دراز سے کسی بیماری میں مبتلا رہا ۔ایک کافر غیر مسلم نے خود اس کی بیماری دیکھ کر کہا کہ تمہارے اوپر بیار ہے۔اگر ہم کو تم پوجا دو، پٹھیا، دھوتی ،کراہی ،شراب تو میں اس بیار کو پکڑلوں ،صحیح العقیدہ نے کہا کہ تم بیار کو پکڑلو اگر میں صحت مند ہو جاؤں گا تو پوجا دے دوں گا۔زید کو صحت حاصل ہوگئی اور اس نے پوجا کا سارا سامان دے دیا۔تو اب اس پر کیا حکم ہے؟

الجواب : صورت مسئولہ میں زید پر توبہ،تجدید ایمان فرض ہے اگر بیوی والا ہے تو تجدید نکاح بھی کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم ۔

کتبہ: بدرالدین احمد رضوی ۲۷؍شوال ۱۳۷۶ھ

مسئلہ : از محمد بشیر قادری چشتی ڈفل ڈیہہ ضلع گونڈہ

(الف) زید ایک چمار کی لڑکی لاکر اپنے گھر والوں کے ساتھ رہتا ہے اس کا پکایا ہوا کھانا کھاتا ہے اور اس سے حرام کاری بھی کرتا ہے ۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے گھر والے دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے یا نہیں؟

(ب) زید اور زید کے باپ کے گھر والے کو مسجد کے اندر نماز پڑھنے سے روکنا جرم ہے یا نہیں؟

(ج) زیداورزید کے گھر والوں پر شرعاً کوئی کفارہ لازم ہے یانہیں؟

(د) اگراس چمار کی لڑکی کو مسلمان کیا جائے تو کیا طریقہ ہے۔دیہات میں کافرہ کو مسلمان کر کے اس سے نکاح پڑھانا جائز ہے یانہیں؟

(ہ) زیداورزید کے گھر والوں کو تجدید ایمان اور تجدید بیعت ضروری ہے یانہیں؟

الجواب : (الف) زیداوراس کے گھر والے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوئے ،لیکن زید سخت گنہ گار رہوااوراس کے گھر والے اگرزید کے اس فعل سے راضی ہیں تو وہ بھی گنہ گار ہوئے ورنہ نہیں (ب) زید اوراس کے گھر والے جب کہ مسلمان ہیں تو انہیں مسجد کے اندر نماز پڑھنے سے روکنا جرم ہے (ج) زید اوراس کے گھر والوں پر شرعاً کوئی کفارہ نہیں ،لیکن زید کواس چمار کی لڑکی سے الگ ہونا اورلوگوں کے سامنے اس فعل قبیح سے تو بہ کرنا واجب اور لازم ہے اور زید کے گھر والے اگرفعل سے راضی ہوں تو وہ بھی تو بہ کریں (د) کسی کو دائرہ اسلام میں لانے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ کفر سے تو بہ کروا کر کلمہ ٔ طیبہ پڑھا دیا جائے دیہات میں ہو یا شہر میں جو مسلمان ہو جائے اس سے نکاح جائز ہے ،(ہ) زیداوراس کے گھر والوں کو تجدید ایمان اورتجدید بیعت ضروری نہیں مگر کر لینا بہتر ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد قادری رضوی ۲۷/ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۶ جولائی ۵۷ء

مسئلہ: ازمحمد ہارون خان مدرسہ اسلامیہ ہراپٹی مہنداول

زید نے برسرعام چائے کی دوکان پر بہت سے لوگوں کی موجودگی میں دوران بحث وگفتگو حسب ذیل الفاظ کہے:

علما کی بات جو مانے گا سیدھے جہنم میں جائے گا ، بعد میں کچھ لوگوں نے زید سے کہا تمہاراایسا کہنا ٹھیک نہیں ہے تو اس نے کہا کہ میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں ،سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں''

دریافت طلب امر یہ ہے کہ شخص مذکور پر از روئے شرع کیا حکم لاگو ہوتا ہے۔اس اصرار پر اس کا نکاح باقی رہا یانہیں؟

الجواب : زید جھوٹا ،شدید فاسق ،فتنہ ،فساد انگیز اور موذی ہے ،اس پر تو بہ استغفار واجب ہے ،جن جن مسلمانوں کے سامنے اس نے یہ ملعون جملہ کہا ان سے معافی مانگے اگر بیوی رکھتا ہوتو تجدید

نکاح بھی کرنا مناسب ہے، مسلمانوں پر فرض ہے کہ جب تک زید توبہ استغفار نہ کرے اس وقت تک اس کے ساتھ اسلامی تعلقات قائم نہ رکھیں۔ پنچایت کر کے اس کے بارے میں قطع تعلق کا اعلان کر دیں۔ لیکن اگر زید کا مذکورہ بالا جملہ خاص علمائے سوء یعنی باطل پرست مولوں کے بارے میں ہے تو اس پر یہ احکام نافذ نہیں۔ مگر طرز تعبیر محتاج اصلاح ہے۔ هذا ما ظهر لی والعلم عند الله ورسوله جل جلاله و ﷺ

کتبہ: جلال الدین احمد امجدی ۲۰/رجب المرجب ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح: بدرالدین احمد قادری رضوی (منقول از فتاوی فیض الرسول جلد اول ص ۱۳۳)

مسئلہ: از عبدالحبیب بھائی چشتی راجکوٹ گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت حسب ذیل مسئلہ میں کہ ایک سنی ادارہ کے ناظم اعلی نے چند ماہ قبل ایک کانفرس بلائی، جس میں اہل سنت کے علاوہ تمامی فرقوں کے سربراہ موجود تھے جیسے وہابی، دیوبندی، غیر مقلد، مودودی، تبلیغی اور رافضی، خوارج، بوہیرہ اور بے پردہ خواتین بھی ایک اسٹیج پر سب نے لکچر دیا اور ناظم اعلی نے بھی لکچر دیا جب کہ مذکورہ ادارہ کا آئین یہ ہے کہ ادارہ مسلک اعلی حضرت کا پابند رہے گا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ناظم اعلی کا مذکورہ فعل مسلک اعلی حضرت کے خلاف ہے یا نہیں؟ اور ادارہ کے ناظم اعلی پر از روئے شریعت کیا حکم ہے۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿ولا تر كنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾[پ:۱۲، سورۃ:ھود] یعنی بد دین بد مذہب گمراہ، کفری عقیدہ رکھنے والے کھلا فسق و فجور کرنے والے) ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمہیں جہنم کی آگ چھوئے گی، سرکار مصطفےٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: [من وقر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام] (مشکوٰۃ شریف) یعنی جس نے کسی بد مذہب کی تعظیم کی اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی نیز ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ [فایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم] (مسلم شریف ص۱۰) یعنی (اے مسلمانو!) تم لوگ بد مذہبوں سے دور رہنا اور اپنے کو ان سے الگ رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں فتنہ میں ڈال دیں، بدعقیدہ بنا دیں۔ حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ والرضوان علم عقائد کی مشہور کتاب شرح مقاصد میں

تحریرفرماتے ہیں:حکم المبتدع البغض والعداوة والا عراض عنه والطعن و اللعن" (بحوالہ المعتقد المنتقد مصنفہ علامہ فضل رسول بدایونی ص۲۳۴) یعنی بدمذہب بدعقیدہ کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے دشمنی اورعداوت رکھی جائے اوراس کو دیکھ کر چہرہ پھیرلیا جائے ،اسے برا بھلا کہا جائے ، نیز اس پر تھری تھری کی جائے ۔صورت مسئولہ میں سنی ادارہ کے ناظم اعلی نے مذکورہ بالا احکام شرعیہ کی کھلے عام مخالفت کر کے مسلک اعلی حضرت کے قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی ۔اسٹیج پر حیاباختہ عورتوں سے لکچر دلواکر اس نے قرآن وحدیث کی تعلیم کچل کررکھ دی ۔ وہ شرعاً شدید فاسق اور قانوناً آئین ادارہ کا کھلم کھلا باغی اور دشمن ہے ۔ دستوراساسی کی خلاف ورزی کے سبب اس کی نظامت ختم ہے، فی الحال اگروہ اپنے اس سنیت شکن فعل سے تو بہ کر لےتو بھی اسے اس عہدہ پر برقرار نہیں رکھا جاسکتا ۔ان حالات میں ارباب استطاعت سنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ہرامکانی کوشش کے ذریعہ مذکورہ بالا ناظم اعلی کوعہدۂ نظامت سے برطرف کر کے مظلوم ادارہ کو اس کے پنجۂ ظلم سےآزادکرائیں ۔والله ورسوله اعلم جل جلاله و صلی اللہ علیہ وسلم .

کتبہ: بدرالدین احمد رضوی مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی (یوپی) ۱۲رشوال ۱۴۰۷ھ ۱۰رجون ۱۹۸۷ء چہارشنبہ

مسئله : از یوسف محمد النوری ۲۸رجب المرجب ۱۴۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایمان کی تعریف کیا ہےاور ایمان کامل کیسے ہوتا ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب : اللهم هداية الحق والصواب (۱) وہ سب باتیں جوضروریات دین ہیں ان کو سچے دل سے ماننااورقبول کرنا ایمان ہے، کسی ایک ضروری دینی امر کے انکار کوکفر کہتے ہیں ،ضروریات دین سے مراد وہ مسائل دین ہیں جنہیں ہرخاص وعام جانتے ہیں مثلا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ، انبیائے کرام کی نبوت ، جنت ،جہنم ، یوم قیامت اور جیسے یہ اعتقاد کہ سرکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخرالانبیاء ہیں، سرکار کے بعدکوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقہ علما میں شمار نہ کیے جاتے ہوں مگر علما کی صحبت سے شرف یاب ہوں ۔ مسائل علمیہ، دینیہ سے ذوق رکھتے ہوں ۔حقوق الٰہی جل جلالہ حقوق سرکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نیز حقوق العباد کی ادائیگی کواپنے ہرکام پرمقدم رکھنے سے ایمان کامل ہوتا ہے۔ والله تعالیٰ ورسوله اعلم (جل جلاله و صلی اللہ علیہ وسلم)

کتبہ: بدرالدین احمد قادری رضوی نوری مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی (یوپی) ۷/ شوال ۱۴۰۸ھ

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید نے حضرت سیدنا محبوب الٰہی سرکار نظام الدین سلطان الاولیاء رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی شان میں مندرجہ ذیل منقبت تحریر کی ہے

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا بڑی جناب تیری فیض عام ہے تیرا
تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی مسیح وخضر سے اونچا مقام ہے تیرا

دریافت طلب امر یہ ہے کہ (۱) سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت سرکار محبوب الٰہی کا مقام اونچا قرار دینا شرعاً کیسا ہے؟ (۲) کیا اس طرح کہنے میں سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخفیف شان ہے؟ (۳) قائل کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

المستفتی: عبدالصمد القادری مدرسہ انوار ملت، چھترپارہ گونڈہ (یوپی)

الجواب : یہ اور دوسرے متعدد کفریات اقبال سے صادر ہوئے ہیں میں نے ایک بار حضور مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ سے اقبال کے بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا بے شک اقبال سے خلاف شرع امور کا صدور ہوا ہے کفریات تک اس سے صادر ہوئے ہیں مگر وہ اللہ کے محبوب سرکار دوعالم ﷺ کی شان میں گستاخ وبے ادب نہیں تھا بے شک اس سے اس کی جہالت کی بنا پہ کفر تک پہنچانے والی غلطیاں ہوئی ہیں مگر آخر وقت میں مرنے سے پہلے اس کی توبہ بھی مشہور ہے اور حضرت نے فرمایا جو اللہ کے محبوب کی شان میں گستاخ نہیں ہوتا اس کو توبہ کی توفیق ہوتی ہے اس کے بعد حضرت نے اقبال کا یہ شعر پڑھا۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر باو نرسیدی تمام بولہبی است

حضرت نے یہ شعر پڑھ کر آبدیدہ ہوگئے اور فرمانے لگے کہ اس شعر سے حضور ﷺ کے ساتھ اقبال کی سچی محبت ظاہر ہے۔ اس کے بعد فرمایا اقبال کے بارے میں توقف چاہیے اور حضرت کا یہ فرمان اس وقت کی ناسازی طبع سے ۱۵۔۱۶ سال پہلے کا ہے حضرت کے اس فرمان پر ہمارا عمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

کتبہ: محمد اعظم خادم دارالافتا بریلی، ۱۹/ رجب الرجب ۱۴۰۱ھ۔

تصدیق: الفقیر مصطفیٰ رضا القادری غفرلہ (سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان)۔

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

زید نے نا اتفاقی کی بنا پر قسم کھالیا کہ چاہے کعبہ مغرب سے مشرق میں آجائے لیکن میں کسی تقریب میں بکر کے یہاں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ لیکن اب زید خود تقریب کر رہا ہے اور بکر کو مدعو کرنا چاہتا ہے تو اس میں کوئی قباحت شرعی ہے یا نہیں؟ اور بکر بھی مدعو کرنا چاہتا ہے تو زید کے اوپر کوئی کفارہ وغیرہ تو نہیں عائد ہوا؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد امیر الحسن قادری غفرلہ القوی، ۵؍ربیع النور ۱۴۰۷ھ۔

الجواب: بعون الملك الوهاب۔ اس طرح کہنا کہ "چاہے کعبہ مغرب سے مشرق میں آجائے مگر میں بکر کے یہاں کھانا نہیں کھاؤں گا" خود یہ جملہ قسم نہیں، لہٰذا زید اگر بکر کے یہاں کا نا کھائے تو اس پر کفارہ نہیں لیکن اگر خدائے تعالیٰ کا نام لے کر قسم کھائی اور مذکورہ جملہ بولا پھر اس کے خلاف عمل کیا تو ضرور حانث ہوگا اور کفارہ لازم ہوگا اور رہا زید کا بکر کو اپنے یہاں مدعو کرنا تو وہ ہر صورت میں جائز ہے خواہ زید کی قسم شرعاً منعقد ہو یا نہ ہو۔

کتبہ: السید افروز احمد من المتدرسین بالمدرسة الغوثية الواقعة فی بڑھیا من مديرية بستی، ۱۱؍ربیع الغوث ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح: بدر الدین احمد

مسئله: کیا فرماتے یں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ میں بنظر تربیت اللہ کا ولد ہوں اور تمام مخلوق خدا کی اولاد ہے اس پر فرمان رسالت [الخلق عيال الله فاحب الخلق الیٰ الله من احسن الیٰ عياله] کو دلیل بناتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو سورہ اخلاص میں مذکور ﴿لم يلد ولم يولد﴾ کا کیا مطلب ہے؟ مفصل جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں نیز اس بات کی وضاحت فرمائیں کہ زید کے کہے جملے پر شرعی حکم کیا ہے؟

سائل: محمد ہارون حبیبی قادری مومن پورہ برہان پور۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب۔ زید کا یہ قول کہ "میں بنظر تربیت اللہ کا ولد ہوں

''صریح کفر ہے۔ زید پر توبہ، تجدید ایمان، تجدید نکاح فرض ہے۔ جب کہ بیوی والا ہو اور اگر زید توبہ وغیرہ سے انکار کرے تو عام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ زید کا بائیکاٹ کریں، زید نے اپنے اس قول میں یہودیوں اور نصرانیوں کی تقلید کی ہے۔ قرآن مجید پارہ ششم رکوع ۸ میں ہے ﴿ وقالت الیھود والنصٰرٰی نحن ابنٰؤا اللہ ﴾ یعنی یہودیوں اور نصرانیوں نے کہا کہ ہم اللہ کی اولا ہیں۔ زید کا حدیث شریف سے استدلال غلط ہے۔ عیال کا ترجمہ اولاد نہیں۔ اور سورہ اخلاص کی آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا ﴿ لم یلد ﴾ زید کو کذاب اور منکر قرآن قرار دے رہا ہے، لہٰذا اگر زید کو جہنم کے بھڑکتے ہوئے انگاروں سے اپنے جسم کی ہڈی اور گوشت کو بچانا ہے تو فوراً قرآن عظیم کے آگے جھک جائے اور توبہ، تجدید ایمان وغیرہ کر کے اللہ ورسولہ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کرے۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ثم عند رسولہ علیہ التحیۃ والثناء۔

کتبہ: بدالدین احمد مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی یوپی ۶ رشوال ۱۴۰۸ھ۔

۷۸٦

﴿کتاب الطهارة﴾

مسئله : مسئولہ شاہ محمد۔ گورا۔ پوسٹ بکھرا بازار بستی۔

ایک عورت حالت نفاس میں کنویں میں گر کر مرگئی گرنے کے بعد نکال دی گئی، ایسی صورت میں کنویں کا پانی کس مقدار میں نکالا جائے جس سے کنواں پاک ہوجائے اور کنویں کا پانی بوجہ سوتا ہونے یک دم نکالنا دشوار ہے تو کس طریقے سے نکالا جائے؟

الــجــواب : صورت مسئولہ میں کل پانی نکالا جائے اور اس قسم کے کنویں کے پانی نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس پانی کی گہرائی کسی لکڑی یا رسی سے صحیح طور پر ناپ لی جائے چند آدمی بہت پھرتی سے سو ڈول نکال ڈالیں پھر پانی ناپیں جتنا کم ہوا سی حساب سے پانی نکالیں کنواں پاک ہوجائے گا۔ وھو اعلم

کتبہ: بدرالدین احمد ٦ / رجب ۱۳۷٦ھ

مسـئله : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو اس کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟

الـجواب : اگر وقت اتنا کم ہے کہ غسل کرے گا تو نماز قضا ہوجائے گی تو ایسی صورت میں تیمّم کر کے نماز پڑھے پھر غسل کر کے نماز کا اعادہ کرے۔ والله تعالیٰ ورسوله اعلم جل جلاله و صلیٰ الله تعالیٰ علیه وسلم۔

کتبہ:۔ بدرالدین احمد قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿کتاب الصلاۃ﴾

از: عبدالحمید متعلم مدرسہ جامعہ شمسیہ انوار العلوم بڑھیا ضلع سیوان بہار

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں اگلی صف میں تین چار مرد کھڑے ہیں اور لڑکے پوری صف کے ہیں اور جماعت ختم ہونے تک اور مرد آ کر ملنے والے ہیں، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے اگر لڑکے صف اول کو پورا کرتے ہیں تو پیچھے مردوں کو آ کر کھڑا ہونا پڑتا ہے اور اگر جگہ خالی چھوڑتے ہیں تو لڑکوں کے آگے یا صف چیر کر مردوں کو آنا پڑتا ہے، ورنہ اگلی صف میں جگہ چھوڑ کر مردوں کو لڑکوں کے پیچھے صف لگانا پڑتا ہے کیا کرے؟

الجواب: فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص: ۱۶۵ میں ہے لڑکے یعنی نابالغ اپنی دوسری صف لگائیں اور بعد میں آنے والے مرد صف چیر کر یا کنارے کچھ جگہ ہو تو ادھر سے آ کر صف اول میں شامل ہوں اگر چہ بچوں کے آگے سے گزرنا پڑے۔ لان الصف الاول لاحق فیہ للصبیان و سترہ لامام سترہ لمن خلفہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: سید افروز احمد من المتدرسین بالمدرسۃ الغوثیۃ فی بڑھیا فی الثانی من صفر ۱۴۰۶ھ

الجواب صحیح: بدرالدین احمد خادم مدرسہ غوثیہ بڑھیا ۲ رصفر ۱۴۰۶ھ۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقیم نے امام مسافر کی اقتدا کی اور ایک یا دو رکوع نہ پائے مثلاً دوسری رکعت یہ صرف التحیات میں شریک ہوا تو بعد سلام امام کے اپنی نماز کس طرح ادا کرے حضور کی خدمت اقدس میں عرض ہے کہ اس کا جواب امام اہل سنت قاطع بدعت مولانا شاہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف کردہ ''الفتاویٰ الرضویہ'' جلد سوم ص: ۳۹۵، پر دیکھا لیکن مسئلہ کے بارے میں زید کا قول ہے کہ علامہ شامی سے یہاں سہو ہوا اور اعلیٰ حضرت نے اسی کو یہاں نقل کر دیا اور آگے

کہتا ہے کہ علامہ شامی نے ''حلیہ'' سے نقل کیا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا زید کا قول درست ہے یا نہیں اور مذکورہ بالا سوال میں آپ کا ارشاد عالی کیا ہے حضور کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے اور عمر میں برکت ہو حضور سے گزاش ہے کہ بہت جلد جواب عطا فرمائیں

(۲) خطیب جب خطبہ پڑھے اور خطبہ میں آیت درود آئے تو سامعین درود پاک دل میں پڑھ سکتے ہیں یا خاموش رہنا بہتر ہے؟ اور خطبہ سننا فرض ہے کہ واجب؟ حقیر نے اس کے بارے میں تحقیق کیا تو مصنف ''بہار شریعت'' نے فرمایا جن تک آواز پہونچتی ہے ان کو سننا فرض ہے اور جن تک آواز نہیں جاتی ہے ان کو خاموش رہنا واجب ہے، رسالہ'' مسائل ضروریہ خلاصہ مسائل حنفیہ'' ص: ۹۴ پر لکھا ہے کہ خطبہ سننا سامعین پر واجب ہے آیا دونوں قول صحیح ہیں آپ کی رائے شریف کیا ہے؟ اور اس کے مصنف محمد عزیز حسین صاحب ہیں، ان کے عقائد کے بارے میں اور رسالہ ''رکن الدین'' کے مصنف جو مولانا رکن الدین صاحب ہیں، ان کے عقائد کے بارے میں آپ کو جیسا معلوم ہو ہمیں بھی ویسا مطلع فرمادیں۔ حضور کا ایک ایک لفظ سر آنکھوں پر اگر حضور ان باتوں سے آگاہ فرمادیں عین کرم ہوگا۔

(۳) زید نے نسبندی کرالیا ہے آیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر توبہ کرلیا ہو؟ اور نسبندی کب جائز ہے؟ کیا عورت کو تکلیف رہے تو کوئی شخص نسبندی اس نیت سے کراسکتا ہے کہ شہوت ختم ہوجائے اور عورت کو تکلیف نہ پہونچے۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغفار رضوی محلّہ سیلاوٹ واڑی اودے پور راجستھان۔

نوٹ:۔ علامہ شامی کے بارے میں سہو کا لفظ استعمال کرنے والے سے مراد حضرت علامہ مفتی جہانگیر صاحب قبلہ ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہاں دوسری میں نہ بیٹھے کہ امام کی تیسری ہے۔ تو کیا امام کے ساتھ تیسری پر کوئی بیٹھتا ہے؟ نہیں، لہٰذا حضور سے گزارش ہے کہ آپ مفصل تحریر فرمادیں اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

الجواب : اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ جس سوال کا جواب مظہر امام ابوحنیفہ مجدد اکرم شاہ احمد رضا رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ نے ''فتاویٰ رضویہ'' جلد سوم ص: ۳۹۵ اور ص: ۳۹۸، میں خوب تفصیل وتوضیح کے ساتھ تحریر فرمایا ہے اور جو سائل کی نگاہ میں بھی ہے ایسے سوال کا جواب

مستفتی ''بدرالدین'' سے طلب کر رہا ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت کے سامنے بدرالدین کی حیثیت کیا ہے؟ سائل نے اپنے استفتا کے نوٹ میں لکھا ہے کہ زید کا قول یہ ہے کہ جس مقتدی مقیم کو مسافر امام کے پیچھے صرف ایک رکعت ملی وہ مقتدی اپنی دوسری رکعت میں نہ بیٹھے۔ زید کے جواب میں بدرالدین احمد کہتا ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص: ۳۹۸، میں زیر بحث مسئلہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ: جب سلام امام مسافر کے بعد مقیم قائم ہو، ایک رکعت پڑھ کر اسے قعود چاہیے کہ اگر چہ یہ اصل میں تیسری رکعت ہے مگر اس کی (یعنی مقیم مسبوق کی) ادا میں دوسری ہے تو اس پر ایک شفعہ تمام ہوگا اور ہر شفعہ پر قعدہ تمام چاہیے۔ امام منفرد، مقتدی، مدرک، لاحق، مسبوق اس قدر حکم میں سب شریک ہیں ''فتاویٰ رضویہ'' جلد سوم ص: ۳۹۸، غور فرمائیے کہ سرکار اعلیٰ حضرت کا صاف صاف فتویٰ ہے کہ زیر بحث مقتدی لاحق اپنی دوسری رکعت میں بیٹھے اور التحیات پڑھے اور اعلیٰ حضرت کے مقابلہ میں زید صاحب فرماتے ہیں کہ نہ بیٹھے اور پھر زید صاحب کا صرف ان کا ذاتی قول پیش کیا گیا ہے۔ ان کے قول کے ثبوت میں کسی فقیہ کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ اور اعلیٰ حضرت نے اپنے فتویٰ کی تائید میں درمختار، خلاصہ، ہندیہ، شرح مجمع، غنیۃ اور ردالمحتار کی عبارت پیش کی ہے۔ سائل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ زید کے سامنے فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص: ۳۹۸، کا مضمون ملاحظہ کرائے اگر زید صاحب اپنے قول سے رجوع کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہے ورنہ زید صاحب کو اپنے قول کے ثبوت میں کسی مرجع انام فقیہ کا فتویٰ پیش کرنا ہوگا۔

(۲) حالت خطبہ میں خطبہ سننا اور خاموش رہنا فرض ہے۔ جہاں واجب لکھا ہے وہ بمعنی فرض ہے۔ محمد عزیز حسین صاحب سے ہم واقف نہیں۔ اور نہ ان کی کوئی تصنیف ہماری نگاہ سے گزری ہے۔ رسالہ رکن الدین کے مصنف مولانا رکن الدین صاحب انوری سنی عالم گزرے ہیں۔

(۳) زید، جس نے نسبندی کرائی اور توبہ کر لی اس کے پیچھے نماز جائز ہے جب کہ کوئی دوسری وجہ مانع امامت نہ ہو۔

(۴) نسبندی حسب فتویٰ سرکار مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا علیہ الرحمۃ والرضوان حرام ہے، لہٰذا نسبندی کرانا جائز نہیں، نسبندی سے شہوت ختم نہیں ہوتی اگر عورت کو حمل سے بچانا ہے تو کوئی جائز راستہ اختیار کرے مثلاً عورت حیض سے فارغ ہوئی تو قربت میں عجلت نہ کرے، ہفتہ عشرہ تک صبر سے کام لے پھر

قربت سے کام لے طبی اعتبار سے امید ہے کہ حمل قائم نہ ہو۔ھذا ما عندی والعلم عند ربی جل جلالہ ثم عند رسولہ علیہ التحیۃ والثناء۔

کتبہ: بدرالدین احمد قادری خادم المدرسۃ الغوثیۃ فی بڑھیا من مدیریۃ بستی۔۹/ ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ۔

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

زید اسکول میں ماسٹر ہے تھوڑی بہت اردو اور قرآن شریف ناظرہ کی تعلیم ہے اس کے علاوہ دوسرے کئی لوگ اور ہیں جو قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اردو بھی جانتے ہیں، مگر زید نے نسبندی کروالی ہے جس کی وجہ سے گاؤں کے لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کراہت سمجھتے ہوئے نماز نہیں پڑھتے ہیں، مگر زید کسی سے لکھوالایا ہے کہ اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا نسبندی کرانے والے کے پیچھے دوسرے لوگوں کی نمازیں ہوں گی یا نہیں؟

الجواب : بعون الملك الوهاب۔ نسبندی کرانا حرام ہے جیسا کہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتویٰ دیا ہے زید پر بارگاہ الٰہی جل جلالہ میں توبہ واستغفار کرنا فرض ہے، پھر چوں کہ بہت سے لوگ زید کے نسبندی کرانے سے آگاہ ہو گئے ہیں، اس لیے زید کو علی الاعلان توبہ کرنا لازم ہے، علانیہ توبہ کے بعد زید کو نماز پڑھانا جائز ہے جب کہ کوئی دوسرا مانع شرعی نہ ہو۔

کتبہ: السید افروز احمد من المتدرسین بالمدرسۃ الغوثیۃ الواقعہ فی برھیا من مدیریۃ بستی ۱۱/ من ربیع الغوث ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح: بدرالدین احمد۔

مسئلہ : (۱) کیا فرماتے ہیں حضرت اس مسئلہ میں کہ ننگے سر نماز پڑھنا کیا ہے؟ اگر چہ تابعین سے ثابت ہو اور خشوع وخضوع کی نیت سے کوئی شخص پڑھے تو اس کے ثواب میں اضافہ ہوگا یا نہیں اور اگر فتنہ کا ڈر ہو تو ایسے لوگوں کو مسجد سے نکالنا اچھا ہے یا نہیں؟

(۲) لاؤڈ اسپیکر میں نماز پڑھنا پڑھانا کیسا ہے؟ حضور اس کے بارے میں کئی جگہوں سے جائز کا فتویٰ بھی آچکا ہے مگر غلام، حضرت سے جواب چاہتا ہے لہٰذا حضرت کی کیا تحقیق ہے؟ اور مزید مفتی زید کا دعویٰ ہے کہ ہم چیلینج کے ساتھ جائز کا فتویٰ دیتے ہیں اور یہاں (اودے پور) کے کچھ لوگ ان کے معتقد بھی یہی

کہتے ہیں کہ اگر مفتی اعظم یا سرکار اعلیٰ حضرت کا کوئی فتویٰ ہم کو دکھا دو تو ہم مان لیں گے۔ لہٰذا حضرت سے گزارش ہے کہ آپ ہمارے دل کو تشفی بخشیں عین کرم ہوگا اور میں یہاں تک کہتا ہوں کہ حضور کا اگر کوئی فتویٰ اور مفتیوں کے مقابلہ میں برعکس نکلا تو سب سے پہلے ہم اس کو سر آنکھوں پر رکھیں گے مع حوالہ ارشاد فرمائیں اور اگر مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی فتویٰ مل سکے تو سونے پر سہاگا ہوگا۔

الجواب : بعون الملك الوهاب ۔(۱) ننگے سر نماز پڑھنے کی کئی صورتیں ہیں۔ سستی سے ننگے سر نماز پڑھنا یعنی ٹوپی پہننا بوجھ معلوم ہوتا ہو یا گرمی معلوم ہوتی ہو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر تحقیر نماز مقصود ہے مثلاً نماز کوئی ایسی مہتم بالشان چیز نہیں جس کے لیے ٹوپی عمامہ پہنا جائے تو یہ کفر ہے اور خشوع وخضوع کے لیے سر برہنہ پڑھی تو مستحب ہے (بہار شریعت حصہ سوم ص:۱۷۱) مستحب والی صورت میں ضرور اضافہ رہے گا۔ سوال کے آخری حصہ میں سائل نے فتنہ کی وضاحت نہیں کی کہ کون سے فتنہ کا ڈر ہے۔ سائل وضاحت کرے تو جواب دیا جائے ربنا تعالیٰ و رسوله عليه التحية والثناء اعلم ۔

(۲) نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ممنوع ہے کیوں کہ ایک صورت میں وہ رافع سنت اور دوسری صورت میں اسراف ہے۔ یعنی جب نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے مکبرین کی تقرر کے بجائے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہو تو وہ رافع سنت ہوگا اور اگر نمازیوں کی کمی ہے لیکن پھر بھی بلاضرورت محض فیشن اور رواج کے پیش نظر لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہو تو اسراف ہے۔ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کی ممنوعیت کے سلسلے میں سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے متعدد فتاویٰ کتابوں میں طبع ہو کر عرصہ دراز سے شائع ہو چکے ہیں اس وقت میرے سامنے تین کتابیں ہیں۔ "القول الازهر فی اقتداء بلاؤڈاسپیکر" مصنفہ حضرت شیر بیشہ اہل سنت مولانا محمد حشمت علی خان علیہ الرحمہ "التفصیل الانور فی حکم لاؤڈاسپیکر" مرتبہ حافظ محمد عمران پیلی بھیت ۔"صيانة الصلوٰة عن حيل البدعات" مصنفہ مولانا برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ خلیفہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ "القول الازهر" ص:۲ میں سرکار مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا علیہ الرحمہ کا ایک فتویٰ شامل کتاب کیا گیا ہے پھر اسی کتاب کے صفحہ آخر میں سرکار ہی کا ایک دوسرا فتویٰ نقل کیا گیا ہے۔ "التفصيل الانور" ص:۴ میں سرکار ممدوح کا تیسرا فتویٰ اور ص:۵ میں سرکار کا چوتھا فتویٰ شائع کیا گیا ہے ۔"صيانة الصلوٰة" میں حضرت مولانا برہان الحق صاحب جبل پوری علیہ الرحمہ نے فتویٰ دیا کہ نماز میں

لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بدعت قبیحہ وشنیعہ ہے اور جن مقتدیوں نے محض لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نماز ادا کی ان کی نماز فاسد ہے۔ سرکار مفتی اعظم ہند نے فاضل جبل پوری کے اس فتویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے اپنے دستخط اور مہر سے اس کو مزین کیا ہم یہاں مستفتی کی تسکینِ خاطر کے لیے ذیل میں سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا ایک فتویٰ نقل کرتے ہیں و ھو ھذا۔

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں۔ اگر میکروفون میں امام آواز ڈالے گا بے اس کے وہ آواز نہ لے گا تو اس عمل سے نماز جاتی رہے گی۔ امام کی جائے گی تو مقتدیوں کی بھی جائے گی اور اگر ایسا لاؤڈ اسپیکر ہو کہ اس کے میکروفون میں آواز ڈالی نہ جاتی ہو فرض کیجیے وہ خود لیتا ہو، امام کے منہ کے سامنے نہ ہو، قریب ایک طرف رکھا ہوا ہو، امام اس میں آواز نہ ڈال رہا ہو، تو امام کی ہو جائے گی اور ان مقتدیوں کی بھی جو خود آواز سن کر اتباع امام کر رہے ہیں مگر دور دور کے وہ مقتدی جن تک امام کی آواز پہونچ ہی نہیں سکتی وہ لاؤڈ اسپیکر ہی کی آواز کی اتباع کر رہے ہیں ان کی نماز نہیں ہوگی کہ لاؤڈ اسپیکر میں پہونچ کر امام کی آواز اس سے ٹکرا کر ختم ہو جاتی ہے جیسے گنبد میں بولنے والے، کوئیں میں بولنے والے کی آواز ختم ہو جاتی ہے۔ پانی اور گنبد کے اس ٹکراؤ سے اور آواز پیدا ہوتی ہے ویسے ہی لاؤڈ اسپیکر میں اور پیدا ہوتی ہے۔ کئی بار ہم نے اسے خود محسوس کیا ہے۔ مقرر جو لفظ بولتا ہے ویسے ہی لاؤڈ اسپیکر سے اسی طرح سے ہے جیسے گنبد اور کوئیں سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری غفرلہ (منقول از القول الازھر ص: ۲۰ مطبوعہ ناظم پریس رام پور)

میں مستفتی کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ مذکورہ بالا کتابوں کو منگوا کر اصل فتاویٰ خود ملاحظہ کرے اور دوسروں کو مطالعہ کرائے۔ ''القول الازھر'' اور ''التفصیل الانور'' مندرجہ ذیل پتہ سے منگوائے۔ حافظ افتخار ولی خاں کتب خانہ اہل سنت محلّہ بھورے خاں پیلی بھیت شریف یو پی اور ''صیانۃ الصلوٰۃ'' حاصل کرنے کے لیے ذیل پتہ پر رابطہ قائم کرے۔

حکیم ڈاکٹر محمود احمد قادری ضوی محلّہ اپرین گنج (دار السلام) جبل پور ایم پی۔

کتبہ: بدر الدین احمد القادری الرضوی مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی ۱۳؍ رجب المرجب ۱۴۰۷ھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں

(۱) زید نے (معاذ اللہ رب العلمین) کبھی بے طہارت کبھی با طہارت ایک گاؤں میں ایک ماہ

تراویح و پنج وقتی نماز پڑھائی، لیکن یہ یاد نہیں کہ کتنی نمازیں بے طہارت پڑھائی ایک عرصہ کے بعد زید کو احساس ہوا سچے دل سے تائب ہوا ایسی صورت میں زید کیا کرے جس سے مسلمانوں کے حقوق معاف ہو جائیں؟

(۲) زید اگر گاؤں کے لوگوں سے کہہ دے کہ آپ لوگ ایک ماہ کی نماز قضا کر لیں تو زید کے ذمہ سے مسلمانوں کے یہ حقوق دینی ختم ہو جائیں گے یا نہیں؟

(۳) یا یہ کہ پورے مسلمانوں سے اس طرح پر معافی طلب کرے کہ زید کے ذمہ آپ لوگوں کے جتنے بھی حقوق ہیں خواہ دینی ہوں یا دنیوی سب معاف کرا دیں یا اس طرح وہ حقوق معاف ہو جائیں گے یا نہیں؟

(۴) لیکن تراویح کی تو قضا نہیں تو اس کے ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی یا فقط معافی سے یہ حقوق معاف ہو جائیں گے؟

(۵) اور جتنے مقتدیوں کا انتقال ہو گیا ہے ان کے حقوق کس طرح معاف ہوں گے؟

الجواب : بعون الملك الوهاب (۱،۲،۳) زید نے اگر بے طہارت نماز جائز سمجھ کر پڑھی یا پڑھائی تو اس پر توبہ، تجدید ایمان، تجدید نکاح اگر بیوی والا ہو اور تجدید بیعت اگر مرید ہو لازم ہے، اگر بے طہارت ناجائز مانتے ہوئے نماز پڑھی یا پڑھائی تو اس پر توبہ واستغفار فرض ہے اور پورے ماہ کی فرض وواجب نماز کی قضا لازم ہے۔

مذکورہ بالا ہر دو صورت میں زید مسلمانوں سے معافی مانگے اور ایک ماہ کی نماز قضا پڑھنے کا حکم دے جب مسلمان قضا شدہ نمازوں کو ادا کر لیں اور زید کی خیانت ومکر وفریب معاف کر دیں تو زید حقوق العباد کی گرفت سے نجات پائے گا قضا شدہ نماز ادا کرنے کے لیے تعیین ضروری ہے۔ والله تعالیٰ اعلم ۔

(۴) فوت شدہ تراویح کے سلسلے میں زید اور اس کے مقتدی استغفار کریں۔ والله تعالیٰ اعلم ۔

(۵) متوفی مقتدیوں کی طرف سے ان کی ضائع شدہ نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے۔ رہی یہ بات کہ متوفی کے وارثین فدیہ ادا کریں یا زید ادا کرے؟ ظاہر یہ ہے کہ زید ادا کرے کہ اسی نے متوفی مقتدیوں کی نمازیں تلف کی ہیں، پھر وہ متوفی مقتدی اگر زندہ ہوتے تو زید ان سے معافی مانگ کر حق تلفی کے وبال سے

چھٹکارہ حاصل کرتا، لیکن اب وہ انتقال کر گئے تو ایسی صورت میں زید قرآن شریف، کلمہ شریف پڑھ کر متعدد باران کے لیے ایصال ثواب کرے اور بارگاہ احدیت جل جلالہ میں ان کے لیے شفاعت کی درخواست پیش کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی، المدرسۃ الغوثیۃ بڑھیا، بستی یوپی، ۱۰ر محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام رکوع میں ہے ایک شخص صرف ایک تکبیر کہہ کر شامل جماعت ہو گیا تو یہ تکبیر تحریمہ یعنی اولیٰ ہوئی یا مسنونہ اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہوگی یا نہیں؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ صورت مسئولہ میں اگر وہ شخص قیام یا قرب قیام کی حالت میں تکبیر کہہ کر جماعت میں شامل ہوا تو اس کی یہ تکبیر، تکبیر تحریمہ ہوتی ہے تکبیر مسنون نہ ہوئی اور اس کی نماز ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد قادری رضوی نوری مدرسہ غوثیہ بڑھیا بستی (یوپی) ۷ر شوال ۱۴۰۸ھ۔

﴿ مکروہات نماز کا بیان ﴾

مسئلہ: از ضیاء الحق ڈومری پوسٹ کٹرہ ضلع مظفر پور (بہار)

زید نماز جمعہ پڑھانے کیلئے کھڑا ہوا بکر نے دیکھا کہ اس کے سینہ کا بٹن کھلا ہوا تھا اور سینہ صاف نظر آ رہا تھا، بکر نے اعتراض کیا بٹن بند کر لو ورنہ کسی کی نماز نہ ہوگی، مگر زید نے بند نہیں کیا اور نماز پڑھائی، بکر اپنے گھر واپس چلا گیا، اب ایسی صورت میں کیا لوگوں کی نماز زید کے پیچھے درست ہوئی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: سیدنا اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفۂ ارشد، خاتم الفقہاء حضرت مولانا الشاہ امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان فقہ حنفی کی مشہور ومعروف کتاب بہار شریعت حصہ سوم ص ۶۶ میں تحریر فرماتے ہیں ''انگرکھے کے بند نہ باندھنا اور اچکن وغیرہ کے بٹن نہ لگانا اگر اس کے نیچے کرتا وغیرہ نہیں اور سینہ کھلا رہا تو ظاہر کراہت تحریم ہے اور نیچے کرتا وغیرہ ہے تو مکروہ تنزیہی'' صورت مسئولہ میں جب زید بٹن نہیں لگایا جس کے باعث سینہ کھلا رہا تو اس کی نماز نیز مقتدیوں کی نماز مکروہ تحریمی ہوئی اور

جب کسی خرابی کے باعث نماز مکروہ تحریمی ہو جائے تو اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ وصلی المولی تعالی علیہ وسلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد صدیقی قادری رضوی ۱۹؍ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ

﴿نماز اور لاؤڈ اسپیکر﴾

شہراودے پور راجستھان سے جناب عبدالغفار صاحب نے نماز اور لاوڈ اسپیکر کے متعلق مدرسہ غوثیہ بڑھیا میں ایک استفتا بھیجا، ذیل میں موصوف کا استفتاء اور اس کا جواب عام مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے درج کیا جاتا ہے۔

کیا فرماتے ہیں حضرات اس مسئلہ میں کہ لاؤڈ اسپیکر میں نماز پڑھنا اور پڑھانا کیسا ہے؟ حضور! اس کے بارے میں کئی جگہوں سے فتوی بھی آچکا ہے، مگر غلام، حضرت سے جواب چاہتا ہے مفتی زید صاحب کا فتوی بھی آچکا ہے کہ ہم چیلنج کے ساتھ جائز کا فتوی دیتے ہیں اور یہاں اودے پور میں مفتی صاحب کے معتقدین کہتے ہیں کہ اگر مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا علیہ الرحمہ یا سرکار اعلیحضرت رضی اللہ تعالی عنہ کا کوئی فتوی ہم کو دکھا دو تو ہم مان لیں گے، لہٰذا حضرت سے گزارش ہے کہ آپ ہمارے دل کو تشفی بخشیں عین کرم ہوگا اور میں یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر حضور کا کوئی فتوی اور مفتیوں کے مقابلہ میں برعکس نکلا تو سب سے پہلے ہم اس کو سر آنکھوں پر رکھیں گے مع حوالہ ارشاد فرمائیں اور اگر مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا کوئی فتوی مل سکے تو سونے پر سہاگا ہوگا۔ المستفتی: رضا بکڈ پو اودے پور راجستھان (محلّہ سیلاوٹ واڑہ پن ۳۱۳۰۰۱)

الجواب: بعون الملك الوهاب: نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ممنوع ہے کیونکہ ایک صورت میں وہ رافع سنت ہے اور دوسری صورت میں اسراف ہے یعنی جب نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے مکبرین کے تقرر کی بجائے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہو تو وہ رافع سنت ہوگا اور اگر نمازیوں کی کمی ہے، لیکن پھر بھی بلاضرورت محض فیشن اور رواج کے پیش نظر لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہو تو اسراف ہے، نماز میں لاؤڈ اسپیکر کی ممنوعیت کے سلسلے میں سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے متعدد فتاوی کتابوں میں طبع ہو کر عرصہ دراز سے شائع

ہو چکے ہیں، اس وقت میرے سامنے تین کتابیں ہیں (۱) القول الازھر فی الاقتداء بلاؤڈاسپیکر مصنفہ شیر بیشۂ سنت مولانا محمد حشمت علی خاں علیہ الرحمہ۔ (۲) ''التفصیل الانور فی حکم لاؤڈ اسپیکر'' مرتبہ حضرت حافظ محمد عمران پیلی بھیت۔ (۳) ''صیانۃ الصلوات عن حیل البدعات''۔ مصنفہ حضرت مولانا برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ خلیفہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ القول الازھر صفحہ ۲ میں سرکار مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا علیہ الرحمہ کا ایک فتویٰ شامل کتاب کیا گیا ہے، پھر اسی کتاب کے صفحہ آخر میں سرکار ممدوح کا ایک دوسرا فتویٰ نقل کیا گیا ہے۔ ''التفصیل الانور'' صفحہ ۴ میں سرکار ممدوح کا تیسرا فتویٰ اور صفحہ ۵ میں سرکار کا چوتھا فتویٰ شائع کیا گیا ہے۔ ''صیانۃ الصلوات'' میں حضرت برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ نے فتویٰ دیا کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بدعت قبیحہ وشنیعہ ہے اور جن مقتدیوں نے محض لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نماز ادا کی ان کی نماز فاسد ہے۔ سرکار مفتی اعظم ہند نے فاضل جبل پوری کے فتویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے اپنے دستخط اور مہر سے اسے مزین فرمایا۔ ہم یہاں مستفتی کی تسکین کی خاطر ذیل میں سرکار مفتی اعظم ہند کا ایک فتویٰ نقل کرتے ہیں وھو ھٰذا۔

۸۶۷ نماز میں لاؤڈاسپیکر کا استعمال جائز نہیں اگر میکروفون میں امام آواز ڈالے گا اس کی وہ آواز نہ لے گا تو اس عمل سے امام کی نماز جاتی رہے گی امام کی جائے گی تو مقتدیوں کی بھی جائے گی اور اگر ایسا لاؤڈاسپیکر ہو کہ اس کے میکروفون میں آواز نہ ڈالی جاتی ہو فرض کیجئے وہ خود لیتا ہوا امام کے منھ کے سامنے نہ ہو قریب ایک طرف رکھا ہوا ہو امام اس میں آواز نہ ڈال رہا ہو تو امام کی نماز تو ہو جائے گی اور ان مقتدیوں کی بھی جو امام کی اصل آواز سن کر اقتدا کر رہے ہیں مگر جن تک امام کی آواز پہنچ ہی نہیں سکتی، وہ لاؤڈاسپیکر ہی کی آواز کا اتباع کر رہے ہیں ان کی نماز نہ ہوگی کہ لاؤڈاسپیکر میں پہنچ کر امام کی آواز اس سے ٹکرا کر ختم ہو جاتی ہے جیسے گنبد میں بولنے والے کنوئیں میں بولنے والے کی آواز ختم ہو جاتی ہے جیسے پانی اور گنبد کے اس ٹکراؤ سے اور آواز پیدا ہوتی ہے کئی بار ہم نے اسے خود محسوس کیا ہے مقرر جو لفظ بولتا ہے ویسے ہی لاؤڈاسپیکر سے اسی طرح سے ہے جیسے گنبد اور کوئیں سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ۔ (منقول از قول الازھر ص۲ مطبوعہ ناظم پریس رامپور) میں مستفتی کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ مذکورہ بالا کتابوں کو منگوا کر اصل فتاوی خود ملاحظہ کرے اور دوسروں کو مطالعہ کرائے ''القول الازھر'' اور ''التفصیل الانور'' مندرجہ ذیل پتہ پر منگوائے۔ حافظ افتخار ولی

خاں کتب خانہ اہل سنت محلّہ بھورے خاں شہر پیلی بھیت اور صیانۃ الصلوات حاصل کرنے کے لئے ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔حکیم ڈاکٹر محمود احمد قادری رضوی محلّہ اپرین گنج دارالسلام جبل پور ایم۔پی)هذا ماعندی والعلم عند ربی ثم عند رسوله جل جلاله وصلی الله تعالیٰ علیه وسلم ۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الله رب محمد صلی علیه وسلما نحن عباد محمد صلی علیه وسلما

وعلی ذویه وصحبه ابد الدهور وكرما

﴿نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا رنگین وسنگین فتنہ﴾

ہندستان میں جب نماز کے لئے لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے کا مسئلہ کھڑا ہوا تو اس وقت کے جمہور علمائے اہلسنت نے یکے بعد دیگرے فتوی دیا کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ممنوع ہے چنانچہ فتوائے ممانعت صادر کرنے والے اور اسکی تصدیق پر دستخط کرنے والے مشہور حضرات یہ ہیں ۔سرکار مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا علیہ الرحمہ،حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی مصنف بہار شریعت علیہ الرحمہ،حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ،حضرت مولانا مفتی برہان الحق جبلپوری علیہ الرحمہ ،حضرت محدث اعظم ہند مولانا سید محمد علیہ الرحمہ کچھوچھہ مقدسہ،حضرت مولانا مفتی شاہ ضیاء الدین علیہ الرحمہ پیلی بھیت ،حضرت شیر بیشہ سنت مناظر اعظم ہند مولانا حشمت علی خاں لکھنوی علیہ الرحمہ،حضرت مولانا مفتی سید آل مصطفےٰ علیہ الرحمہ مارہرہ شریف ،حضرت مجاہد ملت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن عباسی علیہ الرحمہ رئیس اڑیسہ ،حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ،حضرت مولانا مفتی محبوب علی خاں لکھنوی علیہ الرحمہ امام وخطیب سنی مسجد مدن پورہ ممبئی ،حضرت مولانا مفتی سید رفاقت حسین علیہ الرحمہ کانپوری،حضرت مولانا مفتی شاہ محمد اجمل علیہ الرحمہ سنبھل مرادآباد،حضرت مولانا مفتی شاہ مظہر اللہ علیہ الرحمہ امام خطیب مسجد فتحپوری دہلی ،حضرت مولانا مفتی احسان علی علیہ الرحمہ استاذ الاساتذہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف،حضرت مولانا خواجہ غلام نظام الدین علیہ الرحمہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں ،حضرت مولانا سید مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشین خانقاہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ،حضرت حضرت مولانا

مفتی شریف الحق صاحب قبلہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ جانشین حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھہ شریف ۔ واضح ہو کہ میں نے ان مشاہیر حضرات کے اسماء اور تصدیقی دستخط القول الازھر (مصنفہ حضرت شیر بیشہ اہل سنت علیہ الرحمہ) التفصیل الانور (مرتبہ حافظ محمد عمران صاحب قادری رضوی پیلی بھیت) صیانۃ الصلوات (مصنفہ حضرت مولانا برھان الحق جبل پوری) سے حاصل کیے ہیں ۔ نماز میں لاوڈاسپیکر استعمال کرنے کی ممانعت میں سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے متعدد فتوے ہیں جن میں ایک فتوی پر حضرت محدث اعظم ہند اور دیگر کئی علماء کے تصدیقی دستخط التفصیل الانور میں شائع ہوئے ہیں حضرت محدث اعظم علیہ الرحمہ کے علاوہ دیگر علما نے صرف تصدیق پر اکتفا کیا ہے ۔ کسی عالم نے خود سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے منصب جلیلہ کا اظہار نہیں کیا، مگر محدث اعظم علیہ الرحمہ نے تصدیقی مہر ثبت کرتے ہوئے دو ایسے مختصر جملے تحریر فرمادیئے جن میں کا پہلا جملہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا منصب جلیل ظاہر کررہا ہے اور دوسرا جملہ لاؤڈ اسپیکر کے سلسلہ میں بحث نزاع بند کردینے کی تاکید کررہا ہے، ملاحظہ ہو وہ دو جملے آئندہ صفحہ پر (۱) ھذا حکم العالم المطاع (۲) وماعلینا الاالاتباع یعنی یہ فتوائے ممانعت واجب الاطاعت عالم دین کا فیصلہ ہے اور ہمیں (بحث نزاع کے بجائے) صرف قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے ۔ ان دو مختصر جملوں سے حضرت محدث اعظم علیہ الرحمہ نے یہ تاثر دیا کہ فقہ کے کسی نزاعی مسئلہ میں اہل علم اپنا اپنا علم ظاہر کرسکتے ہیں ،لیکن جب واجب الاطاعت عالم دین فیصلہ کردے تو اب بحث کا دروازہ بند کرکے اتباع کے لئے سر جھکا دینا لازم ہے ۔ جمہور علمائے اہلسنت کا موقف بیان کردینے کے بعد ناظرین کو اس امر سے بھی آگاہ کرنا ضروری ہے کہ فقہی بصیرت رکھنے والوں میں صرف حضرت مولانا سید افضل حسین علیہ الرحمہ کی پاک ذات ہے جس نے جمہور علمائے سے اختلاف کرتے ہوئے اباحت کا فتوی دیا، جس کا حاصل یہ کہ نماز میں لاوڈاسپیکر کی آواز پر اقتدا کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ، حضرت سید ممدوح علیہ الرحمہ کے علاوہ میرے علم میں اکابر علمائے کرام ہند میں سے کسی نے جواز کا فتوی نہیں دیا ہے ۔ ہاں بعض مفتی حضرات کے بارے میں چرچا ہے کہ وہ بڑے زور شور سے فتوی دیتے ہیں کہ نماز میں لاوڈاسپیکر کا استعمال جائز ہے اور اس کی آواز پر اقتداء صحیح ہے، لیکن یہ فتوی خود ان کی ذاتی تحقیق کی بنیاد پر نہیں بلکہ حضرت علامہ سید ممدوح علیہ الرحمہ کے فتوائے اباحت پر اعتماد و وثوق اور آپ سے نسبت تلمذ رکھنے کی بناء پر ہے تو یہ بعض مفتی حضرات زیر بحث مسئلہ لاؤڈ اسپیکر میں مستقل مفتی نہیں

بلکہ ایک مشہور مفتی کے فتوی کے ناقل ہیں۔

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں ایک طرف جمہور علما اہلسنت ہیں، جن کے فتاوی کا مفاد یہ ہے کہ نماز میں لاؤڈاسپیکر کا استعمال ممنوع ہے اور وہ دور کے مقتدی جو صرف لاؤڈاسپیکر کی آواز پر رکوع سجدہ کرتے ہیں ان کی نماز فاسد ہے اور دوسری طرف تنہا حضرت مولانا مفتی سید افضل حسین علیہ الرحمہ ہیں، جن کے فتوی کا حاصل ہے یہ کہ نماز میں لاؤڈاسپیکر کا استعمال مباح ہے اور لاؤڈاسپیکر کی آواز پر اقتداء کرنے والے کی نماز فاسد نہیں۔ یہ حقیقت پوست بر کندہ ہے کہ جو وزن حضرت علامہ سید علیہ الرحمہ کے تنہا فتوی کا ہوسکتا ہے اس سے کئی گونا وزن جمہور علما کے فتاوی کا، لیکن ہم حضرت سید علیہ الرحمہ کے تبحر فقہی پر اعتماد کرتے ہوئے یہ فرض کرتے ہیں کہ حضرت سید علیہ الرحمہ کے فتوے کا اتنا ہی وزن ہے جتنا وزن جمہور علمائے اکابر واوسط کے فتوؤں کا ہے تو گویا ہمیں زیر بحث مسئلہ میں دو فقہی قول حاصل ہوئے جن میں ایک قول کا مفاد اباحت اور دوسرے قول کا حاصل ممنوعیت ہے۔

اب عامۂ مسلمین کی طرف سے سوال کھڑا ہوگا کہ ان دونوں اقوال میں سے کس قول پر ہمیں عمل کرنا لازم ہے تو جواب بہت آسان ہے کہ ممنوعیت والے قول پر لازم ہے، کیونکہ جلب منفعت سے زیادہ اہم دفع مضرت ہے اور جہاں جلب منفعت ہی نہیں وہاں دفع مضرت والی صورت پر تو بدرجہ اولی عمل لازم ہوگا۔ ایک مسجد کے مقتدیوں نے تاحین حیات لاؤڈاسپیکر پر نماز نہیں پڑھی اور دنیا سے انتقال کر گئے تو قیامت کے میدان میں فرشتگان عذاب ان مقتدیوں کے خلاف بارگاہ الٰہی جل شانہ میں یہ استغاثہ پیش کریں گے کہ اے رب العزت ان مقتدیوں کو سزا دے انھوں نے مسئلہ لاؤڈاسپیکر کے بارے میں مولانا سید افضل حسین صاحب کے فتوائے اباحت پر عمل نہیں کیا اور زندگی میں ایک بار بھی لاؤڈاسپیکر پر نماز نہیں پڑھی۔ تو کیا وہ مقتدی جواب نہ دیں گے کہ اے رب کریم! حضرت سید کا فتوی آنکھوں سروں پر لیکن وہ فتوی صرف اباحت کا تھا وجوب کا نہ تھا، فعل مباح میں بندہ کو اختیار ہے کرے چاہے نہ کرے۔ اب دوسری صورت بھی ملاحظہ ہو! کسی مسجد کے امام نے زندگی بھر یا زندگی میں دو چار دس سال لاؤڈاسپیکر پر نماز پڑھائی کبھی مکبرین کا تقرر نہیں کیا دور دور کے مقتدی صرف لاؤڈاسپیکر کی آواز پر اقتدا کرتے رہے پھر دنیا سے انتقال کر گئے۔ اگر قیامت کے دن بارگاہ احدیت جل جلالہ کی طرف سے مطالبہ ہو کہ تم لوگوں نے اپنے مسلک کے اکابر سنی علما کے فتوے

کے خلاف نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کر کے اپنی نمازیں کیوں برباد کیں تو اس وقت کیا جواب ہوگا۔ اگر امام و مقتدی یہ جواب دیں کہ اے رب العزۃ ! ہمارے اکابر علما نے یہ فتوی دیا تھا کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں ،لیکن ہمارے ہی مسلک کے ایک مفتی مولانا سید افضل حسین صاحب کا یہ فتوی تھا کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال مباح ہے تو لوگ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھتے رہے۔ پھر اس جواب پر اگر بارگاہ ذوالجلال تعالی مجدہ سے یہ خطاب آئے کہ تمہارے سید مفتی کا فتوی تو صرف اباحت کا تھا وجوب کا نہ تھا اور تمہارے اکابر کا فتوی ممانعت کا تھا۔ اگر تم لوگ اپنے اکابر کے فتاوی پر عمل کرتے تو سید کے فتوی کی مخالفت نہ ہوتی ۔لیکن تم لوگوں نے سید کے فتوائے اباحت کو معمول بنا کر اپنے سنی اکابر علما کے فتوؤں کی مخالفت کیوں کی؟ آخرت کی یاد کرنے والے لوگو! سوچو اور غور کرو اس ہولناک موقع پر میدان قیامت میں کیا جواب دو گے؟

﴿نماز میں لاؤڈ اسپیکر کی کوئی ضرورت نہیں﴾

بعض حضرات برائے نماز لاؤڈ اسپیکر لگانے کی ضرورت پر یوں تقریر کرتے ہیں کہ دور دور کے مقتدیوں تک امام کی تکبیر تحریمہ وغیرہ اور تلات قرآن کی آواز پہنچتی نہیں لہذا لاؤڈ اسپیکر استعمال کیا گیا تا کہ بے تکلف ہر مقتدی تک امام کی آواز پہنچتی رہے۔

میری طرف سے گزارش ہے کہ ظہر وعصر کی نمازوں میں دور ونزدیک کے مقتدیوں تک امام کی تلاوت قرآن کی آواز پہنچانے کی کون سی مشین ایجاد کی گئی ہے؟ آپ کہیں گے کہ ظہر وعصر کی نمازیں سری ہیں ۔ان نمازوں میں مقتدیوں تک تلاوت کی آواز کا پہنچنا ہر گز ضروری نہیں۔ میں پوچھتا ہوں مغرب وعشا کی نمازیں جو جہری ہیں، کیا ان نمازوں میں ہر ہر مقتدی تک امام کی تلاوت قرآن کی آواز پہونچنا شرعا ضروری ہے؟ آپ کہیں گے شرعا تو ضروری نہیں، تو پھر جو چیز شرعا ضروری نہیں اس کو آپ ضروری قرار دے کر لاؤڈ اسپیکر کی ضرورت پر اس قدر کیوں زور دے رہے ہیں؟

اب رہا یہ مسئلہ کہ دور دور کے جن مقتدیوں تک امام کی آواز نہیں پہنچتی وہ کس طرح امام کی تکبیر اور دیگر تکبیروں سے مطلع ہو کر اقتدا کریں تو اس کا حل خود شریعت طاہرہ نے لاؤڈ اسپیکر کی ایجاد سے سینکڑوں سال پہلے ہی بتا دیا ہے کہ مقتدیوں کے کثیر ازدحام کے موقع پر جابجا مکبرین کا تقرر کیا جائے جن کی تبلیغ کے

ذریعہ دور کے مقتدی بھی بہ آسانی نماز ادا کریں، شریعت کی اس ہدایت پر چودہ سو برس سے تا ایں دم عمل ہو رہا ہے، چنانچہ شہر بمبئی کے بوہری محلّہ میں تین منزلہ ہانڈی والی مسجد اور سہ منزلہ پھول گلی والی مسجد میں جب کہ جمعہ کی نماز کے دونوں مسجدوں کی تینوں منزلیں نمازیوں سے لبریز رہتی ہیں، مکبرین کا تقرر ہوتا ہے جن کی تبلیغ پر دور دور کے مقتدی حضرات بے تکلف نماز ادا کرتے ہیں۔

﴿رنگین و سنگین فتنہ﴾

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا فتنہ رنگین بھی ہے اور سنگین بھی۔ یہ فتنہ رنگین اس لئے ہے کہ ٹرسٹیوں اور خود سر سیٹھوں کی چھاؤں میں رہنے والے ائمہ مساجد اور بے شرع، آزاد طبع، تجدید پسند عوام کو لاؤڈ اسپیکر والی نماز رنگ دار چٹک مٹک والی دکھائی دیتی ہے۔ لاؤڈ اسپیکر کے بغیر سادہ نماز ان کی نگاہ میں خشک، پھیکی اور بے مزہ ہے۔ اسی لئے یہ لوگ نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اب رہا اس فتنہ کا سنگین ہونا تو وہ اس امر سے واضح ہے کہ جب محلّہ مدن پورہ بمبئی کی سنی بڑی مسجد میں یکم رمضان ۱۴۰۷ھ سے نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے کا نیا تازہ فتنہ شروع ہوا تو اس وقت سے بہتیرے پابند شرع غربائے اہلسنت مسلمان بڑی مسجد کی نماز باجماعت سے محروم ہو گئے۔ بائی کلہ ہنس روڈ کے محمد عیسی نوری، حبیب اللہ نوری، صبور احمد نوری نے مجھے بتایا کہ ہم لوگوں کی جائے قیام سے قریب ہندوستانی مسجد ہے، لیکن لاؤڈ اسپیکر کی امامت کی وجہ سے ہم لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے وہاں نہیں جاتے تھے۔ مدن پورہ بڑی مسجد میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز نہیں ہوتی تھی اس لئے ہم لوگ مدن پورہ بڑی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے جاتے تھے لیکن یکم رمضان ۱۴۰۷ھ سے وہاں بھی لاؤڈ اسپیکر پر نماز ہونے لگی ہے اب مجبوراً ہم لوگ اپنے محلّہ سے بہت دور بوہری محلّہ پھول گلی والی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے جاتے ہیں، وہاں بحمدہ تعالی لاؤڈ اسپیکر کا فتنہ نہیں ہے۔ حضرات قارئین! مسجد میں لاؤڈ اسپیکر کی بدعت جاری کر کے پابند شرع پنجگانہ مستقل نمازیوں کو نماز باجماعت سے محروم کر دینا، جمعہ پڑھنے والوں کو جمعہ کی نماز کے لئے دور جانے کی پریشانی میں مبتلا کرنا کیا یہ فتنہ نہیں؟ کیا بدعت قبیحہ کا اجرا باعث فساد نہیں؟

اگر بمبئی کے چند نوجوان لڑکے اس بات پر اڑ جائیں کہ ہم لوگ سرکار مفتی اعظم ہند و دیگر اکابر علمائے اہلسنت کے فتاوے ممانعت عمل کی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر والے امام کی اقتداء ہرگز نہیں کریں گے۔ ہم

اپنے منتخب امام کے پیچھے اسی مدن پورہ بڑی مسجد میں لاؤڈ اسپیکر کے بغیر نماز باجماعت ادا کریں گے ۔ہمارے بعد لاؤڈ اسپیکر والے لوگ اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھیں تو کیا اس تجویز کو لاؤڈ اسپیکر کے حامی ٹرسٹی، امام اور مقتدی ٹھنڈے دل سے قبول کرلیں گے؟ کہ نماز ایک بار ہوگی اور وہ بھی صرف لاؤڈ اسپیکر ہی پر ہوگی جس کا جی چاہے لاؤڈ اسپیکر کی اقتداء میں نماز پڑھے، جس کا جی چاہے لاؤڈ اسپیکر کی اقتداء میں نماز نہ پڑھے، اپنے گھر واپس جائے ۔کیا اس اڑی اڑا کے موقع پر دونوں فریق کے درمیان جنگ وجدال کی نوبت نہیں آسکتی ؟ اب وہ بعض مفتی حضرات جن کا فتوی اباحیہ جدت پسند عوام، مغرب زدہ طبقہ، سنیما، ٹی وی، ویڈیو کے پرستار افراد کی چھاؤں میں خوب زور وشور سے پھلتا پھولتا جارہا ہے ارشاد فرمائیں کہ مذکورہ بالا دوفریق میں کس کا اڑ ناحق اور کس کا اڑ ناشرعا غلط ہے؟ کیا حضرت مولانا سید افضل حسین علیہ الرحمہ کا فتوی یہ تعلیم دیتا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر لگانے پر اڑ واور غربائے اہلسنت کو نماز باجماعت سے محروم کردو ۔کیا حضرت سید ممدوح علیہ الرحمہ کے فتوائے اباحت نے سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان ودیگر اکابر علمائے اہلسنت کے فتوائے ممانعت پر عمل کرنے کا حق چھین لیا ہے؟ اگر نہیں چھینا ہے تو مدن پورہ بڑی مسجد میں ٹرسٹیوں ،فساق فجار سیٹھوں، دشمنان رسول وہابیوں، دیوبندیوں نے امام مسجد سے سازش کرکے پابند نماز پنجگانہ غربائے اہلسنت کی مخالفت کے باوجود غنڈوں کی طاقت کے بل پر زبردستی لاؤڈ اسپیکر کی بدعت کیسے جاری کی ؟یادرکھئے اگر کسی مسجد کے بائیس ہزار مصلی اس بات پر اڑ جائیں کہ اس مسجد میں نماز صرف لاؤڈ اسپیکر پر ہوگی اور صرف ۷۲ مصلی اس پر اڑیں کہ اس مسجد میں نماز بغیر لاؤڈ اسپیکر پڑھی جائے گی تو بائیس ہزار مصلیون کا اڑنا غلط ہے، گمراہی ہے اور بہتر نفر مصلیوں کا اڑنا حق ہے ۔بائیس ہزار مصلیوں کا لاؤدا سپیکر لگانے پر اڑنا اس لئے غلط ہے کہ آج تک کسی مفتی اکبر یا اصغر نے یہ فتوی ہرگز نہیں دیا ہے کہ نماز کے لئے لاؤڈ اسپیکر لگانے پر اڑنا ان کی خواہش نفسانی اور فتوائے شیطانی کی بنیاد پر ہے ۔(نعوذ باللہ تعالیٰ منہ) فی الحال جدت پسند عوام ،مغرب زدہ طبقہ، سینما، ٹی وی، ویڈیو کے دلدادہ لوگ حامیان لاؤڈ اسپیکر ٹرسٹیوں اور اماموں کے ساتھ ہیں اس لئے یہ لوگ فتنۂ لاؤڈ اسپیکر کے جاری کرنے اور برقرار رکھنے میں کامیاب ہیں ۔مگر اے ٹرسٹیو! آپ کو ہمیشہ اسی ہری بھری دنیا ہی کی چھاؤں میں نہیں رہنا ہے ۔اے مسجد کے اماموں! آپ کو ہمیشہ سیٹھ جی کی گنگا میں نہیں نہانا ہے ۔اللہ تعالیٰ سے ڈرو پابند نماز غریب سنی مسلمانوں پر ظلم نہ کرو ۔وہابیوں، دیوبندیوں نے

لاؤڈاسپیکر کے اجراٗ کے ذریعہ مدن پورہ بڑی مسجد پر قبضہ کرنے کا جوناپاک منصوبہ بنایا ہے لاؤڈاسپیکر والا فتنہ ختم کرکے اس منصوبہ کوتہس نہس کردو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی بند آنکھیں کھول دے اور آپ کو خیر کی توفیق عطا فرمائے واللہ رؤف با لعباد والصلوة والسلام علی رسوله واله الامجاد۔

﴿کتاب الاذان﴾

محترم جناب مولانا صاحب قبلہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

اذان ثانی جو خطبہ کے قبل دی جاتی ہے وہ حضور ﷺ نیز خلیفہ اول ودوم وسوم وچہارم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور میں کہاں ہوتی تھی؟ تفصیل مع حوالہ کتب حدیث وفقہ جواب عنایت فرما کر ممنون کرم فرمائیں۔

فقط والسلام علیکم عبدالباری کلکتہ (بنگال)

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب۔ سنن ابوداؤد شریف جلد اول ص:۱۶۲ میں حضرت سائب بن زید رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ [کان یؤذن بین یدی رسول الله ﷺ اذا جلس علیٰ المنبر یوم الجمعة علیٰ باب المسجد و ابی بکر و عمر] یعنی سرکار مصطفیٰ رسول اللہ ﷺ جب جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوتے تو سرکار کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی اور اسی طرح ابوبکر وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے (خطبہ والی اذان دروازہ مسجد پر ہوتی رہی) پھر امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت کے کچھ دنوں کے بعد اذان خطبہ سے پہلے اذان اول زائد فرمائی لیکن اذان خطبہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور نہ کسی خلیفہ راشد سے اس میں کوئی تغیر منقول ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زمانوں میں اذان خطبہ سرکار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی سنت طاہرہ کے مطابق خارج مسجد ہوتی رہی۔ ''فتاویٰ قاضی خان'' جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۷۸، ''فتاویٰ عالمگیری'' جلد اول ص:۵۵، ''بحرالرائق'' صفحہ ۲۶۸، میں ''لا یؤذن فی المسجد'' یعنی مسجد کے اندر اذان نہ پڑھی جائے۔ فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۱۹ میں ہے'' قالوا لا یؤذن فی

المسجد"، یعنی فقہانے فرمایا کہ مسجد میں اذان نہ پڑھی جائے۔ فقہائے کرام کی ان عبارتوں سے صاف صاف ثابت ہوا کہ مسجد کے اندر اذان دینا جائز نہیں خواہ خطبہ جمعہ والی اذان ہو یا نماز پنج گانہ والی اذان ہو۔ اب حکم شرع بے پردہ ہو جانے کے بعد جو شخص رواج خلاف شرع پر اڑ کر سنت رسول اللہ ﷺ وسنت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مخالفت کرے گا وہ یا تو نرا جاہل اجڈ باغی وطاغی ہے یا فتنہ پرور، فساد انگیز، گمراہ گر ملا و مولوی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے لوگوں کی بات پر کان نہ لگائیں اور مردہ سنت کے احیا کے لیے کوشش کریں۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے آمین آمین بجاہ سید العٰلمین علیہ و علیٰ آلہ الصلاۃ والتسلیم و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین ۔ ھٰذا ماعندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ثم عند رسولہ صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ۔

کتبہ: **بدرالدین احمد** القادری الرضوی الخادم بالمدرسۃ الغوثیۃ بڑھیا من مدیریۃ بستی (یوپی) ۱۹/من المحرم ۱۴۰۵ھ۔

﴿اذان جمعہ وخطبہ﴾

مسئلہ: از: وکیل الدین قدوائی مکان ۸۸ چمن گنج کانپور۔

(۱) قبل خطبہ جمعہ اذان ثانی از روئے شرع کس جگہ سے کہنا چاہیے حوالہ حدیث شریف سے؟

(۲) اذان ثانی روبروئے خطیب داخل مسجد منبر کے قریب ہونا کیسا ہے؟

(۳) اذان مذکور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں داخل مسجد ہوا کرتی تھی کہ خارج مسجد؟

(۴) جس حدیث سے اذان مذکور خارج مسجد ہونا ثابت ہے وہ حدیث منسوخ ہے کہ نہیں؟

(۵) اگر خارج مسجد اذان ہونے والی حدیث منسوخ ہے تو ناسخ کون سی حدیث ہے؟

(۶) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جو سنت مروج نہ ہو اس کو رائج کرنا کیسا ہے؟

(۷) قوم کے عمل سے جو سنت اٹھ چکی ہو اس کو رائج کرنے والے اور کرانے والے کی فضیلت بیان فرمائیں؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب (۱) جمعہ کی اذان خواہ اذان اول ہو یا اذان ثانی یو

ں ہی نماز پنج گانہ کی اذان سب کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ وہ خارج مسجد ہو کیوں کہ مسجد کے اندر اذان ممنوع ہے'' فتاوی قاضی خاں''ص:۷۸ مطبوعہ مصر جلد اول'' فتاوی عالمگیری'' جلد اول مطبوعہ مصر ص:۵۵''بحر الرائق'' جلد اول مطبوعہ مصر ص:۲۶۸''شرح نقایہ'' علامہ بر جندی ص:۸۴''فتح القدیر'' مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۷۱'' فتاوی خلاصہ قلمی''ص:۶۲ میں ہے "لا یؤذن فی المسجد" یعنی مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے تو جس طرح اس حکم فقہی کے پیش نظر نماز پنجگانہ کی اذان مسجد کے اندر ممنوع ہے، ٹھیک یوں ہی جمعہ کی اذان ثانی بھی داخل مسجد ناجائز ہے۔ ہاں اس اذان کے لیے مزید حکم یہ ہے کہ خارج مسجد ہونے کے ساتھ خطیب کے سامنے ہو۔

بعض لوگوں نے نظر وفکر سے عاری ہونے کے باعث خطیب کے سامنے ہونے کا معنی یہ سمجھا ہے کہ منبر سے قریب خطیب سے دو ہاتھ کے فاصلے پر اذان ہو، لیکن یہ ان حضرات کی غلطی ہے کیوں کہ خطیب کا سامنا جس طرح قریب سے ہوسکتا ہے ٹھیک یوں ہی دور سے بھی ہوسکتا ہے اور جب فقہ اسلامی نے مسجد میں اذان دینا ممنوع قرار دے دیا تو ایسی صورت میں حکم شرعی یہ ہوگا کہ موذن خارج مسجد اس جگہ کھڑا ہوکر اذان دے جہاں اس کے اور چہرہ خطیب کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو حضور پر نور سیدنا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں خطبہ والی یہ اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی سنن ابوداود شریف جلد اول ص:۱۵۶ میں ہے[عن سائب ابن یزید رضی الله تعالیٰ عنه قال کان یؤذن بین یدی رسول الله ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر وعمر] یعنی جب حضور اقدس ﷺ جمعہ کے دن (خطبہ کے لیے) منبر پر تشریف رکھتے تو حضور اقدس ﷺ کے سامنے دروازۂ مسجد پر اذان ہوتی اور (ایسا ہی) حضرت ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (کے زمانے میں) ان دونوں حضرات کے سامنے (دروازۂ مسجد پر اذان ہوتی) اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس ﷺ یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو اگر اس کی اجازت ہوتی تو بیان جواز کے لیے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔ تو دن دوپہر میں آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ بمطابق حدیث شریف وحسب ارشاد فقہائے اسلام جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے مقابل خارج مسجد ہو۔

(۲) جب کتب فقہ نے ضابطہ کلیہ بیان کردیا کہ مسجد کے اندر اذان دینا جائز نہیں، تو بالکل آئینہ کی طرح یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ جمعہ کی اذان ثانی بھی چوں کہ ایک اذان ہے اس لیے اس کا بھی مسجد کے اندر ہونا

جائزنہیں ہاں روبروئے خطیب ہونا یہ بے شک مشروع ہے اوراس پرعمل کی صورت یہ ہے کہ موذن خارج مسجداذان دینے کے لیےاس جگہ کھڑاہو جہاں اس کےاورخطیب کے چہرہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔

(۳) خطبہ والی اذان، حضوراکرم ﷺ کے زمانہ مقدسہ میں داخل مسجد نہیں ہوتی تھی بلکہ خارج مسجد دروازہ پر ہوتی تھی جیسا کہ سنن ابوداؤد کی حدیث شریف مذکورہ بالا سے واضح اورثابت ہے، سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی جس حدیث سے اذان خطبہ کا خارج مسجد ہونا ثابت ہے وہ ہرگز منسوخ نہیں، کیوں کہ اسی حدیث سے یہ بھی واضح ہے کہ حضور ﷺ کے وصال مبارک کے بعد خطبہ والی اذان صحابہ کرام کے زمانہ میں خارج مسجد دروازہ پر دی جاتی حالاں کہ حضرات صحابہ نے یہ اذان خارج مسجد دروازہ پر دلوائی پھر یہ حدیث شریف اخبار میں سے ہے اس کے منسوخ ہونے کے کیا معنی؟

(۵) سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مذکورہ بالا نہ تو منسوخ ہے نہ اس کی کوئی ناسخ حدیث ہے، دلیل یہ ہے کہ حضرات فقہائے کرام صاف صاف علانیہ تحریر فرماتے ہیں ''لا یؤذن فی المسجد'' یعنی مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے تو اگر کوئی ناسخ حدیث ہوتی جس سے یہ ثابت ہوتا کہ خطبہ والی اذان مسجد کے اندر جائز ہے تو فقہا ضابطۂ کلیہ بیان فرمانے کے وقت اس کا استثنا ضرور فرماتے اور یوں تحریر کرتے ''لا یؤذن فی المسجد الاالاذان الخطبة'' یعنی مسجد کے اندر صرف اذان خطبہ جائز ہے اور باقی کوئی اذان جائز نہیں، لیکن جب ان ائمہ دین نے اذان خطبہ کا استثنا نہیں فرمایا تو ثابت ہوگیا کہ حدیث ابوداؤد مذکور بالا کی ناسخ کوئی حدیث نہیں۔

(۶) حضوراکرم ﷺ کی مردہ سنت کو زندہ کرنا یعنی رائج کرنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔

(۷) حضوراقدس افضل المرسلین ﷺ فرماتے ہیں[من احی سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة رواه السجزی فی الابانة عن انس رضی الله تعالیٰ عنه] یعنی جس نے میری مردہ سنت کو رائج کیا بے شک اس کو مجھ سے محبت ہے اور جس کو مجھ سے محبت ہے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ اللهم ارزقنا۔ ایک دوسری حدیث میں پیارے مصطفےٰ ﷺ فرماتے ہیں:[من احی سنة من سنتی قد امیتت بعدی فان له من الاجر مثل اجور من عمل بها من غیر ان ینقص من اجورهم شیئا] (رواه الترمذی عن بلال رضی الله تعالی عنه) یعنی جو شخص میری کوئی سنت زندہ

کرے جسے لوگوں نے میرے بعد چھوڑ دی ہو تو جتنے اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اس زندہ کرنے والے کو ثواب ملے گا اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ایک تیسری حدیث میں حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:[من تمسك بسنتی عندفسادامتی فله اجر مائة شهيد](رواه البيهقی فی الزهد عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما) یعنی میری امت کے اعمال بگڑ جانے کے وقت جو شخص میری سنت مضبوط تھامے اسے سو شہیدوں کا ثواب ہے، پھر چوں کہ دور حاضر میں جمعہ کی اذان ثانی سنت نبوی علی صاحبها الصلاة والسلام کے صریحا خلاف مسجد کے اندر دلوانے کا رواج قائم ہے، اس لیے جو شخص سنت نبوی زندہ کرنے کے لیے اس اذان کو دروازۂ مسجد پر دلوائے گا، وہ ان تمام فضائل وحسنات کا مستحق ہوگا جو احادیث مذکورہ بالا میں بیان کیے گئے وانما التوفيق من الله تعالیٰ ورسوله الاعلی والله تعالیٰ ورسوله الاعلی اعلم جل جلاله وصلی المولی تعالی علیه وسلم۔كتبه بدرالدين احمد الصديقی القادری الرضوی ۱۸/ربيع النور ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: ازعبدالغنی موضع ڈوگرا مہوا مظفر پور (بہار)

(۱) ہمارے یہاں جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر ہوتی تھی۔ایک نوجوان مولوی صاحب پنج گانہ نماز پڑھاتے تھے مگر چند دن ہوئے کہ مولوی صاحب نے اعلان کیا کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر کے بجائے باہر ہونی چاہیے۔اس مسئلہ کی وجہ سے لوگوں میں اختلاف ہو گیا، بہت سے لوگوں نے مولوی صاحب کی اقتدا میں جماعت سے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے۔تراویح چھوڑ دی اور آپس میں جھگڑے کی نوبت ہوگئی تو ایسی صورت میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان اختلافات کی ذمہ داری کس پر ہے؟

(۲) جب سرور عالم نور مجسم ﷺ نے اپنے دور میں اندر مسجد جمعہ کی اذن دلوائی اور خلیفہ اول سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اپنے دور میں ایسا ہی کیا تو جو شخص اندر مسجد اذان دلوائے تو کیا وہ مسلمان نہیں یا سنیت سے خارج سمجھا جائے گا۔یا اس کی نماز نہ ہوگی یہ خیال نہ فرمائیں کہ اندر مسجد اذان دلوانے پر اصرار کرنے والے دیو بندی ہیں نہیں نہیں بلکہ یہ لوگ متقی اور سُرکا نہی شریف والے سرکار کے مریدوں میں سے ہیں، صاف صاف حکم شرع شریف سے آگاہ فرمائیں؟ بينوا و توجروا۔

الجواب: اللهم هداية الحق والصواب ۔(۱) آج کل جمعہ کی اذان ثانی منبر سے دو ہاتھ یا

تین ہاتھ کے فاصلے پر مسجد کے اندر دلواتے ہیں یہ نا جائز ہے، جس طرح اور نمازوں کے لیے اذان خارج مسجد ہونی چاہیے یوں ہی جمعہ کی اذان ثانی بھی خارج مسجد ہونی چاہئے ہاں اس اذان میں اتنی پابندی زیادہ ہے کہ خطیب کے سامنے ہو۔ حضور اکرم سید عالم ﷺ کے زمانہ اقدس میں جمعہ کی یہ اذان مسجد کے باہر دروازے پر ہوا کرتی تھی جیسا کہ ابوداؤد شریف جلد اول ص: ۱۵۶ میں ہے " عن السائب بن يزيد رضى الله تعالىٰ عنه قال: [كان يؤذن بين يدى رسول الله ﷺ اذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد وابى بكر وعمر] یعنی جب رسول گرامی ﷺ جمعہ کے دن (خطبہ کے لیے) منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے سامنے دروازہ مسجد پر اذان ہوتی تھی "فتاوی عالم گیری" جلد اول ص: ۵۵ مطبوعہ مصر میں ہے "لا يؤذن فى المسجد" یعنی مسجد کے اندر اذان منع ہے "بحر الرائق" ص: ۲۶۸ میں ہے "لا يؤذن فى المسجد" یعنی مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ اب جب کہ حدیث شریف سے معلوم ہو گیا کہ سرکار اقدس نبی رحمت ﷺ کی سنت کریمہ یہی ہے کہ جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے سامنے دروازہ مسجد پر ہو اور فقہائے کرام کے ارشادات سے ثابت ہوا کہ اذان مسجد میں نا جائز ہے، تو اس نو جوان مولوی کا اعلان کرنا کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے باہر ہونی چاہیے ضرور حق ہے جن لوگوں نے محض اس احیائے سنت کے باعث مسجد کو چھوڑ دیا اور اس نو جوان مولوی کی اقتدا سے متنفر ہو گئے اور جماعت کا نظم توڑ دیا اور تراویح سے اپنے کو محروم کر لیا نیز فتنہ وفساد پر آمادہ ہو گئے وہ سب کے سب گنہ گار ہوئے۔ خواہش نفسانی کے پیچھے چلنے والے قرار پا گئے اور چوں کہ بلا عذر شرعی تارک جماعت ہوئے اس لیے شرعا فاسق معلن بھی ہو گئے ان سب پر توبہ کرنا اور اپنے گناہوں سے معافی مانگنا شرعاً فرض ہے۔

(۲) مستفتی الٹی بات لکھ رہا ہے کیوں کہ سرکار ابد قرار ﷺ نے تو اپنے مقدس زمانے میں جمعہ کی یہ اذان مسجد کے اندر نہیں بلکہ خارج مسجد دروازے پر دلوائی ہے اور ایسا ہی خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد مبارک میں ہوا ہے جیسا کہ ابوداؤد شریف کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے۔ جو شخص دیدہ و دانستہ بلا وجہ شرعی اس سنت مقدسہ کی مخالفت کرے وہ ضرور بد مذہبوں کا بھائی ہے جب حسب بیان سائل خارج مسجد اذان کی مخالفت کرنے والے سرکا نہی شریف کی خانقاہ سے منسلک ہیں تو پھر یہ تناؤ کیسا؟ تو تو میں میں اور جھگڑا فساد کیسا؟ خارج مسجد اذان دلوانے پر جھگڑا کیوں کر رہے ہیں؟ متقی

ہوتے ہوئے اس سنت کریمہ کی مخالفت نہیں سمجھ میں آتی۔بس فیصلہ یہ ہے کہ حکم شرعی کے آگے اپنی اپنی گردنوں کو جھکا دیں اپنے اپنے دلوں سے شیطانی خیالات نکال باہر کریں اور دونوں فریق متفقہ اعلان کر دیں کہ اب بحکم شریعت اسلامیہ جمعہ کی اذان ثانی موافق سنت نبوی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام اندر کی بجائے خارج مسجد ہوگی اور خدا اور سول جل جلالہ وصلی المولی تعالی علیہ وسلم کی رضا حاصل کرنے اور شیطان کو بھگانے اور اس کو خائب وخاسر کرنے کے لیے دونوں فریق ان تمام باتوں کی آپس میں معافی کرالیں جو زمانہ اختلاف میں ایک دوسرے کے خلاف کہتے اور سنتے رہے اس میں جو پیش قدمی کرے گا وہ جنت میں بھی پیش قدمی کرے گا۔والتوفیق من المولی تعالی سبحانہ ورسولہ جل جلالہ و صلی المولی تعالی علیہ وسلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد الصدیقی القادری الرضوی ۱۹/ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ

﴿اذان قبر کا بیان﴾

مسئلہ: از ضیاء الحق ساکن ڈومری پوسٹ کٹرہ ضلع مظفر پور (بہار)

زید قبر پر اذان دینے سے منع کرتا ہے کیا یہ صحیح ہے کہ قبر پر اذان نہیں دینی چاہیے؟

الجواب: قبر پر بعد دفن میت اذان دینا جائز ومستحب ہے اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام الشاہ امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربہ القوی نے اپنے رسالہ مبارکہ ''ایذان الاجر فی اذان القبر'' میں پندرہ دلیلوں سے ثابت فرمایا ہے کہ قبر پر اذان دینا مستحب ہے اور اس اذان سے میت کے لیے سات فائدے شمار فرمایا ہے۔حاصل یہ کہ قواعد شرعیہ کہ روشنی میں یہ اذان بلا دغدغہ جائز ومستحسن ہے، جو اس کو ناجائز بتائے وہ یا تو اصول شرع سے جاہل ہے یا وہابی بیدین ہے۔ھذا ماعندی والعلم بالحق عنداللہ تعالیٰ ثم عند رسولہ ﷺ۔

﴿باب الامامۃ﴾

مسئلہ: از عطاء اللہ سسہنیاں کلاں ضلع گونڈہ۔

(۱) نماز پڑھانے کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟
(۲) جس نے اپنی بیوی ہندہ کا مہر ادا نہیں کیا اور نہ بخشوایا مگر اس سے مجامعت کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ ہمارے یہاں ایسے شخص کے پیچھے نماز ناجائز بتاتے ہیں۔

الجواب : (۱) نماز پڑھنا خالص عبادت ہے اور کسی عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں لیکن جس شخص کو امام مقرر کر دیا جائے تو اس کو امامت کے سلسلے میں پابندی وقت کی تنخواہ لینا قطعاً جائز ہے۔
(۲) ہمارے ملک ہندوستان میں عموماً مہر مطلق کا رواج ہے جس کا نچوڑ یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کی موت یا شوہر کے طلاق دے دینے پر اس مہر کے وصول کرنے کا حق ہے، لہذا اگر کوئی شخص بغیر مہر ادا کیے یا بغیر معاف کرائے اپنی بیوی سے مجامعت یعنی ہمبستری کرتا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے جن لوگوں نے نماز پڑھنا ناجائز قرار دیا ہے وہ شریعت طاہرہ کے احکام سے جاہل ہیں ان کے ناجائز کہنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ وھو تعالی اعلم

الجواب حق : واقعی مہر مطلق میں عورت اگر مہر کا مطالبہ کرے تو اس کا مطالبہ جائز ہے لیکن شوہر ادائیگی مہر پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ہاں طلاق کی صورت میں وہ مجبور کیا جائے گا اور موت کی صورت میں اس کے ورثہ سے وصول کیا جائے گا۔ وھو سبحانہ وتعالی اعلم

مسئلہ : از جیش محمد قادری، متعلم دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف بستی۔
زید ایک سنی درسگاہ کا طالب علم ہے مسائل شرعیہ ضروریہ سے بخوبی آگاہ ہے صحیح الطہارت اور صحیح القراءت ہے مگر کمر سے پیر تک مرض جھولہ اور فالج کے باعث لاٹھی کے سہارے لنگڑاتے ہوئے چلتا ہے۔ نماز کا قیام اور رکوع تو سنت کے مطابق ادا کرتا ہے لیکن سجدہ کی حالت میں بوجہ مجبوری داہنے پاؤں کے انگوٹھے کا محض سرا لگتا ہے اور دوسرے پیر کی چار انگلیوں کے صرف سرے لگتے ہیں پیٹ نہیں لگ پاتے باقی فرائض سنت کے مطابق ادا کرتا ہے تو ایسی صورت میں زید مذکور عالم اور غیر عالم کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ زید کے پیچھے نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج تو نہیں بینو ابالدلیل توجروا الاجر الجزیل۔

الجواب : بعض اعذار ایسے ہیں جس میں معذور کی اقتدا صحیح اور درست ہے جیسے اقتداء القائم با لقاعد والمتوضی بالمتیمم یعنی بیٹھ کر رکوع اور سجود کرنے والے کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی تیمم

والے کے پیچھے وضو والے کی نماز کا درست ہونا۔اسی طرح صورت مسئولہ میں زید چوں کہ نماز کے بعض فرض یا واجب ادا کرنے سے مجبور اور معذور ہے۔اس لیے اسے غیر عالم کی امامت کرنا تو بلا شبہ درست ہے رہا عالم کی امامت کرنا تو اس میں بھی حرج نہیں لیکن صحت امامت کا جامع عالم صف میں موجود ہو تو اسی کو امام بنانا اولی اور بہتر ہے (ھکذافی الفتاوی الرضویه ص:۲۲۶ ج۳) فتاوی عالم گیری جلد اول ص:۷۹ خط مصری میں ہے" ولوکا ن لقد م الامام عوج وقام علی بعضها یجوز وغیر ہ اولی " یعنی امام کے پاوں میں ایسا لنگ ہو کہ پاوں کے بعض حصہ کے کھڑا ہوتا ہے پورا حصہ زمین پر نہیں جمتا تو اس کی امامت درست ہے مگر دوسرا شخص (جو ایسا نہ ہو) بہتر ہے۔درمختار جلد اول ص ۳۹۶ مطبوعہ دیوبند میں عبارت" تنویرالابصار" صح اقتداء قائم باحدب کے تحت ہے "وان بلغ حدبه الرکوع علی المعتمد وکذا باعرج و غیره اولی "،یعنی قول معتمد کے مطابق کبڑی پیٹھ والے کی اقتدا درست ہے اگر چہ اس کا کبڑا پن قیام فرض کی شکل سے ہٹ کر رکوع کی صورت میں پہونچ چکا ہو ایسے ہی لنگڑے کے پیچھے نماز درست ہے مگر دوسرا شخص بہتر ہے۔شامی جلد اول مطبوعہ دیوبند ص ۳۷۸ میں عبارت" درمختار" و مفلوج وابرص شاع بر صه کے تحت ہے" وکذا اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیره اولی" یعنی فالج زدہ اور ظاہر برص والے کی طرح وہ لنگڑا شخص بھی ہے جو اپنے پیر کے بعض حصہ کے بل کھڑا ہوتا ہے پورا حصہ زمین پر نہیں جمتا تو ایسوں کی اقتدا اگر چہ درست ہے مگر دوسرا شخص اولی ہے۔ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ وقت مجبوری جب پورا قیام فرض (کما فی الاحدب) اور استقرا ر علی الارض (کما فی الاعرج) حاصل نہ ہونے کی صورت میں بھی امامت درست ہے،تو حالت سجدہ میں صرف انگوٹھا یا بعض واجب انگلیوں کا پیٹ زمین پر نہ لگنا صحت امامت کے لیے کب حرج بن سکتا ہے بلا شبہ یہاں بھی امامت صحیح اور درست ہے اقتدا کرنے میں حرج نہیں۔سوال مذکور میں زید کے متعلق فالج زدہ اور لنگڑا ہونا دو چیز بتائی گئی ہے اور دونوں کا حکم واضح ہو چکا،اب رہی بات کہ ایسے لوگوں کی امامت تنزیہی کراہات میں شمار کی گئی ہے اور کراہت تنزیہی بھی ایک قسم کی ہی ملحوظ ہوتی ہے جس کے مطابق ایسے لوگوں کی امامت ممنوع کہی جاسکتی ہے تو شرعی نقطہ فقہ سے ایسا خیال درست نہیں کیو ں کہ مکروہ تنزیہی شرعاً ممنوع نہیں۔کما تحقق فی "الفتاوی الرضویة"،جلد اول ص:۱۷۹ تا ص:۱۸۰،مکروہ تنزیہی کا حاصل معنی خلاف اولی ہوتا ہے چنانچہ شامی جلد اول مطبوعہ دیوبند

ص:۴۳۹ میں قول فقہا نقل کیا ہے ''المکروہ تنزیھا مرجعه الی خلاف اولی'' تو مسئلہ مذکور کی بابت حسب تصریحات فقہائے اعلام مطلب یہ ہوا کہ جماعت میں مذکورہ عذر رکھنے والوں سے بہتر دوسرا موجود ہو تو ان لوگوں کی امامت ناپسند اور خلاف اولی ہے ورنہ خلاف اولی بھی نہیں بلکہ قوم میں اگر دوسرا لائق امامت نہ ہو اور یہ لوگ شرائط امامت کے مطابق ہوں تو امامت کے لیے یہی اولی اور بہتر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الامی والہ وسلم۔

کتبہ: العبد المسکین محمد نعیم الدین عفاعنہ المعین

مسئلہ: از مظفر احمد ایم ایس سی میتھ گورکھپور یونیورسٹی

ہمارے محلّہ میں مسجد کے امام و دیگر لوگ دیوبندی خیال کے ہیں کیا ان کے پیچھے نماز ہو جائے گی کیا میرے لیے یہ درست ہے کہ میں نماز جماعت سے نہ پڑھوں بلکہ علیحدہ پڑھ لیا کروں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃالحق والصواب دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کے سبب بحکم شریعت اسلامیہ کافر مرتد اور بیدین ہیں (ملاحظہ ہو فتاوی حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ) ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ ہوگی اور پڑھنے والا سخت گنہگار ہوگا۔ امام محقق علی الاطلاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح القدیر شرح ھدایہ میں ہمارے تینوں ائمہ مذہب امام اعظم اور امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہم سے نقل فرماتے ہیں'' لا تجوز الصلوة خلف اھل الاھواء'' یعنی بدمذہبوں کے پیچھے نماز جائز نہیں حضور شیخ الاسلام اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۲۳۵ میں فرماتے ہیں: دیوبندی عقیدہ والوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے ہوگی ہی نہیں فرض سر پر رہے گا اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ علاوہ''صورت مسئولہ میں اگر آپ کو سنی مسلمان لائق امامت نہ مل سکے تو آپ تنہا پڑھیں کسی دیوبندی، وہابی، مودودی، تبلیغی وغیرہ بد دین کی اقتدا میں ہرگز نماز نہ پڑھیں ورنہ فرض آپ کے ذمہ باقی رہے گا اور مزید برآں آپ پر معاذ اللہ تعالیٰ شدید گناہ کا وبال رہے گا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سچی ہدایت پر قائم رکھے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ

الاعلی اعلم جل جلاله وصلی المولی تعالی علیه وسلم۔

کتبه: بدرالدین احمد الصدیقی القادری الرضوی من اساتذة دارالعلوم فیض الرسول فی براؤن الشریفة من اعمال بستی ۶/شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ

مسئله : صفی اللہ دھرم سنگھواں بازار بستی

دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن میں آیا ہے کہ ﴿وارکعوا مع الرٰکعین﴾ یعنی جھکنے والوں کے ساتھ جھک جاؤ تو جس کسی کے پیچھے نماز پڑھی جائے نماز ہو جائے گی۔

الجواب : ''فتاوی حسام الحرمین'' اور الصوارم الہندیہ میں ہے کہ دیوبندیوں نے حفظ الایمان ص: ۹ براہین قاطعہ ص:۵۱ تحذیر الناس ص:۱۴ و ص:۲۸ میں حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو گندے عقائد لکھے وہ شدید گستاخی اور کفر ہیں۔لہذا دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے بحکم قرآن وحدیث کافر،مرتد اور خارج از اسلام ہیں،ان کے پیچھے نماز پڑھنا حرام سخت حرام ہے سارے جہاں کے ہادی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:[لا تصلوا معهم] یعنی بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نماز نہ پڑھو تو بھلا بدعقیدہ کے پیچھے نماز پڑھنا کب جائز ہوگا ؟ قرآن مجید کے ارشاد ﴿ وارکعوا مع الرٰکعین ﴾ کے بارے مین تفسیر جلالین شریف ص:۹ مطبوعہ اصح المطابع کراچی میں ہے وصلوا مع المصلین محمدواصحابه صلی الله تعالیٰ علیه وعلیهم وسلم ۔اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بارے میں فرماتا ہے کہ تم ایمان لاؤ اور میرے محبوب اور ان کے ساتھی نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھو۔اس ایت کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مومن کو چاہیے کہ وہ ایمان والوں کے ساتھ نماز پڑھے جو لوگ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخ ہیں وہ نہ تو مسلمان ہیں نہ ان کی نماز ہے نہ جماعت نہ امامت۔اور یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ جو شخص خود تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں گستاخی نہیں کرتا لیکن گستاخ مولویوں اور دیوبندیوں کو مسلمان سمجھتا ہے اور اس کو یہ اطلاع ہے کہ دیوبندیوں نے حضور کی شان میں گستاخی کی ہے تو ایسا شخص بھی اسلامی قانون کی رو سے مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز ہرگز نہیں۔ والله تعالیٰ ورسوله الاعلی اعلم جل جلاله وصلی المولی تعالی علیه وسلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد الصدیقی القادری الرضوی ۲۴/جمادی الاخری ۷۷ھ

مسئلہ: ازمحمد اسلم پورہ بھیمڑی ضلع تھانہ۔

ہماری مسجد کے امام صاحب سجدہ کرتے وقت ان کے پیر کی انگلیوں کے پیٹ زمین پر نہیں لگتے میں نے ان سے بارہا کہا کہ آپ کی انگلی برابر نہیں لگتی لیکن وہ نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ سجدہ کی حالت میں پیر کی صرف انگلی زمین پر لگی رہے تو کافی ہے نماز ہو جائے گی امام صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ تم جو انگلیوں کا پیٹ لگنا ضروری سمجھتے ہو ایسا کہاں لکھا ہے میں نے عرض کیا جناب بہار شریعت حصہ سوم میں شاید لکھا ہوا ہے اتنا بتانے پر بھی وہ باز نہیں آتے تو ایسے امام کی اقتدا میں نماز ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: ہدایہ جلد اول زیر بیان سجدہ میں ہے ''یوجہ اصابع رجلیہ نحو القبلۃ''[ج ۱ ص ۱۰۹] یعنی نمازی سجدہ کرتے وقت اپنے دونوں پاوں کی سب انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب کر دے اور یہ بالکل واضح مطابق مشاہدہ ہے کہ جب تک سب انگلیوں کا پیٹ زمین سے نہ لگا دیا جائے اس وقت تک انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف نہ ہوگا۔ اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام شاہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاوی رضویہ جلد اول کتاب الطہارات بالمیاہ ص:۵۵۶ میں تحریر فرماتے ہیں: ''سجدہ میں فرض ہے کہ کم از کم پاوں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر لگا ہو اور ہر پاؤں کی اکثر انگلیوں کا پیٹ زمین پر جما ہونا واجب ہے الخ۔ اور حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمہ بہار شریعت جلد سوم ص:۸۶ میں تحریر فرماتے ہیں ''سجدہ میں دونوں پاوں کی دسوں انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا سنت ہے اور ہر پاؤں کی تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا واجب اور دسوں کا قبلہ رو ہونا سنت اھ۔ ان حوالاجات کی روشنی میں ثابت ہو گیا کہ امام صاحب جس کا یہ کہنا کہ ''سجدہ میں پیر کی صرف انگلی زمین پر لگی رہے تو کافی ہے نماز ہو جائے گی'' صحیح نہیں ہے۔ سائل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ امام صاحب کے سامنے ان حوالوں کو پیش کرے امید یہی ہے کہ امام صاحب جب صحیح مسئلہ سے آگاہ ہو جائیں گے تو اس پر ضرور عمل کریں گے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کو سائل کے مسئلہ بتانے پر اطمینان نہیں ہوا ہاں یہ اور بات ہے کہ امامت کی ذمہ داری کو انہوں نے محسوس نہ کیا ان کو تو چاہیے تھا کہ نماز کے فرائض وواجبات اور سنن کی پوری پوری معلومات حاصل کر کے ان کی پابندی کرتے اب اگر امام صاحب اس مسئلہ کو تسلیم کر کے سجدہ میں اپنے ہر پاوں کی کم از کم تین تین انگلیوں کا پیٹ زمین پر جماتے رہیں تو ان کی

اقتدا میں نماز ہوجائے گی جب کہ کوئی دوسری چیز مانع جواز نماز نہ ہواور اگر معاذ اللہ امام صاحب اس مسئلہ پر عمل کرنے کو تیار نہ ہوں تو ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ وھو سبحانہ وتعالی اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد الصدیقی القادری الرضوی

﴿مسافر کی نماز کا بیان﴾

مسئلہ: از ابوالکلام مقام کسم کھور ضلع فرخ آباد

زید ملازمت کے لیے وطن سے دور رہتا ہے کبھی کبھی معین جگہ سے آٹھ دس میل کے فاصلہ پر جانا پڑتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ساٹھ میل کی دوری پر بھی جانا پڑتا ہے مگر درمیان میں آٹھ دس میل کے فاصلے پر گھنٹے دو گھنٹے یا ایک آدھ شب کے لیے رکنا پڑتا ہے حالات مذکورہ میں درمیان سفر میں نماز قصر پڑھے گا یا پوری اور جب معین جگہ سے آٹھ دس میل کے فاصلے پر جانا پڑتا ہے تو وہاں نماز قصر کرے گا یا نہیں؟ بینوا و توجروا ۔

الجواب: اللھم ھدایۃالحق والصواب ۔صورت مسئولہ میں جب معین جگہ سے آٹھ دس میل دور ہو جائے تو نماز قصر نہیں کرسکتا کیوں کہ قصر کے لیے خشکی میں مسافت سفر کم از کم ساڑھے ستاون میل ہے اور جب معین جگہ سے ساٹھ میل کے سفر پر جانا پڑے اور راستے میں آٹھ دس میل کے فاصلے پر ایک دو شب قیام کا ارادہ ہے جب بھی قصر نہیں کیوں کہ قصر کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ ارادہ سفر متصل کا ہو۔ ہاں اگر ایک دو گھنٹے ضمنا کہیں بیچ میں رکنا ہے تو قصر کرے گا۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد الیاس خاں۔

الجواب صحیح: بدرالدین احمد الرضوی، جلال الدین احمد الامجدی

﴿نماز جنازہ کا بیان﴾

مسئلہ: از محمد علی ڈومکی

زید بچپن سے مذہب حنفی رکھتا ہے لیکن وہابی کے یہاں پڑھاتا بھی تھا اسی وجہ سے وہابی کے یہاں

آتا جاتا رہا لیکن جب معلوم ہوا کہ وہابی کا عقیدہ خراب اور باطل ہے تو زید سے کہا گیا تو زید نے توبہ کیا اور جس جس پر علمائے کرام نے فتوی دیا کہ کافر ہیں تو ان کو کافر بھی کہا لیکن وہابی کے یہاں آنا جانا بند نہ کیا حالا ں کہ زید نے تین مرتبہ توبہ کیا پھر بھی اس کا وہی اختیار رہا لیکن قریب عرصہ گزر رہا ہے کہ زید نے کہا میں اب صدق دل سے توبہ کروں گا لہذا زید کو پھر توبہ کرایا گیا لیکن تجدید نکاح نہیں کرایا گیا غفلت کی وجہ سے اور زید کا انتقال ہوگیا تو زید کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے یا نہیں دراں حالیکہ زید کہتا تھا کہ جب سے ہم نے تین مرتبہ توبہ کیا ہے اس وقت سے وہابی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی نہ ان کا ذبیحہ گوشت کھایا لہذا اناج اور روپیہ کے لالچ میں جاتا تھا۔ بینوا توجروا

الجواب : اگر زید واقعی سنی تھا اور اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی خلیل احمد انبیٹھی، قاسم نانوتوی اور اس کے ماننے والوں کو ان کے کفریات قطعیہ کی وجہ سے کافر کہتا تھا اور اسی عمل پر اس کا انتقال ہوگیا تو اس کی نماز جنازہ جائز ہے۔ وھو تعالی اعلم

کتبہ:۔ بدرالدین احمد قادری ۲۸ / ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ

مسئلہ : از ضیاء الحق ساکن ڈومری پوسٹ کٹرہ ضلع مظفر پور (بہار)

زید ہمارے یہاں مسجد میں امام ہے اور بچوں کو تعلیم دیتا ہے ایک روز گاؤں میں ایک آدمی کی موت واقع ہوئی اسے غسل وغیرہ کرانے میں عصر کا وقت ہوگیا کچھ لوگ نماز عصر پڑھ چکے تھے اور کچھ لوگ باقی تھے زید بھی نماز سے فارغ ہو چکا تھا لوگوں نے جنازہ پڑھنے کے لئے کہا تو زید نے کہا چوں کہ یہ زوال کا وقت ہے اس لیے جنازہ نہیں پڑھا جائے گا چنانچہ مغرب کے بعد جنازہ پڑھا گیا کیا یہ صحیح ہے کہ عصر و مغرب کے درمیان نماز جنازہ درست نہیں؟

الجواب : زید نے غلط کہا عصر کی نماز پڑھنے کے بعد نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے بلکہ اگر مکروہ وقت مثلاً آفتاب غروب ہونے سے دس منٹ پیشتر جنازہ لایا گیا تو اسی وقت پڑھیں کوئی کراہت نہیں کراہت اس صورت میں ہے کہ پیشتر سے تیار موجود ہوا اور تاخیر کی یہاں تک کہ وقت کراہت آگیا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم جل جلالہ وصلی المولی تعالی علیہ وسلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد صدیقی الرضوی القادری الکورکھفوری ۱۹ / ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ

﴿کتاب الزکوۃ﴾

مسئلہ : ازعبدالرؤف قصبہ بستی

زید کے پاس مال تجارت ایک سو پانچ روپیہ چھاچھٹ روپیہ آٹھ آنہ کی قیمت کا سونا، ایک سو پینسٹھ روپیہ کی قیمت کی چاندی کے زیورات اور نقد رقم تینتیس روپے جملہ رقوم تین سو نہتر روپیہ اٹھ آنے ہیں۔ اس رقم میں زید کو کتنی زکاۃ دینی ہوگی کہ سونے چاندی کے زیورات زید کی بیوی استعمال کرتی ہے۔

الجواب : صورت مستفسرہ میں زید پر نوے روپیہ پونے چوبیس نیا پیسہ زکاۃ میں دینا واجب ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

کتبہ بدرالدین احمد قادری الرضوی۔ ۱۷/ربیع الآخر ۱۳۸۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿باب المسجد﴾

مجاہد ملت حامئ سنت جناب مولانا بدرالدین احمد صاحب مدرس مدرسہ فیض الرسول براؤں ......السلام علیکم۔

عرض ہے کہ میں موضع سسہنیاں کلاں کا باشندہ ہوں دنیا مجھے کچھ بھی کہے لیکن میں اپنے کو سنی مسلمان تصور کرتا ہوں میں نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں مسجد کے اندر محراب یا منبر پر کرسی لگا کر تقریر کرتے ہو نہیں دیکھا، لیکن کل میں نے حضرت کو ایسا طریقہ استعمال کرتے دیکھا، اس وقت میرے دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی اور طرح طرح کے خیالات دل ودماغ میں پیدا ہورتے رہے کہ ممکن ہو بانئ اسلام نبی کریم رؤف رحیم یا خلفائے راشدین یا ائمۂ دین نے ایسا کیا ہو۔ اس لئے اپنے کم علمی کے باعث اس وقت سکوت میں رہا کہ موقع ملنے پر میں آپ سے دریافت کروں لیکن میری عدیم الفرصتی نے مجھے اتنا موقع نہ دیا کہ میں جناب سے اصالتاً مل کر اپنے دل کی بحرانی کیفیت کو سکون کر سکوں، ایسی صورت میں ذریعہ تحریر خدمت میں ملتمس ہوں کہ مجھے اس سے آگاہ فرمائیں ۔ اگرچہ ائمہ دین میں سے کسی نے ایسا کیا بھی ہو تو کوئی معذوری تو نہیں تھی کہ جس کی شرع نے اجازت دے دی ہو، مجھ جیسا کم پڑھا اور کورا مسلمان تو یہی خیال کرتا ہے کہ مسجد نیز محراب و منبر جائے ادب ہے علاوہ اس کے یہ بھی خیالات پرواز کرتے رہتے ہیں کہ مجاہدین ملت سابقین نے اشاعت اسلام اور مسئلہ مسائل کے سلجھانے میں بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں اور ایک زمانہ آج ہے کہ ایسے ایسے نوجوانان ملت اتنی بھی مشقت برداشت نہیں کر سکتے کہ مسجد کے احترام کے خاطر کرسی کے بجائے کھڑے ہو کر اپنی مواعظ حسنیٰ سے عوام کو مستفید کر سکیں، میں آپ سے امید رکھتا ہوں کہ آپ میری اس تحریر کو گرمی کے بجائے دل ودماغ کے روشنی میں پڑھ کر اور نہایت نرمی سے معقول جواب سے مستفید فرمائیں گے اور اس بات پر فخر کریں گے کہ جاہل دیہاتی مسلمان اس قابل تو ہے کہ جو باتیں سمجھ نہیں آتیں اسے پوچھنے کی ہمت رکھتا ہے۔ آئندہ رائے عالی فقط احقر محمدؐ امین خاں سسہنیاں کلاں مورخہ ۲۶؍ستمبر ۵۹ء مکتوب الیہ کے پتے کی عبارت محترم المعظم جناب مولانا بدرالدین صاحب صدر مدرس مدرسہ براؤں (واردحال) مقام کھا کھادیئی بھانبھر

اللہ رب محمدصلی علیہ وسلما   نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما
وعلی ذویہ وصحبہ   ابدا الدھور وکرما

﴿جواب﴾

جناب محمد امین خاں صاحب سابق ناظم اعلی مدرسہ فضل رحمانیہ پچپڑ وابازار ضلع گونڈہ

بعد ماھو المسنون گزارش ہے کہ ہم کو آپ کی ایک طویل تحریر وصول ہوئی جس میں جاہل اور دیہاتی بننے کے باوجود آپ نے بخیال خویش اپنی تحقیقات اور تدقیقات کا ایک وسیع سلسلہ قائم فرمایا ہے اور مسئلہ زیر بحث کے عدم جواز پر ایک لمبا چوڑا طومار باندھ دیا ہے حالاں کہ قانوناً آپ کو صرف اتنا دریافت کر لینا تھا کہ مسجد کے اندر محراب ومنبر سے متصل کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرنا جائز ہے یا نہیں جب میں نے مسجد کے اندر کرسی پر بیٹھ کر تقریر کی اور اس پر آپ کے دماغ میں طرح طرح کے سوالات اور دل میں قسم قسم کے خیالات پرواز کرنے لگے تو ایسی صورت میں آپ کو جواز یا عدم جواز کے بارے میں دریافت کر لینا کافی تھا لیکن صاف طور پر پوچھنے کی بجائے آپ نے محض اپنی رائے، صرف اپنے قیاس اور تجربات سے عدم جواز پر پورا پورا زور صرف کر ڈالا اور ایک عظیم الشان اسلامی علمی درسگاہ کے ذمہ دار سنی عالم کو کہیں کھل کر کہیں چھپ کر اپنے خیالات کی روشنی میں مسجد نیز محراب ومنبر کا ادب نہ کرنے والا قرار دیا اور بیٹھ کر تقریر کرنے میں اس کو آرام طلب، ذرا سی مشقت برداشت نہ کرنے والا لکھ کر موردِ الزام وہدف ملامت ٹھہرایا اور پھر جاہل اور دیہاتی کی آڑ لے کر اپنی انہیں جسارتوں اور جرأتوں پر آپ نے فخر کیا اور اسے بھی ناز کرنے کا مشورہ دیا ہے پھر آپ نے پوچھا بھی تو یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام یا ائمہ اسلام میں سے کسی سے ثابت ہے کہ ان حضرات نے بلا عذر کرسی پر بیٹھ کر مسجد کے اندر تقریر کی ہے جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہوا کہ مسجد کے اندر کرسی پر بلا عذر بیٹھ کر تقریر کرنا ثابت ہو ورنہ نہیں کیوں کہ آپ کے نزدیک اگر جواز کی کوئی دوسری صورت بھی ہوتی تو آپ قانون شرع دریافت کرتے ان حضرات کا صرف عمل نہ پوچھتے۔

(۱) سابق ناظم صاحب! ہم نے آپ کا ہی تیار کردہ آئینہ آپ کے پیش نظر کر دیا ہے اس میں غور سے دیکھ کر بتایئے کہ جاہل اور دیہاتی اپنے سنی عالم کے ایک جائز عمل کو دیکھ کر اپنے دل میں اس کے خلاف طرح طرح کے خیالات پیدا کرے گا؟

(۲) کیا جاہل اور دیہاتی اپنے سنی عالم کے ایک جائز فعل پر اپنی چالیس سالہ زندگی کے تجربات سے عدم جواز کا اثر ڈالے گا؟

(۳) کیا جاہل اور دیہاتی ایک سنی عالم کے عمل کو محض اپنی رائے صرف اپنے قیاس سے عدم جواز پر ڈھائے گا؟

(۴) کیا جاہل اور دیہاتی ایک ذمہ دار سنی عالم کو مسجد اور منبر کا جائے ادب ہونا سمجھائے گا؟

(۵) کیا جاہل اور دیہاتی آداب مسجد و منبر کے قوانین خود وضع کرے گا؟

(۶) کیا جاہل اور دیہاتی اپنے جی سے گڑھے ہوئے اصول کی بنا پر ایک ذمہ دار سنی عالم کو مورد الزام و ہدفِ ملامت ٹھہرائے گا؟

(۷) کیا جاہل اور دیہاتی کسی فعل کو اسی وقت جائز مانے گا جب کہ اس فعل کا کرنا حضور علیہ الصلاۃ والسلام یا صحابۂ معظمین یا ائمۂ دین سے ثابت ہو؟

(۸) کیا جاہل اور دیہاتی اپنی بے جا جسارت اور ناروا جرأت پر اس لیے فخر کرے گا کہ اس نے ایک جائز فعل کو اپنے زور قلم سے ناجائز ثابت کر دیا ہے؟

حیرت یہ کہ آپ نے مضمون میں اہل قلم جیسا زور باندھنے کی کوشش فرمائی لیکن گرفت سے بچنے کے لیے جاہل اور دیہاتی بن گئے تاکہ آپ جو چاہیں لکھ جائیں مگر آپ سے باز پرس نہ کی جا سکے، سخت افسوس ہے کہ آپ کسی زمانہ میں ایک عربی درسگاہ کے ناظم بھی رہ چکے ہیں، لیکن علما سے مخاطبت اور مکاتبت کا صحیح راستہ آپ اختیار نہ کر سکے۔ مولی عزوجل آپ کو مردم شناسی کے جوہر سے بہرہ ور فرمائے اور آپ کو اپنے محبوب کے راستے پر چلنے کی توفیق دے۔

اب میں آپ کی عبارتوں کو پیش کر کے تبصرہ کروں گا تاکہ ان کی خامیاں آپ پر روشن ہو جائیں اور آئندہ اس قسم کے اقدام سے اجتناب فرمائیں لہذا مخلصانہ گزارش ہے کہ جوش مخالفت سے مغلوب اور جذبہ حق پرستی سے معمور ہو کر دل اور دماغ کو ٹھنڈا کر کے نہایت غور و فکر کے ساتھ ہمارے معروضات کو ملاحظہ فرمائیں اور حق سمجھ میں آ جائے تو قبول کرنے سے ہرگز دریغ نہ کریں۔ واللہ الموفق و ھوالمعین ۔ آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اس عبارت میں آپ نے اپنے کو ''لیکن'' کہنے کے بعد سنی ظاہر کیا ہے جو اس

بات کی غمازی کرتا ہے کہ لوگ آپ کی سنیت کے بارے میں چہ میں گوئیاں کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے حضرات اپنے کو سنی بتاتے ہیں لیکن ان کا سنی بننا شرعاً تسلیم نہیں کیوں کہ وہ لوگ دیو بندی وہابی مولویوں کے کفری عقائد سے آگاہ ہو کر ان کو کافر نہیں مانتے بلکہ جو بھی سنی مسلمان دیو بندیوں کو شرعی حکم کی بنا پر کافر کہتا ہو اس کو گالی بکنے والا برا بھلا کہنے والا قرار دیتے ہیں تو بتائیے کہ بھلا ایسے لوگ سنی مسلمان ہیں ؟ حاشا و کلا ہرگز نہیں میری اس مختصر گزارش سے ظاہر ہو گیا کہ اپنی مذہبی پوزیشن واضح کرنے کے سلسلے میں آپ کا مذکورہ بالا جملہ صاف ستھرا نہیں ہے ۔ اگر آپ یوں لکھتے کہ: ''دنیا مجھے وہابی کہتی ہے لیکن دنیا کا یہ کہنا غلط ہے کیوں کہ میں سنی مسلمان ہوں پیشوایان وہابیہ دیو بندیہ جنھوں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعلی شان میں گستاخی کی ہے انہیں کافر مانتا ہوں'' تو آپ کا یہ انداز بیان آپ کی سنیت کے بارے میں موتیوں کی طرح چمکنا اور آپ کا اظہار بے غبار تسلیم کرنا پڑتا، اس سلسلے میں آپ کا یہ عذر قابل سماعت نہیں کہ ''میں ایک جاہل دیہاتی ہوں مجھے اس قسم کی عبارت ترتیب دینے کا سلیقہ نہیں'' کیوں کہ آپ ایک عربی درسگاہ کے ناظم رہ چکے ہیں ۔ پھر مزید برآں آپ کی ایک طویل و عریض تحریر میرے پیش نظر ہے ۔ اظہار سنیت کا مندرجہ بالا طریقہ اس لیے متعین ہوا تا کہ وہابیت دیو بندیت سے بالکل امتیاز ہو جائے، کیوں کہ خود کٹر اور متعصب وہابی دیو بندی بھی اپنے بارے میں ''سنی'' کا لفظ بے دھڑک استعمال کرتے رہتے ہیں ۔ پھر آپ کا یہ کہنا کہ ''دنیا مجھے جو کچھ کہے'' تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ یہ جو کچھ کہنے والے سنی ہیں یا وہابی؟ اگر وہابی ہیں تو آپ کو ان کے بکنے کی کیا پرواہ؟ اور اگر سنی ہیں تو چڑھنے جھنجھلانے کے بجائے اپنے اندر سنیت کی خامیوں اور کوتاہیوں کو تلاش کر کے ایک ایک کا بائیکاٹ کر دیجیے ۔ خوب ذہن نشین کر لیجیے کہ سنی ہو کر آپ ایسا طرز عمل اختیار نہیں کر سکتے جس سے دوسرے مسلمانوں کو آپ کی سنیت میں بدگمانی کا موقع ملے ۔ اور اپنے ہی منہ ''میاں مٹھو'' بننا نیز سنی مسلمانوں سے الگ راستہ چلنا ایمان والوں کو زیب نہیں دیتا ۔ وہابیوں دیو بندیوں کے بارے میں عام طور پر لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وہ فاتحہ، نذر و نیاز، عرس، محفل میلاد شریف، قیام تعظیمی وغیرہ وغیرہ کرنا ناجائز قرار دیتے ہیں ۔ اسی خیال کی روشنی میں عوام کا حال یہ ہے کہ جس وہابی نے میلاد پڑھ دیا یا قیام تعظیمی کر دیا اس کو متصلب سنی قرار دیتے ہیں اور اس وہابی کے خلاف ایک کلمہ بھی سننا گوارا نہیں کرتے ، لیکن حقیقت حال وہ نہیں جو عوام نے سمجھ رکھا ہے بلکہ اصل واقعہ یہ ہے

کہ وہابیوں دیوبندیوں نے فاتحہ،عرس اور محفل میلا داقدس کو ناجائز کہنے کے ساتھ ساتھ کھلی ہوئی گستاخی ، بے ادبی اور توہین کی ، نیز لکھ کر چھاپا اور شائع کیا اور اپنے اقوال شنیعہ سے پورے ہندوستان میں فتنہ اور فساد کی آگ بھڑکا دی ہے تو وہابی اور دیوبندی توہین کرنے کی وجہ سے کافر مرتد ہیں نہ کہ فاتحہ اور عرس کے انکار سے ۔اب وہابیوں کی گستاخیاں ملاحظہ ہوں مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان ص:۸ میں حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے کل علم غیب کا انکار کیا اور بعض علم غیب کے بارے لکھا کہ ''اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے'' غور فرمائیے کہ تھانوی صاحب نے حضور کے لیے بعض علم غیب تسلیم کرتے ہوئے صاف لکھ مارا کہ اس میں حضور کی کوئی خصوصیت نہیں کیوں کہ بعض علم غیب تو بدھو نتھو بلکہ تمام بچوں پاگلوں ، جانوروں اور چوپایوں کو بھی حاصل ہے۔ تھانوی صاحب نے حضور کے علم غیب کو بچوں ، پاگلوں اور جانوروں کے علم غیب سے مشابہت دے کر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی شدید توہین کھلی ہوئی گستاخی کی اور بحکم شرع کافر ومرتد قرار پائے۔

لطیفہ: وہابیوں کے سرغنہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص:۱۰ میں فرماتے ہیں'' یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب تھا صریح شرک ہے'' اور یہاں مولوی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب حفظ الایمان ص:۸ میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے علم غیب ثابت کیا ہے بلکہ تھانوی صاحب تو بچوں ، پاگلوں اور تمام جانوروں کے لیے علم غیب ثابت کرتے ہیں تو تھانوی صاحب گنگوہی صاحب کے نزدیک صریح مشرک اور اہل سنت کے نزدیک کھلے کافر ومرتد ہیں۔فاعتبروا یااولی الابصار۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب گنگوہی صاحب کے اس فتوی کی بھی تھوڑی سی مرمت کردی جائے۔اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے﴿علم الغیب فلا یظھر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول ﴾[پ:۲۹،سورۃ؛جن] یعنی غیب کا جاننے والا اللہ تو وہ اپنے غیب پر بر گزیدہ رسولوں ہی کو قابو دیتا ہے۔دیوبندی حضرات اپنی آنکھوں سے دیوبندیت کا پردہ ہٹا کر دیکھیں ،قرآن عظیم اعلان فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب کا جاننا برگزیدہ رسولوں کے اختیار میں کردیا ہے وللہ الحمد ۔امام قاضی عیاض شفا میں،امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں'' النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب

''یعنی نبی وہی ہے جو غیب پر مطلع اور آگاہ ہو۔عربی کی مشہور لغت المنجد مطبوعہ بیروت (ملک شام)ص:۷۸۴ میں ہے'' النبی المخبر عن الغیب ''یعنی غیب کی باتیں بتانے والے کو نبی کہتے ہیں ۔استاذ دارالعلوم دیوبند مولوی عبدالحفیظ بلیاوی اپنی کتاب مصباح اللغات ص:۸۳۵ پر لکھتے ہیں: نبی کے معنی ہیں''اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والا'' لیجیے عربی لغت ہی نے فیصلہ کر دیا کہ بالہام الٰہی غیب کے جاننے والے اور غیب کی باتیں بتانے والے کو''نبی'' کہتے ہیں ۔تو جو شخص حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو غیب کا جاننے والا اور غیب کی باتیں بتانے والا نہ مانے وہ سرے سے حضور کی رسالت اور نبوت ہی کا منکر ہو کر کافر و مرتد ہے۔ونعوذ باللہ من ذٰلک۔

مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے شیطان اور ملک الموت کے لیے ساری زمین کا علم مانتے ہوئے لکھا کہ''شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت (علم کی زیادتی جو ساری زمین کو شامل ہے)نص (قرآن وحدیث) سے ثابت ہے،فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے ،جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''(براہین قاطعہ ص ۵۱) دیکھ لیجیے دونوں وہابی مولوی شیطان اور فرشتۂ موت کے علم کی زیادتی قرآن وحدیث سے ثابت مانتے ہیں اور حضور کے علم کی زیادتی تسلیم نہیں کرتے بلکہ انکار کرتے ہیں ،جس کا کھلا ہوا صاف معنی یہ ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک حضور کا علم پاک ملک الموت اور ابلیس لعین کے علم سے کم ہے،ان دونوں مولویوں نے حضور کے علم کو کم بتا کر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گالی دی ہے جس کی وجہ سے یہ دونوں بھی بحکم شرع کافر و مرتد قرار پائے ۔مولوی قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نے خاتم النبیین کے معنی آخرالانبیاء کا انکار کرتے ہوئے لکھا۔''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا'' ساری دنیا کے تمام ایمان والوں کا قطعی یقینی اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور آخری نبی ہیں لہٰذا حضور کے بعد کوئی نیا پیغمبر جدید نبی ہرگز پیدا نہیں ہوسکتا کیوں کہ اگر کوئی نبی پیدا ہو تو حضور کے آخری پیغمبر ہونے میں ضرور فرق آئے گا۔مولوی نانوتوی کا پیش کردہ یہ عقیدہ خالص کفریہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ بھی بحکم شرع کافر و مرتد قرار پائے۔وہابیوں کی وہ کتاب جس کا مرتبہ ان کے خیال میں قرآن عظیم سے زیادہ ہے اس میں لکھا ہے''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے''(تقویۃ الایمان ص۱۴) اسی کتاب میں دوسری جگہ ہے''سب انبیاء

واولیاءاس کے یعنی اللہ کے روبروذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں'' (تقویۃ الایمان ص۲۷)

وہابیوں کی مذکورہ بالا پانچوں عبارتوں سے آپ کو بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ان لوگوں نے گستاخی اور بے ادبی کرنے میں سابقین کفار کے ریکارڈ توڑ دیے۔یہی وجہ ہے کہ عرب وعجم کے علمائے اہل سنت نے بالاتفاق فتوی دیا کہ مولوی تھانوی ،مولوی گنگوہی ،مولوی انبیٹھوی ،مولوی نانوتوی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر ومرتد ہیں۔جو شخص ان کے کفریات سے آگاہ ہوکران کو مسلمان سمجھے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ومرتد ہے (ملاحظہ ہوحسام الحرمین اورالصوارم الہندیہ)

یاد رکھیے کہ دیگر کفار ومشرکین سے بدتر مرتدین ان سے رشتہ ناتا قائم کرنا،ان سے تعلقات رکھنا ،ان کے پیچھے نماز پڑھنا،ان کی صحبت اختیار کرنا حرام حرام اشد حرام ہے۔ان سے نفرت نہ رکھنا،ان کو برا نہ سمجھنا،ان سے بیزار نہ رہناسنیت کے لیے زہر قاتل ہے۔جب وہابیوں،دیوبندیوں کوان عقائد کفریہ کی وجہ سے مرتد قرار دے کران کے کافر ہونے کا اعلان کیا گیا تو ایمان والے ان پراوران کے عقیدوں پرلعنتوں کی بارش کرنے لگے۔شرعاوہابیوں پرفرض تھا کہ وہ اپنے عقائد کفریہ سےتوبہ کر کے سنی مسلمان ہوجاتے لیکن توبہ کرنے کے بجائے انہوں نے مسلمانوں میں ایک نئی گمراہی پھیلانا شروع کردیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پاک زندگی میں کسی کو کافر نہ کہا تو مسلمان کو چاہیے کہ وہ بھی کسی کو کافر اور برا بھلا نہ کہیں۔اس گمراہی پھیلانے سے وہابیوں کا مقصد یہ تھا کہ سنی حضرات انہیں کافر نہ سمجھیں اور نہ برا بھلا کہیں (اوروہ لوگ) گالیاں لکھیں چھاپیں اور شائع کریں۔ان کی کوئی گرفت نہ کی جائے وہابیوں کی اس پھیلائی ہوئی گمراہی کی بھی کچھ مرمت کردینا چاہتا ہوں تاکہ حق اور باطل میں بالکل امتیاز ہوجائے۔حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں منافقین نے حضور کے علم غیب کا انکارکرتے ہوئے اس کا مذاق اڑایا۔وہ کہتے تھے''ومایدریہ بالغیب'' یعنی''رسول کوغیب کی کیا خبر''اس پرآیت کریمہ نازل ہوئی ﴿قل اباللہ وآیتہ ورسولہ کنتم تستھزء ون لاتعتذرواقد کفرتم بعد ایمانکم﴾[پ:۱۰،سورۃ:توبہ،رکوع:۱٤] یعنی اے محبوب!تم فرماؤ کیااللہ اوراس کی آیتوں اوراس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ کافر ہوچکے مسلمان ہوکر۔

آیت مندرجہ بالا کوغور سے پڑھ کر خوب سمجھنے کی کوشش کیجئے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوحکم دیا کہ ان کلمہ گو گستاخ مسلمانوں سے مخاطب ہوکران کے منہ پرانہیں کافر کہو۔وہابیوں سے پوچھئے کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پرحضور نے عمل کیا یانہیں؟اگرکوئی وہابی کہے کی حضور نے اس حکم الٰہی پر عمل نہیں کیا(معاذ اللہ منہ)تو آپ کہہ دیجئے کہ تو ڈبل وہابی ہوگیااوراس کے منہ میں حجارۃ من سجیل" ٹھونسنے کے لئے تفسیر صاوی شریف کی یہ عبارت سنا دیجئے:فمن جوز المعصیة علی النبی فقد کفر لمنافاته للعصمة الواجبة (صاوی شریف ج ا ص١٦٦) یعنی جس نے نبی کے لئے نافرمان ہوسکنا مان لیا تو وہ کافر ہوگیا کیونکہ نبی کا نافرمان ہونااس کی معصومیت ضروریہ کے خلاف ہے۔اور اگروہ وہابی کہے کہ حضور نے عمل کیااورہم کہتے ہیں کہ یقیناً عمل کیا تو گستاخ مسلمانوں کوحضور کا کافر کہنا بھی ثابت ہوگیا۔ولله الحجة السامية .روی البخاری ومسلم عن البراء قال:قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یوم قریظة لحسان بن ثابت [اهج المشرکین فان جبریل معك] (مشکوة شریف ص٤٠٩) یعنی امابخاری اورامام مسلم حضرت براءرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبیلہ قریظہ کے محاصرے کے دن حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے حسان!تم(اپنے اشعار میں)مشرکین کی مذمت کرویعنی ان کی برائی بیان کرو(اورکوئی پروانہ کرو)اس لئے کہ جبریل تمہاری حمایت میں ہیں۔روی الامام مسلم عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها ان رسو ل الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال[اهجوا قریشا فانه اشد علیهم من رشق النبل] (مشکوة شریف ص ٤٠٩) یعنی امامسلم حضرت سیدہ طاہرہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا(اے شاعرو!) کفارقریش کی برائی بیان کرواس لئے کہ یہ چیز ان پر تیر لگنے سے زیادہ سخت ہے۔واضح ہوکہ مرتد جیسے وہابی دیوبندی کافرومشرک سے انتہائی بدتر ہے،تو جب حدیث کریمہ سے ثابت ہوگیا کہ کفارومشرکین کے عیوب ظاہر کرنا جائز ہے تو پھر مرتدین کی مذمت کرنا،ان کے عیوب بیان کرنا،ان کوملامت کرنا،برا بھلا کہنا ضرور جائز ہے۔کسی مومن کوکافر کہنا خود اپنے اوپر کفرلادنا ہے،لیکن وہابیوں دیوبندیوں کے عقائد کفریہ سے آگاہ ہوکران کومسلمان کہنا شرعا خود کافر ومرتد بے دین ہونا ہے۔چونکہ عام سنی مسلمانوں کو وہابی دیوبندی بہکانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اس

لیے میں نے کچھ تفصیل سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی دی ہے جو آپ کے لیے بوجہ طوالت بارگراں نہ ہونا چاہیے۔واللہ الھادی الی سبیل الرشاد .آپ لکھتے ہیں’’میں نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں مسجد کے اندر محراب یا منبر پر کرسی لگا کر تقریر کرتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن کل میں نے حضرت کو ایسا طریقہ استعمال کرتے دیکھا‘‘فرض کیجیے کہ آپ اپنی صد سالہ زندگی میں بھی ایسا طریقہ نہ دیکھے ہوں تو اس نہ دیکھنے سے مسجد کے اندر کرسی استعمال کرنے کے جواز یا عدم جواز پر کیا اثر پڑے گا۔پھر یہ بھی تو بتایئے کہ آپ نے اپنی چہل سالہ زندگی میں اسلامی شہروں کی کتنی مسجدوں کی زیارت کی ہے تاکہ آپ کے نہ دیکھنے کی اہمیت کا کچھ اندازہ کیا جاسکے پھر یہ بھی ایک تعجب کی بات ہے کہ اسی سال ۱۸؍شوال المکرّم ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۷؍اپریل ۱۹۵۹ء کو آپ ہی کے موضع سسہنیاں کلاں کی اسی مسجد میں جلسۂ عام ہوا اور مسجد کے اندر کرسی پر بیٹھ کر میں نے اور حضرت مولانا محمد صدیق احمد صاحب قبلہ (ناظم اعلی دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف) نے تقریر کی اور حالاں کہ’’چہل سال عمر عزیزت گزشت‘‘لیکن آپ نے دیکھا نہ سنا؟اگر چہ زیر نظر تحریر سوچ سمجھ کر مرتب ہوئی ہے لیکن شاید ذیل کے فقرے بے خیالی میں نوک قلم پر آگئے ہیں آپ بھی غور فرمالیجئے۔(۱)’’مسجد کے اندر محراب یا منبر پر کرسی لگا کر‘‘(۲)’’لیکن کل میں نے حضرت کو ایسا طریقہ استعمال کرتے دیکھا‘‘یعنی میں نے محراب یا منبر پر کرسی رکھ کر تقریر کی یہ اگر دیدہ و دانستہ لکھا تو بالکل غلط ہے ورنہ صرف یادداشت کا فقدان ہے کیوں کہ منبر سے ہٹ کر میرے لیے کرسی بچھائی گئی تھی۔آپ لکھتے ہیں’’لیکن کل میں نے حضرت کو ایسا طریقہ استعمال کرتے دیکھا اس وقت میرے دل میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی اور طرح طرح کے خیالات دل و دماغ میں پیدا ہوتے رہے‘‘اس کو کہتے ہیں’’بات کا بتنگڑ‘‘مسجد کے اندر کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرنا اگر اس کو آپ ناجائز سمجھتے تھے تو دل میں طے کرلیتے کہ مولانا سے مطالبہ کروں گا کہ آپ ناجائز کام کیوں کرتے ہیں؟لیکن عجیب کیفیت طرح طرح کے خیالات پیدا کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی ۔پھر یہ تو بتایئے کہ ایک عظیم الشان سنی درسگاہ کے ذمہ دار عالم کے شرعاً جائز عمل پر دل کے اندر ایک عجیب سی کیفیت اور دماغ میں طرح طرح کے خیالات پیدا کرنا اپنے سنی پیشواؤں سے بے اعتمادی کا ثبوت ہے یا نہیں؟آپ لکھتے ہیں:ممکن ہو بانی اسلام نبی کریم رؤف رحیم یا خلفائے راشدین یا ائمہ دین نے ایسا کیا ہو‘‘کیوں صاحب!کیا آپ کے خیال میں کسی امر کے جواز کے لیے یہ ضروری ہے

کہ اس کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام یا صحابہ کرام یا ائمہ اسلام نے کیا بھی ہوا گر آپ فرمائیں کہ ضروری ہے تو یہ وہابی طرز استدلال ہے جو سنیوں کو زیب نہیں دیتا اور اگر آپ کہیں کہ ضروری نہیں تو پھر ''ایسا کیا ہو'' بالکل بے محل اور غیر مناسب ہے۔ آپ لکھتے ہیں: لیکن میری عدیم الفرصتی نے مجھے اتنا موقع نہ دیا کہ میں جناب سے اصالتاً مل کر اپنے دل کی بحرانی کیفیت کو سکون کر سکوں'' آپ کی یہ عبارت نفس الامر اور خود آپ کے ضمیر کے خلاف ہے کیوں کہ میرے پاس تحریر سے پہلے جناب صدیق صاحب کی دوکان پر میری اور آپ کی ملاقات ہو چکی ہے اور وہاں آپ کچھ دیر تک بیٹھے بھی رہے لیکن براہ راست گفتگو فرما کر آپ نے ازالۂ شکوک نہ کر لیا۔ آپ کو صرف اتنا دریافت کرنا چاہیے تھا کہ مسجد کے اندر محراب و منبر سے قریب کرسی پر وعظ کہنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ لیکن پورے مضمون میں آپ نے اس کو نہیں پوچھا بلکہ یہی مطالبہ کیا ہے کہ اس کام کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام یا صحابۂ کرام یا ائمۂ دین نے کیا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ ''ایسی صورت میں ذریعۂ تحریر خدمت میں ملتمس ہوں کہ مجھے اس سے آگاہ فرمائیں''، یعنی جب یہ ثبوت دے دوں کہ محراب منبر سے متصل زمانۂ موجودہ کی کرسی پر بیٹھ کر حضور نے یا صحابۂ کرام یا ائمہ دین نے تقریر کی ہے تب اس کو آپ جائز قرار دیں گے ورنہ نہیں۔ خوب سوچ لیجیے کہ یہ دیوبندیوں کا طرز فکر ہے جو اسلامی قانون کی رو سے بالکل غلط ہے۔ آپ لکھتے ہیں: اگر چہ ائمہ دین میں سے کسی نے ایسا کیا بھی ہو تو کوئی معذوری تو نہیں تھی جس کی شرع نے اجازت دے دی ہو'' یعنی ناجائز ہونے کا اتنا اٹل فیصلہ آپ کر چکے ہیں کہ مسجد کے اندر کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرنا کسی عذر ہی کے سبب جائز ہو سکتا ہے۔ خیر! خدا آپ کا بھلا کرے۔ جواز کی ایک صورت تو آپ نے خود ہی پیدا کر دی کہ عذر کے وقت جائز ہے تو جب آپ نے مجھے سہنیاں کلاں کی مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرتے ہوئے دیکھا تو اسلامی خلوص کے پیش نظر یہ خیال کر کے کیوں نہ مطمئن ہو گئے کہ مولانا شاید کھڑے ہو کر تقریر کرنے سے معذور ہوں، لیکن آپ تو طرح طرح کے خیالات اور قسم قسم کی کیفیات میں مبتلا ہو گئے۔ بدظنی اور بے اعتمادی کا برا ہو کہ اس نے کیفیات عجیبہ اور خیالات فاسدہ کے چکر میں پھانس کر مطمئن ہونے نہ دیا۔ آپ لکھتے ہیں ''مجھ ایسا کم پڑھا اور کورا مسلمان تو یہی خیال کرتا ہے کہ مسجد نیز محراب و منبر جائے ادب ہے'' اس عبارت سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کے اندر محراب و منبر کے سامنے کرسی پر بیٹھ جانا اس کے ادب و احترام کے خلاف ہے تو اب آپ سے سوال ہے کہ خود منبر پر بیٹھنا

اور منبر ہی پر پیر رکھ کر کھڑے رہنا اور خطبہ پڑھنا اس میں منبر،محراب اور خود مسجد کی بے حرمتی ہے یا نہیں ؟قوت حافظہ پر زور ڈال کر بتایئے کہ آپ نے اپنی چہل سالہ زندگی میں لائق تعظیم مسجد کے اندر قابل احترام محراب سے متصل جائے ادب منبر کے اوپر امام کو بیٹھتے اور پھر اس پر پیر رکھ کر کھڑے ہوتے اور خطبہ دیتے دیکھا ہے یا نہیں؟ اگر آپ کہیں کہ میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا ہے تو یہ نہیں کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں لیکن قوت حافظہ قائم رکھنے کے لیے علاج کا مشورہ دوں گا اور آپ کہیں کہ میں نے امام کو ایسا کرتے ہوئے بارہا دیکھا ہے اور میں کہتا ہوں کہ اگر آپ نماز کے پابند ہیں تو ضرور دیکھا ہے تو جواب دیجئے کہ اب تک آپ نے مسجد کی بے حرمتی اور محراب و منبر کی بے ادبی کیسے گوارا کی ،احتجاج سے کیوں خاموش رہے؟

پھر یہ بھی غور فرمایئے کہ اگر آپ کے قلب میں مسجد کی عظمت ،محراب کا احترام اور منبر کا واقعی ادب تھا تو منبر پر پیر رکھ کر بے ادبی کرنے والے امام کے پیچھے آپ نے نماز کیوں ادا کی؟ آپ کے نوک قلم پر مسجد کی عزت اور منبر و محراب کے ادب کا یہ عالم کہ میں نے سسہنیاں کی مسجد میں منبر و محراب سے متصل کرسی پر بیٹھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں توہین اور گستاخی کرنے والوں کا رد کیا اور حضور کے فضائل بیان کیے نیز احکام شرع سنائے تو آپ کے خیال میں میرا کرسی پر بیٹھنا منبر کے ادب کے خلاف ہو گیا، چنانچہ اسی بات پر آپ نے ایک لمبی چوڑی تحریر دھر گھسیٹی لیکن اپنی چالیس سالہ زندگی میں بارہا امام کو مسجد کے اندر جائے ادب منبر پر پیر رکھتے اور بیٹھتے ہوئے دیکھا اس کے خلاف لب تک نہ ہلایا اور پھر اسی بے ادب امام کے پیچھے نماز پڑھی جس سے پتہ چلا کہ آپ کا یہ جملہ ''مجھ ایسا کم پڑھا اور کورا مسلمان تو یہی خیال کرتا ہے کہ مسجد نیز محراب و منبر جائے ادب ہے'' صرف قلم کا خیال ہے دل کا نہیں ۔آپ کی طویل وعریض تحریر پڑھ لینے کے بعد یہ بات بہت ہی صاف ہو کر سامنے آتی ہے کہ آپ کے نزدیک (۱) مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرنا احترام مسجد کے خلاف ہے ۔(۲) محراب سے متصل کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہنا عظمت محراب کے منافی ہے ۔(۳) منبر کے قریب کرسی پر بیٹھ کر احکام شرع بیان کرنا ادب منبر کے مخالف ہے ۔ آپ کے مضمون کی یہی تینوں روحیں آپ کی پوری تحریر میں رواں دواں ہیں چنانچہ ہر سہ امور کی نشان دہی آپ کی مندرجہ ذیل عبارتیں کر رہی ہیں ۔(۱) میں نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں مسجد کے اندر محراب یا منبر پر کرسی لگا کر تقریر کرتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن کل میں نے حضرت کو ایسا طریقہ استعمال کرتے دیکھا

۔(۲) مجھ ایسا کم پڑھا اور کورا مسلمان تو یہی خیال کرتا ہے کہ مسجد نیز محراب ومنبر جائے ادب ہے ۔
(۳) ایک زمانہ آج ہے کہ ایسے ایسے نوجوان ملت اتنی بھی مشقت برداشت نہیں کر سکتے کہ مسجد کے احترام کے خاطر کرسی کے بجائے کھڑے ہوکر اپنی مواعظ حسنہٰ سے عوام کو مستفید کر سکیں ۔

ناظم صاحب ! مسجد، محراب ومنبر کے جائے ادب ہونے میں کس کو کلام ہے؟ جو آپ اس پر پورا زور خرچ کر رہے ہیں ۔ گفتگو تو اس مسئلہ میں ہے کہ مسجد کے اندر کرسی پر بیٹھنا احترام مسجد اور ادب منبر کے خلاف ہے، لیکن شرع کے نزدیک آپ کا یہ خیال صحیح نہیں، ذیل کی حدیث میں اپنے خیال کی عدم صحت کو ملاحظہ فرمائیں "روی الامام البخاری عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت :[كا ن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یضع لحسان منبرا فی المسجد یقوم علیه قائما یفاخر عن رسول الله صلی تعالی علیه وسلم] (مشکوۃ شریف ص ۴۱۰) یعنی امام بخاری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مسجد میں منبر بچھواتے ، حضرت حسان اس منبر پر کھڑے ہوکر حضور کے فضائل بیان کرتے ۔ یاد رکھیے یہ منبر ہندوستانی عام مسجدوں کے منبر کی طرح نہیں تھا جو مٹی یا اینٹوں سے تیار کیا جاتا ہے بلکہ لکڑی کا منبر تھا اور بچھانے والا جہاں چاہتا بچھا دیتا اور تقریروں کے موقع پر موجودہ کرسی کی جگہ استعمال کیا جاتا ۔ چنانچہ حضور نے حضرت حسان کے لیے اس کو مسجد میں بچھوایا ۔ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر چڑھے اور اس منبر پر کھڑے ہوکر انہوں نے فضائل نبویہ بیان کیے تو حضرت حسان کا منبر پر کھڑا ہونا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نیز دیگر سامعین کا فرش یا چٹائی پر تشریف رکھنا نہ تو احترام مسجد کے منافی ہے نہ عظمت رسول کے خلاف ہے تو پھر مسجد کے اندر محراب ومنبر سے متصل میرا کرسی پر بیٹھ کر فضائل نبویہ اور احکام شرعیہ بیان کرنا احترام مسجد اور ادب محراب ومنبر کے خلاف کیوں ہوگا ؟ رہا کرسی پر بیٹھنا اگر یہ چیز آپ کو کھٹکے تو اتنا سوچ کر مطمئن ہو جایے کہ جمعہ کے دن مسجد کے اندر محراب سے قریب منبر پر خطیب بیٹھتا ہے پھر اذان ہوتی ہے اور وہ اذان ہونے تک بیٹھا ہی رہتا ہے تو جب کرسی پر بیٹھنا خلاف ادب نہیں تو کیا بیٹھ کر احکام شرعیہ سنانا خلاف ادب ہو جائے گا ؟ مسجد کے آداب شرعیہ وہ نہیں ہیں جن کو آپ کے ذہن نے تیار کیا ہے بلکہ آداب شرعیہ وہ ہیں جن کی تفصیل احادیث کریمہ اور کتب فقہیہ میں بیان کی گئی ہے اور ان کا

مطالعہ آپ جیسے حضرات کے لیے اشد ضروری ہے ۔اب ہم مزید اطمینان کے لیے مسئلہ زیز بحث کے سلسلے میں ایک استفتا جو حضرت مفتی اعظم ہند و پاک کی خدمت میں پیش ہوا اس کو بعینہ ذیل میں نقل کرتے ہیں ۔

۷۸۶/۹۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سسہنیاں ضلع گونڈہ کی مسجد کا منبر بہت مختصر اور نیچا تھا ایک سنی عالم نے نماز جمعہ بعد کرسی منگوایا اور اس پر بیٹھ کر فضائل نبویہ اور احکام شرعیہ بیان کیے ۔دریافت طلب یہ امر ہے کہ محراب و منبر کے پاس کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرنا شرعا جائز ہے یا نہیں؟ کیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابۂ کرام یا ائمہ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کسی سے ثابت ہے کہ مسجد کے اندر کرسی پر بیٹھ کر تقریر کی ہو اور کوئی معذوری نہ رہی ہو منبر کے پاس کرسی پر بیٹھنا محراب و منبر کے احترام کے خلاف ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا ۔

المستفتی: محمد زماں ساکن ہریاچندرسی گونڈہ یکم اکتوبر ۱۹۵۹ء۔

اس استفتا کا جو جواب حضور مفتی اعظم ہند و پاکستان نے تحریر فرمایا اس کو بھی ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:

الجواب: منبر اینٹ چونے کا ہو یا لکڑی کا تخت ہو یا کرسی مقرر اس پر بیٹھتا یا کھڑا ہوتا ہے تا کہ پورے مجمع تک آواز پہونچے اور پورا مجمع اسے سنے اور تعظیم ذکر بھی اس سے حاصل ہوتی ہے ۔ پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے منبر نہ تھا منبر بنایا گیا ۔کرسی پر بیٹھنا منبر و محراب کی توہین نہیں جیسے خود منبر جو مسجد کے لیے بنا ہوا ہے اس پر کھڑا ہونا یا بیٹھنا محراب کے احترام کے خلاف نہیں ۔کرسی نہ ہوتی تو کوئی تخت بچھایا جاتا یا تخت ہوتا اس پر کرسی رکھی جاتی ۔اس میں منبر اور محراب کے احترام کے کیا خلاف ہوتا ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مصطفےٰ رضا قادری غفرلہ (مفتی اعظم ہند و پاکستان وسجادہ نشین آستانۂ عالیہ رضویہ بریلی شریف)

اب کان کھول کر سن لیجیے کہ مسجد اور محراب و منبر قطعا یقیناً جائے ادب ہیں لیکن مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرنا ہرگز احترام مسجد کے خلاف نہیں ۔اور ادب محراب کے منافی نہیں ۔حرمت منبر میں حارج نہیں ۔ آپ لکھتے ہیں ۔''یہ بھی خیالات پرواز کرتے رہتے ہیں کہ مجاہدین ملت سابقین نے اشاعت اسلام اور مسئلہ مسائل کے سلجھانے میں بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں اور ایک زمانہ ہے کہ ایسے ایسے نو جوانان ملت اتنی بھی مشقت برداشت نہیں کر سکتے کہ مسجد کے احترام کے خاطر کرسی کے بجائے کھڑے ہو کر اپنی مواعظ حسنی سے

عوام کو مستفید کر سکیں''، مثل مشہور ہے کہ مرغے کی ایک ہی ٹانگ'' عالی جناب! جب مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرنا احترام مسجد کے خلاف ہرگز ہرگز نہیں تو پھر احترام مسجد کی خاطر مشقت برداشت کرنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا، آپ کے اس جملے ''ایسے ایسے نوجوانان ملت اتنی بھی مشقت برداشت نہیں کر سکتے'' میں ''اتنی بھی مشقت'' کا فقرہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ میں اور مجھ جیسے نوجوانان ملت جب ایک آدھ گھنٹہ تقریر کرنے کے لیے کھڑے رہنے کی مشقت برداشت نہیں کر سکتے تو دوسرے دینی کام جن میں گھنٹوں ایڑی چوٹی کا پسینہ ایک کرنا پڑتا ہے ان کی مشقت تو ہرگز برداشت نہیں کرتے ہوں گے، فرمایئے! آپ نے اپنے اس کلمے ''اتنی بھی مشقت'' سے ہماری ساری دینی محنتوں، درسی، تبلیغی، مشقتوں پر یکسر پانی پھیر دیا یا نہیں؟ ایک زمانہ تھا کہ عام مسلمان اپنے مقتداؤں اور پیشواؤں سے عقیدت و محبت رکھتے ان کی دلجوئی کرتے، دل زبان اور قلم سے ان کی عزت و احترام کرتے، جو بات نہ معلوم رہتی اس کو سہولت سے پوچھ لیتے اعتراضات کی بارش نہ کرتے، مگر ایک زمانہ آج کا ہے کہ آپ جیسے شعائر اسلامی کے ادب و احترام کا دعوی کرنے والے اپنے قلم سے تو اپنے پیشواؤں کو مجاہد ملت، حضرت اور مولانا، معظم اور مکرم لکھتے ہیں لیکن ان کے جائز عمل پر طرح طرح کے خیالات کو پرواز کرتے، دل میں عجیب عجیب کیفیات پیدا کرتے بلکہ اپنی ناواقف دماغ سے پیدا کردہ غلط مسئلہ پر اڑ کر اپنے پیشواؤں کو ہدف ملامت بناتے آرام طلب قرار دیتے ہیں اور تحریروں میں اس قسم کی باتوں کے ظاہر کرنے پر خود فخر کرتے اور دوسروں کو فخر پر ابھارتے ہیں۔

ناظم صاحب! اگر آپ کے خیالات کے پرواز کا یہی عالم رہے گا تو دینی مذہبی، اسلامی تبلیغ کرنے والے علما کا آنا جانا ہی ممنوع قرار پائے گا کیوں کہ آپ کے روشن خیالات کی روشنی میں کوئی یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ قرون ثلثہ کے ائمۂ دین و علمائے اسلام نے مذہب اسلام اور دینی مسائل کے پھیلانے اور نشر کرنے کے لیے بڑی سے بڑی مصیبتوں کا مقابلہ کیا اور دور دراز ملکوں کا سفر اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں وغیرہ کے ذریعہ کیا نیز پیدل سفر کی بھی دشواریوں کو برداشت کیا۔ ایک آج کل کے علما ہیں کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر موٹر اور ٹرین کے بغیر کرتے ہی نہیں حتی کہ اگر دس پانچ کوس بھی جانا ہو تو اتنی بھی مشقت برداشت نہیں کر سکتے کہ پیدل ہی چلے جائیں بلکہ اس قلیل مسافت کے لیے بھی ریلوے اسٹیشن یا بس اسٹینڈ کا چکر لگاتے ہیں۔ تو بتایئے کہ اس ''روشن خیال'' کا کیا جواب ہوگا؟ عالی جناب! مشقتیں برداشت کرنے کی صورتیں غالبا آپ کے نزدیک

یہی ہیں کہ تقریر کھڑے کھڑے کی جائے۔راستہ پیدل ہی طے کیا جائے مگر یہ بھی تو غور فرمالیجیے کہ عیسائیوں ،یہودیوں ،آریوں اور سکھوں کے پیشوا تو صبا رفتار موٹروں پر اپنے دھرم کا پرچار کرنے کے لئے دنیا کا چکر لگائیں اور مسلمانوں کے پیشوا بدن پر چیتھڑا لپیٹے ہوئے ننگے پیر اکسٹھ باسٹھ کرتے ہوئے قصبوں ،شہروں اور ملکوں کا گشت کریں تو کیا آپ کے نزدیک اس سے اسلام کی شوکت ظاہر ہوگی؟فیا للعجب ۔

ناظم صاحب ! مشقت ،محنت ،سعی ،کوشش ،جد جہد اور دوڑ دھوپ کی ہزاروں صورتیں ہیں بعونہ تعالیٰ وبعون رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،آج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے سپاہی اعلائے کلمۂ حق اور ابطال باطل کے سلسلے میں مصیبتیں اٹھارہے ہیں ۔مشقتیں جھیل رہے ہیں لیکن ان کی دوڑ دھوپ کو اگر آپ نظر میں نہ لائیں تو اس سے ان کی دینی خدمات پر کیا اثر پڑے گا ؟ دستخط میں آپ نے محمد پر ''ؐ'' کا اشارہ لکھا ہے جو شرعاً ناجائز ہے ۔حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک ناموں کے ساتھ صلعم یا ؐ یا اور اسی طرح انبیائے عظام علیہم الصلاۃ والسلام کے ناموں کے ساتھ ؑ لکھنا حرام ہے ۔یوں ہی صحابۂ فخام اور اولیائے کرام کے ناموں کے ساتھ ؓ یا ؒ لکھنا بھی نہ چاہیے بلکہ پورا درود یعنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا علیہ الصلاۃ والسلام اور ایسے کامل تر ضی یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھنا چاہیے۔ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے'' ویکرہ الرمز با لصلاۃ والترضی بالکتابۃ '' یعنی ؑ ، ؐ ،عم ،صلعم یا ؓ لکھنا ناجائز ہے۔بہار شریعت میں ہے:اکثر لوگ آج کل درود شریف کے بدلے صلعم ،عم ، ؐ ، ؑ لکھتے ہیں یہ ناجائز وسخت حرام ہے یوں ہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ رض یا رحمۃ اللہ تعالیٰ کی جگہ ؒ لکھتے ہیں یہ بھی نہ چاہیے ۔جن لوگوں کے نام ''محمد ،احمد ،علی ،حسن ،حسین وغیرہ ہوتے ہیں ان ناموں پر ؐ ، ؑ بناتے ہیں یہ بھی ممنوع ہے کہ اس جگہ تو یہ شخص مراد ہے اس پر درود کے اشارے کا کیا معنی''(بہار شریعت ،حصہ سوم ص ۸۸) آپ کی تحریر کے یہ الفاظ اصالتاً ،معذوری ،مواعظ حسنی قانون رسم الخط کے خلاف ہیں تصحیح فرمالیں ۔

﴿ آخری گزارش ﴾

حسب فرمائش میں نے آپ کی تحریر از اول تا آخر ٹھنڈے دل سے پڑھ کر معقول جواب پیش کیا

ہے نرمی سنجیدگی اور متانت کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا لیکن جس طرح ایک حکیم مریض کی غلط روی پر اس کو زجر توبیخ کرسکتا ہے ایک افسر اپنے ماتحت کو اس کی خامیوں پر ٹوک سکتا ہے ایک استاد اپنے شاگرد کو اس کی خطاؤں پر متنبہ کرسکتا ہے یوں ہی دین کا پیشوا ایک مسلمان کی غلطیوں پر اس کی اصلاح کرسکتا ہے، رفتار کی بے ڈھنگی پر کنٹرول کرسکتا ہے، سیدھے راستے سے ہٹ جانے پر باز پرس کرسکتا ہے۔ اگر ہمارے انداز تحریر میں آپ کو کہیں شدت محسوس ہو تو اس کو اپنے حق میں ایسا ہی تصور فرمائیے کہ ایک نفع بخش دوا ہے جو پینے میں کڑوی ہے لیکن فائدہ کے اعتبار سے شیریں ہے۔ وصلی الله تعالیٰ علی سیدنا ومولانا قاسم ارزاقنا محمد سید المرسلین وعلی اله المکرمین واصحابه المعظمین وازواجه امهات المومنین وعلی امامنا الاعظم ابی حنیفة راس المجتهدین وغوثنا الاعظم السید عبد القادر محی الدین ومجدد نا الاعظم اعلی الحضرة احمد رضا البریلوی شیخ الاسلام والمسلمین بر حمتك یاارحم الرٰحمین .واٰخر دعوٰنا ان الحمدلله رب العٰلمین .

بدرالدین احمد رضوی

صدر المدرسین دار العلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی یوپی ۱۴/دسمبر ۱۹۵۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿کتاب الجنائز﴾

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے گاؤں میں ایک مولوی صاحب ہیں جو اسکول میں بچوں کو پڑھاتے ہیں اور مسجد میں امامت بھی کرتے ہیں اور ڈاکٹری بھی کرتے ہیں اور اپنے آپ کو سنی بھی کہتے ہیں، مسلک اعلیٰ حضرت والے بھی بنتے ہیں، کئی بار شرعی گرفت میں آچکے ہیں توبہ، تجدید ایمان، تجدید نکاح بھی کر چکے ہیں ہمارے گاؤں میں ایک آدمی کا انتقال ہوگیا جو نیاز فاتحہ میلاد کرتا تھا، مگر وہابی، دیوبندی مولوی کو اپنا پیشوا مانتا تھا اور تقویۃ الایمان کی کفری عبارتوں سے توہین رسول بھی کرتا تھا انتقال ہوگیا تو دو آدمیوں نے مولوی صاحب سے کہا کہ مرنے والے کے حالات سے آپ واقف ہیں کیا نماز جنازہ پڑھاؤ گے؟ تو مولوی صاحب نے کہا: کیا کروں اگر نہیں پڑھاتا ہوں تو گاؤں سے جاتا ہوں، بعدہ مولوی صاحب نے آواز دے کر لوگوں کا انتظار کیا کچھ لوگ نہیں آئے باقی لوگ آگئے اور مولوی صاحب نے نماز جنازہ پڑھایا چند یوم بعد کسی نے اعتراض کیا تو مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے صرف لوگوں کو بتانے کے لیے تکبیر کہہ دیا ہے دعا نہیں پڑھا ہے۔ لہٰذا اب مولوی صاحب پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ کیا مولوی صاحب کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے؟ مولوی صاحب کی وجہ سے گاؤں کے سنیوں میں خلفشار ہے اور سنیوں میں پارٹی بن جانے کا اندیشہ ہے، جس سے اسلام وسنیت کو نقصان پہونچے گا ایسی صورت میں گاؤں والوں پر اور مولوی صاحب پر شریعت مطہرہ کا حکم کیا ہے؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت کریں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد ریاض اشرفی قادری عبدالباری، ۲۶؍جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ مطابق ۵؍۱؍۱۹۸۹ء۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب ۔حضور اقدس ﷺ یا کسی نبی علیٰ سیدھم وعلیھم الصلاۃ والسلام کی ادنیٰ توہین کفر ہے، ان حضرات کی شان مبارک میں گستاخی کرنے والا بحکم شرع کافر و مرتد ہے، ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھنا سخت ناجائز وحرام ہے۔صورت مسئولہ میں اگر امام نے کسی دنیوی لالچ کی بنا پر ایسا کیا تو بھی اشد حرام کیا اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا، گاؤں والوں پر لازم ہے کہ اسے امامت

سے برطرف کردیں، اگرایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھیں گےتو گنہ گار رہوں گے، اس امام پر واجب ہے کہ علیٰ الاعلان توبہ استغفار کرےاس کے بعد امامت کرسکتا ہے۔ جب تک وہ علیٰ الاعلان توبہ واستغفار نہ کرے اس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھیں اوراگرامام مذکورنے دینی طور پر اسے کارثواب سمجھ کراور مستحق نماز جان کر یہ حرکت مردودہ کی جب تو وہ مسلمان ہی نہ رہا، اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی اس صورت میں اس پرفرض ہے کہ علیٰ الاعلان کلمہ پڑھ کرتجدید ایمان وتجدید نکاح کرے۔ اللہ تعالیٰ بدعقیدہ بدمذہب لوگوں کے بارے میں ارشادفرماتا ہے﴿ولا تصل علیٰ احد منهم مات ابدا ولاتقم علیٰ قبره انهم کفروا بالله و رسوله و ماتوا وهم فٰسقون ﴾[پ:۱۰،رکوع:۱۶] یعنی کبھی نماز نہ پڑھ ان کے کسی مردہ پر نہ اس کی قبر پر کھڑا ہوانہوں نے اللہ ورسول کے ساتھ کفر کیا اور مرتے دم تک بےحکم رہے۔ حدیث شریف میں بدمذہبوں کے متعلق ارشادفرمایا گیا[ان ماتوا فلا تشهدوهم ولا تصلوا علیهم] یعنی اگر وہ مریں توان کے جنازہ پر نہ جاؤ نہ ان کی جنازہ کی نماز پڑھو۔ وفی "الحلیة" الدعاء بالمغفرة للکافر کفر لطلبه تکذیب الله تعالیٰ فیما اخبر به و فی "الغنیة " لو قدموا فاسقا یاثمون هٰکذا فی الجزء الرابع من الفتاویٰ الرضویة ۔والله تعالیٰ اعلم و علمه تعالیٰ اتم و احکم ۔

کتبہ: غلام محی الدین صدیقی قادری رضوی، خادم مدرسہ غوثیہ بڑھیا کھنڈسری بازار بستی، ۱۸ر رجب ۱۴۰۹ھ

الجواب صحیح؛ بدرالدین احمد القادری الرضوی من اساتذۃ المدرسۃ الغوثیۃ فی بڑھیا بستی

۱۹،۷،۱۴۰۹ھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿باب رویۃ الھلال﴾

کتاب القاضی الیٰ القاضی

جناب مولانا محمد محسن صاحب، صدر المدرسین مدرسہ انوار رضا گوراچو کی تھانہ سعد اللہ نگر ضلع گونڈہ۔۔السلام علیکم

عزیزم حافظ محمد شریف اور عبد الغفار متعلمان مدرسہ انوار رضا گوراچوکی، عید اضحیٰ ۱۴۰۵ھ کے ہلال کا ثبوت حاصل کرنے کے سلسلے میں بڑھیا آئے۔ میں نے ماہِ رواں کے رویت ہلال کی گواہی حاصل کرنے کے بعد ۸؍ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ کو مسجد غوثیہ بڑھیا میں مجمع کے سامنے یہ فیصلہ سنایا کہ ماہ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ کے ہلال کی رویت میرے نزدیک ۲۹؍ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ سنیچر کی شام کو ثابت اور محقق ہے اس لیے امسال ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ کی دسویں تاریخ ۲۷؍اگست ۱۹۸۵ء کو منگل کے دن ہے۔ میں یہ تحریر آپ کے پاس کتاب القاضی الیٰ القاضی کے طور پر بھیج رہا ہوں۔

دستخط: بدر الدین احمد خادم مدرسہ غوثیہ بڑھیا پوسٹ کھنڈسری ضلع بستی یوپی، ۹؍ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ دوشنبہ مبارکہ۔

اس تحریر، دستخط اور مہر پر محمد شریف اور عبد الغفار متعلمان مدرسہ انوار رضا کو گواہ قرار دیا گیا اور تاکید کی گئی کہ یہ تحریر مکتوب الیہ تک پہونچائیں اور مکتوب الیہ کے سامنے اپنی اپنی گواہیاں پیش کرتے ہوئے اس پر واضح کریں کہ میرے سامنے اس تحریر پر فلاں نے دستخط کیا اور اپنی مہر ثبت کی ہے۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ریڈیو، ٹیلی فون اور تار وغیرہ کی خبروں سے شرعی رویت ہلال ثابت ہوگی یا نہیں؟ نیز ان چیزوں کی خبروں پر عید کرانے والوں کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ برائے کرم حوالات سے مفصل مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: محمد ہارون قادری ابن حاجی حفیظ اللہ مرحوم ۳؍ذی القعدہ ۱۴۰۶ھ ۱۲؍جولائی ۱۹۸۶ء۔

الجواب: بعون الملك الوهاب ثم بعناية رسوله الكريم عليه و علىٰ اله الصلاة والتسليم۔ آج سے ستاسی سال پیشتر بڑودہ سے نواب سید معین الدین حسن خان بہادر مرحوم نے سرکار اعلیٰ

حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں ۲۵ رمحرم ۱۳۲۰ھ کو ایک استفتا بھیجا کہ شریعت میں ہلال کی رویت کس طرح ثابت ہوتی ہے؟ اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ ''طرق اثباتِ الھلال ''تحریر فرمایا جس میں آپ نے فقہائے اسلام وائمہ اعلام کے ارشادات نقل کر کے ثبوت ہلال کے طریقوں کو خوب نکھار کر کے شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا۔ جسے حوالجات کا اصل ذخیرہ ملاحظہ کرنے کا شوق ہو وہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ:۵۴۶۔تا:۵۵۹۔کا مطالعہ کرے۔

ہم جواب استفتا سے پہلے تمہید کے طور پر اسی مبارک رسالہ سے اقتباس کر کے ثبوت ہلال کے شرعی طریقوں کو ذیل میں نقل کرتے ہیں ثبوت رویت ہلال کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں۔

طریقہ اول: خود شہادت رویت یعنی چاند دیکھنے والے کے لیے گواہی۔

طریقہ دوم: شھادۃ علیٰ الشھادۃ۔:یعنی گواہوں نے خود چاند نہیں دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر ان کو گواہ بنایا انہوں نے اس گواہی کی گواہی دی۔

طریقہ سوم : شھادۃ علیٰ القضاء: ۔یعنی کسی دوسرے اسلامی شہر میں حاکم اسلام قاضی شہر کے حضور رویت ہلال پر شہادتیں گزریں اور قاضی نے ثبوت ہلال کا حکم دیا دو شاہدان عادل اس گواہی وحکم کے وقت دارالقضا(اسلامی کچہری) میں حاضر تھے۔انہوں نے یہاں حاکم شرع قاضی اسلام یا وہ نہ ہو تو مفتی شرع کے حضور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے فلاں شہر کے فلاں حاکم کے حضور فلاں ہلال کی نسبت فلاں دن کی شام کو ہونے کی گواہیاں گزریں اور حاکم موصوف نے ان گواہوں پر ثبوت ہلال مذکور شام فلاں روز کا حکم دیا۔

طریقہ چہارم: کتاب القاضی الیٰ القاضی :۔یعنی قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات کے لیے مقرر کیا ہو، اس کے سامنے شرعی گواہی گزری، اس نے دوسرے قاضی شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اس خط پر اپنا مکتوب الیہ کا نام ونشان پورا لکھا جس سے امتیاز کافی واقع ہوا اور وہ خط دو گواہان عادل کے سپرد کیا کہ میرا یہ خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ دونوں عادل گواہ اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام فلاں شہر کے فلاں قاضی نے ہم کو دیا ہے اور گواہ بنایا کہ یہ خط اس کا ہے۔اب یہ قاضی اگر اس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لیے کافی سمجھے تو اس پر عمل کر سکتا ہے۔

طریقہ پنجم: استفاضہ:یعنی جس شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اس کے

یہاں سے صادر ہوتے ہیں اور وہ خود عالم اوران احکام میں علم پر عامل وقائم یا کسی عالم دین محقق ومعتمد پر اعتماد کا ملتزم وملازم ہے یا جہاں قاضی شرع نہیں تو مفتی اسلام مرجع عوام ومتبع الا حکام ہو کہ احکام روزہ وعیدین اس کے فتویٰ سے نفاذ پاتے ہیں، عوام کالانعام بطور خود عید ورمضان ہی ٹھہرا لیتے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب نے یک زبان اپنے علم سے خبر دی کہ وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی، مجرد بازاری افواہ کی خبر اڑ گئی اور قائل کا پتہ نہیں پوچھتے تو یہی جواب ملتا کہ سنا ہے یا لوگ کہتے ہیں یا بہت پتہ چلا، تو کسی مجہول کا انتہائی درجہ منتہائے سند دوایک شخصوں کی محض حکایت کہ انہوں نے بیان کیا اور شدہ شدہ خبر شائع ہوگئی۔ ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبریں دیں یہ خبر اگر چہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے، نہ کسی شہادت پر نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت، نہ کتاب قاضی با شہادت مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا غلبہ ظن ملحق بالیقین وہاں رویت صوم وعید کا ہونا ثابت ہوگا۔ اور جب کہ وہ شہر اسلامی اور احکام وحکام کی وہاں پابندی دوامی ہے تو ضرور مظنون ہوگا کہ امر بحکم حاکم واقع ہوا تو اس طریق سے قضائے قاضی کہ حجت شرعیہ ہے ثابت ہو جائے گی اور یہیں سے واضح ہوا کہ تاریک شہر جہاں نہ کوئی قاضی شہر نہ مفتی اسلام یا مفتی ہے مگر نااہل جسے خود احکام شرع کی تمیز نہیں جیسے آج کل کے بہت مدعیان خاکسار خصوصاً وہابیہ، دیوبندیہ خصوصاً غیر مقلدین وغیرہم فجار یا بعض سلیم الطبع سنی ناقص العلوم ناتجربہ کار یا مفتی محقق معتمد عالم مستند ہے مگر عوام خود سراس کے منتظر احکام نہیں پیش خویش اپنے قیاسات فاسدہ پر جب چاہیں عید ورمضان قرار دے لیتے ہیں ایسے تاریک شہروں کی شہرت بلکہ تواتر بھی قابل قبول نہیں۔

طریقہ ششم : اکمال عدت:۔ یعنی جب ایک مہینہ کے تیس دن کامل ہو جائیں تو ماہ متصل کا ہلال آپ ہی ثابت ہو جائے گا کہ مہینہ تیس سے زائد کا نہ ہونا یقینی ہے سرکار مصطفی ﷺ فرماتے ہیں: [فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین] اگر انتیس کو مطلع صاف نہ ہو تو تیس کی گنتی پوری کرو۔

طریقہ ھفتم : علامہ شامی علیہ الرحمۃ والرضوان نے توپیں سننے کو بھی حوالی شہر کے دیہات کے واسطے دلائل ثبوت ہلال سے شمار کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں بھی وہی شرائط مشروط ہوں گے کہ اسلامی شہر میں حاکم شرع معتمد کے حکم سے انتیس کی شام کو توپوں کے فائر صرف بحالت ثبوت رویت ہلال ہوا کرتے ہیں، کسی کے آجانے کی سلامی وغیرہ کا احتمال نہ ہو ورنہ شہر اگر چہ اسلامی ہو مگر وہاں احکام شرعیہ کی

قدر نہیں احکام جہال بے خبر یا نیچری، رافضی وغیرہ بد مذہبوں کے حوالے ہیں جنہیں نہ قواعد شرعیہ معلوم نہ ان کے اتباع کی پرواہ، اپنی رائے ناقص میں جو آیا اس پر حکم لگا دیا تو پیں چل گئیں تو ایسی بے سرو پا باتیں کیا قابل لحاظ ہوسکتی ہیں؟ ثبوت رویت ہلال کے ان ساتوں طریقوں کے بیان سے واضح ہوگیا کہ ریڈیو، ٹیلی فون، تار اور خط کی خبروں سے رویت ہلال کا شرعی ثبوت نہ ہوگا۔ لہٰذا جو لوگ ریڈیو، ٹیلی فون، تار وغیرہ کی بنیاد پر اپنا روزہ برباد کر کے عید مناتے ہیں وہ شرعاً گنہ گار ہیں ان پر توبہ فرض ہے۔ اور رہے وہ حضرات جو گواہ بن کر ریڈیو وغیرہ کی خبروں پر دوسرے مسلمانوں کا روزہ تڑواتے ہیں انہیں عید منانے پر ابھارتے ہیں وہ شدید گنہ گار ہیں ان پر فرض ہے کہ وہ علی الاعلان توبہ کریں ثبوت رویت ہلال کے مسئلہ کی اہمیت ونزاکت کا اندازہ درج ذیل امور سے کیا جاسکتا ہے۔

(۱) ایک ایسا ولی جو اپنے وقت کا غوث وقطب ہے جس کی قطبیت پر علمائے زمانہ وفقہائے عصر اتفاق رکھتے ہیں وہ ۲۹ رمضان کی شام کو گواہی دے کہ آج میں نے مغرب کے بعد شوال کا چاند اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ غور کیجیے اس ولی کی تنہا گواہی دس بیس عادل گواہوں کی گواہی پر بھاری ہے۔ رویت ہلال کی ثبوت پر جس قدر اطمینان ووثوق اس ایک ولی کی تنہا گواہی سے حاصل ہوگا، اتنا اطمینان بیس پچیس گواہوں سے نہ ہوگا مگر تنہا اس ایک ولی کی گواہی سے شرعاً رویت ہلال عید کا ثبوت نہ ہوگا۔ کیوں؟ اس لیے کہ ہلال عید کے لیے جب مطلع صاف نہ ہو نصاب شہادت دو گواہوں کی گواہی ہے۔ یہاں صورت مفروضہ میں ولی اکیلا گواہ ہے۔

(۲) ایک شہر کے قاضی شرع نے دوسرے شہر کے قاضی شرع کے پاس رویت ہلال کے سلسلہ میں دو عادل گواہوں کے اپنی تحریر بھیجی، دوسرے قاضی کو یہ جائز ہے کہ اس تحریر پر عمل کرے۔ لیکن اگر پہلا قاضی خود دوسرے قاضی کے پاس پہونچ کر رویت ہلال کے ثبوت کے سلسلے میں اپنا فیصلہ سنائے تو دوسرے قاضی کو یہ جائز نہیں کہ اس کے فیصلہ پر عمل کرے۔

(۳) ایک ایسا مفتی اسلام جو مرجع عالم ہے جس کے فتاویٰ ذریعۂ ڈاک ایشیا، یورپ، افریقہ، امریکہ کے سب ممالک میں جاتے ہیں اور سب جگہ کے مسلمان ان فتاویٰ پر عمل کرتے ہیں اور یہ شرعاً جائز ہے، لیکن اگر وہی مفتی عالم گیر چاند کے ثبوت کے سلسلے میں کوئی فتویٰ جاری کرے اور کسی دوسرے شہر میں

ذریعۂ ڈاک وہ فتویٰ پہونچے تو اس شہر کے مسلمانوں کو اس فتویٰ پر عمل کرنا جائز نہیں ۔ ۱۳۳۳ھ کے ماہ رمضان کا واقعہ ہے کہ شہر بریلی میں سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شاہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جمعرات کے دن ۲۹ر رمضان شریف کا یوم گزر کر رات میں گواہان عادل نے رویت عید کی شہادت دی آپ نے تحریری فتویٰ صادر کیا کہ میرے سامنے شہادتیں گزریں کل جمعہ کو عید ہے پھر خدّام بارگاہ رضویہ نے اس فتویٰ کی متعدد نقلیں تیار کر کے شہر بریلی کے دور دور محلوں میں بھیجیں ۔ بعض لوگوں نے اس فتوائے مذکور کی ایک نقل شہر پیلی بھیت کے واسطے چاہا۔ سرکار اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ جب تک دو شاہد عادل لے کے نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص:۵۳۲)

ان مذکورہ بالا امور سے واضح ہوگیا کہ ثبوت کے سلسلہ میں لوگ اپنے قیاس وظن نیز اپنے ذاتی اطمینان ووثوق سے کام نہ لیں بلکہ حکم شرع کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند ربی ثم عند رسولہ جل جلالہ وصلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ: بدرالدین احمد بڑھیا ضلع بستی ۲۵ر ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ، ۲۸ر دسمبر ۱۹۸۶ء۔

﴿ کتاب النکاح ﴾

مسئلہ : محمد فاروق رضوی۔ صدر مدرس مدرسہ عربیہ مصباح العلوم محلّہ بدھیانی خلیل آباد ضلع بستی (یو پی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں ہندہ بریلوی مسلک کو ماننے والی ہے اور خالد کے بارے میں کوئی تحقیق نہیں کہ کس مسلک کا ماننے والا ہے، جب کہ یہ معلوم ہوا ہے کہ جہاں کا وہ رہنے والا ہے وہاں کے اکثر لوگ دیوبندی ہیں۔ اس صورت حال میں کیا کیا جائے تحقیق کے لیے لڑکی والا راضی نہیں وہ باعث نزاع خیال کرتے ہوئے اس بات پر مصر ہے کہ نکاح کسی طرح ہو جائے اس کے بارے میں مدلل مفصل تحریر فرمائیں۔

نوٹ :۔ دیوبندی کا نکاح پڑھنے والے اور اس کے سننے والے کے نکاح میں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ان کا نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب : اللھم ھدایۃ الحق والصواب صورت مسئولہ میں بلا تحقیق ہندہ کا نکاح خالد کے ساتھ پڑھانا درست نہیں۔ اگر تحقیق کے لیے لڑکی والا راضی نہیں تو دال میں کچھ کالا ہے، لڑکی والا خود گمراہ ہے، نکاح پڑھائی کا چند پیسہ دلوا کر نکاح پڑھانے والے کو بھی اپنی گمراہی میں گھسیٹنا چاہتا ہے۔ خدائے تعالیٰ اس کو ہدایت دینے کے ساتھ اس کی مشکل آسان فرمائے (انہ تعالی علی کل شیء قدیر) دیوبندی عقیدے والے کا نکاح باطل ہے۔ تو جو شخص جائز سمجھ کر نکاح پڑھے گا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ یوں ہی جو لوگ محفل میں دیوبندی عقیدے والے کا نکاح جائز سمجھ کر ایجاب وقبول سنیں گے ان کا بھی نکاح ٹوٹ جائے گا ھذا ما عندی والعلم عندی ربی جل جلالہ ثم عند رسولہ ﷺ۔

کتبہ: بدر الدین احمد قادری رضوی بڑھیا مدیریہ بستی ۶ / ذی القعدہ ۱۴۰۸ھ

مسئلہ : از محمد شبیر متعلم مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا ضلع بستی۔

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ بکر نے اپنی بیٹی ہندہ کی شادی زید سے کی کچھ عرصہ کے بعد زید ہندہ سے علٰیحدہ ہو گیا اور پانچ سال کی مدت گزر گئی مگر زید نہ ہندہ کو طلاق دیتا ہے نہ اپنے گھر لے جاتا ہے۔ اس صورت میں بکر نے دیکھا کہ میری بیٹی ہندہ سے برا فعل

صادر ہو جائے گا تو بکر نے حاکم اعلیٰ کے پاس درخواست دی حاکم اعلیٰ نے حکم دیا کہ اپنی بیٹی ہندہ کی شادی کسی دوسرے شخص کے ساتھ کردو بکر نے اب ہندہ کی شادی عمرو سے کردی تو یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اس بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

(۲) بکر نے اپنی بیٹی زینب کا نکاح زید کے ساتھ کر دیا جو عقیدۃً وہابی ہے بعدہ بکر نے زید سے بلا طلاق خالد کے ساتھ زینب کی شادی کردی خالد عقیدۃ سنی ہے تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد شبیر مدرسہ غوثیہ بڑھیا بستی

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب: (۱) صورت مسئولہ میں ہندہ کی شادی عمر کے ساتھ حرام حرام حرام اور قربت زنائے خالص ہے قرآن مجید کا ارشاد ہے ﴿والمحصنٰت من النساء﴾ [پ۵ ع۱] "یعنی تم پر حرام کی گئیں شوہر دار عورتیں۔ ہندہ کا شوہر زید ہے تو جب تک زید مر نہ جائے یا طلاق نہ دے دے یا معاذ اللہ تعالیٰ مرتد نہ ہو جائے اس وقت تک ہندہ زید کی بیوی ہے تو جب کہ زید مرتد نہ ہوا طلاق بھی نہ دی تو اس کی بیوی ہندہ کا نکاح غیر مرد سے کس طرح حلال ہو سکتا ہے، اور حاکم اعلیٰ کی اجازت دے دینے سے زید اور ہندہ کا نکاح نہیں ختم ہوا۔ ہندہ اور عمرو پر فرض ہے کہ دونوں فوراً الگ ہو جائیں اور بارگاہ الٰہی جل جلالہ میں توبہ کریں اگر زید سے ہندہ چھٹکارہ چاہتی ہے تو کسی بھی صورت سے ہندہ کے آدمی زید سے زبردستی طلاق حاصل کریں یعنی زید کے منھ سے زبردستی طلاق کے الفاظ کہلوائیں کہ میں نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیا پھر طلاق کے بعد تین حیض تک عدت گزارے اس کے بعد عمرو سے نکاح کرسکتی ہے۔ ھذا ما عندی والعلم عند ربی ثم عند رسولہ جل شانہ و علیہ التحیۃ و الثناء۔

(۲) سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ: ۱۹۴ میں لکھتے ہیں وہابیت ارتداد ہے، اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح تمام جہاں میں کسی سے نہیں ہو سکتا۔ صورت مسئولہ میں زینب کا نکاح زید کے ساتھ باطل تھا یعنی شرعاً منعقد نہیں تھا اس لیے اس کا نکاح خالد کے ساتھ درست ہے۔ والمولیٰ تعالیٰ و رسولہ اعلم جل شانہ و علیہ التحیۃ والثناء۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری من اساتذۃ المدرسۃ الغوثیۃ برھیا من مدیریۃ بستی (یوفی)

۱۱/من جمادی الاخریٰ ، ۱۴۰۳ھ۔

مسئلہ: ۔کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ علی حسن موضع بمہا تھانہ پچپڑ وا۔ ضلع گونڈہ کے رہنے والے جن کی لڑکی سکینہ بانو سے رشید احمد وہابی ساکن بیر پور نے خود کوسنی ظاہر کر کے شادی کر لیا بعد میں وہابیت ظاہر ہونے پر لڑکی اپنے والدین کے گھر رہ رہی ہے۔ تین سال ہو گیا رشید احمد اپنی وہابیت سے توبہ نہیں کرتا ہے۔اس لیے لڑکی کے والدین لڑکی کو اس کے گھر نہیں بھیجتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ سکینہ بانو کا جو نکاح رشید احمد مذکور سے ہوا وہ صحیح ہے یا نہیں؟ سکینہ بانو کے والدین سکینہ بانو کا نکاح دوسری جگہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا ۔

سائل: علی حسن موضع بمہا بھانبھر ضلع گونڈہ

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب ۔ صورت مسئولہ میں سکینہ بانو کا نکاح رشید احمد سے منعقد نہ ہوا اس کے یہاں جانا اور بیوی بن کر رہنا حرام ہے۔سکینہ بانو کو اس کے والدین رشید احمد مذکور کے یہاں ہرگز ہرگز نہ بھیجیں بلکہ اس کا نکاح کسی سنی کے ساتھ کر دیں ۔ دنیائے سنیت کے پیشوائے عظیم سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ اپنے فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ:۱۹۴ میں تحریر فرماتے ہیں ۔ وہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح تمام جہاں میں کسی سے نہیں ہوسکتا نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ مسلمان سے نہ انسان سے نہ حیوان سے جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا۔ عالم گیری میں ہے۔” لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذٰلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط ۔ والمولیٰ تعالیٰ سبحانہ و رسولہ اعلم

کتبہ: بدرالدین احمد رضوی بڑھیا، ضلع بستی ۔۳۰/ذی القعدہ ۱۴۰۸ھ۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے شادی کی اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور وہ مر گئی پھر اس نے دوسری شادی کی پھر ایک لڑکا پیدا ہوا اور وہ بھی مر گئی پھر اس نے ایسی عورت سے شادی کی جس کی تین بہنیں تھیں اور اپنی دونوں سالیوں سے اپنے دونوں لڑکوں کی شادی کیا ۔ کیا یہ نکاح درست ہے ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب: یہ نکاح درست اور جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اپنا نکاح کیا۔ اور ہندہ کی دو بہنوں سے اپنے دو لڑکوں کا نکاح کیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے لڑکوں کا سوتیلی ماں کی بہنوں سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا ۔

الجواب : بعون الملك الوهاب۔ یہ نکاح شرعاً جائز ہے فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ: ۱۰۸ میں ہے سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بیٹی اور اس کی بہن سب حلال ہیں۔ هٰذا ما عندی والعلم عند ربی جل جلاله ثم عند رسوله علیه التحیة والثناء۔

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں

ہندہ کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی تھی جو عقیدۃ وہابی ہے لڑکی چاہتی ہے کہ میری شادی سنی لڑکے کے ساتھ ہو میں اس سنی لڑکے کے یہاں جاؤں گی نہ کہ وہابی کے یہاں ۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکر سے بغیر طلاق لیے ہوئے ہندہ کی شادی کسی سنی لڑکے کے ساتھ جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا ۔

المستفتی :۔ غلام محمد خاں بھگوت پوری، ضلع سدھارتھ نگر، ۲۴؍ ربیع النور ۱۴۱۰ھ ۔

الجواب : اللهم هداية الحق والصواب ۔صورت مسئولہ میں بکر اگر واقعی وہابی ہے تو بکر سے طلاق لینے کی کوئی ضرورت نہیں طلاق تو جب ہے کہ نکاح ہوا ہو۔ اور یہاں سرے سے نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ: ۱۹۴، میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح تمام جہاں میں سے کسی سے نہیں ہوسکتا نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ مسلمان سے نہ حیوان سے جس سے ہو زنائے خالص ہوگا۔ عالم گیری میں ہے ”لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة و کذٰلك لا یجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط ۔لہٰذا ہندہ بکر سے بغیر طلاق لیے ہوئے اپنا نکاح کسی سنی لڑکے کے ساتھ کرسکتی ہے۔ والله تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح :۔ بدر الدین احمد القادری الرضوی، مدرسہ غوثیہ بڑھیا۔

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ مدخول بہا کا طلاق یکم جنوری ۱۹۹۱ء کو ہوا اس کے وارثوں نے ہندہ کو بغیر عدت گزارے

دوسری جگہ رخصت کردیا۔طلاق حاصل کرنے سے پہلے دس مہینے کے قریب ہندہ اپنے میکے میں رہ رہی ہے۔ ایسی صورت میں ہندہ پر عدت گزارنا ضروری ہے؟ اور وارثوں کا یہ فعل شرعا درست ہے؟ بینوا توجروا۔
المستفتی:۔سیف اللہ قادری اشرفی،موضع اسوگوا پوسٹ پپراٹھوٹھی باری ضلع مہراج گنج،(یوپی)

الجواب : اللهم هداية الحق والصواب ۔صورت مسئولہ میں ہندہ کو عدت گزارنا واجب ہے۔ نیز عدت کا اعتبار طلاق واقع ہونے کے بعد ہوتا ہے۔اس لیے اگرچہ اس نے طلاق سے پہلے دس ماہ کی مدت اپنے میکہ میں گزاری اس کا شمار عدت میں نہیں ہوگا۔اور جب تک عدت نہ پوری ہو اس وقت نکاح تو نکاح کا پیغام دینا بھی حرام قطعی ہے۔اور اس میں قربت خالص زنا ہے اگر جس کے ساتھ نکاح ہوا اسے خبر تھی کہ یہ مطلقہ ہے اور ابھی عدت نہیں گزاری جان کر نکاح کرلیا تو سخت اشد فاسق وفاجر ہے۔اس نکاح ثانی میں طلاق کی ضرورت نہیں اور اگر اس شخص کو نہیں معلوم تھا کہ وہ عدت کے اندر ہے تو طلاق کی ضرورت نہیں مگر متارکہ ضروری ہے یعنی شوہر کا عورت سے کہنا کہ ’’میں نے تجھے چھوڑ دیا یا عورت کا کہنا کہ میں تجھ سے جدا ہوگئی‘‘۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿والمطلقٰت یتربصن بأنفسهن ثلٰثة قروء﴾ وہ عورتیں جنہیں طلاق دے دی گئی ہے وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جلد پنجم صفحہ:۱۵۹،۶۵۳،۶۵۲)۔

اور جو لوگ جان بوجھ کر اس حرام نکاح میں شریک ہوئے اور کھایا پیا وہ بھی سخت گناہ گار ہوئے اور حرام کھانے والے ہوئے ان سب پر توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔
الجواب صحیح: بدرالدین احمد رضوی قادری، مدرسہ غوثیہ بڑھیا،۳/رجب ۱۴۱۱ھ۔

مسئله : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں سگی پھوپھی نے چھ ماہ بچی کو دودھ پلایا ہے پھر اپنے لڑکے زید کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ہم سنی حرام کہتے ہیں وہابی مولوی جائز کا فتویٰ دیتا ہے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟
المستفتی:نثار احمد،ساکن مسجدیا ۹/۴ ۱۹۸۶ء

الجواب : بعون الملك الوهاب۔صورت مسئولہ میں جس وقت بچی نے دودھ پیا ہے اس وقت اگر اس کی عمر ڈھائی سال سے کم رہی تو اس کی پھوپھی کا لڑکا رضاعی بھائی بن گیا اس کے ساتھ

نکاح کرنا حرام ہے۔قرآن مجید پارہ ۴/رکوع ۱۲ میں اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے کہ تم لوگ نہ نکاح کرو جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں۔اور اگر ڈھائی سال کے بعد پیا ہے تو نکاح جائز ہے۔

کتبہ: السید افروز احمد من المتدر سین بالمدرسة الغوثیة فی بڑھیا من مدیریة بستی یوپی

الجواب صحیح: بدرالدین احمد مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی۔۱۶/ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ۔

﴿ تجدید نکاح کا آسان طریقہ ﴾

حضور بدرملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے کسی تلمیذ یا معتقد کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ تجدید نکاح کا طریقہ بہت آسان ہے، آپ متعاقدین سے اجازت لے کر دو گواہ عاقل بالغ سنی کے سامنے خطبۂ نکاح پڑھ دیں اور اس طرح ایجاب وقبول کے الفاظ بول دیں کہ میں نے آپ دونوں کی موجودگی میں فلاں مرد کا نکاح فلاں عورت کے ساتھ بعوض سو روپئے مہر کیا (یہ رقم اس وقت کے لحاظ سے ہے) بس اس جملہ سے نکاح منعقد ہوگیا، میاں بیوی کا مجلس میں حاضر ہونا ضروری نہیں۔

اگر آپ اپنے والد اور والدہ سے تجدید نکاح کی اجازت میرے حق میں حاصل کرلیں تو یہ کام میں بڑھیا میں انجام دے سکتا ہوں۔

﴿کتاب الطلاق﴾

مسئله : از صاحبزادہ شعیب الاولیا مولوی فاروق احمد چشتی منیجر دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

(۱) زید نے اپنی بیوی ہندہ جو کہ حاملہ ہے اس سے یوں کہا کہ نکل جا ہم تجھے طلاق دیتے ہیں۔ نکل جا ہم تجھے طلاق دیتے ہیں۔ نکل جا ہم تجھے طلاق دیتے ہیں۔ تو ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

(۲) طلاق پڑ جانے کی صورت میں زید ہندہ کے نان ونفقہ کا ذمہ دار کب تک ہے؟

(۳) اگر زید نے ہندہ کی مہر نہ ادا کی ہو تو اسے کتنی مہر دینی واجب ہے؟

(۴) ہندہ کے جہیز کا اور ان زیوروں کا جو کہ ہندہ کو میکے سے ملے ہیں شرعاً حقدار کون ہے؟

(۵) ہندہ حاملہ کو جب بچہ پیدا ہوگا تو اس کی پرورش کا خرچ کس پر ہے اور کب تک ہے؟

الجواب : اللهم هداية الحق والصواب ۔ (۱) ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوئی۔ لان الطلاق قد بلغ الیٰ النهاية ۔ (۲) مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اس لیے زید کو ہندہ کا نان ونفقہ اس کے وضع حمل تک دینا پڑے گا۔ لأن وضع الحمل حد انقطاع عدتها ۔ (۳) زید پر پوری مہر دینا شرعا واجب ہے۔ لأن المطلقه المدخولة بها تستحق المهر كله ۔ (۴) ان زیوروں اور جہیز کے سامان کی حقدار صرف ہندہ ہے۔ (۵) بچہ کی پرورش کا خرچ شرعا زید پر لازم ہے اور اس کی پرورش کا حق ہندہ کو ہے۔ پرورش کی میعاد شریعت طاہرہ نے سات برس تک رکھی ہے۔ یعنی زید کو اپنے بچے کی پرورش کا خرچ سات برس تک دینا ہوگا۔ لیکن اگر بچہ سات برس سے پہلے ہی اپنے آپ کھاتا پیتا، پہنتا، استنجا کر لیتا ہے تو زید سات برس سے پہلے بھی وہ بچہ ہندہ سے لے سکتا ہے۔ فقط۔ والله و رسوله أعلم جل جلاله صلىٰ الله تعالىٰ عليه وسلم ۔

کتبہ۔ بدر الدین احمد رضوی مدرس دار العلوم براؤں شریف۔ ضلع بستی۔ ۲۱؍ جولائی ۱۹۵۷ء۔

مسئله : از: عبد المجید ساکن لہرا بازار ضلع گورکھپور۔

نصر اللہ نے اپنی مدخولہ بیوی کے بارے میں تین مرتبہ سے زائد کہا کہ ہم نے اسے طلاق دیا تو اس

کی بیوی کے وارثین کا نصر اللہ کو مطلقہ بیوی کو لے جانے کے لیے مجبور کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : صورت مسئولہ میں نصر اللہ کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہونے کی وجہ سے وہ بیوی نصر اللہ پر حرام ہوگئی۔ نصر اللہ کو وہ عورت لے جانے کے لیے مجبور کرنا جائز نہیں ۔ و ھو تعالیٰ أعلم ۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی ۔ ۲۸/ جمادی الأولی ۷۷ھ۔

مسئلہ : محمد مسلم عینی ہتنسی ، قیصر گنج ضلع بہرائچ ۔

زید باہر جارہا تھا راستے میں زید کی سسرال تھی ۔ اتفاقاً اس کی ساس راستے میں مل گئی ۔ زید کو مخاطب کر کے اس کی ساس نے کہا کہ ہندہ کو رخصت کرا کے لے جاؤ ۔ چوں کہ زید دوسری جگہ جارہا تھا ۔ اس لیے اس نے عذر پیش کیا اور کہا کہ جب میں واپس لوٹوں گا تو بہت جلد اس کو رخصت کروا کر لے جاؤں گا اس پر ہندہ کی والدہ نے کہا کہ اگر نہ لے جاؤ تو اس کا معاملہ صاف کردو ۔ زید نے جواب دیا کہ معاملہ صاف ہے ۔ تمہارا جہاں جی چاہے کردو اور زید جہاں جارہا تھا چلا گیا ۔ دو چار یوم کے بعد جب واپس ہو تو مخالفین نے کہا کہ نکاح ختم ہوگیا ۔ اور طلاق رجعی ہوگئی تو کیا اتنی سی بات کہنے سے طلاق واقع ہوسکتی ہے از روئے شرع شریف مطلع فرمایا جائے ۔

نوٹ :۔ زید کی جو بات اس کی ساس سے ہوئی تھی وہاں پر اس کی بیوی ہندہ موجود نہیں تھی ۔ اب ہندہ زید کے گھر آ گئی ہے اور زید نے جو بات ہندہ کی والدہ سے کہی تھی ۔ اس نے پنچایت کے سامنے بیان کر دیا ۔ سچ یہی ہے ۔ سننے والوں کے دستخط موجود ہیں ۔

الجواب : اللھم ھدایة الحق والصواب ۔ صورت مستفسرہ میں چوں کہ زید کا یہ قول ’’معاملہ صاف ہے تمہارا جہاں جی چاہے کردو‘‘ کنایہ میں سے ہے ۔ اس لیے زید سے دریافت کیا جائے کہ یہ لفظ تم کس نیت سے بولے ہو ۔ اگر وہ کہے کہ میں طلاق کی نیت سے بولا ہوں تو اس کی بیوی ہندہ پر ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ۔ پھر اس صورت میں زید ہندہ کو رکھنا چاہے تو اس کی رضا مندی سے دوبارہ نکاح کرلے ۔ بلا نکاح اگر رکھے گا تو سخت گنہ گار لائق عذاب نار ہوگا ۔ اور اگر وہ کہے کہ وہ جملہ بلا نیت طلاق محض اظہار ناراضگی کے لیے بولا تھا ۔ تو طلاق واقع نہ ہوگی ۔ زید پر فرض ہے کہ بلا رورعایت اپنی نیت بیان کردے ۔ واللہ و رسولہ اعلم جل جلالہ و صلی المولیٰ تعالیٰ علیه وسلم ۔

کتبه : عبدالجبار القادری الاشرفی ۔ ببراؤں الشریفة ١٦ / من ذی القعدة ٨٦ھ۔

الجواب صحیح۔ بدرالدین احمد رضوی

مسئله : یہ ہے کہ ابوالحسن ولد بہادر علی گرام مسجد یا تھانہ نواب گنج علی آباد بہرائچ شریف۔فریق اول۔وحسینہ بنت سمیع اللہ خان ساکن مسجد یا۔فریق دوم۔ یہ کہ فریق اول کی بیوی ہے کافی عرصہ سے آپسی تنازع بنا رہتا تھا کئی بارگاؤں اور کل جوار کے لوگوں کے ذریعہ سمجھا بجھا کر کسی شکل سے زندگی گزاری لیکن آج بتاریخ ۳/جون ۱۹۸۶ء کو پھر آپسی تنازعہ پر دونوں فریق اپنے درست ہوش وحواس راضی خوشی سے یہ طلاق نامہ بذریعہ پہچان لکھ کر ایک دوسرے سے سدا کے لیے الگ ہو رہے ہیں یہ تحریر بطور سند لکھ دی گئی ہے کہ وقت ضرورت پر کام آئے۔ساتھ ہی ساتھ مہر کا مطالبہ مبلغ پانچ سو پچیس روپے فریق اول سے فریق دوم نے حاصل کرلیا (۱) دستخط ابوالحسن (۲) دستخط حسینہ بیگم، دیگر پہچان۔

تحریر مندرجہ بالا سے طلاق مغلظہ واقع ہوئی یا نہیں کیوں کہ دونوں فریق آپس میں رجوع کرنا چاہتے ہیں۔شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: نثار احمد، ساکن مسجد یا ۴/۹/۱۹۸۶ء

مسئله : (۲) زید کا لڑکا عمرو، عمرو کی بیوی ہندہ، زید نے ہندہ کے ساتھ زنا کیا ہندہ قسم کھا کر کہتی ہے۔ ہندہ اپنے شوہر عمرو کے لیے حرام ہے یا حلال؟ اور اگر حرام ہے تو بعد عدت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور عمرو کو طلاق دینے کی ضرورت ہے کہ نہیں؟ یا ایسے ہی طلاق مغلظہ واقع ہوگئی؟

الجواب : بعون العزیز الملك الوهاب ۔ (۱) مستفتی نے جب مضمون طلاق نامہ نقل نہیں کیا اور پھر پوچھتا ہے کہ تحریر مندرجہ بالا سے طلاق مغلظہ واقع ہوئی یا نہیں تو اس سوال کا کیا جواب دیا جائے۔

(۲) اگر شوہر مانتا ہے کہ ایسا ہوا تو عورت اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔شوہر پر فرض ہے کہ متارکہ کرے مثلاً کہہ دے میں نے تجھے چھوڑا بعد عدت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔فتاویٰ رضویہ ص:۱۸۴ جلد پنجم۔درمختار میں ہے کہ" بحرمة المصاهرة لا یرتفع النکاح حتیٰ لایحل التزوج

بـآخـر الا بعد المتارکة و انقضاء العدة ‘‘ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص:۱۹۳ پر ہے کہ اگر شوہر کو امر مذکور کا وقوع تسلیم نہیں تو عورت کے کہنے سے حرمت مصاہرت کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

کتبـه : السیـد افـروز احمد من المتدرسین بالمدرسة الغوثیة فی بڑھیا من مدیریة بستی یوپی۔

الاجوبة صحیحة ۔ بدرالدین احمد مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی ۔۱۶/ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ ۔

مسئله : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ مدخولہ کے والد نے اس کے شوہر سے زبردستی تین طلاق کہلوا لیا اور اس پر دو گواہ بھی ہیں تو ایسی صورت میں ہندہ مدخولہ پر کون سی طلاق پڑی اور اب ہندہ دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے کہ نہیں؟ بیـــنـوا توجروا۔

المستفتی: کتاب اللہ ساکن سہلوا المعروف چرکھوا پوسٹ بھدوکھر ضلع بستی، ۲۲/رجب المرجب ۱۴۰۷ھ ۔

الجواب : اللھم ھدایة الحق والصواب ۔صورت مسئولہ میں سچ اور جھوٹ کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ یہ حلال وحرام قبر وحشر کا معاملہ ہے بناوٹ سے حلال حرام نہ ہوجائے گا نہ بناوٹ اللہ تعالیٰ کے یہاں کام دے گی جو دلوں کی چھپی جانتا ہے۔ اگر واقع میں ایسا ہے کہ ہندہ مدخولہ کے والد نے اس کے شوہر سے تین بار اپنی بچی کے متعلق کہلوایا کہ میں نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دیا طلاق دیا طلاق دیا خواہ زبردستی کیوں نہ کہلوایا ہو اس سے اس کی بیوی ہندہ مدخولہ کو طلاق مغلظہ پڑے گی۔ اور اب جس نے طلاق مغلظہ دیا ہے لے جانا چاہے تو حلالہ کی ضرورت پڑے گی کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فـان طـلـقـهـا فـلاتـحـل لـه مـن بـعـد حتیٰ تنکح زوجا غیره﴾ [پ۲] اور ہندہ مدخولہ عدت گزارنے کے بعد دوسرے سے شادی کرسکتی ہے اگر کوئی وجہ شرعی مانع نہ ہو۔ طلاق بخوشی دی جائے۔ خواہ بالجبر واقع ہوجائے گی نکاح شیشہ ہے اور طلاق پتھر شیشہ پر پتھر بخوشی پھینکے یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا واللہ تعالیٰ و رسوله جل جلاله وصلی اللہ تعالی علیه وسلم اعلم۔

کتبہ: شہاب الدین احمد نوری بڑھیا، ۲۸/رجب المرجب ۱۴۰۷ھ ۔الجواب صحیح :بدرالدین احمد رضوی۔

مسئله : کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت مسئلہ ذیل میں

کہ دو بھائی یعنی زید، عمرو میں جھگڑا ہوا عمرو جو بڑا بھائی ہے زید کو مارا۔ زید غصے میں آ کر اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ چلو اس گھر میں نہیں رہیں گے۔ ہندہ نے جانے سے انکار کیا۔ زید گھر سے باہر نکل آیا اور کہنے لگا کہ اگر نہیں چلو گی تو تم کو طلاق دے دوں گا دو مرتبہ یہی کہا اور کہیں چلا گیا کچھ دیر کے بعد جب گھر آیا تو اس کی بیوی ہندہ نے کہا کہ کیا آپ نے ہمیں طلاق دے دیا ہے؟ تو زید نے کہا نہیں۔

اب آیا کہ جس جگہ زید نے یہ لفظ بولا ٹھیک اس کے بغل میں ایک آدمی کھڑا تھا جو حلفیہ بیان دے رہا تھا کہ زید نے تین بار لفظ طلاق کہا ہے اور نہ معلوم لفظ طلاق کے بعد کیا کہا لیکن اور دوسرے گواہوں کا جو زید سے کافی دور پر تھے کہنا ہے کہ زید نے تین مرتبہ کہا کہ میں نے طلاق دیا۔ میں نے طلاق دیا، میں نے طلاق دیا۔ اب زید حلف لینے کو تیار ہے کہ میں نے دو مرتبہ کہا کہ طلاق دے دوں گا۔

اب حضور والا سے التماس ہے کہ اسلامی شریعت کے مطابق قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلے کو واضح فرمائیں عین کرم ہوگا۔ جواب جلد عنایت فرمادیں نوازش ہوگی۔ فقط والسلام۔ سراج احمد، ۴/۹/۸۹ء

الجواب: بعون الملك الوهاب۔ صورت مسئولہ میں اگر دو مرد نمازی متقی پرہیزگار عادل قابل قبول شرع اس طرح گواہی دیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے زید کو دیکھا اور یہ کہتے ہوئے اس سے صاف صاف سنا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ تو زید کی بیوی کا مطلقہ مغلظہ ہونا ثابت ہو جائے گا۔ اور زید کا انکار نہ سنا جائے گا۔ اور اگر دونوں گواہوں میں سے کوئی ایک بھی گواہ فاسق ہو مثلا داڑھی منڈا ہو یا داڑھی خشخشی کراتا ہو یا نماز نہ پڑھتا ہو یا نماز پڑھتا ہو مگر بلا عذر شرعی جماعت ترک کرتا رہتا ہو۔ یا صاحب نصاب ہوتے ہوئے زکوۃ نہ دیتا ہو یا دیتا ہو لیکن پوری زکوۃ نہ دیتا ہو یا سینما، ٹیلی ویژن دیکھتا رہتا ہو یا اور کسی فسق میں مبتلا ہو تو ایسا گواہ عادل نہیں اور ان کی گواہی قابل قبول شرع نہیں۔ مسئلہ زیر بحث میں اگر شرعی گواہ نہ ملے تو زید سے اس طرح قسم لی جائے کہ اللہ پاک کی قسم میں نے اپنی بیوی کو کوئی طلاق نہیں دی ہے۔ جب زید اس طرح قسم کھا کر کہہ دے گا تو طلاق ثابت نہ ہوگی اور اگر زید نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو تین طلاق ثابت ہو جائے گی (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص: ۴۶۶) پھر تین طلاق واقع ہونے کی صورت میں زید کی بیوی کا نکاح زید کے ساتھ بغیر حلالہ کرائے کبھی حلال نہ ہوگا۔ هذا ما عندي والعلم عند ربي ثم عند رسوله الكريم

جل شانه و صلیٰ الله تعالیٰ علیه واله وسلم ۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی النوری، مدرسۃ غوثیہ بڑھیا، بستی (یوپی)

۲۷/ربیع الغوث ۱۴۱۰ھ ۔

﴿باب العدة﴾

مسئله: از: محمد بشیر قادری چشتی ڈفل ڈیہہ ضلع گونڈہ ۔

زید نے اپنی بیوی ہندہ غیر مدخولہ (یعنی جس سے زید نے صحبت نہیں کی ہے) اس کو طلاق دیا تو ہندہ پر عدت گزارنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر زمانہ عدت میں کسی نے ہندہ کا نکاح پڑھ دیا تو نکاح پڑھنے والا مجرم ہے یا نہیں؟

الجواب: زید اپنی بیوی ہندہ کو جس سے اس نے صحبت نہیں کیا تھا۔ اگر طلاق دے دیا تو ہندہ پر عدت نہیں۔ لہٰذا بعد طلاق ہندہ کا فوراً نکاح پڑھانا جرم نہیں۔ و هو اعلم ۔

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی ۔ ۲۷/ربیع الاول ۷۷ھ ۔

﴿عنین کا بیان﴾

مسئله: از عبد الغنی تتری ڈومریا گنج ضلع بستی ۔

مقبول احمد ولد داہو کا نکاح اسراف النساء کے ساتھ ہوا تھا نکاح کے بعد مقبول احمد لنج ہو گیا۔ اس سے بغیر طلاق لیے ہوئے اسراف النساء کا نکاح پڑھا دیا گیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اسراف النساء کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مقبول احمد جب تک اسراف النساء کو طلاق نہ دیوے اس وقت تک اسراف النساء کا نکاح کسی دوسرے سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اسراف النساء کا یہ نیا نکاح شرعاً باطل ہے۔ والله و رسوله اعلم ۔

کتبه :۔ بدرالدین احمد رضوی

﴿حرمت مصاہرت﴾

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

کہ ہندہ نے اپنے حمل کے بارے ہیں یہ بیان دیا کہ یہ حمل میرے خسر کا ہے ہندہ کا شوہر زید جب پردیش سے واپس آیا تو اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تیری بیوی نے جو بیان دیا اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے زید نے ہندہ کے بیان کی تصدیق کی لیکن زید نے لوگوں کے کہنے کی وجہ سے ایسا کہا حالاں کہ ثبوت شرعی نہ ہونے کے سبب زید کو اس بات کا یقین نہیں ہے اور خسر نے دو عالموں کے سامنے حلفیہ بیان دیا کہ ہندہ غلط کہہ رہی ہے میں نے قطعا ایسا نہیں کیا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکورہ بالا میں حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟۔ بینوا توجروا ۔

المستفتی: مولانا سراج الدین احمد مدرسہ فیض المصطفیٰ، قصبہ ہریا بازار ضلع بستی (یوپی) ۱۵/فروری ۱۹۸۳ھ

الجواب: ربنا هداية الحق والصواب۔ صورت مسئولہ میں اگر زید کے دل میں ہندہ کا صدق واقع ہو تو حرمت مصاہرت ثابت ہے زید پر واجب ہے کہ ہندہ کو اپنے اوپر حرام جانے اور متارکہ کردے یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے ہندہ کو چھوڑا اور اگر زید کے دل میں ہندہ کا صدق واقع نہیں تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ۔هذا ما عندی و العلم عند ربی ثم عند رسوله جل جلاله و صلیٰ الله تعالیٰ علیه وسلم ۔

مستفتی کے بیان میں تضاد ہے چنانچہ ایک جگہ وہ لکھتا ہے کہ زید نے ہندہ کے بیان کی تصدیق کی پھر دوسری جگہ پر لکھتا ہے کہ ثبوت شرعی نہ ہونے کے سبب زید کو ہندہ کی بات کا یقین نہیں تو جب یقین نہیں تو تصدیق کیسے کردی یہ واضح رہے کہ تصدیق کردینے کے باعث جب حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی تو بعد میں اگر زید اپنی بیوی کی تکذیب بھی کردے تو حرمت ختم نہ ہوگی ۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری بڑھیا، بستی ۔۱۲/من جمادی الاخریٰ ۱۴۰۳ھ ۔مطابق ۲۸/مارچ ۱۹۸۳ء۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

قتلی بن خان بہادر کو سعودیہ عربیہ گئے ہوئے سال بھر سے زائد ہو چکے ہیں کہ قتلی کی بیوی ہندہ کو

حمل ظاہر ہوا۔ لوگوں کو شبہہ ہوا کہ یہ حمل ناجائز ہے اس کی تحقیق شروع کی جب لوگ ہندہ سے دریافت کرتے تو وہ صرف روتی چند دن بعد اس نے بتایا کہ ہمارے سسر خان بہادر کا ہے پھر قدر تفصیل بھی اس نے بتائی۔ اس کے بعد جب لوگوں نے خان بہادر سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی اقرار کیا کہ ہاں میرا ہی ہے۔ پھر پنچایت ہوئی اس میں بھی اقرار کیا۔ بعدہ یہ مسئلہ مولانا محمد عیسیٰ صاحب استاد دارالعلوم تنویر الاسلام کے سامنے پیش ہوا مولانا موصوف نے بھی الگ الگ ہندہ اور خان بہادر سے بیان لیا دونوں نے اقرار کیا تو مولانا نے فرمایا چوں کہ دونوں مرتکب گناہ کبیرہ ہیں اس لیے جب تک اعلانیہ توبہ نہ کرلیں اس کا بائیکاٹ کیا جائے اور ہندہ کے شوہر قتلی کو بلوایا جائے۔ چند ماہ بعد قتلی سعودیہ عربیہ سے واپس لوٹے آنے کے بعد انہوں نے بھی معاملہ کی تفتیش کی۔ پھر خان بہادر اپنی بہو ہندہ کو لے کر مولانا موصوف کے پاس آئے اور کہا ہم لوگوں سے غلطی ہوئی ہم پاک صاف ہونا چاہتے ہیں پھر مولانا صاحب نے دونوں سے بیان لیا دونوں نے زنا کا اقرار کیا۔ قتلی بھی آئے اور انہوں نے کہا کہ عرب سے آنے کے بعد میں نے اس کی چھان بین کی اور بات صحیح ہے کہ ہمارے والد ہی کا حمل ہے۔

تو مولانا موصوف نے بتایا چوں کہ خان بہادر جو تمہارے والد ہیں انہوں نے تمہاری بیوی سے زنا کیا جس کا دونوں اقرار بھی کرتے ہیں اس لیے تمہاری بیوی ہندہ تم پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی تو یوں ہی تمہارے باپ خان بہادر پر بھی ہمیشہ کے لیے حرام ہے، لہٰذا تم پر فرض ہے کہ فوراً اس کو چھوڑ دو۔ قتلی اس پر راضی ہوگیا پھر مولانا نے اس سے کہا کہ کہو ''میں نے اپنی بیوی ہندہ کو چھوڑا'' اس نے یہ الفاظ کہے پھر طلاق نامہ کی شکل میں ایک تحریر لکھا کر قتلی کو دے دیا۔ اور یہ تاکید کی جو مہر مقرر ہوئی تھی وہ ادا کرے مزید اگر اللہ نے تمہیں وسعت دی ہو تو چوں کہ وہ غریب اور مجبور عورت ہے کچھ زائد رقم دے دو تا کہ بعد عدت اس کے والدین اس کا نکاح کرسکیں۔ اور خان بہادر پر لازم ہے کہ وہ علانیہ توبہ کرے۔

جب قتلی متارکہ کے بعد اپنی بیوی ہندہ کو لے کر چلا تا کہ اس کے میکے پہونچا دے تو پٹو اور اس کا والد جوکھو جو خان بہادر کے خاندان کے ہیں انہوں نے قتلی کو روکا اور کہا کہ تم اس کو کہیں لے کر نہیں جا سکتے تم کو رکھنا ہوگا اور اسے حصہ بھی دینا ہوگا اور کہا مولانا کو کہنے دو۔ دو کتاب پڑھ کر بڑے مولانا بنے ہیں اگر اس کے خلاف کیا تو تمہارے اور مولانا کے خلاف تھانہ میں رپٹ درج کراؤں گا جس کی وجہ سے قتلی خائف ہوگیا

اور پھر اس نے اپنی بیوی ہندہ کو رکھ لیا۔ اب دریافت طلب امر درج ذیل امور ہیں۔

(۱) باپ نے اپنے بیٹے کی بیوی یعنی بہو سے زنا کیا اور دونوں اقرار بھی کرتے ہیں تو باپ یا بیٹا اسے اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے؟ وضاحت سے مدلل فرمائیں۔

(۲) مولانا موصوف نے جو مسئلہ بتایا اس پر کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ مولانا نے غلط کیا اور عورت پر ظلم و زیادتی کی ان کا کہنا کیسا ہے؟

(۳) پٹو خان اور ان کے والد جوکھو یا ان کے علاوہ وہ جنہوں نے قتلی کو عورت رکھنے پر مجبور کیا عند الشرع ان پر کیا حکم ہے؟

المستفتی: عنایت اللہ رموا پور کلاں بستی، ۷/۷/۸۶ء۔

الجواب: اللھم ھدایة الحق والصواب الجواب بعون العزیز الوھاب۔(۱) صورت مسئولہ میں جب قتلی نے باور کرلیا کہ میری بیوی کا موجودہ حمل میرے باپ کا ہے تو قتلی کی بیوی قتلی کے اوپر ہمیشہ ہمیش کے لیے حرام ہو گئی قتلی پر واجب ہے کہ اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام جانے اور متارکہ کردے۔ قتلی کی بیوی قتلی کا باپ خان بہادر پر تو پہلے ہی سے ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام ہو چکی ہے۔ لقولہ تعالیٰ: ﴿و حلائل ابنائکم﴾ اور اب جب کہ قتلی خان نے واقعہ کو صحیح مان لیا وہ اپنی عورت کو اپنی زوجیت میں نہیں رکھ سکتا۔" لان امرأته بعد تصدیقه امرھا قد صارت محرمة علیه بحرمة المصاھرة "

(۲) صورت مستفسرہ میں جب کہ قتلی کی عورت قتلی پر حرام ہو چکی تو مولانا موصوف کا قتلی سے متارکہ کرانا بالکل حق ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ مولانا موصوف نے غلط کیا وہ شریعت سے نرے جاہل اور بے لگام ہیں، وہ توبہ کریں اور مولانا موصوف سے معافی مانگیں ورنہ سارے مسلمان ان کا بائیکاٹ کردیں۔

(۳) برتقدیر صدق مستفتی پٹو اور جوکھو نیز جن جن لوگوں نے قتلی کو اس کی محرّمہ عورت کے رکھنے پر مجبور کیا وہ سب فاسق اور فاجر، ظالم، ستمگار مستحق عذاب نار غضب الٰہی میں گرفتار ہیں، وہ اپنا بھلا چاہیں تو بارگاہ الٰہی جل جلالہ میں سچی توبہ کریں، ان پر فرض ہے کہ وہ قتلی کو اس کی محرمہ عورت سے الگ کردیں۔ خود قتلی پر بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنا دین بچانے کے لیے اپنی محرمہ عورت سے الگ ہو جائے۔ ھذا ما عندی والعلم عند ربی ثم عند رسوله علیه التحیة والثناء و علیٰ آله المجتبیٰ

کتبہ: بدرالدین احمد، مدرسہ غوثیہ بڑھیا بستی یوپی۔۸/ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی ماں اپنے شوہر خالد کے لیے زید کی زوجہ یعنی خالد کی پتوہ کے ساتھ ارتکاب جرم زنا کی شہادت دیتی ہے اور زید کی زوجہ بھی اقرار کرتی ہے کہ خالد نے ہمارے ساتھ یہ ناروا سلوک کیا مگر زید کا باپ خالد اقرار جرم کا منکر ہے اور زوجہ خالد کے علاوہ کوئی شاہد بھی نہیں، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکورہ بالا میں ثبوت زنا شرعا ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا زید کی زوجہ بعد اقرار زنا اس کے نکاح سے نکل گئی یا نہیں؟ اگر نکل گئی تو زید دوبارہ اسے اپنے زوجیت میں لانا چاہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ حضور والا سے گزارش ہے جواب شافی ووافی سے نوازتے ہوئے کتب فقہیہ اور ادلہ شرعیہ سے مبین ومبرہن فرمائیں عین نوازش ہوگی کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ مزنیہ اپنے شوہر اول سے کیا اب وہ دنیا میں کسی کے نکاح میں آنے کی مجاز نہ رہی اگر ایسا نہیں تو ایسے مسئلہ بتانے والوں پر عندالشرع کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد حسن موضع موتی پور، پوسٹ پچپڑوا، ضلع گونڈہ (یوپی)۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔(۱) صورت مسئولہ میں زنا نہ ہوگا اس لیے کہ شریعت میں ثبوت زنا کے لیے چار مرد ثقہ پرہیزگار قابل شہادت کی گواہی درکار ہے اور وہ صورت مسئولہ میں مفقود ہے۔

(۲) زید کی زوجہ بعد اقرار زنا بھی اس کے نکاح سے نہیں نکلے گی۔ ہاں اگر شوہر نے بیوی کی بات سچ مان لی اور اس کے دل میں یہ بات پیدا ہوگئی کہ معاملہ سچ ہے تو وہ بیوی اپنے شوہر پر اب ہمیشہ کے لیے حرام ہوجائے گی مگر نکاح اب بھی زائل نہیں ہوگا نہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے جب تک شوہر متارکہ نہ کرے مثلاً شوہر کہے کہ: میں نے تجھے چھوڑا اور عدت گزارے اور اس کے بعد دوسرے سے نکاح کرے گی درمختار میں ہے کہ ''بحرمۃ المصاھرۃ لایرتفع النکاح حتیٰ لایحل لھا التزوج بآخر الا بعد المتارکۃ و انقضاء العدۃ '' عورت کا بیان کوئی چیز نہیں ہے جب کہ شوہر اس کی تصدیق نہ کرے درمختار میں ہے'' لان الحرمۃ لیست الیھا قالوا بہ یفتی فی جمیع الوجوہ '' اگر پدر شوہر بھی اقرار کرے جب بھی شوہر پر حجت نہیں ہاں اگر شوہر کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو تو اس پر واجب ہے کہ عورت کو

اپنے اوپرحرام جانے اورمتارکہ کردے''بزازیہ'' پھر''ھندیہ'' میں ہے کہ " فان وقع عنده صدقه وجب قبوله '' یادوشاہدعادل کی گواہی سے یہ امر ثابت ہواگرچہ اسی قدرکہ اس کے باپ نے اسے بشہوت مس کیایا بشہوت بوسہ لیاکہ حرمت کواس قدربس ہے''تنویرالابصار'' میں ہے تقبل الشهادة على الاقرار باللمس والتقبيل عن شهوة فی المختار ماخوذازفتاویٰ رضویہ جلدپنجم ص:۱۷۵تا۱۷۶۔صورت مسئولہ میں اگر زیداپنی بیوی کا بیان سچاسمجھتا ہےتو اس کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لےحرام ہوگئی کسی صورت میں دوبارہ اسے اپنی زوجیت میں نہیں لاسکتا، اس صورت میں زید پر واجب ہے کہ اپنی بیوی کواپنے اوپرحرام سمجھے اوراپنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے اس کو چھوڑا۔ زید کے متارکہ کے بعداس کی بیوی عدت گزارکرکسی دوسرے سے نکاح کرسکتی ہےاوراگرزیداپنی بیوی کا بیان سچانہیں مانتا تواس کی بیوی اس پرحرام نہیں ہوئی، وہ بدستور سابق زید کے نکاح میں ہے۔ جوشخص یہ کہے کہ مزنیہ کا نکاح دنیا میں کسی سے جائزنہیں وہ کذاب مفتری علیٰ الشرع ہےاس پرفرض ہے کہ وہ علی الاعلان توبہ کرے۔والله تعالىٰ و رسوله اعلم۔

کتبہ: شہاب الدین احمدنوری، بڑھیابستی، ۵ / ربیع الاول شریف ۱۴۰۷ھ۔

الجواب صحیح۔ بدرالدین احمدقادری رضوی مدرسہ غوثیہ بڑھیابستی۔

مسئله: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ہندہ نے اپنے شوہرزید کے باپ بکر کے لیے یہ بیان دیا کہ بکرمیرے ساتھ حرام فعل کرنا چاہتا ہے مجھ سے کہتا ہے کہ میرے ساتھ سویا کرو۔اس بات کا اقراربکرنے پنچان کے سامنے کیا۔ ہندہ اپنے میکے رہنے لگی پھرکچھ دنوں کے بعدبکر سے کہا گیا کہ جب باپ اپنی بہوکوغلط نگاہ سے دیکھتا ہےتو بہولڑ کے پرحرام ہوجاتی ہےتو بکر نے انکارکردیااور کہتا ہے کہ میری نیت بہو پرکبھی خراب نہیں ہوئی ایسی صورت میں ہندہ اپنے شوہرزید کے ساتھ اپنی زندگی گزارسکتی ہے یانہیں؟ اور ہندہ کوطلاق لینا ہوگا تو طلاق کی صورت میں دین مہراورعدت کا خرچ وصول کرے گی یانہیں؟

(۲) عشرہ اورفطرہ کی رقم ہندومسلم فساد کے موقع پرقوم مسلم کی حفاظت کے لیےصرف کرسکتے یں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: سلامت اللہ انصاری، مقام و پوسٹ ڈیہریا ضلع پلاموں (بہار)

الجواب : بعون الملك العليم الوهاب ۔زید کی بیوی نے جو یہ بیان دیا کہ میرا خسر میرے ساتھ حرام فعل کرنا چاہتا ہے وہ کہتا ہے کہ میرے ساتھ سویا کرو تو اس بیان سے حرمت مصاہرت کو کوئی تعلق نہیں بلکہ اگر وہ یہ بیان دے کہ میرے خسر نے میرے ساتھ حرام فعل کیا تو محض اس کے کہنے سے حرمت مصاحرت نہ ثابت ہوگی ، ہاں اگر زید کو باور ہو جائے کہ میری بیوی صحیح کہتی ہے تو زید پر اس کی بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائے گی ۔اگر بعد میں زید کو یہ معلوم ہوا کہ میری بیوی نے مجھے جھوٹی خبر دی تھی اور یہ میری غلطی تھی کہ میں نے اس کی خبر کو صحیح مان لیا تب بھی وہ عورت اب زید کے لیے حلال نہ ہوگی حرام ہی رہے گی ۔

اور حرام ہونے کی صورت میں زید پر فرض ہے کہ وہ فوری طور پر اپنی بیوی سے متارکہ کر دے یعنی زید اپنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی کو چھوڑا۔ بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتىٰ لا يحل لها التزوج الا بعد المتاركة و انقضاء العدة ۔متارکہ کے بعد جب عدت کے ایام گزر جائیں تو اس وقت اگر وہ عورت کسی دوسرے سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے

صورت مسئولہ میں ہندہ اپنے شوہر زید پر حرام نہیں ہوئی ۔اس کو زید کے ساتھ رہنا ہے اور ہاں اگر زید کو اپنے باپ کی عادت و اطوار سے واقعی اندیشہ ہو تو اپنی بیوی ہندہ کو دوسری جگہ رکھے ۔

(۲) عشر ،فطرہ کی رقم تملیک شرعی کے بعد سنی مسلمانوں کی حفاظت کے لیے صرف کر سکتے ہیں ۔ تملیک شرعی کی صورت یہ ہے کہ عشر ،فطرہ زکوٰۃ کی رقم کسی مستحق زکاۃ سنی کو دے کر اس کا قبضہ کرا دیں پھر وہ اپنی طرف سے اس رقم کو مسلمانوں کی حفاظت کے لیے چندہ میں دے ۔ والله تعالىٰ و رسوله اعلم جل جلاله و صلىٰ الله تعالىٰ عليه وسلم۔

کتبہ: شہاب الدین احمد نوری ، مدرسہ غوثیہ اہل سنت فیض العلوم بڑھیا ضلع سدھارتھ نگر (یو پی)

۴؍صفر ۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح ۔ بدرالدین احمد مدرسہ غوثیہ بڑھیا، ۲؍۴؍۱۴۱۰ھ۔

﴿کتاب الذبائح﴾

مسئلہ: از: نورالدین چھاؤنی ضلع بستی۔

زید مسلم بکر قصاب ہے بکرے کا گوشت ذبیحہ کر کے عام بازار میں فروخت کرتا ہے۔ زید ایک بار مردار جانور گنزڑرئے سے مردہ خرید خرید کر بیچ رہا تھا۔ کچھ گوشت بک چکا تھا۔ عام لوگوں کو معلوم ہوا اور خود بھی زید نے اقرار کیا کہ ہاں یہ مردار جانور میں نے بیچا۔ عام مسلمانوں نے اسے برادرانہ سے الگ کر دیا۔ اسی درمیان موضع کے پیر و مرشد تشریف لائے۔ ان کے سامنے پیش کیا گیا انہوں نے زید سے اقرار عہد لے کر توبہ، تجدید ایمان کرایا۔ مسلمانوں نے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا شروع کر دیا۔ تین ماہ بعد پھر دوبارہ ایک مردار بکری لے کر ذبیحہ کر کے بیچ ڈالا۔ معلوم ہوا کہ زید عادی مجرم ہے عام مسلمانوں نے اس کو پھر دوبارہ بلا کر پنچایت میں پیش کیا اور جرم عائد و ثابت ہوا۔ عام مسلمانوں کا اعتبار زید سے ختم ہو گیا۔ ایسی صورت میں زید کیا کرے جس سے گناہ سے چھٹکارا پا کر دوبارہ برادرانہ اصول سے برادری کے لائق ہو۔ اور مسلمان اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھائیں۔ اس کا شرعی جرم بتلایا جائے اور چھٹکارے کی صورت بتلائی جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے: ﴿انما حرم علیکم المیتۃ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر مردار (کھانا) حرام فرمایا ہے۔ چوں کہ زید نے مسلمانوں کو بار بار دھوکہ دے کر مردار کھلایا اس لیے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا۔ زید پر فرض ہے کہ وہ توبہ اور تجدید ایمان اور جن مسلمانوں کے ہاتھ اس نے مردار گوشت بیچا ہے اس کا دام ان مسلمانوں کو واپس کر دے اور ان سے معافی مانگے۔ جب علی الاعلان مسلمانوں کے سامنے زید توبہ و تجدید ایمان کر لے اور مسلمانوں کو اس مرداری گوشت کا دام واپس کر دے اور مسلمانوں سے اپنی دھوکہ دہی کی معافی مانگ لے۔ اور پنج وقتی نماز پابندی سے پڑھنے لگے اور اگر خدانہ خواستہ داڑھی منڈا ہو تو داڑھی رکھ لے تب وہ برادری میں شامل کر لیا جائے۔ لیکن مسلمان اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا ملتوی رکھیں۔ جب اس کی حالت سدھر جائے اور لوگوں کو اس کی سچائی اور امانت داری پر پورا پورا اعتماد ہو جائے تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھایا جا سکتا ہے۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی۔۲۴؍شوال المکرّم ۱۳۸۷ھ

﴿قربانی کا بیان﴾

مسئله : از: محمد یعقوب موضع پڑولی پوسٹ دوگھرا جنرل پوسٹ آفس مہراج گنج ضلع گورکھپور۔

زید نے ایک بکرا قربانی کی نیت سے پالا لیکن زید نادار ہے اس پر قرض زیادہ ہے دریافت طلب امر یہ ہے زید اس بکرے کو اپنے صرف میں لاسکتا ہے یا قربانی ہی کرنی واجب ہے؟

الجواب : زید پر قربانی واجب نہیں۔''بہارشریعت'' میں ہے۔بکری کا مالک تھا اور اس کی قربانی کی نیت کرلی یا خریدنے کے وقت قربانی کی نیت نہ تھی بعد میں نیت کرلی تو اس نیت سے قربانی واجب نہ ہوگی۔(بہارشریعت،ص:۳۹۴)۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

کتبہ:۔بدرالدین احمد الرضوی۔۱۰؍شعبان المعظم ۱۳۷۹ھ۔

مسئله : از: محبوب خان دھرمانگر

میں نے اپنی بکری کو بٹائی پر اس طرح دی کہ اگر دو بچہ ہوگا تو ایک تمہارا ہے اور دوسرا ہمارا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بٹائی پر بکری دینا کیسا ہے؟ نیز بٹائی کی بکری کے بچے کی قربانی جائز ہے یا نہیں ؟ میں نے اس کی قربانی کرائی ہے تو یہ قربانی جائز ہوئی یا نہیں؟

الجواب : فقہ حنفی کی مشہور کتاب''بہارشریعت'' جلد چہاردہم ص:۲۱۹، میں ہے''بعض لوگ بکری بٹائی پر دیتے ہیں کہ جو بچے پیدا ہوں گے دونوں نصف نصف لیں گے یہ اجارہ بھی فاسد ہے بچے اس کے ہیں جس کی بکری ہے دوسرے کو اس کے کام کی اجرت مثل ملے گی''۔

حوالہ مذکورہ سے واضح ہوگیا کہ بٹائی پر بکری دینا جائز نہیں اور اگر اپنی بکری کسی دوسرے کو چرانے اور نگہداشت کے لیے دینا ہی چاہتا ہے تو اس کی اجرت مقرر کرے بکری چرانے والا بکری کے بچہ میں حصہ دار نہیں ہوسکتا۔کیوں کہ وہ بکری کا مالک نہیں۔اور رہا بٹائی کی بکری کے بچے کی قربانی کرنا تو وہ شرعا درست ہے۔آپ کی قربانی ہوگئی۔کیوں کہ بکری کے بچے کے آپ مالک ہیں۔ہاں قربانی صحیح ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ سال بھر کا ہو چکا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ:۔ بدرالدین احمد الرضوی۔ ۷؍صفر ۱۳۸۴ھ۔

مسئلہ : از: نسیم چرکھوی متعلم دارالعلوم ھٰذا۔

زید کی ایک بکری نے بچہ جنا بچے نے اس کا دودھ بھی پیا اور کتیا کا بھی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس کی قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب : صورت مسئولہ میں بکری کے جس بچے نے کتیا کا دودھ پیا اس کے گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ نیز اس کی قربانی بھی کر سکتے ہیں۔ ''فتاویٰ عالم گیری'' جلد چہارم ص:۶۷۔ پر ہے '' الجدی اذا کان یربی بلبن الاتان و الخنزیر ان اعتلف ایاما فلا بأس ''یعنی بکری کا بچہ جس کی پرورش گدہی اور خنزیر کے دودھ سے ہوتی رہی اگر دودھ چھوڑ کر کچھ دنوں گھاس کھاتا رہا تو اس کے گوشت کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم۔

اور اگر کسی کی طبیعت گوارہ نہ کرے تو شریعت اسے مجبور نہیں کرتی۔ واللہ و رسولہ أعلم۔

کتبہ:۔ بدرالدین احمد الرضوی۔ ۳؍محرم الحرام ۱۳۷۸ھ

مسئلہ : از:۔ خاطر علی معرفت مواعظ الحسن ساکن ہریا خرد ضلع گورکھپور۔

قربانی کے بکرے کو کتے نے پکڑا اور اس کے پچھلے پیر میں زخم کر دیا۔ پھر وہ زخم اچھا ہو گیا۔ لیکن اس پر بال نہیں جما اور وہاں گانٹھ ہو گئی ہے تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : صورت مسئولہ میں اس بکرے کی قربانی کراہت کے ساتھ جائز ہے ''بہار شریعت'' حصہ پانزدہم، ص:۲۰۲۔ میں ہے قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہیے۔ اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی۔ مگر مکروہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الأعلیٰ اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی۔ ۷؍ذی الحجہ، ۱۳۸۱ھ۔

مسئلہ : از: قصبہ امرڈوبھا پوسٹ بکھرا بازار ضلع بستی مرسلہ محبوب علی و بدرالدجیٰ۔

ایک خصی جس کی عمر ایک سال ایک یوم ہے مگر دانت ابھی دودھ والے ہیں اور اصطلاح میں جسے دانتا کہتے ہیں۔ وہ دانت ابھی نہیں ہے ایسی صورت میں اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

صدر الشریعہ قدس سرہ ''بہار شریعت'' حصہ ۱۵، ص:۱۴۱۔ پر لکھتے ہیں'' جس کے دانت نہ ہوں یا

جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہوں وغیرہ وغیرہ کی قربانی ناجائز ہے'' مندرجہ بالا عبارت پر غور فرما کر مسئلہ کی تشریح فرمائیں؟

الجواب : صورت مسئولہ میں اس خصی کی قربانی جائز ہے''بہار شریعت'' ص:۱۳۹، حصہ پانزدہم پر ہے قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے اونٹ ۵؍سال کا، گائے دو سال، بکری ایک سال کی اس سے عمر کم ہوتو قربانی جائز نہیں۔ زیادہ ہوتو جائز بلکہ افضل ہے۔ حوالہ مذکور سے ثابت ہوا کہ خصی کے لیے سال بھر کا ہونے کی قید ہے دانتا ہونا ضروری نہیں۔ مستفتی کے پیش کردہ حوالہ دانت نہ ہوں کا مطلب یہ ہے کہ جھڑ گئے ہوں۔ ھٰذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ۔

کتبہ:۔ بدرالدین احمد الرضوی۔ ۷؍ذی الحجہ، ۱۳۸۱ھ۔

﴿ چرم قربانی کا بیان ﴾

مسئلہ : ازمحمد بشیر قادری چشتی ڈفل ڈیہہ ضلع گونڈہ

زکوۃ، صدقۂ فطر اور چرم قربانی، اپنی حقیقی بہن حقیقی پھوپھی اور تکیہ دار کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : اپنی حقیقی بہن اور حقیقی پھوپھی اور تکیہ دار اگر صاحب نصاب ہوں تو علاوہ چرم قربانی کے زکوۃ اور صدقۂ فطر دینا جائز نہیں اور اگر صاحب نصاب نہ ہوں تو دے سکتے ہیں لیکن تکیہ دار کو جس سے سال بھر بلا اجرت دیے ہوئے کام لیتے ہیں پھر انہیں کاموں کے لحاظ اور دباؤ سے زکوۃ اور صدقہ فطر نیز چرم قربانی دیتے ہیں کہ جس میں تکیہ دار اس زکوۃ وصدقہ فطر کو اپنے لیے اجرت ہی سمجھتا ہے تو یہ ہرگز ہرگز جائز نہیں وھو تعالی اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد قادری الرضوی۔ ۲۶؍جولائی ۷۵ء

﴿کتاب الاَیْمَانِ﴾

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید نے نا اتفاقی کی بنا پر قسم کھالیا کہ چاہے کعبہ مغرب سے مشرق میں آجائے لیکن میں کسی تقریب میں بکر کے یہاں کھانا نہیں کھاؤں گا ۔لیکن اب زید خود تقریب کر رہا ہے اور بکر کو مدعو کرنا چاہتا ہے تو اس میں کوئی قباحت شرعی ہے یا نہیں؟ اور بکر ہی مدعو کرنا چاہے تو زید کے اوپر کوئی کفارہ وغیرہ تو نہیں عائد ہوگا؟

المستفتی: محمد امیر الحسن قادری غفرلہ القوی ۔۵/ربیع النور ۱۴۰۷ھ

الجواب: بعون الملك الوهاب: اس طرح کہنا کہ ''چاہے کعبہ مغرب سے مشرق میں آجائے مگر بکر کے یہاں کھانا نہیں کھاؤں گا'' خود یہ جملہ قسم نہیں لہذا اگر زید بکر کے یہاں کھانا کھائے تو اس پر کفارہ نہیں لیکن اگر خدائے تعالی کا نام لے کر قسم کھائی اور مذکورہ بالا جملہ بولا پھر اس کے خلاف عمل کیا تو ضرور حانث اور کفارہ لازم ہوگا اور رہا زید کا بکر کو اپنے یہاں مدعو کرنا تو وہ ہر صورت میں جائز ہے خواہ زید کی قسم شرعاً منعقد ہو یا نہ ہو۔

کتبہ:۔ السيد افروز احمد من المدرسة الواقعة فى بڑھيا من مديرية بستى ۔

۱۱/ربيع الغوث ۱۴۰۷ھ

الجواب الصحيح : بدرالدين احمد

مسئلہ: ۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام زيدت فيوضهم المباركة ونفعنا تعالى ببركاتهم دربارۂ سوال ذیل

(۱) زید کہتا ہے کہ اللہ میاں انسان کے لیے بولنا جائز ہے اور سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا جو مصدقہ فتوی سینتیس سال پہلے ہوا کہ یہ لفظ بندے کے لیے بولنا ناجائز اور حرام و کفر ہے؟

زید کہتا ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس فتوی میں تسامح ہوا یعنی غلطی ہوئی ہے اور جن اکابر علما اور مشائخ نے اس لفظ کے بولنے کو ناجائز وحرام لکھا ہے یا تصدیق کی وہ بھی شرعاً غلط ہے ۔اس لفظ کو انسان پر بولنے میں کوئی حرج نہیں اور جو لوگ اس فتوی پر علما و مشائخ کے فتاوی وتصدیقات پر عمل

کرتے ہیں یعنی اللہ میاں کا لفظ انسان پر نہیں بولتے ہیں اور بندے پر اس لفظ کا بولنا حرام سمجھتے ہیں وہ لوگ اندھی تقلید کرنے والے ہیں۔

اور اس فتوی کی تائید وتصدیق کرنے یعنی شرعی حکم بتانے اور لکھنے کی بنا پر وارث علوم اکابر حضرت علامہ ازہری صاحب قبلہ نوری بریلوی دام ظلہم العالیہ اور حضرت علامہ مفتی مشاہد رضا خاں صاحب دامت فیوضہم کو شرارت کرنے والے، شوق الکفر رکھنے والے اپنی عاقبت خراب کرنے والے اور اپنی قبر میں انگار بھرنے والے اور جن سنگھی ٹولہ کہا اور چھاپا۔

(۲) زید کے پیر صاحب کی خانقاہ میں اٹھارہ سال سے لاوڈ اسپیکر پر یہ شعر پڑھا جاتا ہے۔

کوئی بدعت سمجھے یا کفرائے شیخ حرم　　　　ہم تو یوں ہی اللہ میاں کہتے جائیں گے

زید اس شعر کے پڑھنے پر ہمیشہ راضی اور خوش رہا، اور اسی شعر کو پڑھ کر ان تمام علماء ومفتیان کرام کا مذاق اڑایا جاتا ہے جنھوں نے اللہ میاں کا لفظ بندے کے لیے کہنا حرام وناجائز بتایا ہے۔

اس باعث زید مذکور سے ایک مفتی صاحب اجتناب اور پرہیز کرتے ہیں اور وہ مفتی صاحب زید مذکور کے ساتھ جلسوں میں شرکت سے احتراز کرتے ہیں۔ مفتی مذکور کے اس عمل کو حضرات علمائے کرام خصوصاً وارث علوم اکابر علامہ ازہری میاں صاحب قبلہ نوری دام ظلہ العالی نے ''درست بتایا'' جس کی تائید وتصدیق حضرت علامہ حبیب رضا خاں صاحب قبلہ اور حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ اور علامہ نعیم اللہ خاں صاحب قبلہ وفاضل معقولات علامہ مناظر حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمائی۔

لہذا حضرت علامہ ازہری میاں صاحب قبلہ نوری بریلوی مدظلہ العالی کا مفتی مذکور کے عمل اجتناب واحتراز کو درست لکھنا اور درست لکھنے پر علمائے مذکورین کی تائید وتصدیق کرنا صحیح اور حق ہے یا غلط۔ بینوا توجروا۔

زید کی تقریباً اٹھارہ سال سے تسہیل وتالیف ولینت علمائے کرام کی جانب سے بامید اصلاح وہدایت ہوتی رہی مگر زید بجائے قبول حق ورجوع اپنے اس عمل واقوال میں شدت اختیار کرتا رہا، اگر زید کا یہ عمل بحکم شرع مطہرہ ناجائز وحرام ہے تو اس پر توبہ لازم ہے یا نہیں۔

اتنی طویل مدت تک تسہیل اور کامل اتمام حجت کے بعد اب زید کو دعوت دے کر اپنے جلسوں میں

بلا نا ممبر پر جگہ دینا سنی مسلمانوں کو چاہیے یا نہیں بینوا تو جروا۔

المستفتی: رفاقت اللہ خاں قدیری وحاجی مظفر علی قدیری۔ ۱۱ رصفر ۱۴۰۸ھ

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب کلمہ جلالت خواہ بالوقف ہو یا بالضم معروف ذات الٰہی تعالیٰ شانہ کا علم مختص ہے اور جو اسماء ذات الٰہی جل مجدہ کے ساتھ مختص ہوں، مخلوق پر ان کا اطلاق فقہا کے نزدیک کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ''اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصۃ بالخالق جل وعلا نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرھا یکفر'' (بحوالہ فتاوی رضویہ جلد ششم مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارک پور اعظم گڑھ ص ۱۹۶)

شرح فقہ اکبر ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری مطبوعہ مجیدی پریس کانپور ص ۳۸ میں ہے'' ومن قال المخلوق یا قدوس اوالقیوم اوالرحمٰن او قال اسماء من اسماء الخالق کفر '' ان حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ کسی انسان کو اللہ میاں بالوقف یا اللہ میاں بضم معروف کہنا فقہا کے نزدیک کفر ہے ۔صورت مسئولہ میں زید پر کئی امور سے توبہ کرنا فرض ہے۔ اول بندہ پر اللہ میاں کے جواز اطلاق سے، دوم سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان پر افترا تسامح سے، سوم فتوی دینے والے علما ومشائخ کی شان میں بدگوئی واستہزا سے، پھر زید اگر اپنی گمراہی اور گمراہ گری پر اڑا رہے اور توبہ کرنے سے انکار کرے تو مسلمان اہل سنت اس کو ہرگز ہرگز نہ اپنے جلسوں میں مدعو کریں نہ منبر پر اسے جگہ دیں۔ مفتی ممدوح کا زید مذکور کے ساتھ جلسوں میں شرکت سے اجتناب واحتراز حق ہے اور حضرت علامہ ازہری میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور دیگر علمائے موصوفین کا مفتی ممدوح کے عمل اجتناب کو درست قرار دینا مطابق حکم شریعت ہے واللہ ورسلہ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم

کتبہ:۔ بدرالدین احمد القادری الرضوی من استاتذۃ المدرسۃ الغوثیۃ الکائنۃ فی بڑھیا من مدیریۃ بستی یو پی ۱۷ صفر ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۲/ اکتوبر ۱۹۸۷ء دو شنبہ مبارکہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفیان شرع متین مسئلہ ذیل میں زید اپنے دادا پیر کو اللہ میاں کہتا ہے اور ان تمام اکابر واصاغر علماء ومفتیان کرام اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان المنعام جنہوں نے اللہ میاں بندے کو کہنا ناجائز وحرام لکھا ہے ان سب فتاوی کو غلط کہتا ہے اور اس کے پیر

صاحب کی خانقاہ میں یہ شعر تقریباً انیس سال سے لاوڈ اسپیکر پر پڑھا جاتا ہے۔

کوئی بدعت سمجھے یا کفرائے شیخ حرم
ہم تو یوں ہی اللہ میاں کہتے جائیں گے

اس شعر سے ان تمام علمائے کرام ومفتیان عظام کے فتاوی کا رد کیا جاتا ہے اور زید بھی اس شعر کو اوراس عمل کو پسند کرتا ہے اسی بنا پر ایک مولانا صاحب نے زید سے ترک تعلق اور زید کے ساتھ مجالس میں شرکت سے پرہیز اور اجتناب کیا۔مولانا مذکور کے اس پرہیز واجتناب کو جو زید مذکور سے تھا، ایک مفتی صاحب سے بکر نے معلوم کیا تو مفتی صاحب مذکور نے فتوی دیا کہ مولانا صاحب مذکور کا عمل درست ہے نیز یہ کہ زید کے ساتھ لینت اور نرمی تقریباً ۱۹؍سال سے اہل علم کی جانب سے بامید اصلاح وہدایت بھی ہوتی رہی اس کے باوجود زید بجائے توبہ ورجوع وقبول حق۔اپنے اس عمل وقول میں سختی اختیار کرتا رہا۔

اب سوال جواب طلب یہ ہے کہ مفتی صاحب مذکور کا فتوئے مذکورہ صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا۔

فقیر اختر رضا خاں غفرلہ ازہری

الجواب : بعون الملك والوهاب صورت مستفسرہ میں مولانا ممدوح کا زید مذکور کے ساتھ مجالس میں شرکت سے پرہیز واجتناب درست ہے اور مفتی موصوف کا فتوئے مذکورہ صحیح وحق هوالله ورسوله اعلم جل جلاله وصلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔

کتبه: بدر الدين احمد القادری الرضوی من الاساتذة بالمدرسة الغوثية

الواقعة فی بڑھیا من مديرية بستی (یوپی) فی الخامس عشر من صفر ۱۴۰۸ھ

مسئله : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ میں بنظر تربیت اللہ کا ولد ہوں اور تمام مخلوق خدا کی اولاد ہے اس پر فرمان رسالت [الخلق عيال الله فاحب الخلق الى الله من احسن الى عياله] کو دلیل بناتا ہے اگر یہ صحیح ہے تو سورۂ اخلاص میں مذکور ﴿لم يلد ولم يولد﴾ کا کیا مطلب ہے مفصل جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں نیز اس بات کی بھی وضاحت فرمائیں کہ زید کے کہے جملے پر شرعی حکم کیا ہے؟ سائل محمد ہارون حبیبی قادری مومن پورہ برہان پور

الجواب : اللهم هداية الحق والصواب زید کا یہ قول کہ میں بہ نظر تربیت اللہ کا ولد ہوں

صریح کفر ہے، زید پر توبہ تجدید ایمان، تجدید نکاح فرض ہے جب کہ بیوی والا ہو اور اگر زید توبہ وغیرہ سے انکار کرے تو عام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ زید کا بائیکاٹ کریں۔ زید نے اپنے اس قول میں یہودیوں اور نصرانیوں کی تقلید کی ہے قرآن مجید پارہ ششم رکوع ۸ میں ہے ﴿ وقالت الیھود والنصٰرٰی نحن ابنٰؤا اللہ ﴾ یعنی یہودیوں اور نصرانیوں نے کہا ہم اللہ کی اولاد ہیں۔ زید کا حدیث شریف سے استدلال غلط ہے۔ عیال کا ترجمہ اولاد نہیں۔ سورۂ اخلاص کی آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا ﴿لم یلد﴾ زید کو کذاب اور منکر قرآن قرار دے رہا ہے۔ لہذا اگر زید کا جہنم کے بھڑکتے ہوئے انگاروں سے اپنے جسم کی ہڈی اور گوشت کو بچانا ہے تو فوراً قرآن عظیم کے آگے جھک جائے اور توبہ، تجدید ایمان وغیرہ کر کے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کرے ھذا ماعندی والعلم عند اللہ تعالیٰ ثم عند رسولہ علیہ التحیۃ والثناء۔

کتبہ: بدرالدین احمد مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی (یوپی) ۶ رشوال ۱۴۰۸ھ

مسئلہ: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایمان کی تعریف کیا ہے اور ایمان کامل کیسے ہوتا ہے؟

(۲) امام رکوع میں ہے ایک شخص صرف ایک تکبیر کہہ کر شامل جماعت ہو گیا تو یہ تکبیر تحریمہ یعنی اولی ہوئی یا مسنونہ اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہوگی یا نہیں؟

(۳) ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

(۴) نماز قصر نہ تھی اور قصر پڑھی تو اعادہ ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

دعا گو یوسف محمد النوری ۲۸ رجب ۱۴۰۸ھ

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب (۱) وہ سب باتیں جو ضروریات دین ہیں ان کو سچے دل سے ماننا اور قبول کرنا ایمان ہے اور کسی ایک ضروری دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں، ضروریات دین سے مراد وہ مسائل دین ہیں جنہیں ہر خاص و عام جانتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، انبیائے کرام کی نبوت، جنت، جہنم، یوم قیامت اور جیسے یہ اعتقاد کہ سرکار مصطفےٰ ﷺ آخرالانبیاء ہیں سرکار کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقہ علماء میں شمار نہ کیے جاتے ہوں مگر علما کی صحبت سے شرف

یاب ہوں مسائل علمیہ دینیہ سے ذوق رکھتے ہوں، حقوق الٰہی جل جلالہ اور حقوق سرکار مصطفےٰ ﷺ نیز حقوق العباد کی ادائیگی کو اپنے ہر کام پر مقدم رکھنے سے ایمان کامل ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ علیہ التحیۃ والثناء اعلم۔

(۲) صورت مسئولہ میں اگر اس شخص نے قیام یا قرب قیام کی حالت میں تکبیر کہہ کر جماعت میں شامل ہوا تو اس کی یہ تکبیر ہوتی ہے تکبیر تحریمہ مسنون نہ ہوئی اور اس کی نماز ہو جائے گی۔ واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ و ﷺ۔

(۳) اگر وقت اتنا کم ہے کہ غسل کرے گا تو نماز قضا ہو جائے گی تو ایسی صورت میں تیمّم کر کے نماز پڑھے پھر غسل کر کے نماز کا اعادہ کرے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم جل جلالہ و ﷺ

(۴) جس شخص پر نماز قصر نہیں اور اس نے قصر پڑھی تو اعادہ کرے۔ ھذا ماعندی والعلم عند ربی ثم رسولہ جل جلالہ و ﷺ۔

کتبہ:۔ بدرالدین احمد قادری رضوی نوری

مدرسہ غوثیہ بڑھیا بستی (یوپی) ۷/شوال ۱۴۰۸ھ

﴿کتاب السیر﴾

﴿الجواب النورانی عن سوال الھمدانی﴾

از:۔مولانا عبدالستار ہمدانی ابن عبدالمجیب ہمدانی رضوی مصطفوی ساکن گجرات ۲ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۸۲ء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ یہاں شہر پور بندر میں ایک پیر صاحب نقشبندی سلسلے کے آتے ہیں، وہ اپنے مریدین کو اپنی طرف سے شجرہ مع ہدایت نامہ کے طور پر ایک کتاب مسمی ''آداب سالک'' دیتے ہیں، اس کتاب میں اپنے مریدین کو اعمال صالحہ اور اجتناب فاحشات کی رغبت دینے کے جو مسائل اور احکام بتائے گئے ہیں اس کی صحت کے لیے ''فتاوی مسلم گجرات'' کے حوالے دیے گئے ہیں 'فتاوی مسلم گجرات'' گجراتی زبان میں ہے اور اس میں وہابی، دیوبندی عقائد بھرے ہوئے ہیں مثلا میلا د شریف پڑھنا حرام ہے، حضور ﷺ کو علم غیب نہیں، آپ ﷺ حاضر وناظر نہیں ہیں، یارسول اللہ کہنا کفر ہے وغیرہ وغیرہ خباثتیں مثل فتاوی رشیدیہ کے بھری ہوئی ہیں۔

مذکورہ کتاب'' آداب سالک'' صفحہ ۴۰ کی ایک عبارت یوں مذکور ہے آج کل خاندان قادریہ اور چشتیہ کے پیرومرید چلے روزے، محنت کچھ نہیں کرتے تو ان کے خاندان کے خلاف چلنے سے خدا تک نہیں پہونچ سکتے اور نہ پہونچتے ہیں اور اپنے کو اس خاندان کا مرید کہتے ہوئے نہیں شرماتے۔

نیز مذکورہ کتاب'' آداب سالک'' صفحہ نمبر ۱۸ کی عبارت مذکور ہے کہ پیر کا انتقال ہو جائے اور سلوک باقی رہ جائے تو دوسرا پیر کرنا ضروری ہے اور پیر سے بیعت ہوکر اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر ایک مدت تک اللہ اللہ کرے پھر بھی ترقی اور فائدہ نہ ہو تب دوسرا پیر کرے۔

نیز مذکورہ پیر صاحب آقائے نعمت حضور سرکار مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدین کو بھی اپنا مرید بنا لیتے ہیں اور وہ اپنے مریدین کو'' معیار السلوک'' کتاب پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں، کتاب مذکور کے مصنف مولوی ہدایت علی جے پوری نقشبندی ہیں، اس کتاب کی چند عبارتیں مذکور ذیل ہیں۔

(الف) پیر کی خطا مرید کی سچائی سے بہتر ہیں۔لہذا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی آرزو رکھتے تھے یا لیتنی سھو محمد ﷺ یعنی کاش! حضور ﷺ سے کوئی خطا ہو۔

(ب) حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ: شیخ کی عدم موجودگی میں ان کی صورت کا تصور کر کے اپنے قلب کی جانب متوجہ رہے (یہاں تک علامہ جامی کا مقولہ لکھنے کے بعد مصنف نے تنبیہ لکھی ہے) ''تنبیہ'' کوئی صاحب ایسا خیال نہ کرے کہ ایسا کرنے سے رابطہ شرک ہو جائے گا شرک جب ہوگا کہ کوئی شخص ایسا خیال کرے کہ شیخ حاضر وناظر ہے ہر جگہ حاضر وناظر رہنا یہ تو خدا ہی کی شان ہے صرف محبت اور تعظیم کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

(ت) مذکورہ کتاب ''معیار السلوک'' میں غیر مقلدین کے پیشوا صدیق حسن خاں بھوپالی کی تصنیف ''الداء والدعاء''کی بہت تعریف اور تحسین لکھی ہے۔

مذکور پیر صاحب جس مصنف کی کتاب ''معیار السلوک'' پڑھنے کی تلقین کرتے اس مصنف کی یعنی مولوی ہدایت علی جے پوری نقشبندی کی دیگر تصانیف کی چند عبارتیں حسب ذیل ہیں۔

(ث) مولانا اشرف علی تھانوی صاحب، مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب، مولانا محمد قاسم صاحب، مولانا خلیل احمد صاحب وغیرہ وغیرہ بڑے علمائے متبحر حضرات امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے علم باطنی، نور باطنی، نسبت باطنی حاصل کرنے کو بیعت ہوئے ورنہ یہ صاحبان حاجی صاحب سے علم شریعت میں بہت فوقیت رکھتے تھے، حاجی صاحب سے اس درجہ کے مفسر یا فقیہ مشہور نہیں ہیں، پھر مجھ کو تعجب ہے کہ مولانا اشرف علی صاحب جیسے محقق بار امانت سے مراد شریعت لیتے ہیں (حوالہ کتب احسن تقویم ص ۸۶)

(ج) یہی مصنف مولوی ہدایت علی اپنی کتاب احسن تقویم صفحہ ۵۴ پر لکھتے ہیں کہ: باوجود اس بزرگی اور برتری اور خوبیوں کے کوئی مسلمان یا محمد یا محمد کا وظیفہ نہیں پڑھتا بلکہ اس طرح پڑھتے کہ ((لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ)) بخلاف غیر مذاہب کے کہ وہ اپنے بزرگوں کے نام لے کر اس کے ذریعہ سے کمال حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اپنے بزرگوں میں حلول واتحاد ذات بیچوں وبچگوں جانتے ہیں مذہب اسلام میں اس کو قطعی مشرک جانتے ہیں۔

(ح) ذکر کلمہ شریف'' لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ''کی برکت کے بیان میں مولوی ہدایت

علی جے پوری لکھتے ہیں کہ:''چنانچہ صراط مستقیم میں خود مولوی اسمعیل (دہلوی) صاحب نے سلسلہ قادری چشتی نقشبندی وغیرہ کی فصلوں میں اس کا ذکر کیا ہے، مولوی اسمعیل صاحب بشر تھے فرشتہ یا نبی نہیں تھے کہ خطا یا غلطی ان سے نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے اس مسئلہ میں ان سے غلطی ہوئی ہے (حوالہ کتاب ''احسن تقویم'' ص:۴۷)

(خ) مذکور مولوی ہدایت علی جے پوری کی ایک تصنیف ''فتوح الحرمین'' کا گجراتی ترجمہ شائع ہوا ہے اس میں مذکور مصنف کی لکھی ہوئی ایک نظم کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔

ہے کہاں فرعون ونمرود لعیں قصروں میں اب	مل گئے سب خاک میں بس اس کے سوا کچھ بھی نہیں
حضرت آدم وموسیٰ وعیسیٰ واحمد نبی!	چل دیئے کر کے ہدایت اس کے سوا کچھ بھی نہیں
حضرت صدیق اعظم اور عمر عثمان، علی	سب بھی ہوئے یاں سے رواں اس کے سوا کچھ بھی نہیں
بوحنیفہ شافعی و مالک حنبل امام	مقبروں میں دفن ہیں بس اس کے سوا کچھ بھی نہیں

(حوالہ کتاب فتوح الحرمین گجراتی ص:۶۵)

لہذا علمائے اہل سنت سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ (۱) عقائد وہابیہ دیوبندیہ سے بھری ہوئی کتاب کے حوالے دے کر احکام شرعیہ بیان کرنا کیسا ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص اپنے پیر کی دی ہوئی کتاب'' آداب سالک'' میں وہابیوں کی کتاب'' فتاوی مسلم گجرات'' کے حوالہ دے کر اس کتاب کو معتبر ماننے لگے، اس کے عقائد باطلہ وکفریہ کو تسلیم کر لے تو اس کا گناہ پیر صاحب پر آئے گا یا نہیں؟ کیوں کہ اس گمراہ کن کتاب کے حوالے پیر صاحب کی کتاب میں دیے گئے ہیں۔

(۳) کتاب'' آداب سالک'' کی صفحہ نمبر ۴۰ کی مذکور عبارت سے سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ کے مرشدان کامل کی توہین اور تنقیص ہوگی یا نہیں؟ اور ایسی عبارت لکھنا کیسا ہے؟

(۴) تبدیل پیر کی جو وجوہات مذکور ہیں ان وجوہات کی بنا پر پیر بدلنا کیسا ہے؟ اور جو وجوہات مذکور ہیں وہ درست ہیں یا نہیں؟ اور اگر درست نہیں تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

(۵) مذکور پیر صاحب جس کتاب'' معیار السلوک'' پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں وہ کتاب عقائد اہل

سنت و جماعت کی شمار کی جائے گی یا نہیں؟

(۶) کتاب ''معیار السلوک'' کی جو عبارتیں سوال میں مذکور ہیں وہ عبارتیں صحیح ہیں یا غلط؟ ان عبارتوں سے توہین نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم لازم آتی ہے یا نہیں؟ اور شرعاً ان عبارتوں کا اور اس کے مصنف کا کیا حکم ہے؟

(۷) مذکور مصنف کی دیگر تصانیف ''احسن التقویم'' اور فتوح الحرمین'' میں مذکور عبارتیں کہاں تک صحیح ہیں؟

(۸) علمائے عقائد وہابیہ و دیوبندیہ کہ جن کے متعلق اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور سابق علمائے حرمین شریفین نے کافر و مرتد کے فتوے دیئے ہیں ان علمائے وہابیہ کو ''علمائے متبحر'' و ''محقق'' لکھنا شرعاً کیسا ہے؟

(۹) امام الوہابیہ گستاخ بارگاہ نبویہ مولوی اسمعیل دہلوی کی نا قابل معافی اور توہین آمیز عبارتوں کو صرف غلطی کہہ کر اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے لکھنا اور غلط کا عذر یہ بتانا کہ وہ بشر ہیں فرشتہ یا نبی نہیں ہیں کہاں تک صحیح ہے؟ اور اگر یہ عذر تسلیم کر لیا جائے تو زمانہ اقدس ﷺ کے گستاخ مثل ابوجہل، بولہب، عتبہ، شیبہ، ولید بن مغیرہ اور دورۂ حاضر کے مرتدین مثلاً مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہم کے متعلق بھی نبی اور فرشتہ نہ ہونے کا عذر پیش کر کے ان کی کفری عباتوروں کو صرف خطائے بشری کہہ کر ان کے متعلق اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے کہنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۱۰) مصنف مذکور کی یہ کتاب ''فتوح الحرمین'' کے جو اشعار سوال میں درج ہیں، ان اشعار میں انبیائے کرام اور دیگر بزرگان دین کی توہین ہوتی ہے یا نہیں شرعاً اس کا حکم کیا ہے؟

(۱۱) جس پیر صاحب کے متعلق استفتا کیا گیا ہے وہ پیر صاحب مذکور مصنف کو یعنی مولوی ہدایت علی جے پوری کو سلسلۂ نقشبندیہ کے بہت بڑے بزرگ کہتے ہیں اور ان کی کتاب ''معیار السلوک'' پڑھنے کی تلقین اپنے مریدین کو کرتے ہیں تو ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۱۲) مولوی ہدایت علی جے پوری نقشبندی کو مذکورہ تمام عبارتوں کی بنا پر کون سے عقائد کا شمار کیا جائے گا؟ ان عبارتوں کے ثبوت کے باوجود بھی ان کو سنی صحیح العقیدہ میں سے شمار کیا جائے گا یا نہیں؟

(۱۳) مذکور پیر صاحب کے چند مریدوں نے مذکورہ وجوہات کی بنا پر بیعت کو فسخ کر دیا اور وہ تمام مریدین سلسلہ عالیہ قادریہ کی طرف رجوع ہو گئے تو ان مریدین کا بیعت کو فسخ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۴) مذکور نقشبندی پیر صاحب پر مذکورہ بالا وجوہات کی وجہ سے شرعا کیا حکم ہے؟ ان سے بیعت ہونا، ان کے وعظ کرانا، ان کو اپنا ہادی ماننا اور ان کی تعظیم وتکریم کرنا کیسا ہے؟

(۱۵) جو لوگ مذکورہ وجوہات کے سبب مذکور نقشبندی پیر صاحب کو بد مذہب اور ان کے اقوال وہدایت نامہ خلاف سلسلہ قادری اور خلاف مسلک اعلی حضرت فاضل بریلوی جانتے ہیں اور پیر صاحب کی مخالفت کرتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ آیا مخالفت کرنے والے مستحق ثواب ہیں یا مستحق عذاب؟

(۱۶) مذکور پیر صاحب اپنے کو سنی صحیح العقیدہ کہتے ہیں تو ان کا یہ قول معتبر سمجھا جائے گا یا تقیہ بازی شمار کی جائے گی

(۱۷) اگر از روئے شرع مذکور پیر صاحب پر کوئی حکم لازم آتا ہے تو ان کے ساتھ تصفیہ کی کیا صورت ہے؟ بینوا توجروا .

بسم الله الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم وآله الفخیم

الله رب محمد صلی علیه وسلما. نحن عباد محمد صلی علیه وسلما.

وعلی ذویه وصحبه .ابد الدهو ر وکرما

الجواب : بعون الملك الوهاب (۱) عقائد وہابیہ دیوبندیہ سے بھری ہوئی نام نہاد کتاب فتاوی مسلم گجرات کے حوالہ سے احکام شرعیہ بیان کرنا بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو سنگین دھوکا دینا اور چپکے چپکے سادہ لوح مسلمانوں کو وہابی دیوبندی بنانے کی نہایت خطرناک سازش ہے (۲) جو شخص پیر صاحب کی دی ہوئی کتاب ''آداب سالک'' پر اعتماد کر کے ''فتاوی مسلم گجرات'' کو معتبر مانے گا اور اس میں لکھے ہوئے عقائد باطلہ کفریہ کو تسلیم کرے گا تو اس کی بے دینی گمراہی کا وبال وگناہ ضرور پیر صاحب پر لدے گا ، یہاں تک کہ پیر صاحب شیخ الضالین قرار پائیں گے (۳) ''آداب سالک'' صفحہ:۴ کی مذکورہ عبارت اپنے

چلّوں کی دوکان مکان کے لیے ہے نیز سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ کے مرشدین کرام ومشائخ عظام کی توہین اور ان کے متوسلین کی دل آزاری کا باعث ہے اور ایسا لکھنا حدیث نبوی :[من اٰذیٰ مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ] کے تحت حرام ہے حدیث مذکور فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۲۱۷ میں ہے۔

(۴) دور حاضر میں علی العموم بیعت تبرُّک شائع وذائع ہے تو جو شخص جامع شرائط پیر کے ہاتھ پر بیعت ہو گیا اسے بلا وجہ شرعی بیعت فسخ کرنا جائز نہیں اور رہ گئی بیعت ارادت تو زمانہ حاضر میں خال خال ہے اور سلوک کا تعلق بیعت تبرُّک سے نہیں، بیعت ارادت سے ہے اور بیعت ارادت یہ ہے کہ طالب اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہوکر اپنے آپ کو شیخ مرشد ہادی برحق واصل بحق کے ہاتھ بالکل سپرد کردے، اس کو مطلقاً اپنا حاکم مالک ومتصرف جانے اوران کے چلانے پر راہ سلوک چلے کوئی قدم بے اس کی مرضی کے نہ رکھے، اس کے لیے اس کے بعض احکام یا اپنی ذات میں خود اس کے کچھ کام کا اگر اس کے نزدیک صحیح نہ معلوم ہوں تو انہیں افعال خضر علیہ السلام کے مثل سمجھے اپنی عقل کا قصور جانے، اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے غرض اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہوکر رہے یہی بیعت بیعت سالکین ہے لیکن اس بیعت کی دعوت عام نہیں، **خرفة التبرک مبذولة لکل طالب وخرفة الارادة ممنوعة الا من الصادق الراغب (فتاوی افریقه ص ۱۴۰)**

بیعت ارادت کا مرشد وہ شخص ہے جو سنی صحیح العقیدہ ہو بد مذہب، بدعقیدہ مثلاً وہابی، دیوبندی، رافضی، قادیانی، نیچری، صلح کلی، ملحد، زندیق وغیرہ نہ ہو، اپنی ضرورت کے مطابق مسائل شرعیہ سے آگاہ اور عقائد اہل سنت سے پورا واقف ہو، نیز کفر واسلام، ضلالت وہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو، سرکار مصطفےٰ ﷺ تک سلسلہ بیعت متصل ہو، نیز فاسق معلن نہ ہو پھر ان امور مذکورہ کے ساتھ شیخ ایصال بھی ہو، مفاسد نفس مکائد شیطان مصائد ہوا سے آگاہ ہو، دوسرے کی تربیت جانتا اور اپنے متوسل پر شفقت نامہ رکھتا ہو کہ اس کے عیوب پر اسے مطلع کرے ان کا علاج بتائے، جو مشکلات اس راہ میں پیش آئیں انہیں حل کرے۔ ہماری اس طویل تقریر کی روشنی میں یہ واضح ہوا کہ جو سنی صحیح العقیدہ تقوی کی منزل پر پہونچ کر بیعت وارادت کا طالب ہوتو اگر اس کا مرشد شیخ ایصال کے بجائے شیخ اتصال ہے تو اسے تبدیل پیر ضرور کرنا ہوگا یا اگر اس کا مرشد شیخ ایصال تھا اور اس کا وصال ہو گیا تو اب اسے دوسرے شیخ ایصال کے ہاتھ پر تجدید

بیعت کے بغیر چارۂ کار نہیں، لیکن زمانہ موجودہ میں جس بیعت کا رواج ہے وہ بیعت ارادت کہاں؟ تو پھر پیر صاحب موصوف نے عام رواجی بیعت والوں کو بقیہ سلوک کی تکمیل کے نام پر اور پیر کی موجودگی میں ترقی اور فائدہ نہ ہونے کی بنیاد پر تبدیل شیخ وتجدید پیر کی جو دعوت دی ہے وہ حالات زمانہ کے اعتبار سے نہ صرف غلط بلکہ فتنہ وفساد کا منبع ہے "ومن لم یعرف اھل زمانه فھو جاھل"

اس دعوت کا حال ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص پارۂ عم ناظرہ پڑھنے والے ننھے بچوں کو یہ ہدایت کرے کہ اگر تمہارے استاذ تم لوگوں کو سورۂ بقرہ کا ترجمہ وتفسیر نہ سکھاتے ہوں تو تم لوگ وہ درسگاہ تلاش کرو جہاں ترجمہ وتفسیر کا علم ملتا ہو۔

(۵) معیار السلوک ہرگز اہل سنت کے عقائد کی کتاب نہیں بلکہ عقیدۂ اہل سنت کی دشمن ہے۔

(۶) معیار السلوک کی پیش کردہ عبارتیں گمراہ کن ہیں، سرکار مصطفیٰ ہادی عالم ﷺ کی ذات اقدس کی طرف غلطی کی نسبت کرنا استخفاف شان نبوت ہے۔ اللہ رب العزت شہید وبصیر، زمان ومکان سے پاک ہے، زمان ومکان اور سارا عالم لوح وقلم، کرسی وعرش اعظم سب حادث ہیں، سب معدوم ونیست تھے رب العلمین نے انہیں پیدا کیا تو وجود میں آئے تو جس طرح اللہ تعالیٰ زمان ومکان کی پیدائش سے پہلے زمان ومکان سے متعالی وبرتر تھا، یوں ہی زمان ومکان کے وجود کے بعد بھی وہ زمان ومکان سے پاک "الاٰن کما کان" اس کی شان ہے پھر مصنف "میعار السلوک " کا یہ کہنا کہ ہر جگہ حاضر وناظر رہنا یہ تو خدا ہی کی شان ہے "الاٰن کما کان" کے صریحاً خلاف ہے، مصنف اور اس کے مقلدین سے پوچھنا چاہیے کہ وجود کائنات مکان وزمان سے پہلے جب کہ کوئی جگہ نہ تھی تو اس وقت ہر جگہ حاضر رہنے کی شان تمہارے خدا کو حاصل تھی یا نہیں؟ اگر کہو ہاں، تو عالم اور زمان ومکان کا قدیم ہونا لازم آیا اور اگر کہو نہیں تو خدا کی شان کا حادث ہونا لازم آیا اور یہ دونوں لازم عقلاً باطل اور شرعاً کفر ہیں۔

(۷) گستاخان بارگاہ الوہیت ورسالت مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی کو مرشد العلماء حضرت حاجی شاہ امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ پر علم شریعت میں فوقیت دینا گمراہی اور بے دینی ہے اور یہ کہنا کہ کوئی مسلمان یا محمد یا محمد کا وظیفہ نہیں پڑھتا جھوٹ جھوٹ صریحاً جھوٹ ہے، "الصلاة والسلام علیک یا رسول الله" سنی مسلمانوں کا عام وظیفہ ہے بہت سی جگہوں میں اذان وجماعت

کے درمیان یہ وظیفہ خوب جاری وساری ہے، سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا اپنی تحریر کردہ نعت شریف میں نجدی پرست وہابی دیوبندی کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے	☆	یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا
یا غرض سے چھٹکے محض ذکر کو	☆	نام پاک ان کا جپا پھر تجھ کو کیا

حضرت عارف باللہ علامہ جامی علیہ الرحمۃ والرضوان کا وظیفہ یہ ہے "**ترحم یا نبی اللہ ترحم**" ہاں سرکار اقدس ﷺ کا ذاتی نام لے کر ندا کرنا علمائے محققین کے نزدیک جائز نہیں وصفی نام کے ساتھ ندا چاہئے مثلا **یا رسول اللہ یا سید المرسلین یا رحمۃ للعلمین** (ﷺ) حضرات انبیائے کرام کے بارے میں یہ کہنا کہ "چل دیئے کر کے ہدایت اس کے سوا کچھ بھی نہیں" استخفاف بشان انبیاء ہے، یوں ہی صحابہ عظام وائمہ کرام کے متعلق مذکورہ بالا اشعار کا انداز بیان ان کے تصرفات بعد الوصال کے انکار کا مشعر ہے۔

الحاصل احسن التقویم وفتوح الحرمین کی عبارتیں شرعا درست نہیں ان کا مصنف نقشبندی وصوفیت کی آڑ میں وہابیت، دیوبندیت کا پرچارک ہے اور وہ خود گمراہ اور دوسروں کے لیے گمراہ گر ہے۔

(۸) مذکورہ بالا علمائے وہابیہ شیخ گنگوہی وشیخ تھانوی کو علمائے متبحرین اور علمائے محققین لکھ کر ان کو پیشوائے دین ظاہر کرنا شرعا حرام ہے اور اگر ان علمائے وہابیہ کے عقائد کفریہ مندرجہ فوٹو فتوائے گنگوہی، براہین قاطعہ، حفظ الایمان پر آگاہ ہوتے ہوئے ان کو مسلمان مان کر ان کو متبحرین ومحققین لکھا تو یہ کفر وارتداد ہے۔

(۹) امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی گستاخانہ عبارتوں کو صرف غلطی قرار دے کر گزر جانا اپنی چھپی ہوئی خبیث وہابیت کو اجاگر کرنا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ مصنف احسن التقویم کے نزدیک امام الوہابیہ پیشوائے اسلام ہے، اس کی عبارتیں حق ہیں لیکن عوام مسلمین کے بھڑ کنے کے خوف سے وہ خطائے بشری کی پچر لگا رہا ہے، یہ پچر قطعا غلط، فریب اور دھوکا ہے۔ مرتدین کی کفری معاندانہ عبارتوں سے آگاہ ہوتے ہوئے ان کے لیے دعائے عفو کرنا کفر ہے۔

(۱۰) فتوح الحرمین کے جو اشعار حضرات انبیائے کرام صحابہ عظام وائمہ اعلام سے متعلق ہیں ان سے حضرات انبیائے کرام وصحابہ عظام وائمہ فخام کی شان کا ضرور استخفاف ہوتا ہے وہ پڑھنا جائز

نہیں اور شاعر گمراہ ہے۔

(۱۱) پیر صاحب اگر مولوی ہدایت علی جے پوری کی تصانیف کی ان عبارتوں سے جن کا سوال میں تذکرہ کیا گیا ہے واقف ہوکر انہیں معتبر مانتے ہیں تو گمراہ اور گمراہ گر ہیں۔

(۱۲) مولوی ہدایت علی جے پوری اپنی تحریرات مذکورہ کی روشنی میں وہابی مزاج وعقائد کے حامل ہیں، ان کا شمار صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں میں نہیں۔

(۱۳) پیر صاحب مذکورہ کے جن مریدوں نے ان کی وہابیت نوازی کی بنا پر بیعت فسخ کردی ہے، وہ حق پر ہیں، ایسے معجون مرکب پیر کی بیعت جائز نہیں۔

(۱۴) مذکور بالا نقشبندی پیر صاحب مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر سامان ضلالت وحبل غوایت ہیں ان سے بیعت جائز نہیں، ان سے وعظ کرانا ان کو ہادی ماننا حرام ہے، ان کی تعظیم وتکریم درست نہیں۔

(۱۵) وجوہات مذکورہ کے پیش نظر پیر صاحب کی مخالفت کرنے والے مستحق ثواب ہیں۔

(۱۶۔۱۷) حضور صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادابادی علیہ الرحمۃ والرضون کے والد ماجد حضرت مولانا سید معین الدین عرف نزہت علیہ الرحمہ ملاّ محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کے مرید تھے، ملا نانوتوی نے حضرت موصوف پر اپنی وہابیت ظاہر نہ ہونے دی اور حضرت موصوف کو میلاد شریف منعقد کرنے کھڑے ہوکر صلاۃ وسلام پڑھنے کی اجازت دی اور بہت برکت والا عمل بتایا، جب حضرت موصوف کو بتایا گیا کہ ملا محمد قاسم نانوتوی وہابی ہے تو آپ نے فرمایا میں کس طرح ملا نانوتوی کو وہابی مانوں؟ جب کہ خود ملا نے مجھے ذکر میلاد شریف پڑھنے اور قیام تعظیمی کرنے کی برکت سے آگاہ کیا اور اجازت دی ہے پھر جب حضرت موصوف کو فتاوی حسام الحرمین دکھایا گیا اور تحذیر الناس مصنفہ ملا محمد قاسم نانوتوی جسمیں ملا نانوتوی نے ختم نبوت کے عقیدہ مسلمین کا انکار کیا ہے دکھائی گئی تو اس وقت موصوف نے ملا محمد قاسم نانوتوی کی باطل بیعت توڑ دی اور سرکار اعلی حضرت کے نورانی ہاتھوں پر بیعت ہوئے اور رباعی تحریر فرمائی۔

پھرا ہوں میں اس گلی سے نزہت ہیں جس میں گمراہ شیخ وقاضی
رضائے احمد اسی میں سمجھوں کہ مجھ سے احمد رضا ہوں راضی

تو جس طرح بانی وہابیت ملا محمد قاسم نانوتوی نے حضرت مولانا سید معین الدین مرادآبادی علیہ

الرحمۃ والرضوان کے سامنے اپنی وہابیت پر پردہ ڈال رکھا تھا یوں ہی یہ ممکن ہے کہ وہابیت قبیحہ وصلح کلیت فضیحہ کا پرچارک مولوی ہدایت علی جے پوری مصنف معیار السلوک، فتوح الحرمین، احسن التقویم نے اپنی گمراہیوں پر پردہ ڈال کر اپنی بناوٹی کھری سنیت ظاہر کر کے پور بندر میں وارد پیر صاحب سے ربط وضبط رکھتا رہا ہواور اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ پیر صاحب مذکور نے اعمال صالحہ کی ترغیب اور افعال طالحہ سے ترہیب کے لیے آداب السالک کسی سے مرتب کرائی ہو مرتب نے اس میں جا بجا فتاوی مسلم گجرات کا نام بطور حوالہ لکھ دیا یا خود پیر صاحب نے اپنے قلم سے آداب سالک ترتیب دی، فتاوی مسلم گجرات کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کیا تھا جا بجا اس کے وہ مسائل نگاہ سے گزرے تھے جو قابل اعتراض نہیں اس بنا پر حوالہ میں اس کا نام لکھ دیا ان صورتوں میں پیر صاحب کی ذات پر کفروارتداد کا فتوی جاری کرنا جائز نہ ہوگا۔ ہاں ان کا طرز تبلیغ ضلالت وگمراہی کا سامان ضرور ہے اسی لیے ان سے بیعت ہونا ان سے وعظ کہلوانا ان کو ہادی قرار دینا ان کی تعظیم وتکریم کرنا جائز نہیں اور اگر پیر صاحب نے فتاوی مسلم گجرات میں مذکورہ عقائد کفریہ پر آگاہ ہوتے ہوئے آداب السالک میں اس کا حوالہ درج کیا یا کرایا۔ یوں ہی مولوی ہدایت علی جے پوری کی تصنیف معیار السلوک کی مذکورہ عبارت خبیثہ پر مطلع ہو کر اس کی اشاعت کر رہے ہیں یا جے پوری مولوی کی چھپی ہوئی وہابیت سے آگاہ ہو کر جے پوری کو بڑا بزرگ مانتے ہیں تو ان صورتوں میں پیر صاحب پر حکم کفر لازم ہے ان پر توبہ، تجدید ایمان فرض ہے اور اگر صاحب زوج ہوں تو تجدید نکاح ضروری ہے، اگر داخلہ سلسلہ ہونے اور کرنے کی خواہش ہے تو کسی جامع شرائط شیخ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر اس سے اجازت حاصل کرنا لازم ہے توبہ تجدید ایمان کی صورت یہ ہے کہ پیر صاحب مضمون ذیل کے ذریعہ تحریر اعلان کریں ۔

میں فلاں ۔۔۔۔۔۔ بن فلاں ۔۔۔۔۔ ساکن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہوں

یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم! میں تیری ذات پاک کو سنی مذہب کی تعلیم کے مطابق ساری کائنات کا اکیلا تنہا معبود مان کر اقرار کرتا ہوں کہ **لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ** ﷺ یا اللہ! تیرے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں میں تجھے امکان کذب، امکان جہل وغیرہ سارے عیبوں سے پاک مانتا ہوں میں تیرے نبی سرکار اعظم پیارے مصطفےٰ ﷺ کو آخری نبی اور آخری رسول مانتا ہوں، جو شخص یہ کہے کہ ''اگر بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا'' تو وہ جھوٹا، مکار، کافر،

مرتد ہے، میں عقائد اہل سنت جن کی تفصیل سنی مسلمانوں کی کتاب ''بہار شریعت'' میں ہے ان کو حق مانتا ہوں اور وہابیوں دیوبندیوں کے عقائد جن کی تفصیل تقویۃ الایمان ،صراط مستقیم تصنیفات اسمٰعیل دہلوی بہشتی زیور حفظ الایمان ،تصنیف اشرف علی تھانوی ، براہین قاطعہ ،فتاوی رشیدیہ تصنیف رشید احمد گنگوہی ،تحذیر الناس مصنفہ قاسم نانوتوی، تعلیم الاسلام مصنفہ مفتی وہابیت مولوی کفایت اللہ دہلوی وغیرہ میں ہیں ،ان کو باطل اور جھوٹا مانتا ہوں ۔ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم علم غیب بھی تیرا خاصہ ہے اور علم شہادت بھی تیرا خاصہ ہے تو علم غیب وعلم شہادت کے وصف میں تنہا اور اکیلا ہے، میں سرکار مصطفٰے وحضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو بہ تعلیم الٰہی غیب داں حق مانتا ہوں ، میں مکہ معظّمہ ومدینہ طیبہ کے علمائے اسلام کا فتوی '' حسام الحرمین'' کو حق مانتا ہوں اور اس فتوی کے مطابق منکرین ضروریات دین وگستاخان رسول اکرم ﷺ مولوی قاسم نانوتوی ،مولوی رشید احمد گنگوہی ،مولوی اشرف علی تھانوی کو اور ان کے ہم عقیدہ وہابیوں کو کافر ،مرتد خارج از اسلام مانتا ہوں ، دور حاضرہ کے غیر مقلدین جو اسمٰعیل دہلوی کی کفری کتاب تقویۃ الایمان کے معتقدین ہیں وہ سب وہابی اور کافر ومرتد ہیں ، میں سنی اور وہابی کے درمیان نکاح کا رشتہ حرام وباطل مانتا ہوں وہابیوں کا ذبیحہ مردار ہے وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھنا باطل ہے ۔ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم میں آداب سالک میں وہابی عقیدہ کی کتاب فتاوی مسلم گجرات کا بطور سند قبول حوالہ دیا جو شرعا حرام گمراہ کن ہے میں اس فعل سے تیری بارگاہ بے نیاز میں توبہ کرتا ہوں ، میں بذریعہ تحریر ہذا اعلان کرتا ہوں اور سنی مسلمانوں کو یاد دلاتا ہوں کہ میں آداب سالک کی اشاعت بند کردوں گا ، یا اللہ میں نے آداب سالک میں سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ کے مشائخ کرام کے خلاف بد باطنی کا اظہار کیا جس سے ان حضرات کی توہین اور ان کے متوسلین کی دل آزاری ہوئی ، میں اس فعل سے تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں ۔ یا اللہ ! میں نے مسلمانوں کو جے پوری مولوی ہدایت علی کا عقیدت مند بنایا اور خود میں جے پوری مولوی مذکور کو نقشبندیت کا بزرگ صوفی سمجھتا رہا حالانکہ وہ گستاخان رسول پاک وہابیوں دیوبندیوں کے معتقد تھے، مجھے ان کی صوفیت ونقشبندیت پر لبھانا نہیں چاہیے تھا میں تیری بارگاہ میں اپنے ان افعال سے توبہ کرتا ہوں ۔ یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم میں اپنے ہر اس قول وفعل سے تیری بارگاہ بے نیاز میں توبہ کرتا اور معافی مانگتا ہوں جو شریعت کے نزدیک کفر ہیں یا حرام وممنوع ہیں ۔ یا رسول اللہ ﷺ میں حضور کو حاضر وناظر مانتے ہوئے اپنے مخالف دین وایمان وخلاف شرع

عقائد واقوال وافعال سے آپ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ حضور! آپ بارگاہ احدیت جل جلالہ میں میری شفاعت فرمادیں میں اپنے دینی برادران قادری، چشتی سلسلہ کے متوسلین سے معافی مانگتا ہوں اوران دونوں سلسلوں کے مشائخ عظام حضرات سے عفوطلب کرتا ہوں آپ سب حضرات مجھے معاف فرما کرمولیٰ تعالیٰ کریم وجلیل کی بارگاہ سے ثواب پائیں۔وصلی اللہ تعالیٰ وسلم وعلی اعلم خلقہ سید نا محمد والہ وصحبہ وازواجہ وعترتہ وابنہ السید الکریم الغوث الاعظم الجیلانی البغدادی اجمعین وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ۔

دستخط فلاں۔۔۔۔۔بن فلاں

واضح ہو کہ پوربندر میں وارد پیر صاحب کے متعلق جس فرض کردہ صورت میں ان پر کفر وارتداد کا فتوی جاری کرنا درست نہیں مذکورہ بالامتن اس صورت میں بھی پیر صاحب کو اپنی طرف سے شائع کرنا ضروری ہے تا کہ عام سنی مسلمانوں کو ان کی بدمذہب روش کی وجہ سے جوشکوک وشبہات ہیں ان کا ازالہ ہو جائے اگر پیر صاحب واقعی راہ خدا جل جلالہ کے درویش ہیں تو ان کو حق قبول کر کے اورحق کا اعلان کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ قطعی نہ ہوگی۔درویش نفس کا پچاری بن کرحق کے مقابلہ میں حجت و بحث نہیں کرتا، وہ بے چوں چراحق کے سامنے اپنی گردن جھکا دیتا ہے، پھراس کے انعام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظمت و رفعت کا تاج پاتا ہے،اس موقع پر پیر صاحب کا سچا مرید پیر صاحب کوقبول حق کا مشورہ دے گا اور وہی پیر صاحب کا خیرخواہ اورمخلص حامی ہے اور پیر صاحب کا جھوٹا فتنہ پرور مرید پیر صاحب کوحق کے مقابلے میں لگا رہے گا، پیر صاحب کوسرکشی وعناد پر ابھارے گا۔پیر صاحب کوقبول حق سے روکے گا، وہی پیر صاحب کے دین وایمان کا دشمن، پیر صاحب کی عزت وآبرو کا مخالف اور پیر صاحب کی مٹی پلید کرنے والا برادر ہامان ہو گا جس نے شاہ مصر فرعون کو سر جھکانے اور ایمان لانے سے روکا تھا پھرنتیجہ کیا ہوا؟ فرعون ہی کے ساتھ وہ دریائے غضب الٰہی میں ڈوب کر ہلاک ہوگیا۔واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی اعلم خلقہ و افضل خلقہ سیدنا محمد رحمۃ للعٰلمین وعلی آلہ وصحبہ وازواجہ وعترتہ وابنہ السید الکریم الغوث الاعظم الجیلانی وعلماء ملتہ واولیا طریقتہ وشھید محبتہ الشیخ الامام احمد رضا البریلوی اجمعین واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب

العلمین جل مجدہ وتعالی شانہ

کتبہ : بدرالدین احمد القادری الرضوی الخادم بالمدرسة الغوثیة فی برھیا من مدیریة بستی (یوپی)فی السادس من المحرم ۱۴۰۳ھ

﴿چند قرآنی فتاوی﴾

سوال : قرآن مجید کے محاورہ اور بولی میں کفری عقیدہ رکھنے والے لوگ ظالم ہیں یا نہیں؟

جواب : ﴿والکٰفرون ھم الظّٰلِمُون﴾ (پ۳ /ع۲) یعنی کفری عقیدہ رکھنے والے لوگ خود ہی ظالم ہیں۔

سوال : کفری عقیدہ رکھنے والے جو شرعا ظالم ہیں کیا مسلمان ان سے میل جول، دوستی اور محبت کر سکتے ہیں؟ یا نہیں؟

جواب : ﴿وَلَاتَر کَنُوااِلی الَّذِین َظَلمُوافَتَمسَّکُم ُالنَّارُ﴾ یعنی کفری عقیدہ والے ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمہیں جہنم کی آگ بھون ڈالے گی (پ۱۲ /ع۱۰)

سوال :۔ کھلے کفار ومشرکین اور کلمہ گو منافقین ومرتدین جو شرعا ظالم ہیں، مسلمانوں کا ان کے ساتھ میل جول، اٹھنا بیٹھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : ﴿ وَاِمّـا یُـنسِیَنَّكَ الشَّیطٰنُ فَلَا تَقعدبَعدَ الذِّکرَیٰ مَع القَومِ الظّٰلِمِینَ﴾ اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔ (پ۷ /ع۱۴)

سوال : اہل کتاب یہود ونصاری اور دیگر مشرکین ومرتدین کفار کو دوست بنانا مسلمانوں کے لیے جائز ہے کہ نہیں؟

جواب : ﴿یایھا الذین امنوا لا تتخذ وا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتواالکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین ﴾ یعنی اے ایمان والو! جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنالیا جنہیں تم سے پہلے (آسمانی) کتاب دی گئی انہیں اور (دیگر) کافروں کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر ایمان رکھتے ہو۔ (پ:٦ /ع:۱۱، آیت:۵۷)

سوال: جو مسلمان عقائد اسلامیہ کو حق مانے، کسی عقیدہ دینیہ کا انکار نہ کرے، نماز، روزہ، زکوٰۃ پر قائم رہے، مدرسہ اور مسجد کی تعمیر پر روپیہ خرچ کرے، اندھوں کی خبر گیری کرے اور بہت سے دوسرے نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے، لیکن بایں ہمہ کسی یہودی، نصرانی سے محبت بھی کرے تو ایسا نیک صالح انسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں؟ اور کیا مسلمانوں کو یہ جائز ہے کہ وہ اہل کتاب یہودیوں اور نصرانیوں سے دوستی ومحبت کریں؟

جواب: ﴿یٰایها الذین اٰمنوا لا تتخذ وا الیهود والنصٰرٰی اولیاء بعضهم اولیا ء بعض ومن یتولهم منکم فانه منهم ان الله لا یهدی القوم الظٰلمین﴾ (پ٦/ ع١١) **یعنی** اے ایمان والو! تم یہودیوں اور نصرانیوں کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور (اے مسلمانو!) تم میں جو شخص یہودیوں اور نصرانیوں سے محبت کرے گا تو (پھر) وہ (مسلمان نہیں) انہیں میں سے یہودی اور نصرانی ہے، بے شک اللہ (ایسے) بے انصاف لوگوں کو راہ نہیں دیتا۔

انتباہ: جو کافر حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی امت میں ہونے کا دعویٰ کرے وہ قرآن مجید کی اصطلاح میں ''یہودی'' اور جو کافر حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی امت میں ہونے کا دعویٰ کرے وہ ''نصرانی'' ہے، یہود ونصاریٰ، مجوس وہنود وغیرہ مشرکین، یہ سب کھلے کفار اور دین اسلام کے علی الاعلان منکر ہیں۔ اور رہے مرتدین ومنافقین مثلاً قادیانی، نیچری، رافضی، وہابی، دیوبندی وغیرہ تو یہ لوگ یہود ونصاریٰ وغیرہ کھلے کفار سے بہت زیادہ بدتر ہیں، اس لیے کہ کھلے کافروں سے صرف موالات یعنی محبت ودوستی کا برتاؤ حرام ہے، دنیوی معاملات ممنوع نہیں یعنی ان سے خرید وفرخت، ان کے یہاں نوکری کرنا، ان کو اپنے یہاں نوکر رکھنا جائز ہے، لیکن مرتدین و، منافقین سے دنیوی معاملات بھی ممنوع ہیں۔

تو جب قرآن حکیم نے صاف صاف فتویٰ دیا کہ یہود ونصاریٰ سے قلبی محبت رکھنا کفر ہے تو قرآن کا بدلالۃ النص یہ بھی فتویٰ ہے کہ مرتدین ومنافقین جو یہود ونصاریٰ سے بدرجہا بدتر ہیں ان سے دلی محبت کرنا شدید کفر وارتداد ہے اب قرآن کے اس اجمالی فتویٰ کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) جو سنی مسلمان قادیانیوں سے محبت کرے وہ سنی نہیں رہ گیا منهم ہو کر قادیانی ہو گیا۔

(۲) جو سنی مسلمان رافضیوں سے محبت کرے وہ سنی نہیں رہ گیا منهم ہو کر رافضی ہو گیا۔

(۳) جوسنی مسلمان نیچریوں سے محبت کرے وہ سنی نہیں رہ گیا منہم ہوکر نیچری ہوگیا۔

(۴) جوسنی مسلمان دہریوں سے محبت کرے وہ سنی نہیں رہ گیا منہم ہوکر زندیق ہوگیا۔

(۵) جوسنی مسلمان محفل میلاد شریف قائم کرے نیاز وفاتحہ کرے، سرکار خواجہ غریب نواز، سرکار محبوب الٰہی نظام الدین اولیا، سرکار مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، سرکار سالار مسعود غازی، سرکار مخدوم مہائمی، سرکار حاجی ملنگ، سرکار شرف الدین یحیٰ مخدوم بہار، سرکار مخدوم مینا، سرکار بدیع الدین شاہ مدار، سرکار حاجی شاہ وارث علی وغیرہ اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بارگاہ میں حاضری کی خاطر اجمیر شریف، دہلی، کچھوچھہ مقدسہ ضلع فیض آباد، بہرائچ شریف، ماہم شریف شہر ممبئی، بھیمن باڑ کلیان، (بمبئی) بہار شریف ضلع نالندہ، لکھنو، مکن پور شریف ضلع کانپور، دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی وغیرہ جائے، مگر بایں ہمہ دیوبندیوں، وہابیوں سے محبت کرے میل جول رکھے تو وہ سنی نہیں رہ گیا منہم ہوکر وہابی، دیوبندی ہوگیا جیسا کہ وہ حلوہ جو پاک اور ستھرا ہو، خوب لذت دار ہو اونچے دام کا ہو، مفرح قلب ودماغ ہو، خوشبودار ہو لیکن بایں ہمہ گوبر سے دوستی کرکے گوبر سے مل جائے تو وہ حلوہ نہیں رہ گیا گوبر ہوگیا۔

ہوسکتا ہے کہ اس مقام پر کوئی چرب زبان یہ کہہ کر سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دے کہ قرآن شریف میں تو صرف یہ بیان ہے کہ جو مسلمان یہودیوں اور نصرانیوں سے محبت کرے وہ منہم ہوکر یہودی، نصرانی ہوجائے گا۔ لیکن قرآن عظیم میں یہ کہاں ہے کہ سنی مسلمان وہابی، دیوبندی سے محبت کرے تو صرف محبت کی وجہ سے منھم ہوکر وہابی دیوبندی ہوجائے گا۔

حضرات ناظرین مذکورہ بالا اعتراض کا جواب آسانی سے سمجھنے کے لیے ہم بطور تمہید قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اما یبلغن عندك الكبر احد هما او كلٰهما فلا تقل لهما اف ولا تنهر هما وقل لهما قولا كريما﴾ (پ۱۵/۳ع، آیۃ:۲۳) یعنی اے مخاطب! اگر سامنے ماں باپ میں کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ''ہوں'' نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو مارنے، پیٹنے، گالی دینے سے تو منع نہیں کیا، صرف ''ہوں'' کہنے اور جھڑکنے سے روکا ہے۔ لہذا ماں باپ کو گالی دینا انہیں مارنا، پیٹنا ممنوع نہیں، تو یہی جواب دیا جا

ئے گا کہ آیت کریمہ کا مقصد یہ ہے کہ ماں باپ سے ''ہوں'' بول کر یا انہیں ڈانٹ سنا کر ایذا اور دکھ نہ پہنچاؤ تو چوں کہ ماں باپ کو مارنے اور گالی دینے سے انہیں زیادہ رنج اور دکھ پہنچے گا، اس لیے انہیں مارنا اور گالی دینا شدید ممنوع ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جہاں باپ کو مارنا پیٹنا جو کار بد ہے، قرآن کے نزدیک حرام ہے اگر چہ آیت کریمہ میں اس کار بدتر کا تذکرہ نہیں۔ اب مذکورہ بالا اعتراض کا جواب ملاحظہ ہو یہود و نصاریٰ کافران بد ہیں اور ان سے بدتر مشرکین ہیں، اور ان سے بدتر کلمہ گو منافقین و مرتدین اور ان میں سب سے بدتر بارگاہ رسالت علیہ التحیۃ والثناء کے گستاخ اور باغی، وہابی، دیوبندی ہیں۔ تو جب قرآن حکیم نے بعبارۃ النص فتوی دیا کہ یہود و نصاری سے قلبی محبت و وداد، کفر وارتداد ہے تو اسی قرآن مجید کا بدلالۃ النص یہ فتوی بھی ہے کہ وہابی دیوبندی سے دلی محبت اور قلبی موافقت شدید کفر وارتداد ہے۔ وللہ الحجة السامية۔

سوال :۔ اللہ تعالیٰ جو رب العلمین اور ارحم الراحمین ہے وہ کافروں کا دوست ہے یا دشمن؟ یا نہ دوست نہ دشمن؟

جواب: ﴿فان الله عدو للكفرين﴾ (پ ۱/رکوع ۱۳) یعنی بے شک اللہ کافروں کا (ہرگز دوست نہیں بلکہ) دشمن ہے۔۔۔ اور جب اللہ کافروں کا دشمن ہے تو دشمنان خدا سے قلبی محبت رکھنا ضرور کفر ہے۔

نوٹ : منجانب عبدالصمد قادری مدرسہ گلشن رضا کولمبی ناندیڑ ۱۹/رجب ۱۴۳۵ھ۔ دوشنبہ مبارکہ

حضور بدرالعلماء کے اس قرآنی فتویٰ سے متعلق فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی جلال الدین صاحب امجدی علیہ الرحمہ نے فتاویٰ فیض الرسول دوم ص: ۱۸۷، پر غلط ہونے کا قول کیا تھا مگر جب ہم اہل سنت نے اس سلسلے میں فتاویٰ رضویہ وغیرہ فقہ کی کتابوں کا حوالہ پیش کرتے ہوئے ان سے رجوع کرنے کی درخواست کی تو مفتی صاحب موصوف نے رجوع فرماتے ہوئے ہمارے ایک دینی بھائی مولوی قمر الرضا حشمتی کے نام مدرسہ بدرالاسلام مقام بہریا پوسٹ حسین آباد ضلع گونڈہ کے پتے پر مندرجہ ذیل تحریر روانہ کیا۔

'' عزیزم مولوی قمر الرضا حشمتی زید اعزازکم۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سلام مسنون ودعائے خیر مشحون

دونوں فتاویٰ کے ساتھ جب مولانا مطیع الرحمٰن رضوی چرہ محمد پور کو استفتا بھیجا گیا تو انہوں نے بطور محاکمہ فتویٰ لکھنے سے انکار کر دیا اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے آج تک فتویٰ نہیں آیا۔ لہٰذا بریلی شریف سے سید افروز صاحب کے لائے ہوئے فتویٰ کی روشنی میں ۲۳/ربیع النور ۱۴۱۵ھ کو ہم نے ماہنامہ فیض

الرسول میں شائع ہونے کے لیے مندرجہ ذیل تحریر دے دی۔

کافروں سے دوستی کے متعلق فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم میں ہمارا فتویٰ محبت صوری کے اعتبار سے صحیح ہے جیسا کہ اس میں تفاسیر معتبرہ اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ کے دیے گئے حوالوں سے ظاہر ہے۔۔۔۔۔ اور حضرت مولانا بدرالدین احمد رضوی قدس سرہ کا فتویٰ محبت حقیقی کے لحاظ سے صحیح ہے۔ ہمارا ان کے فتویٰ کو غلط قرار دینا صحیح نہیں۔ میں اس سے رجوع کرتا ہوں اور اس سلسلہ میں جن لوگوں نے غیر شریفانہ طریقہ اختیار کیا کہ مجھے برا بھلا کہا اور توہین آمیز خطوط لکھے میں ان کو معاف کرتا ہوں۔ انتھیٰ۔

مدرسہ بدرالاسلام کے مدرسین وطلبہ کوسلام و دعا کہیں۔ فقط والسلام۔ جلال الدین احمد امجدی ۲۴ر ربیع النور ۱۴۲۵ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حضرت سیدنا محبوب الٰہی سرکار نظام الدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں مندرجہ ذیل منقبت تحریر کی ہے۔

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا — بڑی جناب تیری فیض عام ہے
تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی — مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا

دریافت طلب امر یہ ہے کہ (۱) سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے حضرت سرکار محبوب الٰہی کا مقام اونچا قرار دینا شرعاً کیسا ہے؟ (۲) کیا اس طرح کہنے میں سیدنا مسیح علیہ الصلاۃ والسلام کی تخفیف شان ہے؟ (۳) قائل کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

المستفتی: عبدالصمد قادری مدرسہ انوار ملت چھتر پارہ گونڈہ ۱۵ر ربیع الاول شریف ۱۴۰۱ھ

بحمدہ تعالی اس استفتا کا جواب مفتی محمد اعظم صاحب قبلہ نے تحریر فرمایا اور میری موجودگی میں تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلی حضرت سرکار حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنایا جواب سماعت فرمانے کے بعد حضور مرشد برحق نے میرے سامنے ہی تصدیقی دستخط فرمایا۔

حضور آقائے نعمت استاذی الکریم حضرت مولانا مفتی بدرالدین احمد صاحب قبلہ رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس جواب کا خلاصہ جو اپنی کتاب ''نورانی گلدستہ'' میں شامل کرنے کے لیے تحریر فرمایا تھا اسے میں افادۂ مسلمین کے لیے فتاوی بدرالعلماء میں شامل کر رہا ہوں۔

فقط قادری ۲۱؍ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ

﴿ڈاکٹر اقبال سے متعلق حکم شرعی﴾

یہ واضح ہو کہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب کے مذکورہ بالا اشعار کا آخری مصرع ''مسیح وخضر سے اونچا مقام ہے تیرا'' صریحا کھلم کھلا کفری قول ہے۔ چنانچہ جب مولانا عبد الصمد قادری رضوی نوری ساکن قصبہ رفیع گنج ضلع اورنگ آباد (بہار) نے رضوی دار الافتاء بریلی شریف میں استفتا پیش کیا، جس میں موصوف نے مذکورہ بالا اشعار نقل کر کے آخری مصرعہ اور اس کے قائل کے بارے میں حکم شرعی دریافت کیا تو مولانا محمد اعظم صاحب مفتی رضوی دار الافتاء بریلی شریف نے مصرعہ مذکور بالا کو کفری قول قرار دیا اور قائل کے بارے میں تحریر کیا کہ میں نے حضور مفتی اعظم ہند (مولانا شاہ مصطفٰے رضا بریلوی) سے ڈاکٹر اقبال کے بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا ''بے شک اقبال سے خلاف شرع امور کا صدور ہوا ہے، کفریات تک اس سے صادر ہوئے ہیں۔ مگر وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخ و بے ادب نہیں تھا۔ بے شک اس سے اس کی جہالت کی بنا پر کفر تک پہونچانے والی غلطیاں ہوئی ہیں مگر آخر وقت میں مرنے سے پہلے اس کی توبہ بھی مشہور ہے، اور حضرت نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی شان میں گستاخ نہیں ہوتا اس کو توبہ کی توفیق ملتی ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اقبال کا یہ شعر پڑھا:

''بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست گر باو نرسیدی تمام بولہبی است''۔

الانتباہ: حضرات قارئین کو ہم اس فتوی کے پیش نظر مشورہ دیتے ہیں کہ ڈکٹر اقبال صاحب کی ذات کے بارے میں ضرور توقف وسکوت سے کام لیں لیکن ان کے وہ اشعار جو شریعت مقدسہ کے خلاف ہیں ان سے قطعی پرہیز کریں انہیں سند بنا کر ہرگز نہ پیش کریں۔ ہدایت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے ہمیں اور آپ کو ہر طرح گمراہیوں سے محفوظ رکھے۔ اٰمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلٰی الہ الصلاۃ والتسلیم۔

یہ توضیحی بیان نورانی گلدستہ کی طباعت رابعہ کے موقع پر اضافہ کیا گیا ہے۔ ۲۷؍جمادی الاخرہ ۱۴۱۱ھ

﴿تحقیقی جواب﴾

سوال(۱): اسلام میں تقلید شخصی کا کیا مقام ہے؟ ایک انسان اسلام کے تمام بنیادی ارکان پر عمل کر تے ہوئے اگر ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک) میں سے کسی کا مقلد نہیں نہیں ہے تو از روئے شرع وہ مومن ہے یا کافر؟ (مولوی سلفی کی اصل تحریر میں کلمہ نفی مکرر ہے)

سوال(۲): مروجہ طریقہ تعظیم اور نعرۂ رسالت، نعرۂ حیدری، نعرۂ مجددی کا وجوب کب ہوا، سرکار دو جہاں تاجدار مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی سن کر انگوٹھا کا بوسہ لینے کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے؟ صحابہ کرام کی زندگی سے حوالہ دیجیے۔

سوال(۳): اہل قبلہ اور اہل لا الٰہ الا اللہ کون لوگ ہیں؟ ان کی تکفیر اہل سنت کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ کافر کی تعریف کیا ہے؟ اس کی شرعی علامات کیا ہیں؟

سوال(۴): سرکار دو جہاں ﷺ کے حاضر وناظر اور عالم الغیب ہونے کی دلیل اپنے امام کی تالیف کردہ کتب سے یا امام الانبیاء خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ پر اتاری گئی کتاب (آیات قرآنی) یا غیر متلو سے ثبوت پیش فرمائیں۔

سوال(۵): اول ما خلق اللہ نوری وکل [۱]خلایق من نوری ۔مندرجہ بالا عبارت کا حوالہ اور بقیہ چار سوالوں کا جواب صرف آیات قرآنی اور صحاح ستہ سے دینے کی کوشش کریں ورنہ ہم آپ کو معذور سمجھیں گے۔فقط سائل طاہر سلفی عفی عنہ موضع دو پھڑیا، پوسٹ بیروا، ضلع بستی، مدرسہ اشاعت العلوم موضع ہذا (یوپی) ۱۴/ اپریل ۱۹۷۹ء ([۱] مولوی طاہر سلفی صاحب نے لفظ خلائق ہمزہ کے بجائے یاء سے لکھا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نزل علی رسولہ النبی الامی الکتاب الذی ہو لکل شی تبیانْ وارسلہ الی الخلق کافۃ وعلمہ القرآن وجعلہ رحمۃ للعٰلمین ومخبرا عما یکون وماکان والصلوٰۃ والسلام الاکملان علی اٰخر الانبیاء سید الانس والجان وعلی آلہ وارباب الفضل والاحسان واصحابہ

الاشداء علی اھل الکفر والطغیان وعلی ابنه الغوث الاعظم الجیلانی ذی الکرامۃ والعرفان۔

امـــا بعـد برادری دینی محمد ذکری نیتا ساکن موضع پرسا مینا ضلع بستی نے جناب مولوی طاہر سلفی مدرسہ اشاعت العلوم موضع دوبھڑیا پوسٹ بیروا ضلع بستی کی ایک تحریر مشتمل بر پنج سوال مجھے دی اور جواب لکھنے کا مطالبہ کیا۔ میں نے اللہ رب العزت جل جلالہ کی توفیق پھر سرکار اعظم پیارے مصطفےٰ ﷺ کی عنایت پر بھروسا کر کے مولوی طاہر سلفی صاحب کی تحریر کا جوب لکھا اور آخر میں ایک سو دس سوالات قائم کر کے مولوی سلفی صاحب اور ان کے ہم عقیدہ علما کو اختلافات بیجا کی خلیج پاٹنے کے لیے دعوت غور وفکر دی ہے۔ اب ذیل میں مولوی طاہر سلفی صاحب کا نمبروار سوال اور میرا جواب ملاحظہ ہو۔

﴿سوال اول﴾

اسلام میں تقلید شخصی کا کیا مقام ہے؟ ایک انسان اسلام کے تمام بنیادی ارکان پر عمل کرتے ہوئے اگر ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک) میں سے کسی کا مقلد نہیں، نہیں ہے تو از روئے شرع وہ مومن ہے یا کافر؟

﴿جواب اول﴾

(الف) یہ سوال کہ ''اسلام میں تقلید شخصی کا کیا مقام ہے'' مکروفریب کا آئینہ دار ہے، بنیادی امر یعنی نفس تقلید کی بحث طے کیے بغیر تقلید شخصی کا مسئلہ چھیڑنا نری مکاری ہے کیا زید کی اس دھاندھلی کا کوئی اندازہ کرسکتا ہے کہ خود تو غیر مقلد ہے، نفس تقلید کا منکر ومخالف ہے اور زق زق بق بق کے لئے پوچھتا ہے کہ مجتہد معین کی تقلید واجب ہے یا حرام؟ مستحب یا مباح؟ جس غبی کا ذہن نفس انسان کے وجود کا منکر ہو اور وہ بحث چھیڑے کہ انسان کی فصل ناہق ہے یا ناطق؟ تو دنیا کا کون سا محقق اس کے ذہن میں یہ اتار سکتا ہے کہ انسان کی فصل ناہق نہیں بلکہ ناطق ہے یوں ہی جو نفس تقلید کا منکر ہے اس کا ذہن تقلید شخصی کا مقام سمجھنے سے معذور ہے کسان بنجر زمین میں گیہوں نہیں بوتا۔

(ب) ایمان وکفر، تقلید ائمہ اربعہ کے وجود وعدم پر موقوف نہیں کوئی بھی شخص خواہ مقلد کہلاتا ہو یا غیر

مقلدا گروہ ضروریات اسلام میں سے کسی عقیدۂ دینیہ کا مخالف ہوتو کافر ہے ورنہ مومن اگرچہ غیر سنی مبتدع ہو
۔

تنبیہ:۔سوال نمبرایک کے جزء ثانی میں لفظ''نہیں''قلم ناسخ سے غالبا بھول کے سبب مکرر لکھ گیا ہے اصل تحریر کی مطابقت کے باعث ہمیں بھی اس لفظ کو مکرر نقل کرنا پڑا۔

﴿سوال دوم﴾

مروجہ طریقہ تعظیم اور نعرۂ رسالت ،نعرۂ حیدری ،نعرۂ مجددی کا وجوب کب ہوا ،سرکار دو جہاں تاجدار مدینہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی سن کر انگوٹھوں کا بوسہ لینے کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے؟ صحابہ کرام کی زندگی سے حوالہ دیجیے۔

﴿جواب﴾

(الف) انعقاد محفل میلاد شریف بہ ہیئت کذائیہ اور اس میں مروجہ قیام تعظیمی کا وجود قرون ثلثہ میں نہیں تھا بعد میں ہوا۔پھر جب یہ دونوں امور خیر وجود میں آئے تو اس زمانہ کے علمائے اعلام ومفتیان اسلام نے سرکار اعظم پیارے مصطفےٰ ﷺ کی مقرر فرمودہ اصل [من سن فی الا سلام سنة حسنة فله اجرھا واجر من عمل بھا من بعده من غير ان ينقص من اجورھم شیء][مشکوۃ شریف ص۳۳] (جوشخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالے گا اسے اس طریقہ کا ثواب اور اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ملے گا۔اس کے بغیر کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی آئے) کے تحت فتویٰ دیا کہ انعقاد محفل میلاد اقدس اور قیام تعظیمی جائز ومستحب ہے، پھر اس دنیا میں سرکار پیارے مصطفےٰ ﷺ کی تشریف آوری ،اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے لقوله تعالى: ﴿لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا﴾[پ:٤،سوره:آل عمران،٧:،آية ١٦٤]الله تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق کہ بے شک ضرور اللہ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا،جس وقت ان میں عظمت والا رسول بھیجا اور نعمت الٰہی کا تذکرہ اور چرچا مامور بہ ہے (وہ فعل ہے جس کا شرع نے حکم دیا ہے)لقوله تعالى: ﴿واذكروا نعمة الله عليكم﴾[مائدة،آية:٧] اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق کہ اور تم لوگ اللہ کی اس نعمت کا چرچا کرو

جوتم پر ہے اور رہا قیام تعظیمی تو وہ اس ارشاد قرآنی ﴿وتعزروه وتوقروه﴾[فتح،آية:۹] ۔" اورتم لوگ رسول کی تعظیم وتوقیر کرو" سے ثابت ہے تقریر اس کی یوں ہے۔

القيام عند ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم اكرام لرسول الله صلى الله عليه وسلم غير ممنوع وكل اكرام له صلى الله تعالىٰ عليه وسلم غير ممنوع مشروع بالأية المتلوة فالقيام عند ذكر الولادة الكريمة مشروع بالأية المتلوة ۔یعنی سرکار مصطفٰےﷺ کی ولادت مبارک کے ذکر کے وقت کھڑا ہونا یہ سرکار کی وہ تعظیم ہے جس کی ممانعت نہیں اور سرکار کی وہ تعظیم جس کی ممانعت نہ ہو وہ آیت کریمہ ﴿وتعزروه وتوقروه﴾ پیش نظر جائز و درست ہے۔لہذا سرکار کی ولادت پاک کے ذکر کے وقت تعظیماً کھڑا ہونا آیت مذکورہ کی رو سے جائز ہے۔

(ب) ندائے یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کا وجود زمانہ رسالت سے تا ایں دم ہے،خود سرکار اعظم پیارے مصطفٰےﷺ نے اس ندا کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ حضور اقدسﷺ نے حضرات صحابہ کرام کو التحیّات کے کلمات سکھائے جس میں [السلام عليك ايها النبى] ہے۔

امام ترمذی،امام نسائی،امام ابن ماجہ وغیرہ محدثین نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ سرکار اقدس پیارے مصطفٰےﷺ نے ایک نابینا کو بینا ہونے کے لیے تعلیم دی کہ دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد یوں دعا کرے [اللهم انى اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد نبى الرحمة يا محمد انى اتوجه بك الى ربى فى حاجتى هذه لتقضى لى اللهم فشفعه فى](المستدرك على الصحيحين للحاكم،ج:۱،ص:۷۰۷) یعنی اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد مصطفٰےﷺ کے وسیلہ سے جو نبی رحمت ہیں۔یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنے کام میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میرا کام پورا ہو جائے اے اللہ!اب حضور کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

پھر سرکار انور پیارے مصطفٰےﷺ کے وصال شریف کے بعد حضرت خلیفۂ ثالث سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ممدوح بالاصحابی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صاحب پریشان حال حاجت مند کو یہی دعا بعد نماز سکھائی اور بحمدہ تعالی اپنے معاملہ میں کامیاب رہے جن کا

طویل واقعہ امام طبرانی کی معجم کبیر میں یوں ہے:

ایک صاحب امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اپنی کسی حاجت کے لیے حاضر ہوا کرتے حضرت امیر المومنین ان کی طرف التفات نہ فرماتے نہ ان کی حاجت پر غور کرتے ایک دن حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے ان سے شکایت کی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان صاحب سے فرمایا: [**ایت المیضاۃ فتوضا ثم ایت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبینا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فیقضی حاجتی وتذکر حاجتک ورح الی حتی اروح معک**] یعنی وضوگاہ جا کر وضو کرو، پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو پھر یوں دعا کرو الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف اپنے نبی محمد ﷺ نبی رحمت کے ذریعہ متوجہ ہوتا ہوں یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائیے اور اپنی حاجت کا ذکر کرو اور شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں بھی تمہارے ساتھ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں) چلوں گا۔

صاحب حاجت نے جا کر ایسا ہی کیا پھر امیر المومنین نے اپنے ساتھ مسند پر بیٹھا لیا اور فرمایا کیسے آئے؟ انہوں نے اپنی حاجت عرض کی امیر المومنین نے روا فرمائی پھر ارشاد کیا اتنے دنوں میں تم نے اس وقت ہم سے اپنی حاجت کہی اور فرمایا جب کبھی تمہیں کوئی ضرورت پیش آئے ہمارے پاس آنا اب یہ صاحب امیر المومنین کے پاس سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے ان سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ امیر المؤمنین نہ میری حاجت میں غور فرماتے تھے نہ میری طرف التفات لاتے۔ یہاں تک کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: [**واللہ ما کلمتہ ولکن شھدت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واتاہ رجل ضریر یشکی الیہ ذھاب بصرہ فقال لہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایت المیضاۃفتوضأ ثم صل رکعتین ثم ادع بھذہ الدعوات فقال عثمان بن حنیف فواللہ ما تفرقنا وطال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کانہ لم یکن بہ ضرر قط**] (**حدیث: ۱۳۷۵**) خدا کی قسم میں نے تو تمہارے بارے میں امیر المؤمنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہے

یہ کہ میں نے سید عالم ﷺ کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نا بینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت حضور سے عرض کی حضور اقدس ﷺ نے فرمایا وضوگاہ پر جاکر وضوکر کے دو رکعت نماز ادا کر پھر یہ دعائیں پڑھ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں خدا کی قسم ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس انکھیارے ہوکر آئے گویا کبھی آنکھوں میں کچھ نقصان نہ تھا۔ والحمد لله رب العٰلمين والصلوٰة والسلام على سيد المر سلين واله الطيبين ،،

ہوسکتا ہے کہ کوئی خرد ماغ شیخ نجدی کا مقلد یہ کہے کہ مذکور بالا روایتوں سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ انفرادی طور پر یارسول اللہ! پکارنا جائز ہے، لیکن کئی افراد مل کر یارسول اللہ کا نعرہ لگائیں تو یہ ثابت نہیں تو اس کی ذہن دوزی کے لیے میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پیش کرتا ہوں۔

سرکار اعظم پیارے مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ شریف سے ہجرت کر کے جس دن مدینہ طیبہ پہونچے تو باشندگان شہر مرد عورت اپنے اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے تا کہ سرکار کا دیدار آسانی سے کر سکیں اور شہر مدینہ کے لڑکے نیز غلام حضرات مدینہ کی گلیوں، کوچوں، سڑکوں میں پھیل گئے اور سب نعرہ لگاتے تھے **یا محمد! یارسول الله! یا محمد! یا رسول الله!** (ﷺ)

مسلم شریف جلد ثانی صفحہ ۴۱۹ میں روایت کے الفاظ یوں ہیں [فَصَعِدَ الرِجالُ وَالنِّساءُ فَوقَ البُيُوتِ وَ تَفَرَّقَ الغِلمَانُ وَالخِدَمُ فِي الطُّرُقِ ينادُونَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُولَ اللهِ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُولَ اللهِ صَلى اللهُ تعَالىٰ عَلَيكَ وَسَلَّمَ] (ج) نعرۂ حیدری یاعلی کا وجود مدتہائے دراز سے ہے لیکن کس دن کس مہینہ کس سنہ میں اس نعرۂ کی ابتدا ہوئی یہ مجھے نہیں معلوم رہا اس نعرۂ کے جواز کا ثبوت تو وہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت یا صحاح ستہ کی کسی حدیث نے یاعلی کا نعرہ لگانے سے منع نہیں کیا اور جس شقی کا یہ اعتقاد ہو کہ یاعلی کا نعرہ شرک ہے یا حرام تو اسے اپنے اس خاص عقیدہ کے ثبوت میں وہ آیت یا حدیث پیش کرنی ہوگی، جس میں یاعلی پکارنے کو حرام یا شرک قرار دیا گیا ہے۔

امام الطائفہ ملا محمد اسمٰعیل دہلوی کے دادا اور وہابیوں کے مستند پیشوا حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے دعائے سیفی اور اعمال جواہر خمسہ کی اجازت حضرت حاجی محمد سعید لاہوری علیہ الرحمہ سے حاصل کی، جس کی سند حضرت شاہ صاحب ممدوح نے اپنی کتاب ''الانتباہ فی سلال اولیاء اللہ''

میں یوں تحریر فرمائی ''قَالَ الشَّیخُ المُعَمَّرُ حَاجِی مُحَمدسَعِیدُ لَا هُورِیُّ: اَخَذتُ الطَّرِیقَةَ الشَطَّارِیَةَ وَاَعمَالَ الجَوَاهِرِ الخَمسَةِ مِن السَّیفِی وَغَیرَہ عن الشیخ محمد اشرف لاهوری عن الشیخ عبد الملك با یزید الثانی عن الشیخ وجیه الدین الگجراتی عن الشیخ محمد غوث الکوالیاری '' دعائے سیفی کی ترکیب جواہر خمسہ میں یوں ہے نادعلی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواند وآن این است ۔یعنی نادعلی سات مرتبہ یا تین بار یا ایک بار پڑھے اور وہ یہ ہے۔

ناد علیا مظهر العجائب تجده عونا لك فی النوائب

کل هم وغم سینجلی بولایتك یا علی یا علی یاعلی (رضی الله تعالیٰ عنه)

ترجمہ:۔تو حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکار جو عجیب وغریب باتوں کے آئینہ ہیں تو حضرت کو اپنی مصیبتوں میں مدد پائے گا، ہر رنج وغم ختم ہو جائے گا، آپ کی ولایت کی برکت سے یاعلی یاعلی یاعلی۔

حضرت شاہ صاحب موصوف کی تحریر سے آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہے کہ علی کی پکار مدتہائے دراز سے جاری ہے اور یہ کہ حضرت شاہ صاحب کے مریدین نادعلی کی خود اجازت حاصل کرتے اور دوسروں کو اجازت دیتے۔

(د) نعرۂ مجددی یا اعلیٰ حضرت کا وجود شیخ الاسلام والمسلمین عبد المصطفیٰ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے سالہا سال بعد ہوا ہے یہ نعرہ بھی جائز ہے کیوں کہ قرآن وحدیث نے اس نعرہ سے نہیں روکا ہے اور جو اس نعرہ کو شرک یا حرام مانے تو اسے وہ آیت یا حدیث تلاش کر کے بطور سند پیش کرنا ہوگا، جس میں ندائے اعلیٰ حضرت کو شرک یا حرام قرار دیا گیا ہے اس کے علاوہ اس کی جاہلانہ گفتگو قابل سماعت نہ ہوگی۔

(ہ) سرکار اعظم پیارے مصطفےٰ ﷺ کا مقدس نام سن کر انگوٹھوں کا بوسہ لینا اور آنکھوں سے لگانا جائز ومستحب ہے کیوں کہ یہ فعل انواع تعظیم سرکار رسالت میں سے ہے اور تعظیم سرکار رسالت کی ہر نوع ارشاد الٰہی: ﴿وتعزروہ وتوقروہ﴾ کے اطلاق سے باستثنائے فرد ممنوع وباستثنائے وقت ممنوع، مشروع ومحمود ہے، ہاں سرکار کو سجدۂ تحیت بھی انواع تعظیم میں سے ہے، لیکن چوں کہ خود سرکار اقدس ﷺ نے اپنی ذات پاک کے لیے سجدہ سے روکا ہے اس لیے سرکار کو سجدۂ تحیت ممنوع ہے یوں ہی تقبیل ابہامین (انگوٹھا چومنا) بحالت

نماز و بوقت استماع قرآن واستماع خطبہ شرعاً ممنوع ہے۔

یہ واضح رہے کہ سرکار اقدس ﷺ نے اپنے حق میں مکلفین (عاقل بالغ مرد عورت) کی طرف سے سجدۂ تعظیمی کو ممنوع قرار دیا۔ باقی غیر مکلفین شجر (درخت) بہائم (جانور) نے سرکار اقدس ﷺ کو سجدۂ تعظیمی بارہا کیا ہے، سرکار نے ان کے سجدۂ تعظیمی کو اپنے حق میں قبول فرمایا ہے۔

سائل مولوی طاہر سلفی سے جس نے یہ کہا کہ سرکار مصطفےٰ ﷺ کا نام نامی سن کر انگوٹھے کا بوسہ لینا اور آنکھوں سے لگانا واجب ہے اور ہر صحابی اس واجب کو ادا کرنے کا پابند تھا اس سے سائل مطالبہ کرے کہ حضرت صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگی سے حوالہ دیجیے ہاں جو شخص زیر بحث تقبیل ابہامین کو شرک یا حرام یا ممنوع قرار دے اس سے ہمارا مطالبہ ہے کہ خاص تقبیل ابہامین مبحوث عنہ کی حرمت یا ممانعت قرآن وحدیث میں دکھاؤ۔

﴿سوال سوم﴾

اہل قبلہ اور اہل لا الہ الا اللہ کون لوگ ہیں؟ ان کی تکفیر اہل سنت کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ کافر کی تعریف کیا ہے؟ اس کی شرعی علامات کیا ہیں؟

﴿جواب﴾

(الف) شرح فقہ اکبر میں ہے ”اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروريات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله تعالىٰ بالكليات والجزئيات وما اشبه ذلك من المسائل المهمة فمن واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفى الحشر اونفى علمه سبحانه بالجزئيات لا يكون من اهل القبلة وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لايكفر مالم يوجد شيء من امارات الكفر وعلاماته ولم يصدر عنه شيء من مو جباته“ یعنی جان لو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین میں موافق ہیں جیسے عالم کا حادث ہونا، اجسام کا حشر ہونا، اللہ تعالیٰ کا علم تمام کلیات وجزئیات کو محیط ہونا اور جو بنیادی مسئلے ان کے مانند ہیں، تو جو عمر بھر طاعتوں اور عبادتوں میں لگا رہے، یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہ عالم قدیم ہے یا حشر اجسام نہ ہوگا یا اللہ تعالیٰ جزئیات کو نہیں جانتا تو وہ اہل

قبلہ سے نہیں اور اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ میں کسی کو کافر نہ کہنے سے یہ مراد ہے کہ اسے کافر نہ کہیں گے جب تک اس میں کفر کی کوئی علامت ونشانی نہ پائی جائے اور کوئی بات اس سے موجب کفر صادر نہ ہو۔ اصطلاح علما میں اہل قبلہ ہی کو اھل لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔

(ب) اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں "مادام ذات الموضوع متصفا بالوصف العنوانی" (یعنی اھل قبلة لا یجوز تکفیرھم عند اھل السنة مادام اھل ا لقبلة)

(ج) کافر:۔ وہ شخص ہے جو ضروریات دین اسلام میں سے کسی ضروری دین کا مخالف ہو۔

(د) بت یا سورج کو سجدہ کرنا، زنار باندھنا، قشقہ لگانا، شریعت کا استہزا کرنا یہ امور کفر کی علامات میں ہیں وعلاماته غیر محصورة۔

﴿سوال چہارم﴾

سرکار دو جہاں ﷺ کے حاضر وناظر اور عالم الغیب ہونے کی دلیل اپنے امام کی تالیف کردہ کتب سے یا امام الانبیاء خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ پر اتاری گئی کتاب (آیات قرآنی) یا غیر متلو سے ثبوت پیش فرمائیں۔

﴿جواب چہارم﴾

(۱) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سرکار اعظم پیارے مصطفےٰ ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے ﴿یٰایھاالنبی انا ارسلنٰك شاھدا﴾ ا: ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر) (کنز الایمان ترجمہ سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۶۱۴ شائع کردہ حفیظ بک ڈپو دہلی) حضرت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''تفسیر خزائن العرفان'' میں '' شاھدا'' کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''شـــاھـداً'' کا ترجمہ حاضر وناظر بہت بہترین ترجمہ ہے۔ مفردات راغب ص: ۲۶۷ مطبوعہ بیروت لبنان میں ہے ''الشھود والشھادة الحضور مع المشاھدة اما بالبصر او بالبصیرة'' یعنی شہود وشہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ یا بصیرت کے ساتھ اور گواہ کو بھی اسی لیے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان بر

ترجمہ کنز الایمان ص۶۱۴ مطبوعہ دہلی)

(ب) بہ تعلیم الٰہی سرکار اعظم پیارے مصطفیٰ ﷺ مطلع علی الغیب ہیں مظہر علی الغیب ہیں، غیب داں ہیں عالم بالغیب ہیں غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ عالم ما کان وما یکون ہیں، لیکن بایں ہمہ سنی مسلمان سرکار مصطفیٰ ﷺ کے حق میں عالم الغیب کا کلمہ نہیں بولتے یہ کلمہ خصوصی طور پر رب العزت کے لیے بولا جائے گا جیسا کہ سرکار بفضل الٰہی رحیم ہیں، مہربان ہیں مگر سرکار کو ہم لوگ رحمٰن نہیں کہتے۔ سرکار اعلم الخلق پیارے مصطفیٰ ﷺ کے مطلع علی الغیب ہونے کی پہلی دلیل لفظ نبی ہے جو نبوت کا صفت مشبہہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ سرکار کے حق میں نبی کا کلمہ ارشاد فرمایا ہے۔ نبی خالص عربی لفظ ہے اس کا مصدر نبوت ہے سیرت کی مشہور کتاب ''شفا'' میں امام قاضی عیاض اندلسی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "النبوۃ ھی الاطلاع علی الغیب"

شارح بخاری امام قسطلانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں: "النبوۃ ماخوذۃ من النباء بمعنی الخبر ای اطلعہ اللہ تعالیٰ علی الغیب" ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ نبی کے معنی ہیں مطلع علی الغیب یعنی غیب سے آگاہ، غیب جاننے والا۔

حنفی وہابیوں کی درس گاہ مدرسہ دیوبند کے استاذ مولوی عبد الحفیظ بلیاوی عربی لغت کی مشہور کتاب ''مصباح اللغات ص: ۸۴۸'' میں لکھتے ہیں النبیء والنبیّ اللہ تعالیٰ کے الہام سے غیب کی باتیں بتانے والا۔

پھر غیب کی باتیں تو وہی بتائے گا جو غیب کی باتیں جانتا ہو تو خود کلمہ ''نبی'' نے فیصلہ کر دیا کہ سرکار مصطفیٰ ﷺ مطلع علی الغیب ہیں، غیب کی باتیں جانتے ہیں، اس بحث سے ثابت ہوا کہ جو شخص سرکار مصطفیٰ ﷺ کے لیے علم غیب نہ مانے وہ سرے سے پیارے مصطفیٰ ﷺ کی نبوت ہی کا منکر ہے، سرکار کے حق میں لفظ نبی کا اقرار کرنے کے سبب وہ منکر نبوت ہونے سے نہیں بچ سکتا، جس طرح ایک شخص سرکار کے حق میں خاتم النبیین کا لفظ بولتا ہو اور سرکار کے خاتم النبیین ہونے کا اقرار بھی کرتا ہو لیکن خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء کا منکر ہو تو سرے سے سرکار کے وصف ختم نبوت ہی کا منکر ہے۔

حضرت علامہ محمد بن عبد الباری زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد

اول ص۱۹ میں تحریر فرماتے: ''قال الغزالی :النبوة عبارة عما یختص به النبی ویفارق به غیره وهو یختص بانواع من خواص احد ها انه یعرف حقا ئق الامور المتعلقة بالله تعالیٰ وصفاته وملٰئکته والدار الاخرة علما مخالفا لعلم غیره بکثرة المعلومات وزیا دة الکشف والتحقیق وثانیها ان له فی نفسه صفة بها تتم الافعال الخارقة للعادة کما ان لنا صفة تتم بها الحرکات المقرونة بارادتنا وهی القدرة وثالثها ان له صفة بها یبصر الملٰئکة و یشاهد هم کما ان للبصر صفة بها یفارق الاعمی۔ ورابعها ان له صفة بها یدرك ما سیکون فی الغیب ''**یعنی امام غزالی** قدس سرہ نے فرمایا کہ نبوت سے وہ وصف مراد ہے جو صرف نبی ہی کے ساتھ پایا جاتا ہے اور جس کے سبب نبی غیر نبی سے ممتاز ہوتا ہے اور اس وصف میں چند قسم کے خاصے داخل ہیں ۔ایک یہ کہ جو امور اللہ عزوجل اور اس کی صفات نیز فرشتوں اور دار آخرت سے متعلق ہیں ۔ نبی ان کے حقائق کا عارف ہوتا ہے اس طرح کہ دوسروں کے علم کو کثرت معلومات اور زیادتی کشف وتحقیق میں نبی کے علم سے کچھ نسبت نہیں ہوتی ۔دوسرے یہ کہ نبی کی ذات میں ایک ایسا وصف ہے جس سے افعال خارقہ عادت (یعنی معجزات) پورے ہوتے ہیں ،جس طرح ہم لوگوں کو ایک ایسا وصف حاصل ہے جس سے ہماری ارادی حرکتیں پوری ہوتی ہیں اور اس وصف کو قدرت اور طاقت کہتے ہیں ۔تیسرے یہ کہ نبی کو (غیبی بصارت کا) ایک وصف حاصل ہے ،جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ان کا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح (ہم لوگوں میں) بینا کو ایک وصف حاصل ہے ،جس کے ذریعہ وہ اندھے انسان سے ممتاز ہے ۔ چوتھے یہ کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہے جس سے وہ غیب کی آئندہ باتوں کو معلوم کر لیتا ہے ۔

حضرت علامہ زرقانی نے امام غزالی رضی اللہ تعالی عنہ کا قول نقل فرما کر اسے برقرار رکھا جس سے ثابت ہوا کہ ان دونوں علمائے دین کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے نبی کو غیب کی آئندہ بات دریافت کر لینے کی قدرت بخشی ہے اور سرکار مصطفےٰ ﷺ نبی اور امام الانبیاء ہیں لہذا سرکار کے لیے غیب دانی کی طاقت ثابت ہوئی ۔ولله الحمد ۔

﴿الانتباه﴾

یہاں میں نے امام غزالی کا قول اور علامہ زرقانی کی تقریر اس لیے نہیں پیش کی ہے کہ مولوی سلفی صاحب اور ان کے ہم مسلک علما کو قول غزالی وتقریر زرقانی منوائی جائے، بلکہ ہم نے اپنے دعوی کہ،، نبی غیب داں ہیں،، کی تائید میں ان دونوں علمائے دین کی بحث وتقریر نقل کی ہے۔ ہاں ہم سے یہ پوچھنے کا حق ضرور رکھتے ہیں کہ امام غزالی اور علامہ زرقانی نے نبی کے لیے غیب کی بات معلوم کر لینے کی طاقت مانی ہے تو یہ دونوں علمائے دین مولوی سلفی اور ان کے علما کے نزدیک صحیح العقیدہ ہیں یا فاسد الاعتقاد؟۔ سرکار مصطفےٰ ﷺ کے غیب داں ہونے کی دوسری دلیل، قرآن حکیم کی یہ آیت کریمہ ہے: ﴿ وعلمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما ﴾ مشہور درسی کتاب جلالین شریف میں مالم تکن تعلم کی تفسیر میں لکھتے ہیں'' من الاحكام والغيب ''یعنی اے پیارے مصطفےٰ: تمہیں اللہ تعالیٰ نے احکام شرعیہ اور غیب کی تعلیم دی جن کو تم (تعلیم الٰہی سے پہلے) نہیں جانتے تھے اور تم پر اللہ کا فضل بڑا ہے۔ اس آیت کریمہ سے اللہ تعالیٰ کا معلم الغیب ہونا ثابت ہوا تو پھر جس کو رب العزت جل جلالہ نے علم غیب کی تعلیم دی اس کا غیب داں ہونا بھی ثابت ہوا۔ یہ کتنے اندھیر کی بات ہے کہ زید کو فارسی کی تعلیم دی گئی وہ فارسی داں ہو گیا۔ بکر کو عربی کی تعلیم دی گئی وہ عربی داں ہو گیا، خالد کو نحو، صرف کی تعلیم دی گئی تو وہ نحو، صرف کا عالم ہو گیا ۔لیکن خالق علم و دانش جل جلالہ نے افضل العالمین ﷺ کو علم غیب کی تعلیم دی تو وہ غیب داں نہ بن سکے۔ تو پھر جن کے اعتقاد میں سرکار غیب داں نہ بن سکے؟ ان کے نزدیک یا تو تعلیم الٰہی میں خرابی ہوگی یا تعلم رسول میں، لیکن بحمدہ تعالی ہم سنی مسلمان تعلیم الٰہی و تعلم رسول کو خامی وخرابی سے پاک ومنزہ مانتے ہیں اس لیے ہمارے نزدیک رسول پاک ﷺ کا غیب داں ہونا سورج کی طرح روشن ہے اور اگر دھاندلی کا کوئی پیکر یہ کہے کہ ہمیں تعلیم الٰہی اور اس کی جلالت شان سے انکار نہیں۔ آیت کریمہ میں علمك کا صیغہ موجود ہے، اس لیے ہم تعلیم الٰہی کو تسلیم کرتے ہیں لیکن چوں کہ خود آیت کریمہ میں غیب کا ذکر نہیں اس لیے ہمیں تعلیم غیب سے انکار ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم غیب نہیں تو سرکار مصطفےٰ ﷺ کے لیے تعلّم غیب بھی ثابت نہیں تو میں کہوں گا کہ آیت کریمہ میں اگر لفظ غیب نہیں تو ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَم تَكُن تَعلَم﴾ میں اللہ کا کلمہ بھی مذکور نہیں۔ آیت کریمہ یوں نہیں (وعلمك الله مالم تكن تعلم) لیکن جس طرح یہاں'' علّم'' کا فاعل قطعی طور پر اللہ تعالیٰ ہے، اس لیے کہ'' علم'' میں ھو کی ضمیر مقدر ہے جس کا مرجع اللہ ہے۔ یوں ہی آیت

کریمہ میں اگرچہ غیب کا لفظ نہیں لیکن ما لم تکن تعلم کے دائرہ میں قطعی طور پر غیب داخل ہے'' لان الغیب اما ان یکون مما لم یکن الرسول علیه الصلاة والسلام یعلمه قبل تعلیم الله تعالیٰ ایاه او یکون مما کان الرسول علیه الصلاة والسلام یعلمه قبل تعلیمه تعالی ولما بطل التقدیر الثانی عقلا وشرعا ثبت التقدیر الاول قطعا فثبت ان الغیب داخل فی مالم یکن الرسول ﷺ یعلم قبل تعلیمه تعالی فثبت ان تعلیم الله سبحانه رسوله علیه الصلاة والسلام قد اشتمل علی الغیب قطعا''

یعنی اس لیے کہ امر غیب یا تو ان امور میں سے ہوگا جنہیں سرکار مصطفیٰ ﷺ تعلیم الٰہی سے پہلے نہیں جانتے تھے یا ان امور میں سے ہوگا جنہیں سرکار تعلیم رحمانی سے پہلے جانتے تھے اور چوں کہ دوسری صورت یعنی سرکار کا تعلیم الٰہی سے پہلے غیب کو جاننا عقلا بھی باطل ہے اور شرعا بھی اس لیے پہلی صورت یعنی سرکار کا تعلیم الٰہی سے پہلے غیب کو نہ جاننا قطعا ثابت ہے تو واضح ہو گیا کہ امر غیب ان امور میں داخل ہے جنہیں سرکار تعلیم ربانی سے پہلے نہیں جانتے تھے اب متعین ہو گیا کہ سرکار کو جو تعلیم الٰہی ملی قطعاً غیب کو بھی شامل ہے۔

سرکار مصطفیٰ ﷺ کے عالم ماکان ومایکون ہونے کی ایک دلیل وہ حدیث شریف ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تخریج فرمائی حضرت عمرو بن اخطب ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے [صلی بنا رسول الله ﷺ الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما هو کائن فاعلمنا احفظنا] (مسلم شریف جلد ثانی ص: ۳۹۰)

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ سرکار مصطفیٰ ﷺ نے ایک مرتبہ نماز فجر کے بعد سے سورج ڈوبنے تک پورا دن ساری کائنات کے حالات گزشتہ وآئندہ بیان کرنے میں صرف فرمایا درمیان میں صرف ظہر وعصر کی نماز ادا فرمائی اس دن بیان واقعات کے سوا کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوئے۔ روایت کے آخر میں حضرت ابوزید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کہ پیارے مصطفیٰ ﷺ نے ہم حاضرین محفل کو ''ماکان ومایکون'' سے آگاہ فرمایا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم صحابہ میں بڑا عالم وہ ہے جو ہم میں زیادہ قوت حافظہ والا ہے۔

یہ حدیث جلیل مسلم شریف کی ہے اور مسلم صحاح ستہ میں سے ہے'' الحمد لله رب العٰلمین ''
کہ اس حدیث کریم نے سرکار کا مخبر ماکان ومایکون ہونا بالمطابقة اور عالم ماکان مایکون ہونا
بالالتزام علی الاعلان ثابت کیا۔

"لان الاخبار بما کان ومایکون ملزوم والعلم بما کان وما یکون لازم ولما ثبت
الملزوم بالحدیث النبوی ثبت اللازم بعین ذلك الحدیث قطعا فثبت ان رسولنا صلی الله
تعالیٰ علیه وسلم عالم بماکان ومایکون " (ترجمہ: اس لیے کہ ما کان وما یکون کو بتانا ملزوم اور اس
کے لیے ما کان وما یکون کا جاننا لازم ہے اور چوں کہ حدیث شریف سے ملزوم ثابت ہے تو قطعا اسی حدیث
سے لازم بھی ثابت ہے تو واضح ہوگیا کہ حضور اقدس ﷺ عالم ما کان ومایکون ہیں) یعنی بے شک
حدیث مسلم سے سرکار مصطفیٰ ﷺ کا عالم ماکان ومایکون ہونا ثابت ہوا ولله الحمد جل جلاله۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل حدیث تخریج
کی، جس میں سرکار مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا، اس نے اپنا ہاتھ میرے
دونوں شانوں کے درمیان رکھا یہاں تک میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے
درمیان محسوس کی [فتجلی لی کل شیء وعرفت] پھر تو میرے لیے ہر شئی روشن ہوگئی اور میں نے (ہر
شئی) پہچان لی۔ (مشکوٰۃ شریف ص:۷۲)

اس حدیث مجید سے ثابت ہوا کہ تعلیم ربانی کی بدولت سرکار مصطفیٰ ﷺ کے لیے کائنات کی ہر شئی
خواہ غیب ہو یا شہادت معلوم ومعروف ہوچکی ہے، مذکور بالا حدیث مسلم میں صحابی کے قول سے سرکار کا عالم
ماکان ومایکون ہونا ثابت ہوا، لیکن اس حدیث ترمذی سے تو خود سرکار کے قول سے سرکار کا عالم ماکان
ومایکون ہونا ثابت ہوا۔ ولله الحمد۔

امام قسطلانی قدس سرہ الربانی اپنی کتاب مواہب لدنیہ مطبوعہ مصر میں تحریر فرماتے ہیں:''قد اشتهر امره
علیه الصلاة والسلام بین اصحابه باطلاعه علی الغیوب"

یعنی صحابہ کرام میں معروف ومشہور تھا کہ سرکار مصطفیٰ ﷺ کو غیبوں کا علم ہے سرکار مطلع علی الغیب ہیں۔
علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ مطبوعہ مصر میں تحریر کرتے ہیں''اصحابه ﷺ جازمون

باطلاعه علی الغیب''

یعنی نبی کریم ﷺ کے صحابہ کا پختہ اعتقاد تھا کہ حضور اقدس ﷺ غیب پر مطلع ہیں۔ولله الحمد جل شانه۔

﴿سوال پنجم﴾

اول ما خلق الله نوری و کل خلایق من نوری (مولوی طاہر سلفی نے لفظ خلائق ہمزہ کے بجا ئے یا سے لکھا ہے)

مندرجہ بالا عبارت کا حوالہ اور بقیہ چار سوالوں کا جواب صرف آیات قرآنی اور صحاح ستہ سے دینے کی کوشش کریں ورنہ ہم آپ کو معذور سمجھیں گے۔

فقط سائل طاہر سلفی عفی عنہ موضع دو پھڑیا پوسٹ بیروا ضلع بستی

مدرسہ اشاعت العلوم موضع ہذا (یوپی) ۱۴/اپریل ۱۹۷۹ء

﴿جواب﴾

استاذ المحدثین شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مشہور تصنیف ''مدارج النبوۃ'' جلد ثانی ص۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔

بدانکہ اول مخلوقات وواسطہ صدور کائنات وواسطہ خلق عالم وآدم، نور محمدی ﷺ چنانکہ در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ما خلق اللہ نوری۔

یعنی اے مسلمان تو جان لے کہ مخلوق اور ظہور کائنات کا واسطہ اور پیدائش عالم وحضرت آدم کا واسطہ سرکار مصطفیٰ ﷺ کا نور ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا کہ'' اول ماخلق الله نوری'' یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جو شی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے۔

امام محمد مہدی فارسی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی تالیف ''مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات'' میں تحریر فرماتے ہیں''وقد قال علیه الصلاة والسلام:[اول ما خلق الله نوری ومن نوری خلق کل شیء]

یعنی بے شک حضور ﷺ نے فرمایا کہ: جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اس میں اول میرا نور ہے اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی (جواہر البحار مطبوعہ مصر جلد ثانی ص:۱۹۶)

پھر یہی علامہ مہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوسری جگہ امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "وقد قال الاشعری انہ تعالی نور لیس کالانوار وروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ والملئکۃ شرر تلک الانوار وقال ﷺ اول ماخلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شئی "(جواہرالبحار مصری ج دوم ص ۲۰۱)

یعنی امام اہل سنت حضرت اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نور ہے (لیکن) دیگر انوار جیسا نہیں، اور نبی کریم ﷺ کی روح مقدس نور الٰہی کی ایک جگمگاتی تجلی ہے اور فرشتے ان انوار کے جھڑے ہوئے پھول ہیں اور سرکار مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور میرے ہی نور سے اللہ تعالیٰ نے عالم کی ہر چیز پیدا فرمائی۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون "معروف بہ سیرت جلد اول ص ۲۴۰ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں" وجاء "اول ماخلق اللہ نوری" وفی روایۃ "اول ما خلق اللہ العقل " قال الشیخ علی الخواص ومعنا ھما واحد لان حقیقتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعبر عنھا بالعقل الاول "

یعنی ایک حدیث میں اول ما خلق اللہ نوری (سب سے) پہلے اللہ نے نور محمدی ﷺ پیدا فرمایا اور دوسری حدیث میں " اول ما خلق اللہ العقل" سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل پیدا فرمائی، آیا ہے حضرت سیدنا علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں کا مطلب ایک ہے، اس لیے کہ سرکار مصطفےٰ ﷺ کی حقیقت قدسیہ کو عقل اول بھی کہا جاتا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے مکتوب ص: ۱۳۱ بنام مولانا حسن دہلوی میں اپنے دعوی پر، کہ حقیقت محمدیہ ظہور اول وحقیقت الحقائق ہے دلیل قائم فرماتے ہوئے لکھتے ہیں "قال علیہ و علی الہ الصلاۃ والسلام اول ما خلق اللہ نوری ۔(جواہرالبحار مصری ج دوم ص ۱۹۱)

یعنی حضور اقدس علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا۔

"واما حدیث کل خلائق من نوری فلم اظفر بھذہ الالفاظ الی الآن و لکن معناہ ثابت من الحدیث السابق ذکرہ ای ومن نوری خلق کل شیء۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم

جل جلاله و صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ''

مولوی طاہر سلفی صاحب نے سوال پنجم میں حدیث ''اول ماخلق الله نوری ''کا حوالہ طلب کیا تھا بحمدہ تعالیٰ میں نے مشاہیر علمائے اسلام کی تصنیفات سے پانچ حوالے نقل کردیئے ہیں، رہا یہ امر کہ علمائے اسلام نے اس حدیث کو بے ذکر سند نقل فرمایا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث نوری کو ''تلقی الامة بالقبول '' کی سند قوی حاصل ہے اس لیے ان حضرات نے نقل سند کی ضرورت قطعی نہیں سمجھی پھر جب متقدمین علمائے امت نے اس حدیث کو قبول کر کے اس سے استدلال واستناد کیا تو بفضلہٖ تعالیٰ ہمیں بھی یہ حدیث تسلیم ہے۔

مولوی طاہر سلفی صاحب نے چار سوالوں کے متعلق یہ مطالبہ کیا ہے کہ ان سوالوں کا جواب صرف آیات قرآنی اور صحاح ستہ کی احادیث سے دیا جائے۔ استدلال بالا حادیث کے سلسلے میں صرف صحاح ستہ کی پابندی علمائے اصول حدیث سے مقرر کردہ قواعد وضوابط کے سخت خلاف ہے، ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ خود سائل اپنے اعتقادی پیشواؤں کی تقلید اعمیٰ کے باعث مجبور ومعذور ہے، حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف جو متداول بین المسلمین ہے کیا، اس کی کل احادیث صرف صحاح ستہ سے ماخوذ ہیں کیا صحاح ستہ کے سوا دوسری کتب احادیث سے اس میں حدیثیں جمع نہیں کی گئی ہیں؟ کیا صحاح ستہ کے سوا دیگر کتب احادیث سے استدلال شرعاً جائز نہیں؟

اللہ تعالیٰ عزوجل کا شکر واحسان ہے کہ ہم نے سرکار رحمۃ للعٰلمین پیارے مصطفےٰ ﷺ کی عنایت ونصرت سے مولوی سلفی صاحب کے ہر سوال کے ایک ایک ٹکڑے کا بحمدہ تعالیٰ جواب دیا ہے، اب ذیل میں ہم اپنی طرف سے سوال پیش کرتے ہیں مولوی سلفی صاحب انصاف ودیانت کو سامنے رکھتے ہوئے ان کا جواب دیں۔

والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم وصلی الله تعالیٰ وسلم علی افضل خلقه واکمل خلقه واعلم خلقه واکرم خلقه سیدنا محمد واله وصحبه وازواجه وعترته وابنه الغوث الاعظم اجمعین واخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العٰلمین ۔

﴿ وہابیوں کے دانت کھٹے کردینے والے ایک سو دس سوالات ﴾

(۱) آپ نے سوال نمبر ایک میں اسمائے ائمہ اربعہ پر ؒ لکھا ہے یہ ؒ کیا چیز ہے اس کی نگارش کا وجود کب سے ہوا؟ ؒ لکھنا اگر اچھی چیز ہے تو آپ کے مسلک کے مطابق حضرات صحابہ کرام نے ضرور لکھا ہوگا آپ اپنے مسلک کو سامنے رکھ کر جواب تحریر کریں آپ کے مسلک کے خلاف جواب ہرگز قابل تسلیم نہ ہوگا۔

(۲) آپ نے سوال نمبر۲ میں حضور اقدس ﷺ کو ''سرکار دوجہاں'' لکھا ہے آپ سے مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

(الف) لفظ سرکار کا معنی کیا ہے۔

(ب) جو دنیا وآخرت کا سرکار ہو اس کے دنیوی واخروی اختیارات وتصرفات کیا کیا ہیں

(ج) بندۂ عاجز اور سرکار دوجہاں کے درمیان تساوی، تباین، عموم، وخصوص مطلق، عموم وخصوص من وجہ ان چاروں میں سے کون سی نسبت ہے؟

(د) سلطان کونین ﷺ کو بندۂ عاجز کہنا یہ حضور اکرم ﷺ کی ثناء ومدح ہے یا حضور کی توہین وقدح؟

(۳) آپ نے اپنے نام کے ساتھ سلفی لکھا ہے اگر ناموں کے ساتھ سلفی لکھنا جائز ہے تو آپ اپنے مسلک کے مطابق صرف آیت قرآنی یا حدیث نبوی سے اس لکھنے کا جواز ثابت کریں۔ اگر آپ اپنے مسلک سے گریز کر کے جواب دیں گے تو آپ کا جواب مردود قرار پائے گا۔

(۴) آپ نے اپنے پرچہ کے آخر میں اپنا پتہ لکھنے کے بعد اسلامی تاریخ وماہ وسنہ کی نگارش سے کتراتے ہوئے اس کے بجائے ۱۴/اپریل ۱۹۷۹ء تحریر کیا ہے آپ کے اس طرز عمل پر حسب ذیل امور تنقیح طلب ہیں؟

(الف) مروجہ انگریزی تاریخ وماہ وسنہ کا استعمال سنت سرکار مصطفےٰ ﷺ ہے یا سنت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم؟

(ب) تحریری کاروائیوں کے لیے کیا سرکار مصطفےٰ ﷺ نے کسی حدیث میں مروجہ انگریزی تاریخ وماہ وسنہ استعمال کرنے کی اجازت دی ہے؟ اگر اجازت دی ہے تو حدیث کا عربی متن پیش کریں۔

(ج) مروجہ انگریزی تاریخ وماہ سنہ کے استعمال کے جواز کا اعتقاد آپ کے نزدیک حق ہے یا باطل؟ ہر دو تقدیر پر آپ قرآن یا حدیث سے دلیل قائم کریں۔

(د) اسلامی تاریخ و ماہ وسنہ کا استعمال شعار اسلام ہے یا نہیں؟

(ہ) مروجہ انگریزی تاریخ و ماہ وسنہ کا استعمال شعار اسلام ہے یا نہیں؟

(۵) آپ نے اپنے سوال نمبر ۵ میں لفظ خلائق ''یا'' کے ساتھ لکھا ہے آپ اس لفظ کی تحقیق اور املا کی صحت کتب لغت سے ثابت کریں۔

(۶) امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل استخراجیہ مستنبطہ از کتاب وسنت کی تقلید آپ حضرات کے نزدیک اتباع سبیل المؤمنین ہے یا اتباع سبیل الکافرین؟

(۷) پیشوائے وہابیہ وقائد دیابنہ مسٹر ابوالکلام آزاد ترک تقلید پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ انسان تقلید سے کبھی باز نہیں آتا ترک تقلید ہی کے نام پر وہ جن شخصیتوں کی عزت کرتا ہے ان ہی کی تقلید شروع کر دیتا ہے۔ میں (ابوالکلام) نے سرسید سے سب سے بڑی چیز جو اس وقت پائی تھی وہ یہی ترک تقلید تھی مفسرین کی، محدثین کی، متکلمین کی، تمام علما کی تیرہ سو برس کے تمام اجماعی عقائد ومسلمات کی اور کروڑوں اور ان گنت مسلمانوں کی جو تیرہ صدیوں میں گزر چکے، تاہم میں خود سرسید کا نہ صرف مقلد اعمی (اندھا دھند تقلید کرنے ولا) تھا بلکہ تقلید کے نام سے پرستش کرتا تھا۔ (آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی ص ۳۸۴)

مذکورہ بالا حوالہ کے پیش نظر ذیل میں چند امور دریافت طلب ہیں۔

(الف) مولوی ابوالکلام آزاد کا مذکور بالا تاثر کہ انسان تقلید سے کبھی باز نہیں آتا آپ حضرات کے نزدیک صحیح ہے یا غلط؟

(ب) غیر خدا کی پرستش آپ حضرات کے مسلک میں کفر ہے یا صرف حرام؟

(ج) مولوی آزاد صاحب نے ایک عرصہ تک علی الاعلان سرسید کی پرستش کی پھر بعد میں اس کفر یا حرام کے ارتکاب سے آزاد صاحب نے توبۂ شرعیہ علی الاعلان کر لی تھی یا نہیں؟

(د) کیا آپ حضرات کے نزدیک قائد وہابیہ ابوالکلام آزاد کا یہ تجربہ ومشاہدہ صحیح ہے کہ انسان تقلید سے کبھی باز نہیں آتا؟

(۸) وہابیوں کے معتمد علیہ امام الہند جناب مولوی ابوالکلام آزاد صاحب گمراہی کی ترتیب پر روشنی ڈالتے ہو

ئے اپنے والد گرامی حضرت مولانا خیر الدین رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا بیان پھر اس پر اپنی طرف سے اضافہ مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کرتے ہیں............والد مرحوم کہا کرتے تھے کہ گمراہی کی موجودہ ترتیب یوں ہے پہلے وہابیت پھر نیچریت ،نیچریت کے بعد تیسری قدرتی منزل جوالحاد قطعی کی ہے اس کا وہ ذکر نہیں کرتے تھے اس لیے کہ وہ نیچریت ہی کو الحاد قطعی سمجھتے تھے لیکن میں تسلیم کرتے ہوئے اتنا اضافہ کرتا ہوں کہ تیسری منزل الحاد ہے اور ٹھیک ٹھیک مجھے یہی پیش آیا۔ سر سید مرحوم کو بھی پہلی منزل وہابیت ہی کی پیش آئی تھی (آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی)

اس بیان میں مولوی ابوالکلام آزاد نے بے پھیر پھار تسلیم کیا کہ گمراہی کی پہلی منزل وہابیت، دوسری منزل نیچریت اور تیسری منزل الحاد ہے۔ پھر انہوں نے صاف صاف اقرار واعتراف کیا کہ میں نے سب سے پہلے وہابیت قبول کی بعدہ میں نیچری ہوا پھر ترقی کر کے ملحد ہو گیا پھر آزاد صاحب نے کھل کر یہ بھی بتادیا کہ سر سید احمد خاں براہ راست یک بیک نیچری اور الحاد پرست نہیں ہو گئے تھے بلکہ انھوں نے بھی میری طرح پہلے وہابیت قبول کی پھر وہابیت پختہ ہو جانے پر نیچری اور ملحد ہوئے۔ان بیانات کو سامنے رکھ کر حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

(الف) آپ حضرات کے نزدیک نیچریت ہی الحاد ہے یا نیچریت کے بعد الحاد ہے؟

(ب) آپ حضرات کے نزدیک نیچریت قطعی گمراہی ہے یا نہیں؟

(ج) جو وہابیت کو گمراہی قرار دے وہ آپ حضرات کے نزدیک سچا ہے یا جھوٹا؟

(د) آپ حضرات کے علم میں مولوی آزدا صاحب نے مرنے سے پہلے مذکور بالا تین گمراہیوں سے توبہ شرعیہ کر لی تھی یا نہیں؟

(ہ) نیچری اور ملحد کو قائد ماننا شرعا درست ہے یا نہیں؟

(۹) علمائے غیر مقلدین نے اپنی تصنیفات میں شرک کی کیا تعریف لکھی ہے؟ جواب میں کتاب اور مصنف کا نام بھی پیش کریں۔

اور ہاں علمائے اہل سنت کی کتابوں میں شرک کی جو تعریف مسطور ہے اس کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں، آخر اس عقیدہ کا اقرار آپ لوگ بھی کرتے ہیں یا نہیں؟ الشرك ظلم عظيم تو پھر اس قضیہ کے محکوم علیہ کا جو مفہوم آپ حضرات کے نزدیک ہے، اس سے ہمیں بھی آگاہ کریں لعل الله يحدث بعد ذلك امرا۔

(۱۰) بدعت کی ایسی تعریف جو جامع اور مانع ہو اپنے علمائے غیر مقلدین کی تالیفات سے تحریر کریں۔تصنیفات اہل سنت سے حوالہ نقل کرنے کی ضرورت نہیں، پھر اگر علمائے غیر مقلدین کی تالیفات میں بدعت کی تعریف نہ کی گئی ہو تو بدعت کی جامع مانع تعریف آپ خود کریں۔

(۱۱) لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے اور پڑھانے کے جواز کا اعتقاد بدعت ہے یا ثابت بالسنۃ؟ بر تقدیر ثانی سنت رسول کائنات ﷺ ہے یا سنت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم؟ تقدیر ثانی کا اثبات آپ کو کتب احادیث کے متن سے کرنا ہوگا، اثبات عقائد میں آپ حضرات اپنے اوہام کو دخیل نہ بنائیں گے۔

(۱۲) اذان قبر آپ حضرات کے نزدیک جائز ہے یا ممنوع؟ بر تقدیر ثانی آپ وہ آیت کریمہ تلاوت کریں جس میں خالص اذان قبر کو ممنوع قرار دیا گیا یا حدیث نبوی کا وہ پورا متن پیش کریں جس میں خاص اذان قبر کو منہی عنہ بتایا گیا ہے۔اگر آپ اپنے مولاناؤں کی اندھی تقلید کرتے ہوئے یہ دلیل پیش کریں کہ ’’الاذان عند دفن المیت فی القبر بدعة وکل بدعة ضلالة‘‘ تو میں کہوں گا کہ اس استدلال کا صغریٰ آپ کے مولویوں کا ذاتی قول ہے سرکار مصطفیٰ ﷺ کا قول نہیں پھر دوسرا امر قابل غور یہ ہے کہ مذکورہ بالا استدلال میں چونکہ حد اوسط مکرر نہیں، اس لیے استدلال غلط ہے یا عوام کو مغالطہ دینے کے لیے ہے، جیسا کہ زید اسد وکل اسد مفترس کو دلیل بنا کر زید مفترس کہنا غلط ہے۔

(۱۳) قرآن مجید پر اعراب (زبر، زیر، پیش) علامت تشدید، جزم مد لگانا آپ حضرات کے نزدیک واجب ہے یا مباح، یا حرام؟ ہر سہ امور کا جواب حدیث سرکار مصطفیٰ ﷺ سے مطلوب ہے، اگر حدیث سرکار نہ ملے تو اقوال صحابہ سے جواب دینا ہوگا۔

(۱۴) آج عرب، ہندستان، پاکستان، مصر وشام، وایران وغیرہ دنیا کے ہر ملک میں اعراب وعلامت سے مزین قرآن مجید مسلمان پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔قابل دریافت امر یہ ہے کہ قرآن مجید کی عبارتوں پر اعراب وغیرہ کا وجود کب سے ہوا اور اس امر کا موجد کون ہے؟

(۱۵) آپ حضرات کے علم میں کوئی حدیث مرفوع یا موقوف ہے، جس میں سرکار مصطفیٰ ﷺ نے یا صحابہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قرآن مجید پر اعراب وعلامت لگانے کی اجازت دی ہے؟

(۱۶) زید کہتا ہے کہ قرآن مجید پر اعراب وعلامت لگانا بدعت وضلالت ہے ہرگز اچھا کام نہیں،

کیوں کہ اگر یہ کام کچھ بھی اچھا ہوتا تو خود صحابہ کرام اس کام کو پہلے ہی انجام دے چکے ہوتے......زید کے اس اعتراض کا آپ حضرات کے نزدیک کیا جواب ہے؟

(۱۷) مسجدوں پر مینار بنانے کی اجازت سرکار مصطفےٰ ﷺ نے دی ہے یا نہیں؟ بر تقدیر اول حدیث کا عربی متن پیش کریں۔

(۱۸) قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه:[من سن فى الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجرمن عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شىء ومن سن فى الاسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزرمن عمل بها من بعد ه من غير ان ينقص من اوزارهم شىء](مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم ص۳۳)

اس حدیث شریف کا ترجمہ کر کے بتائیے کہ من سن فی الاسلام میں'' من ''سے مراد آپ کے مسلک میں کس کس زمانے کے مسلمان ہیں؟ اور اگر آپ کے مسلک میں یہ من اپنی حقیقت سے عدول ومصروف ہے تو خاص سرکار مصطفےٰ ﷺ کی حدیث قطعی الدلالۃ سے اپنا مسلک مبرہن کیجیے۔

(۱۹) قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:[من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين] (مشکوٰۃ شریف ص۳۲) اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے فقیہ اور محدث کی تعریف تحریر کریں اور دونوں کے فرائض واضح عبارت میں بیان کریں۔

(۲۰) ضلع بستی اور گونڈہ کے غیر مقلد عوام جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے عربی، فارسی اور اردو زبان سے بالکل کورے ہیں ان کے لیے احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی کیا صورت ہے؟ وہ احکام شرعیہ اور عقائد اسلامیہ کہاں سے حاصل کریں جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں نہ ہو بلکہ براہ راست نص قرآن یا نص حدیث سے ہو۔ قرآن وحدیث کی روشنی والا جواب آپ کے مسلک کے خلاف ہے اس لیے اس کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ حضرات کے عقائد نامہ معروف بہ تقویت الایمان میں لکھا ہوا ہے کہ'' ہر خاص وعام کو چاہئے کہ اللہ ورسول ہی کے احکام کو تحقیق کریں''

(۲۱) تمام غیر مقلدین وجمیع دیابنہ کے پیشوا جناب مولوی اسمٰعیل صاحب عقائد وہابیہ کی مشہور کتاب تقویت الایمان نشر کردہ میسرز سلطان برادرس سوت والے صدر بازار دہلی ۶ سائز متوسط ص

۷ میں لکھتے ہیں کہ...... ہر خاص و عام کو چاہیئے کہ اللہ و رسول ہی کے کلام کو تحقیق کریں اور اسی کو سمجھیں اور اسی پر چلیں اور اسی کے موافق اپنے ایمان کو ٹھیک کریں .... امام الوہابیہ ملائے دہلوی کی یہ تعلیم اگر آپ حضرات کے نزدیک حق ہے تو ثبوت میں وہ آیت یا حدیث پیش کریں جس میں ہر شخص پر خواہ عوام میں سے ہو یا خواص میں سے ہو تحقیق قرآن وحدیث لازم قرار دی گئی ہے، ثبوت پیش کرتے وقت ملائے دہلوی کے موجبہ کلیہ ''ہر خاص و عام'' ضرور ملحوظ رہے۔

(۲۲) زید کہتا ہے کہ ہر جاہل، عالم، دیہاتی، شہری، جنگلی، پہاڑی، گنوار بے وقوف، ہوشیار پر لازم ہے کہ صرف کلام الٰہی و کلام رسول یعنی قرآن وحدیث کی تحقیق کرے اور اس پر عمل کرے اور اسی تحقیق کے مطابق اپنا ایمان ٹھیک کرے۔

آپ حضرات کے نزدیک زید کا یہ قول حق ہے یا باطل؟ اگر حق ہے تو زید کے اس وسیع دعوی کے مطابق قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت تحریر کریں۔

(۲۳) جو شخص عربی زبان میں بالکل کورا ہو، کیا وہ آپ حضرات کے نزدیک قرآن وحدیث کا اپنی مادری زبان میں ترجمہ کرسکتا ہے؟

(۲۴) ضلع بستی کے وہ کسان اور گاڑی بان جنھوں نے عربی زبان نہیں سیکھی۔ قرآن وحدیث کا ترجمہ نہیں سیکھا کیا وہ آپ حضرات کے مسلک میں شرعا گنہ گار ہیں؟

(۲۵) جاہل شہریوں اور دیہاتی گنواروں کو کتاب وسنت کی تحقیق کا منصب سپرد کردینا اور ان کو اپنی اپنی رائے پر عمل کرنے کی چھوٹ دینا آپ حضرات کے نزدیک یہ احیائے سنت نبویہ ہے یا احیائے بدعت الحادیہ؟

(۲۶) جس طرح عالم الغیب ہونا اللہ تعالیٰ کا وصف کمال ہے یوں ہی آپ حضرات کے نزدیک معلم الغیب ہونا اللہ تعالیٰ کا وصف جلیل ہے یا نہیں؟

(۲۷) اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کو غیب داں بنانے پر قادر ہے یا نہیں؟ اگر آپ حضرات قادر نہیں مانتے تو ارشاد قرآن ﴿ ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر ﴾ پر ایمان باقی رہ سکتا ہے؟ اور اگر اللہ تعالیٰ کو امر مذکور پر قادر مانتے ہیں تو انبیاء کا غیب داں ہونا جائز و ممکن ہوا یا نہیں؟ اور جو امر جائز و ممکن ہو وہ شرک میں داخل ہے یا شرک سے خارج؟

(۲۸) عمرو کہتا ہے کہ میں ﴿ ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر ﴾ پر ایمان رکھتے ہوئے یہ پکا عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انبیائے کرام کو غیب داں بنانے پر قطعی قادر ہے اور یہ کہ انبیائے عظام کا بقدرت الٰہی غیب داں ہونا ہرگز شرک نہیں، جو انبیائے عظام کے غیب داں ہونے کو شرک ٹھہرائے وہ قدرت الٰہیہ غیر متناہیہ کا منکر ہے۔ آپ حضرات کے نزدیک عمرو کا یہ عقیدہ اسلامی عقیدہ ہے یا کفری عقیدہ؟ برتقدیر ثانی یہ ثابت کرنا ہوگا کہ بہ تعلیم الٰہی انبیائے کرام کا غیب داں ہونا محال وممتنع بالذات ہے۔

(۲۹) قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کی شان یوں بیان کی ﴿ علم الغیب والشھادۃ ﴾ تو نص آیت سے ثابت ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے یوں ہی وہ عالم الشھادۃ بھی ہے۔ اب آپ اپنے مسلک کو پیش نظر رکھ کر جواب دیں کہ علم شہادت اللہ کا خاصہ ہے یا آپ کے نزدیک اس وصف میں بندگان خدا، خدا کے شریک ہیں؟

(۳۰) زید کہتا ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اللہ پاک کے سوا کسی کو علم غیب نہیں۔ اور رہا علم شہادت تو وہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ نہیں کیوں کہ علم شہادت انسان کے لیے بھی ثابت ہے۔ زید اپنے دعویٰ کے ثبوت میں تقویت الایمان کی مندرجہ ذیل عبارت پیش کرتا ہے۔

'' جس طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں، جب چاہیں نہ کریں اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے میں ہے۔ جب چاہے کر لیجئے۔ یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے کسی ولی و نبی کو، جن وفرشتے کو، پیرو شہید کو، امام و امام زادہ کو، بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں''۔ (تقویت الایمان، ص:۲۶)۔ آپ خاص اپنے مسلک کو سامنے رکھ کر زید کے قول پر روشنی ڈالتے ہوئے جواب دیں کہ علم شہادت کے وصف میں اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ ہے یا نہیں؟ برتقدیر اول یعنی اگر اللہ علم شہادت میں بھی وحدہ لاشریک لہ ہے تو اس عقیدہ کا کیا جواب ہوگا کہ ''ظاہر کی چیزوں کا دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے'' اور برتقدیر ثانی یعنی اگر علم شہادت کے وصف میں اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ نہیں تو عقیدہ توحید پر ایمان کیوں کر باقی رہ سکتا ہے۔ پھر اگر آپ نے مذکورہ بالا سوال کے جواب میں اپنے مسلک واعتقاد سے گریز کرتے ہوئے مسلک اہل سنت سے مدد لی تو آپ کا جواب مردود قرار پائے گا۔

(۳۱) کیا آپ حضرات کے مسلک میں یہ شان اللہ تعالیٰ کی ہے کہ وہ غیب کی بات دریافت کرے دریافت کرنے کا تعلق امر مجہول سے ہوتا ہے یا امر معلوم سے یہ خوب دھیان رہے کہ آپ کا جواب تقویت الایمان کی مذکورہ بالا عبارت سے متصادم نہ ہونے پائے۔

(۳۲) آپ حضرات کے مسلک کی آئینہ دار کتاب تقویت الایمان سے تو یہی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ جب چاہے غیب کی بات معلوم کرلے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرات انبیائے کرام کو یہ طاقت عطا فرمادے کہ وہ جب چاہیں غیب کی بات دریافت کرلیں تو اللہ رب العزت جل مجدہ کی وہ خصوصی شان جو تقویت الایمان نے بیان کی ہے برقرار رہ جائے گی یا ختم ہو جائے گی؟ سوچ کر ایسا جواب تیار کیجیے جو تقویت الایمان سے ٹکرا نہ جائے۔

(۳۳) خالد کا یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا وجود ازلی وابدی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا یوں ہی اللہ تعالیٰ کا علم غیب وعلم شہادت ازلی ابدی ہے.................وہ جمیع غیوب وشہادت کا ازلا وابــــدا بالاستقلال عالم ہے، یہ شان اللہ تعالیٰ کی ہرگز نہیں کہ وہ جب چاہے غیب کی بات دریافت کرے اور جب چاہے نہ دریافت کرے۔

آپ حضرات کے مسلک میں خالد کا یہ عقیدہ اسلامی ہے یا کفری؟ خالد مومن ہے یا کافر؟

(۳۴) زید علم الٰہی اور علم مخلوق میں اس طرح تفریق کرتا ہے کہ

(الف) علم الٰہی ذاتی.................................علم مخلوق عطائی

(ب) علم الٰہی واجب.................................علم مخلوق ممکن

(ج) علم الٰہی قدیم.................................علم مخلوق حادث

(د) علم الٰہی غیر مخلوق.................................علم مخلوق، مخلوق

(ہ) علم الٰہی غیر مقدور.................................علم مخلوق مقدور

(و) علم الٰہی غیر متناہی.................................علم مخلوق متناہی

(ز) علم الٰہی ضروری البقاء.................................علم مخلوق جائز الفناء

(ح) علم الٰہی ممتنع التغیر.................................علم مخلوق ممکن التبدل

یہ تفریق آپ حضرات کے نزدیک حق یا باطل؟ بر تقدیر ثانی دلیل پیش کریں۔

(۳۵) آپ حضرات کے مسلک میں سرکار مصطفیٰ ﷺ کا آخر الانبیاء ہونا اسلام کی بنیادی عقائد یعنی ضروریات دین میں سے ہے یا نہیں؟

(۳۶) جو شخص اہل قبلہ میں سے ہوتے ہوئے ضروریات دین میں سے کسی عقیدۂ دینیہ ضروریہ کا انکار کرے وہ آپ حضرات کے مسلک میں کافر ہے یا مسلمان؟

(۳۷) جو شخص اہل قبلہ میں سے ہو اور سرکار مصطفیٰ ﷺ کے آخر الانبیاء ہونے کا انکار کرے وہ آپ حضرات کے مسلک میں کافر ہے یا مسلمان؟

(۳۸) جو شخص اہل قبلہ میں سے ہو خاتم النبیّین کا معنی خاتم ذاتی گڑھے اور حضور اقدس ﷺ کے بارے میں آخر الانبیاء ہونے کے عقیدہ کو جاہل گنواروں کا خیال قرار دے آپ حضرات کے مسلک میں کافر ہے یا مسلمان؟

(۳۹) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سرکار مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیّین قرار دیا ہے، آپ حضرات کے مسلک میں خاتم النبیین کا معنی صرف آخر الانبیاء ہے تو وہ کیا ہے؟ پھر اس معنی کو سرکار مصطفیٰ ﷺ نے بتایا یا صحابہ کرام نے؟

(۴۰) آپ حضرات کے مسلک میں آخر الانبیاء کا موصوف تعدد و شرکت قبول کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۴۱) کیا آپ حضرات کے مسلک میں قرآن مجید کا رکھنا پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے؟ مثلا جو شخص قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام مانتا ہو لیکن اس کے گھر میں قرآن مجید نہ ہو تو وہ مسلمان ہے یا کافر؟ جو شخص قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہو لیکن اس کی تلاوت نہ کرتا ہو وہ مسلمان ہے یا کافر؟ جو شخص قرآن شریف پر عقیدہ رکھتا ہو لیکن سستی ،غفلت کے باعث قرآن مجید کے احکام پر عمل نہ کرتا ہو وہ مسلمان ہے یا کافر؟

(۴۲) بکر کہتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا اگر اس بنیاد پر ہو کہ حضور کو کل علم غیب حاصل ہے تو یہ شرعا و عقلا باطل ہے اور اگر اس بنیاد پر ہو کہ حضور کو بعض علوم غیبیہ حاصل ہیں تو اس میں حضور کی کوئی خصوصیت نہیں، ایسا علم غیب تو بدھو، خیراتی ،جمن ،جمعراتی بلکہ بچوں ، پاگلوں ، بلکہ تمام جانوروں اور چوپایوں کو بھی حاصل ہے۔ بکر کے مذکور بالا قول پر مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

(الف) کیا آپ حضرات کے مسلک میں علم غیب اتنا سستا ہے کہ زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے؟

(ب) بکر نے بدھو، نتھو، بچے، پاگل، بیل، گدھے، کتے، بلی کے لیے علم غیب کا حصول ماننا آپ کے مسلک میں بکر سچا ہے یا جھوٹا؟ بر تقدیر اول آپ کو قرآن مجید یا حدیث شریف سے ثبوت دینا ہوگا، غیب کا علم عام لوگوں اور بچوں، پاگلوں، جانوروں کو بھی حاصل ہے۔

(۴۳) زید کہتا ہے کہ امام الطائفہ ملا محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی کی ذات پر عالم ہونے کا حکم لگانا اگر بقول وہابیہ صحیح ہوتو دریافت طلب امر یہ کہ اس علم سے مراد کل علم ہے یا بعض علم، اگر کل علم مراد ہوتو یہ شرعاً وعقلاً باطل ہے اور اگر بعض علوم مراد ہوں تو اس میں ملا محمد اسمٰعیل دہلوی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو بدھو، نتھو، بلکہ بیل، گدھے سور اور کتے کو بھی حاصل ہے، زید کی اس تقریر پر مندرجہ ذیل باتیں دریافت طلب ہیں۔

(الف) زید نے اپنے اس قول میں پیشوائے وہابیہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی کی توہین کی یا مدح کی ہے؟

(ب) زید نے اپنی مذکور بالا تقریر میں ''بعض'' کی آڑ لے کر مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کے کثیر اور کبیر علوم کو بچوں، پاگلوں، جانوروں اور چوپایوں کے قلیل علم کی طرح کر دیا یا نہیں؟

(ج) آپ حضرات کے نزدیک زید کا مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں مذکورہ بالا قول قابل اعتراض ہے یا لائق تسلیم؟

(د) بعض العلوم حاصل للملا اسمٰعیل الدهلوی وبعض العلوم حاصل لزید وعمر وصبی ومجنون وحیوان وبهیمة کیا آپ حضرات کے مسلک میں یہ دونوں ''بعض'' ایک دوسرے کے مساوی اور مثل ہیں؟

(۴۴) ﴿علم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الامن ارتضی من رسول﴾ اس عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ قلمبند کریں۔

(۴۵) آیت کریمہ ﴿علم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الامن ارتضی من رسول﴾ کا ترجمہ مع ترکیب نحوی تحریر کریں یہاں لا اور الا سے قرآن حکیم کس امر کا افادہ کرنا چاہتا ہے اس کو بیان

کریں، اظہار شخصے برغیب واظہار غیب بر شخصے میں آپ حضرات کے نزدیک کیا فرق ہے؟

(۴۶) قرآن مجید کا ارشاد ہے ﴿ وماکان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسله من یشاء ﴾ [پ:۳، سورة: آل عمران، آیة: ۱۷۸] اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے لکن کا کلمہ استعمال فرمایا۔ عربی کی مشہور درسی کتاب شرح مائۃ عامل صفحہ ۱۶ میں ہے ولکن وهی ......للاستدراك ای لدفع التوهم الناشی من الكلام السابق و لهذا لا تقع الا بین الجملتین اللتین تکونا ن متغایرتین بالمفهوم ۔ اس حوالہ کو نظر رکھتے ہوئے آیت کریمہ کے اس حصہ ﴿ وما کان الله لیطلعکم علی الغیب ﴾ سے مخاطبین کو کیا وہم پیدا ہوا یا پیدا ہو سکتا ہے جسے لکن نے دفع کیا اس کو بیان کریں۔

(۴۷) ﴿ وما یدری الرسول بالغیب ﴾ اور رسول کو غیب کی کیا خبر؟ ان دونوں عربی اور اردو جملوں کا مفہوم ومعنی متحد ہے یا مختلف؟ بر تقدیر ثانی عربی جملہ کا بامحاورہ ترجمہ اور ترکیب نحوی بیان کریں۔

(۴۸) عمرو قرآن مجید کی اس آیت کریمہ ﴿ ونزلنا علیك الكتٰب تبیانا لكل شیء ﴾ [پ:۱۶، سورة: النحل، آیة: ۸۹] کے ماتحت اپنا یہ عقیدہ بیان کرتا ہے۔

(الف) کتاب الٰہی قرآن مجید میں ہر چیز، ہر شئی، ہر خشک وتر ہر ذرہ، ہر قطرہ، ہر گوشہ، ہر شوشہ کا خوب روشن تفصیلی بیان ہے از ابتدائے آفرینش عالم تا انقراض دنیا اور تحت الثری تا عرش اعظم کا کوئی غیب وشہادت اس روشن تفصیلی بیان سے باہر نہیں جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے ﴿ مافرطنا فی الكتٰب من شیء ﴾ [پ:۶، سورة: الانعام، آیة: ۳۸] ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

(ب) ﴿ تبیانا لكل شیء ﴾ قرآن مجید کی الگ الگ ایک آیت کی شان نہیں بلکہ مجموعہ قرآن کی یہ شان ہے۔

(ج) قرآن کی شان ﴿ تبیانا لكل شیء ﴾ کا ظہور صرف سرکار اعلم الخلائق پیارے مصطفےٰ ﷺ کے حق میں ہے، کیوں کہ مذکور بالا ارشاد ونزلنا علیك میں ک ضمیر مخاطب سے مراد صرف سرکار اقدس ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

(د) جس دن نزول قرآن مجید کی تکمیل ہوئی اس دن اللہ تعالیٰ نے سرکار مصطفےٰ ﷺ کی تبیانی تعلیم کا

مل فرمادی، تکمیل نزول قرآن کے بعد سرکار کے تبیانی علم سے زمین وآسمان عرش وفرش، لوح وقلم کا کوئی غیب اوجھل نہیں رہ گیا۔ ماکان ومایکون کا غیب سرکار جب چاہیں اللہ کے تعلیم کردہ تبیانی سے دریافت کر لیں۔ سرکار مصطفےٰ ﷺ کو خود رب العزت جل جلالہ نے قرآن کے تبیانی علم کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے ﴿الرحمٰن علم القرآن﴾[پ:۲۷] رحمٰن نے اپنے حبیب پیارے مصطفےٰ ﷺ کو قرآن کی تعلیم دی وہ قرآن جس کی شان تبیانا لکل شیء وتفصیل کل شیء ہے عمرو کے یہ چاروں عقیدے آپ حضرات کے نزدیک اسلامی ہیں یا کفری؟ بر تقدیر ثانی اوہام فاسدہ وخیالات کاسدہ کے بجائے براہ راست صرف قرآن عظیم وحدیث متواتر سے مذکور بالا عقائد کا کفری ہونا ثابت کریں۔ ہاں اس امر کا ضرور دھیان رکھیں کہ بھینس جیسا بھدا دماغ رکھنے والے ملاؤں کی تقلید کرتے ہوئے قرآن حکیم کی ایک آیت کو دوسری آیت سے نہ ٹکرائیں اور ہاں قلم چلاتے وقت اس بات کا ہوش بھی بجا رکھیں کہ جن آیات قرآنیہ میں علم غیب بالاستقلال کو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہونا بیان فرمایا گیا ہے ان کو نقل کر دینے سے عمرو کے مذکور بالا عقیدے کا کفری ہونا ثابت نہ ہوگا عمرو کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا علم غیب بے تعلیم غیر ہے اور سرکار مصطفےٰ ﷺ کا علم غیب صرف تعلیم الٰہی سے ہے۔ لہٰذا عقائد عمرو کی تردید کے لیے نصوص قرآن وحدیث سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے سرکار مصطفےٰ ﷺ کو تا وصال مقدس علم غیب کی تعلیم قطعی نہیں دی اس کے سوا دوسری گفتگو زق زق بق بق قرار پائے گی۔

(۴۹) خالد کا عقیدہ ہے کہ جس طرح باری تعالیٰ جل شانہ کا وجود ازلی وابدی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، یوں ہی باری تعالیٰ کا وصف صدق بھی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا باری تعالیٰ کی ذات سے صدق کا جدا ہونا محال ہے، آپ حضرات کے نزدیک خالد کا یہ عقیدہ اسلامی ہے یا کفری؟ بر تقدیر ثانی نصوص قرآن وحدیث سے خالد کے اس عقیدہ کا کفری ہونا آپ کو ثابت کرنا ہوگا۔

(۵۰) آپ حضرات کے نزدیک اللہ تعالیٰ سبوح وقدوس کے حق میں کذب عیب ہے یا خوبی؟

(۵۱) امکان شریک باری کا اعتقاد آپ حضرات کے نزدیک کفری ہے یا اسلامی؟

(۵۲) امکان کذب باری کا اعتقاد آپ حضرات کے نزدیک کفری ہے یا اسلامی؟ بر تقدیر ثانی خاص امکان کذب باری کا اعتقاد آپ کو نصوص قرآن وحدیث سے ثابت کرنا ہوگا۔

(۵۳) کیا آپ حضرات کے نزدیک امکان کذب باری تعالی کا عقیدہ ضروریات مذہب اہل حدیث سے ہے؟

(۵۴)ان الباری تعالی صادق بالوجوب وان الباری تعالی کاذب بالامکان ان دونوں متناقض عقائد میں کون سا عقیدہ آپ حضرات کے نزدیک اسلامی ہے اور کونسا عقیدہ کفری؟

(۵۵) وجوب صدق وامکان کذب کے درمیان آپ حضرات کے نزدیک تناقض ہے یا نہیں؟ اور جو وجوب صدق کا موصوف ہے، کیا وہ آپ حضرات کے مسلک میں امکان کا بھی موصوف ہوسکتا ہے؟

(۵۶) انسان جھوٹ بولنے پر ہردم قادر ہے تو اگر خدا جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوتو لازم آئے گا کہ قدرت انسانی، قدرت ربانی سے بڑھ جائے اور یہ محال ہے لہذا ضروری ہوا کہ خدا جھوٹ بولنے پر قادر ہو۔

﴿ آپ حضرات کے مسلک میں مذکور بالا استدلال مغالطۂ شیطانی ہے یا دلیل حقانی؟ ﴾

(۵۸) جمن کا عقیدہ ہے کہ خدا نے آج تک کسی بت کی پوجا نہیں کی اور نہ آئندہ کسی بت کو پوجے گا، لیکن بت کی پوجا کرسکتا ہے آپ حضرات کے نزدیک جمن کا یہ عقیدہ کفری ہے یا اسلامی؟

(۵۹) آپ حضرات کے نزدیک خالق کائنات اس بات پر قادر ہے یا نہیں کہ ابلیس لعین کو معتقدین امکان کذب کا خدا بنادے اگر کہئے قادر نہیں تو ﴿ان الله علی کل شیء قدیر﴾ کا انکار ہے اور وہ قطعی کفر ہے اور اگر کہیے کہ خالق کائنات ابلیس کو خدا بنا دینے پر قادر ہے تو ابلیس کا خدا ہونا ممکن ہوا اور جب دوسرا خدا ممکن ہوا تو عقیدۂ توحید ختم پھر چوکھیا کفر ہی کفر ہے۔

اس بھنور سے نکلنے کے لیے آپ حضرات کے پاس کون سا راستہ ہے؟ ہمیں اس راستہ سے آگاہ کیجئے تاکہ امکان کذب الٰہی کے بھنور میں پھنسے ہوئے کلمہ گویوں کو آپ کے بتائے راستہ کے ذریعہ بچالیا جائے

والله تعالیٰ هو الهادی جل مجده

﴿الانتباہ﴾

ہم نے سوال نمبر ۲۷ میں آیت کریمہ ﴿ان الله علی کل شیء قدیر ﴾ کو دلیل بنا کر انبیائے کرام کا غیب داں ہونا ممکن ثابت کیا ہے پھر چوں کہ اس امکان سے بارگاہ احدیت جل جلالہ کی غیر متناہی

شان علم کی کوئی حق تلفی نہیں اس لیے بحمدہ تعالی ہمارا ثابت کردہ امکان حق ہے۔

(۶۰) قدرت الٰہیہ تامہ غیر متناہیہ کا تعلق آپ حضرات کے مسلک میں صرف ممکنات سے ہے یا واجبات ومحالات سے بھی؟

(۶۱) دوسرا خدا ہونا آپ حضرات کے نزدیک ممکن ہے یا محال؟ اور محال کی تعریف کیا ہے؟

(۶۲) امام الطائفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی تقویۃ الایمان صفحہ ۱۹ میں لکھتے ہیں:

یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے''

آپ حضرات کے نزدیک امام الوہابیہ کا تعلیم کردہ یہ عقیدہ، عقائد اسلامیہ میں سے ہے یا نہیں؟

اگر ہاں، تو قرآن مجید کی وہ آیت تلاوت کیجیے جس میں اس عقیدۂ یقینیہ کی تعلیم دی گئی یا وہ حدیث متواتر لائیے جس میں اس عقیدۂ قطعیہ کی تلقین کی گئی ہے۔ تقلید اعمٰی کے پابند بعض گنوار ملاؤں نے ارشاد قرآن ﴿ولقد نصركم الله ببدر وانتم اذلة﴾ کو عقیدۂ مذکورہ کے ثبوت میں پیش کر کے اپنی جہالت وغباوت کو آشکارا کیا ہے، ان اندھے ملاؤں کو اتنا بھی ہوش نہیں کہ عقیدۂ زیر بحث میں کل مخلوق ہے اور آیت کریمہ میں ''انتم'' پھر آیت قرآنی کا کلمہ ''اذلة'' اور اردو زبان کا لفظ ذلیل ان دونوں کے مفہوم ومعنی میں زمین وآسمان کا بل ہے۔

(۶۳) پیشوائے وہابیہ ملا اسمٰعیل دہلوی مخلوق ہیں، ہر مخلوق اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے، لہٰذا پیشوائے وہابیہ ملا اسمٰعیل صاحب دہلوی اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔

مرقوم بالا صغریٰ، کبریٰ اور اس کا نتیجہ آپ حضرات کے نزدیک حق ہے یا باطل؟ چمار بت کا پجاری اور مشرک ہوتا ہے اور ملا جی موحد خدا پرست تھے تو پھر کس گناہ پر ملا جی دہلوی مولوی، محدث ہوتے ہوئے چمار سے بھی بڑھ کر ذلیل وحقیر ہیں، اس نکتہ کو جواب لکھتے وقت ضرور واضح کریں۔

(۶۴) جو شخص یہ کہے: ''محدث وہابیہ ملا نذیر حسین صاحب دہلوی اور امام الوہابیہ ملا اسمٰعیل صاحب دہلوی مر کر مٹی میں مل گئے''

تو اس قول میں مذکور بالا دونوں (وہابی) پیشواؤں کی تخفیف شان ہے یا نہیں؟ اور آپ حضرات

کے نزدیک اس طرح کہنا درست ہے یا نہیں؟

(۶۵) مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی ، ملا نذیر حسین دہلوی ،نواب صدیق حسن خان بھوپالی ،ابولہب مکی ، ابوجہل چودھری ، فرعون مصری ، نمرود عراقی انسان ہیں اور انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ لہٰذا مولوی اسماعیل دہلوی ، ملا نذیر حسین دہلوی ،نواب صدیق حسن بھوپالی ، ابولہب مکی ، ابوجہل چودھری ، فرعون مصری ، نمرود عراقی آپس میں بھائی ہیں۔

مذکور بالا صغریٰ ، کبریٰ اور اس کا نتیجہ آپ حضرات کے نزدیک حق ہے یا باطل؟ اس حق کی اشاعت پر آپ حضرات راضی ہوں گے یا دکھی؟ ہاں یہ امر بھی منقح ہو جانا مناسب ہوگا کہ ان مذکور بالا بھائیوں میں کو ن بڑا ہے اور کون چھوٹا یا سب ایک ہی درجہ کے بھائی ہیں؟

(۶۶) امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی نے تقویۃ الایمان صفحہ ۷۸ میں یہ عقیدہ لکھا ہے کہ: انسان آپس میں سب بھائی ہیں'' آپ حضرات کے نزدیک قرآن مجید کی جس آیت میں اس عقیدۂ تقویۃ الایمان کی تعلیم دی گئی ہے، اس کی تلاوت کریں یا جس حدیث شریف میں مؤمنین اور مشرکین کو آپس میں بھائی قرار دیا گیا ہے، اس کا عربی متن پیش کریں۔

(۶۷) قرآن مجید نے چودہ سو سال سے بھی پیشتر جس اسلامی عقیدہ کی تعلیم دی تھی وہ یہ ہے ﴿انما المؤمنون اخوة﴾ یعنی سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں......اب قابل تنقیح امر یہ ہے کہ اسلامی عقیدہ یعنی مسلمان آپس میں سب بھائی ہیں اور وہابی عقیدہ یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں ا ن دونوں عقائد میں آپ حضرات کے نزدیک اتفاق ہے یا اختلاف؟ یہ واضح رہے کہ اسلامی عقیدہ کا موضوع مسلمان اور وہابی عقیدہ کا موضوع انسان ہے۔

(۶۸) شرعاً انسان اور مسلمان کے درمیان آپ حضرات کے نزدیک تساوی کی نسبت ہے یا تباین کی؟ یا اور کچھ؟

(۶۹) قال زید لتلامذته اخُونی ......قال رسول الله ﷺ لاصحابه اکر موا اخاکم (رواه الامام احمد کما فی المشکوٰة)

ان دونوں عربی عبارتوں کا اردو میں ترجمہ کر کے آنے والی بحث کے لیے راستہ ہموار کریں۔

(۷۰) آپ حضرات کے اعتقادی بھائی شیخ الوہابیہ ملا رشید احمد گنگوہی نے اپنے فتاوی رشیدیہ مبوب مطبوعہ کراچی صفحہ ۸۵ میں لکھا ہے: چوں کہ حدیث میں آپ (ﷺ) نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ ''مجھ کو بھائی کہو'' بایں روایت تقویۃ الایمان میں اس لفظ کو لکھا ہے۔ علمائے اہل سنت کے نزدیک گنگوہی صاحب کی پیش کردہ یہ حدیث موضوع ہے، سرکار مصطفےٰ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کے لیے خود ملا گنگوہی نے اپنی طرف سے جعلی حدیث گڑھی اور اسے سرکار مصطفےٰ ﷺ کی حدیث ٹھہرادی۔ اگر آپ حضرات اس گنگوہی حدیث کا عربی متن متقدمین ومتاخرین کی کسی معتبر یا غیر معتبر تصنیف سے پیش کرسکیں تو علمائے وہابیہ پر آپ کا احسان ہوگا اور ہم بھی آپ کی سعی ومحنت کی داد دیے بغیر نہ رہیں گے۔

(۷۱) مولوی اسماعیل صاحب دہلوی (عندالوہابیہ) ولی ہیں اور تمام اولیا خدا کے روبرو ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں لہٰذا مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی خدا کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

مسطور بالا صغریٰ، کبریٰ اور اس کا نتیجہ آپ حضرات کے نزدیک حق ہے یا باطل؟ اس حق کی اشاعت آپ حضرات کو گوارا ہے یا ناگوار؟ کس جرم وخطا پر مولوی اسمٰعیل صاحب بارگاہ احدیت جل جلالہ، میں ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر وحقیر ٹھہرے؟

(۷۲) ملا اسماعیل صاحب دہلوی عقیدہ وہابیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں [تقویۃ الایمان ص۲۷]

آپ حضرات کے نزدیک تقویۃ الایمان کا مذکور بالا عقیدہ کفری ہے یا اسلامی؟ بر تقدیر ثانی وہ آیت تلاوت کیجیے جس میں اس عقیدہ کی تعلیم دی گئی یا وہ حدیث متواتر لائیے جس میں انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو بارگاہ احدیت جل جلالہ میں ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر قرار دیا گیا۔

(۷۳) اللہ تعالیٰ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے ﴿وكان عند الله وجيها﴾ [پ:۲۲، سورۃ: احزاب، آیۃ: ٦٩] ۔ دوسری جگہ عام متقیوں کے بارے میں قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ﴿ان اكرمكم عندالله اتقٰكم﴾ [پ:۲٦، سورۃ: الحجرٰت، آیۃ:۱۳]۔ تیسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنٰفقين لا يعلمون﴾ [پ:۲۸، سورہ: منافقون، آیۃ:۸] ان تینوں آیتوں کا آپ رواں اور دواں اردو میں ترجمہ کردیں تاکہ لوگوں کے لیے حق واضح ہو۔

(۷۴) زید اللہ تعالیٰ کی بے نہایت بڑائی اس طرح بیان کرتا ہے۔

(الف) اللہ تعالیٰ کی قدرت بہت بڑی ہے، اگر وہ چاہے تو وہابی علما کو استنجا کا ڈھیلا بنا دے۔

(ب) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کوئی حد نہیں، اگر وہ چاہے تو ضلع گونڈہ، بستی کے وہابی عقیدہ والوں کو بندر اور سور بنا دے۔

(ج) اللہ تعالیٰ کی شان بہت بڑی ہے، اگر وہ چاہے تو وہابی مولویوں کو بیت الخلا کا کیڑا بنا دے۔

زید کے مذکورہ بالا اقوال کے پیش نظر مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

(۱/۷۴) آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ کی یہ بڑائی، یہ شان، یہ قدرت تسلیم ہے یا نہیں؟

(۲/۷۴) آپ حضرات کے نزدیک زید نے اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرنے کی آڑ میں وہابی مولویوں اور عالموں کی تحقیر کی یا تکریم کی؟

(۳/۷۴) اس طرح اللہ کی قدرت وشان بیان کرنے پر آپ حضرات کو اعتراض ہے یا نہیں؟

(۷۵) خود اللہ جل مجدہ اپنی شان یوں بیان فرماتا ہے۔

(الف) ﴿سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا﴾ [پ: ۱۵، الآیۃ: ۱]

(ب) ﴿ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ﴾ [پ: ۱۰، سورہ: توبۃ، آیۃ: ۳۳]

ان دونوں آیتوں کا ترجمہ کر کے بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرنے کا یہ قرآنی طرز آپ حضرات کو پسند ہے یا ناگوار؟

(۷۶) آپ حضرات کے نزدیک سرکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم **رحمۃ للعٰلمین** ہیں یا نہیں؟ بر تقدیر اول **رحمۃ للعٰلمین** کے لوازم بیان کریں۔

(۷۷) **اذا ثبت الشی ثبت بلوازمہ** یہ قاعدہ آپ حضرات کے نزدیک حق ہے یا باطل؟ بر تقدیر ثانی ﴿**ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین**﴾۔

(۷۸) **رحمۃ للعٰلمین** کا وجود خلق العٰلمین سے پہلے ہے یا بعد میں؟

(۷۹) سرکار ارض وسما پیارے مصطفےٰ ﷺ کو حاضر وناظر کہنا آپ حضرات کے نزدیک جائز ہے یا حرام یا شرک؟ برتقدیر ثانی وثالث وہ آیت یا حدیث سامنے لائیں جس میں خاص طور پر سرکار مصطفےٰ ﷺ کو حاضر وناظر کہنے سے منع کیا گیا ہے؟

(۸۰) آپ حضرات کے نزدیک گواہ کے معنی کیا ہیں؟

(۸۱) **اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا** کا ترجمہ کیا ہے؟

(۸۲) حضرت شیخ مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ درعلمائے امت است یک کس رادریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت ﷺ بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوھم تاویل دائم وباقی است وبراعمال امت حاضر وناظر ومرطالبان حقیقت راومتوجہان آنحضرت رامفیض ومربی ست‘‘۔

(مکتوبات شیخ محقق دہلوی برحاشیہ اخبار الاخیار ص:۱۶۱ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

حضرت محدث دہلوی کی مذکور بالا فارسی عبارت کا اردو میں ترجمہ کیا ہے؟

(۸۳) حضرت شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمہ کی اس تحریر سے علمائے امت کا سرکار مصطفےٰ ﷺ کی حیات غیر تاویلی اور سرکار کے حاضر وناظر ہونے پر متفق ہونا ثابت ہے یا نہیں؟

(۸۴) ان اتفاقی مسائل بیان کرنے کے ضمن میں حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ نے سرکار مصطفےٰ ﷺ کو حاضر وناظر مانا اور لکھا۔ آپ حضرات کے نزدیک حضرت شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح العقیدہ رہ گئے یا نہیں؟

(۸۵) شارح مشکوٰۃ حضرت ملا علی قاری مہاجر مکی متوفی ۱۰۱۴ھ اپنی کتاب شرح شفا جلد سوم ص:۴۹۴، میں زیر عبارت شفائے امام قاضی عیاض ’’**ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ**‘‘ (ترجمہ: اگر گھر میں کوئی شخص نہ ہوتو یوں عرض کرو، اے پیارے نبی! حضور پر سلام اور اللہ کی رحمت نیز اس کی برکتیں نازل ہوتی رہیں) تحریر فرماتے ہیں ’’**لان روح النبی علیہ الصلاۃ والسلام حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام**‘‘ (ترجمہ: اس لیے کہ سرکار مصطفےٰ ﷺ کی مقدس روح مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہوتی ہے) اس عبارت میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سرکار مصطفےٰ ﷺ کو حاضر کہا ہے، آپ حضرات کے مسلک میں حضرت ملا علی

قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر شرعا کیا حکم ہے؟

(۸۶) امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب صراط مستقیم صفحہ: ۹۵ میں تحریر کرتے ہیں ''بمقتضائے ظلمات بعضها فوق بعض ''از وسوسۂ زنا خیال مجامعت زوجۂ خود بہتر ست وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ وخر خود ست''اس فارسی عبارت کا ترجمہ کیا ہے؟

(۸۷) غوث اعظم اور غوث الثقلین کے معنی کیا ہیں؟ اگر ہو سکے تو غوث کا کار منصبی بھی بیان کریں۔

(۸۸) حضور پر نور شیخ المشائخ سیدنا عبد القادر محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوث اعظم اور غوث الثقلین'' کہنا آپ حضرات کے نزدیک جائز ہے یا حرام یا شرک؟ بر تقدیر ثانی وثالث قائل کا شرعا کیا حکم ہے اور قائل کو دینی پیشوا ماننا درست ہے یا نہیں؟

(۸۹) پیشوائے وہابیہ ملا رشید احمد گنگوہی کو غوث اعظم کہنا شرعا درست ہے یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی قائل کا عصیان کس درجہ کا ہے؟

(۹۰) ہندہ کا حال ہے کہ اس سے اولاد ہونے کی کوئی امید نہیں زید جس کو لوگ اللہ والا سمجھتے ہیں وہ ہندہ سے کہتا ہے کہ: میں تجھ کو بیٹا دوں گا'' آپ حضرات کے مسلک میں زید کا مذکورہ بالا جملہ بولنا جائز ہے یا کفر؟ ہر دو تقدیر پر شرعی دلیل قائم کریں۔

(۹۱) کیا آپ حضرات کے مسلک میں اللہ تعالیٰ کے محبوب ومقرب بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بے اولاد عورتوں کو بیٹا دیں؟

(۹۲) بکر اپنی عمر کے گیارہویں سال میں نماز پنجگانہ کا پابند ہوا اور تا حیات نماز پڑھتا رہا، اس درمیان میں اس نے فرض نمازوں کے ساتھ سنت اور نفل نمازوں کی بھی اچھی طرح محافظت کی، کبھی کوئی سنت اور نفل نماز اس نے ترک نہ کی، آپ حضرات کے مسلک میں بکر کا یہ طرز عمل قابل اعتراض ہے یا نہیں ؟ بر تقدیر ثانی دعویٰ دلیل شرعی سے مبرہن کریں۔

(۹۳) ٹرین، ہوائی جہاز، بس، سائیکل کے ذریعہ سفر کے جواز کا اعتقاد بدعت ہے یا ثابت بالسنۃ ؟ بر تقدیر ثانی یہ اعتقاد کتب احادیث سے نقل کر کے پیش کریں۔

(۹۴) یہ عقیدہ کہ پیشوائے وہابیہ ملا اسمٰعیل صاحب دہلوی شہید ہیں، آپ حضرات کے نزدیک حق ہے یا باطل، اگر حق ہے تو آپ کو قرآن مجید یا حدیث شریف سے اس عقیدہ کا صغریٰ ثابت کرنا ہوگا اور اگر آپ صغریٰ کا ثبوت اپنے راویان افسانہ نویس کے قول سے پیش کریں گے تو وہ آپ حضرات کے مسلک کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود کر دیا جائے گا، کیوں کہ آپ حضرات تو وہی بات مانتے ہیں جس کا تذکرہ قرآن مجید یا صحاح ستہ میں ہو، لہٰذا اگر آپ اپنے امام الطائفہ دہلوی مذکور کو شہید مانتے ہیں تو ہمیں ان کا شہید ہونا قرآن یا حدیث میں دکھائیں۔

(۹۵) عبدالودود دہلوی کے باپ حاجی عبدالملک سوت والے صدر بازار دہلی ٦ نے ۱۳۷۵ہجری میں تقویۃ الایمان کا جو نسخہ طبع کرا کر شائع کیا، اس کے ص ۸۸ پر زیر عنوان ''ضروری گزارش'' عقیدہ تحریر ہے کہ ''اس کتاب (تقویۃ الایمان) کا مطالعہ ہر چھوٹے، بڑے، مرد، عورت پر ضروریات دین میں سے ہے'' کیا آپ حضرات کے نزدیک تقویت الایمان کا مطالعہ ضروریات دین میں سے ہے؟ اگر ہاں، تو قرآن یا حدیث سے اس امر کا ثبوت دیں کہ تقویۃ الایمان کا مطالعہ ضروریات دین میں سے ہے۔ اگر نہیں۔ تو جو شخص غیر ضروریات دین کو ضروریات دین میں سے قرار دے وہ فاسد العقیدۃ ہے یا نہیں؟

(۹۶) ضروریات دین کی تعریف کیا ہے؟ یہ خیال رہے کہ آپ سے ضروریات دین کا ترجمہ نہیں پوچھا جا رہا ہے۔

(۹۷) کیا آپ حضرات کے مسلک میں قرآن مجید کا مطالعہ ضروریات دین میں سے ہے؟

(۹۸) منشی عبدالملک دہلوی مذکور کے شائع کردہ نسخہ تقویۃ الایمان کے اوائل میں عبدالودود بن عبدالملک دہلوی نے پیشوائے وہابیہ ملا اسمٰعیل دہلوی کی ایک مختصر سوانح عمری تحریر کی، جس کے آخر میں انہوں نے ملا اسمٰعیل دہلوی کے حق میں کلمۂ ترضی یعنی رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ استعمال کیا ہے، کیا آپ حضرات کے مسلک میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلمہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے لیے بولنا لکھنا شرعاً جائز ہے؟ اگر ہاں۔ تو خاص مولوی اسمٰعیل دہلوی کے بارے میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استعمال کا جواز قرآن مجید یا حدیث شریف سے ثابت کریں۔ پھر اگر آپ اپنے مسلک سے ہٹ کر قرآن حدیث کے بجائے دیگر اقوال سے جواز کا ثبوت دیں گے تو اسے باطل اور مردود قرار دیا جائے گا۔

(۹۹) مدارس مروجہ کا وجود کب سے ہوا؟ جن کے لیے صدر و ناظم وغیرہ کا انتخاب ہوتا ہے، جن میں تعلیم دینے کے لیے مدرسین اور ان کی ماہانہ تنخواہ مقرر کی جاتی ہے، رجسٹر حاضری طلبہ میں متعلمین کا نام درج کیا جاتا ہے اور روزانہ ان کی حاضری لکھی جاتی ہے، رجسٹر حاضری مدرسین میں اساتذہ روزانہ اپنا دستخط کرتے ہیں، درس و تدریس کے لیے عمارت بنائی جاتی ہے، اساتذہ اور طلبہ کے لیے ایام تعطیل مقرر ہوتے ہیں، سالانہ امتحان کے لیے دن مقرر کیا جاتا ہے، اگر آپ حضرات مدارس مروجہ کا قیام اور ان کے لوازم کو جائز مانتے ہیں، تو قرآن مجید کی آیت یا حدیث شریف کا عربی متن پیش کریں جس سے امور مذکورہ بالا میں سے ہر ہر امر کا جواز شرعا ثابت ہو۔

(۱۰۰) ابلیس لعین آپ حضرات کے نزیک موحد ہے یا مشرک؟

(۱۰۱) جو شخص ابلیس لعین کے لیے علم محیط زمین تسلیم کرے وہ آپ حضرات کے نزدیک مسلمان ہے یا کافر؟

(۱۰۲) یہ عقیدہ کہ ”فاسق موحد ہزار درجہ بہتر ہے متقی مشرک سے“ آپ حضرات کے نزدیک حق ہے یا باطل؟ بر تقدیر اول اس عقیدہ کی حقانیت قرآن مجید یا حدیث شریف سے ثابت کریں؟

(۱۰۳) متقی اور مشرک کی شرعی تعریف کیا ہے؟ پھر ان دونوں کے درمیان تساوی، تباین، عموم خصوص مطلق عموم خصوص من وجہٍ میں سے کون سی نسبت ہے؟ نیز متقی مشرک بطور مرکب وصفی کی شرعی تعریف تحریر کریں۔

(۱۰۴) زید موحد کے گھر میں گیارہ بجے رات میں آگ لگی، جب کہ اس کے گاؤں والے اپنے اپنے گھروں میں سو رہے تھے، زید اور اس کے گھر والوں نے شور مچایا اور گاؤں والوں کو مدد کے لیے پکارا، گاؤں کے لوگ زید کی پکار پر دوڑ پڑے اور اس کے گھر کی آگ بجھائی۔ بکر کہتا ہے کہ زید پر فرض تھا کہ مصیبت و حادثہ پیش آنے پر وہ اپنے تنہا مالک و خالق خدائے پاک کو پکارتا اور آفت ٹلنے کے لیے اسی سے مدد مانگتا، لیکن زید نے خدا کو چھوڑ کر مدد کے لیے خدا کے غیروں کو پکارا اور ”ایاك نستعین“ کے حصر کی مخالفت کرتے ہوئے غیر اللہ سے مدد مانگی اس لیے وہ مشرک ہو گیا۔

زید کے مذکور بالا فعل اور بکر کے قول کو سامنے رکھ کر ذیل میں چند امور تنقیح طلب ہیں۔

(الف) زید اپنی حاجت روائی کے سلسلے میں خدائے پاک کو پکارنے اور اس سے مدد مانگنے کے بجائے

اپنے گاؤں کے باشندوں کو پکارنا اور ان سے مدد مانگنا آپ حضرات کے نزدیک عقیدۂ توحید کے مخالف ہے یا مطابق ؟

(ب) زید اور اس کے گھر والوں نے مذکور حادثہ کے وقت غیر اللہ کو غائبانہ ندا کی اور غیر اللہ سے مدد مانگی۔ آپ حضرات کے نزدیک زید اور اس کے گھر والوں نے ﴿ایاك نستعین﴾ کے حصر کی مخالفت کی؟

(ج) زید نے حادثہ پیش آجانے پر زبردست کارساز خدائے پاک کو چھوڑ کر اس کے عاجز بندوں سے مدد مانگی۔ آپ حضرات کے نزدیک زید مشرک ہوگیا یا مسلمان رہ گیا؟

(د) زید کے بارے میں بکر کا قول آپ حضرات کے نزدیک تقویۃ الایمان کی تعلیمات وہدایات کے عین مطابق ہے یا مخالف؟

(ہ) تقویت الایمان ص۲۴ میں ہے ''ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو چاہیے کہ اپنے تمام کاموں پر اسی کو پکاریں'' تقویۃ الایمان کی یہ تعلیم آپ حضرات کے لیے معمول بہ ہے یا نہیں؟ نشیب وفراز سوچ کر جواب دیں۔

(۱۰۵) کیا آپ حضرات کے نزدیک یہ عقیدہ صحیح ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کے جتنے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز''۔

(۱۰۶) جو شخص وقوع کذب باری تعالیٰ کا قائل ہے، وہ آپ حضرات کے مسلک میں کافر ومرتد ہے یا مسلمان؟ ہر دو تقدیر پر دلیل شرعی قائم کریں۔

(۱۰۷) یہ درود وسلام ''الصلاۃ والسلام علیك یا رسول الله، الصلاۃ والسلام علیك یا نبـی الـلـه '' پڑھنا آپ حضرات کے نزدیک جائز ہے یا حرام ہے یا شرک؟ بر تقدیر ثانی وثالث وہ آیت کریمہ تلاوت کیجیے جس میں خاص ''الصلاۃ والسلام علیك یا رسول الله'' کو حرام یا شرک قرار دیا گیا ہے یا وہ حدیث شریف پیش کریں جس میں خالص **''الصلاۃ والسلام علیک یا رسول الله الصلاۃ والسلام علیک یا نبی الله''** کو حرام یا شرک کم از کم ممنوع بتایا گیا ہے۔ اس سوال کے جواب میں ہم آپ حضرات کے ذاتی اقوال سننا نہیں چاہتے۔ آپ کے عقائد نامہ میں پتھر کی لکیر کی طرح یہ لکھا ہوا ہے کہ ''ہر خاص وعام کو چاہیے کہ اللہ ورسول ہی کے کلام کو تحقیق کریں اور اس کو سمجھیں اور اسی پر

چلیں اوراسی کے مطابق اپنے ایمان ٹھیک کریں''۔

اگرآپ اپنے کو خاص سمجھتے ہیں اور مذکورہ بالا دوردشریف کے ممنوع ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں تو اللہ ورسول ہی کے کلام سے ثبوت دیں اوراپنا ایمان ٹھیک کریں اوراگر اپنے کو عام لوگوں میں شمار کرتے ہیں ،تب بھی اللہ ورسول ہی کے کلام سے آپ درودشریف مذکور کے ممنوع ہونے کا ثبوت دیں.

(۱۰۸) جس نادِعلی کے عمل کو حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مرشد کی اجازت سے حاصل کیا وہ یہ ہے''ناد علیامظهر العجائب تجده عونا لك فی النوائب كل هم و غم سینجلی بو لایتك یا علی یا علی یاعلی '' آپ ان کلمات کا ترجمہ کرکے بتائیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اوران کے اساتذہ حضرت حاجی شیخ محمد سعید لاہوری سے لے کر حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری تک نادعلی کا مضمون صحیح مان کر اور یاعلی یاعلی کی پکار جائز قرار دے کر صحیح العقیدہ پیشوائے دین رہ گئے یانہیں؟

(۱۰۹) کیا آپ حضرات کی معلومات میں کوئی ایسی آیت یا حدیث ہے ،جس میں ''یارسول اللہ ،یانبی اللہ'' کی ندا کو شرک یا حرام یاممنوع بتایا گیا ہے.؟ گر ہاں ۔تو وہ آیت یاحدیث پیش کریں ،اس سوال کا جواب لکھتے وقت اپنے عقائد نامہ کی اس تعلیم کو ضرور سامنے رکھیں کہ'' ہر خاص وعام کو چاہیے کہ اللہ ورسول ہی کے کلام کی تحقیق کریں اوراسی کو سمجھیں اوراسی پر چلیں اوراسی کے موافق اپنے ایمان کو ٹھیک کریں۔

(۱۱۰)الله ورسوله اعلم (جل جلاله و صلی الله تعالیٰ علیه وسلم) کا ترجمہ اور ترکیب نحوی کرکے بتائیں کہ مسلمانوں کو یہ جملہ یااس کا ہم معنی اردو جملہ بولنا جائز ہے یانہیں؟ ہر دو تقدیر پر دلیل شرعی قائم کریں۔

قد تمت ههنا الاسئلةالنافعة بعون الله العزیز الغالب القوی ثم بعنایة رسوله النبی الامی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ثم بكرم ابنه السید الكریم الغوث الاعظم رضی عنه ربه الاكرم وصلی الله تعالیٰ وسلم علی اول خلقه وافضل خلقه واعلم خلقه وارحم خلقه واسمع خلقه وانفع خلقه وابصر خلقه وانصر خلقه سید نا محمد خاتم النبیین و علی آله

وصحبه و ازواجه وعترته وابنه الغوث الاعظم الجیلانی اجمعین واخر دعونا ان الحمد لله رب العٰلمین ۔

بدرالدین احمد قادری رضوی

مدرس مدرسہ غوثیہ بڑھیا کھنڈسری ضلع بستی ۴؍رجب ۱۳۹۹ھ یوم پنج شنبہ۔۳۱مئی ۱۹۷۹ء

☆☆

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿سنگین دھاندھلی﴾

زیرنظر رسالہ تحقیقی جواب محمد ذکری نیتا ساکن پرسا متصل بیناڈاک خانہ اٹوا ضلع بستی نے ۷؍رجب ۱۳۹۹ھ مطابق ۳؍جون ۱۹۷۹ء کومولوی طاہر سلفی صاحب ساکن دو پھڑیا کے پاس پہونچایا اوران سے وصولیابی کی ایک تحریر حاصل کر کے مجھے دی تحریر کی نقل حسب ذیل ہے۔

باسمہ تعالی

میرے سوالوں کا جواب ''تحقیقی جواب'' کے نام سے ۳؍جون ۱۹۷۹ء موصول ہوا۔

فقط

محمد طاہر سلفی عفی عنہ

۳؍جون ۱۹۷۹ء

مولوی طاہر سلفی صاحب کے پاس تحقیقی جواب بھیج دینے کے بعد مجھے مکتبہ حبیبہ مسجد اعظم اترسوئیا شہرالہٰ آباد کا شائع کردہ رسالہ'' الصرود الثلثۃ'' ملا۔ جسے پڑھ کر میرے لیے وہابیوں کی سنگین دھاندھلی کا نقشہ تازہ ہوگیا اور یہ امر تسلیم کرنے پر میں مجبور ہوا کہ علمی میدان میں وہابی' تیلی کا بیل ہے جودن بھر چل کر

اپنی جگہ پر ہی رہ جاتا ہے۔

بھیمڑی ضلع تھانا متصل بمبئی میں ۵ / جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ ہجری مطابق ۶ / جون ۱۹۷۳ء کو مجلس شرائط مناظرہ منعقد ہوئی، جس میں سنی مسلمانوں کی طرف سے حضور مجاہد ملت حضرت علامہ مولانا شاہ حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ رئیس اڑیسہ وحضرت علامہ ارشد القادری وغیرہ علمائے اہل سنت نے اور دیوبندیوں کی طرف سے فاضل وہابیہ مولوی عبد السلام لکھنوی پسر امام الخوارج عبد الشکور کاکوروی ومبلغ مدرسۂ دیوبند مولوی ارشاد احمد وغیرہ ملایان وہابیہ نے شرکت کی، شرائط مناظرہ پر بحث کے بعد مناظرہ کی تاریخ ۱۱ / شوال ۱۳۹۳ھ مطابق ۷ / نومبر ۱۹۷۳ء قرار پائی، اختتام مجلس پر فاضل وہابیت مولوی عبد السلام لکھنوی صاحب نے حضور مجاہد ملت قبلہ کی خدمت میں دس سوال ذریعہ مولوی ارشاد احمد بھیجا۔

مناظرہ کی تاریخ مقررہ ۱۱ / شوال ۱۳۹۳ ہجری سے پہلے ہی سائل مولوی عبد السلام کی موت ہوگئی لیکن پھر بھی مجاہد ملت قبلہ نے آنجہانی فاضل وہابیہ کے سوالوں کا جواب مرتب فرما کر مناظرہ بھیمڑی منعقدہ ۱۱ / شوال ۱۳۹۳ ہجری کے موقع پر دیوبندیوں کے مولانا ارشاد مبلغ دیوبند کو سپرد کردیا۔

پھر جب مولانا محمد علی صاحب ناظم مکتبہ حبیبیہ شہر الہ آباد نے جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ ہجری میں رسالہ ''الصرود الثلثة '' اپنے مکتبہ سے شائع کیا، تو اس کے آخر میں فاضل وہابیہ عبد السلام لکھنوی کا بھیمڑی والا دس سوال اور اس کے ساتھ حضور مجاہد ملت قبلہ کا جواب بھی طبع کرایا۔

ناظرین کی معلومات میں اضافہ کی خاطر میں آنجہانی مولوی عبد السلام کے دس سوالات میں سے دوسرا اور چوتھا سوال '' الصرود الثلثة'' سے ذیل میں نقل کرتا ہوں۔

(۱) اہل قبلہ اور اہل لا الہ الا اللہ کون لوگ ہیں؟ ان کی تکفیر اہل سنت کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کافر کی تعریف کیا ہے اور اس کی شرعی علامات کیا ہیں؟

اب میں ذیل میں مولوی طاہر سلفی صاحب مرسلہ پانچ سوالات میں تیسرا سوال نقل کرتا ہوں۔

(۳) اہل قبلہ اور اہل لا الـه الا الـله کون لوگ ہیں؟ ان کی تکفیر اہل سنت کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ کافر کی تعریف کیا ہے؟ اس کی شرعی علامات کیا ہیں؟

حضرات قارئین! ملاحظہ کریں مولوی طاہر سلفی ایں جہانی کے سوال نمبر ۳ کے الفاظ حرف بحرف

وہی ہیں جو فاضل وہابیہ عبدالسلام آنجہانی کے نمبر دو اور سوال نمبر چار کے الفاظ ہیں، غور کرنے کی بات ہے کہ جب مولوی طاہر سلفی صاحب کے سوال نمبر تین کا تحریری جواب شوال ۱۳۹۳ھ میں وہابی علما کے ہاتھوں میں پہونچا دیا گیا بعدہ ۱۳۹۸ ہجری میں وہ جواب رسالہ "الصرود الثلثة" میں چھپوا کر شائع بھی کر دیا گیا تو رٹو طوطوں کی طرح پھر وہی سوال رٹنا، اس کو لکھ کر دوسروں کے پاس بھیجنا اور جواب کا مطالبہ کرنا کیا اس کو علمی دینی خدمت کہا جا سکتا ہے؟ کیا اس غیر عملی روش میں اپنا اور دوسروں کا قیمتی وقت ضائع کرنا نہیں؟

ہم سے سنیے! مولوی طاہر سلفی صاحب کا سوال نمبر تین خود ان کے قلم کی پیداوار نہیں، یہ سوال سب سے پہلے مرتضی حسن دربھنگی ناظم تعلیمات مدرسہ دیوبند وغیرہ علما نے ۱۳۲۶ ہجری میں مرتب کیا اور اسے اپنے دیگر سوالوں کے ساتھ اسکاٹ المعتمد ی میں حضرت مولانا سید عبدالرحمٰن قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "اسکاٹ المعتمد" کے رد میں مبارک رسالہ ظفر الدین الطیب ۱۳۲۷ ہجری میں شائع فرمایا۔

پھر ۱۳۹۱ ہجری میں الہٰ آبادی دیوبندیوں نے ایک فرضی مولوی ابن ابی المصباح مچھلی شہری کے نام سے ایک کتابچہ بنام "نسخہ عجیب" شائع کیا، جس کے سوالات میں مولوی سلفی صاحب کا سوال نمبر تین بھی ہے۔

حضرت مولانا صدر الحق صاحب مدرس درجہ عربی جامعہ حبیبیہ شہر الہٰ آباد نے "نسخہ عجیب" کے رد میں "کھلی چھٹی بنا نوزائیدہ ابن ابی المصباح" شائع فرمایا پھر مولوی سلفی صاحب این جہانی کے اسی سوال نمبر تین کو فاضل وہابیہ عبدالسلام آنجہانی لکھنوی نے ۱۳۹۳ ہجری میں بھیمڑی میں انعقاد مجلس شرائط مناظرہ کے موقع پر مولوی ارشاد کے بدست حضور مجاہد ملت قبلہ کی خدمت میں پیش کرایا۔

اب تو ناظرین پر بھی آفتاب کی طرح روشن ہو گیا ہوگا کہ مولوی سلفی کا سوال نمبر تین نہ تو سلفی صاحب ایں جہانی کا مرتب کردہ ہے اور نہ فاضل وہابیہ عبدالسلام آں جہانی کا ترتیب دادہ ہے بلکہ وہ شوال ۱۳۲۶ ہجری میں دربھنگی وغیرہ علمائے وہابیہ کا پیدا کردہ ہے۔

انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ حضور مجاہد ملت قبلہ نے مذکورہ سوال نمبر تین کا جو جواب تحریر فرما کر دے دیا تھا، وہ اگر علمائے وہابیہ کو تسلیم نہ تھا تو اس جواب کو علمی دلائل سے غلط ثابت کیا جاتا اور اس کے متعلق نیا سوال قائم کر کے جواب طلب کیا جاتا مگر افسوس کہ تیلی کا بیل اپنے رٹے ہوئے سوال کو صرف دہرانا جانتا ہے اس کو تقاضۂ انصاف سے کوئی واسطہ نہیں۔

میں علم کی لاج رکھنے والوں سے پر زور مطالبہ کرتا ہوں کہ تکرار سوال کی جاہلانہ روش پر شدید پا بندی لگائیں، تاکہ رٹو طوطے بے موقع ٹائیں ٹائیں کر کے دوسروں کا عزیز وقت برباد نہ کریں۔

جس طرح علمائے وہابیہ میں مسلسل تکرار سوال کی دھاندلی عام ہے۔ یوں ہی اس جماعت کے فاضل مصنفین اس گھناؤنے مرض میں بھی بری طرح گرفتار ہیں کہ جب ان کے پاس سوالات پہونچتے ہیں تو ان کو سانپ سونگھ لیتا ہے، جواب کے نام پر وہ صم بکم عمی بن جاتے ہیں اور اگر اپنا بھرم بچانے کے لیے قلم اٹھایا بھی تو اہل سنت کے سوالوں کا جواب دینے کے بجائے ان فرسودہ رٹے ہوئے گھسے پٹے اعتراضات کو دہراتے ہیں، جن کا جواب اہل سنت مصنفین کی طرف سے بار ہا دیا جا چکا ہوتا ہے۔

علمائے وہابیہ کی تیسری سنگین دھاندلی یہ ہے کہ جب ان کے نمبر وار سوالوں کے جوابات ان تک پہونچ جا تے ہیں تو اس وقت ہونا تو یہ چاہیے کہ جو جواب ان کے نزدیک صحیح ہو اس کی صحت تسلیم کریں تاکہ اختلافات کی گنتی میں کچھ کمی آئے اور جو جواب ان کی نگاہ میں غلط ہو اس پر اعتراض کریں اور اس کی غلطی علمی دلائل سے واضح کریں، مگر ہو تا یہ ہے کہ ان جوابوں کے بارے میں تسلیم وانکار کا اظہار کیے بغیر کسی غیر متعلق بحث کا نیا سوال کھڑا کر دیتے ہیں اس طر ح سابق زیر بحث مسئلہ سادہ لوح عوام کے لیے تشنہ کام ہو کر رہ جاتا ہے۔

علمائے وہابیہ کی چوتھی سنگین دھاندلی یہ ہے کہ مستحب امور کے ثبوت کے لیے ان دلائل کا مطالبہ کر تے ہیں جو فرائض وواجبات کے ثبوت کے لیے درکار ہیں، علمائے وہابیہ کی پانچویں سنگین دھاندلی یہ ہے کہ وہ عدم ذکر اور عدم میں امتیاز نہ کر سکنے کے باعث عدم ذکر کو ذکر عدم قرار دیتے ہیں۔

علمائے وہابیہ کی چھٹویں دھاندلی یہ ہے کہ وہ تقریبا ہر مسئلہ کے ثبوت میں صرف صحاح ستہ کی احادیث کا مطالبہ کرتے ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ حدیث شریف کی دیگر کتابیں قابل استدلال نہیں، لیکن اگر کوئی شخص پلٹ کر یہ مطالبہ کر دے کہ وہابی فاضلو! آپ اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام سے صرف اتنا ہی ثابت کر دیں کہ فلاں فلاں کتابیں صحاح ستہ ہیں تو کیا اس مطالبہ کے جواب میں ہر وہابی فاضل دم بخود نہیں رہ جائے گا؟

ان متعدد دھاندلیوں کو یاد دلانے کا مقصد یہ ہے کہ مولوی سلفی صاحب اور ان کے ہم عقیدہ دیوبندی علما دیانت سوز راہوں کو ترک کر دیں اور مفاہمت کی سیدھی راہ اختیار کرتے ہوئے سوالات سلفیہ

کے متعلق میرے جوابوں کو ملاحظہ کریں۔ان میں اگر کوئی جواب قابل تسلیم نہ ہوتو علمی دلیل سے اس کی کاٹ کریں پھراس مرحلہ سے گزر کر میرے سوالات کا نمبر وار جواب دیں اور اگر جواب لکھنے میں پرانی عادت کے مطابق دھاندھلی سے کام لیں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ تیلی کے بیل اور رٹو طوطے احیائے علم وخدمت دین کے بجائے کلمہ گویان اسلام میں فتنہ وفساد،اختلاف وعناد کا فروغ چاہتے ہیں۔

فالی اللہ تعالیٰ المشتکی اللھم رب العزۃ والھدایۃ صل وسلم وبارك علی خاتم الانبیاء سیدنا محمد المصطفیٰ وعلی آله وصحبه وأزواجه وعترته وابنه السید الکریم الغوث الاعظم الجیلانی اجمعین واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ۔

بدرالدین احمد قادری مدرس مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی

وارد حال کادوانی مسجد شہر بمبی ۲۰ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

از: قادری:۔آقائے نعمت استاذ گرامی حضور بدر ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ کو ایک استفتا کے جواب میں حافظ امام بخش صاحب تیغی مظفر پوری کو مرحمت فرمایا تھا۔

۷۸۶/۹۲

الحمد للہ الذی قال واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم ۔ والصلوٰۃ والسلام الاکملان علیٰ رسول الانس والجانّ الذی قال من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام و علیٰ اٰله و صحبه و ازواجه وابنه الغوث الاعظم وعلیٰ شھید محبته الشیخ احمد رضا قدوۃ اھل الشریعۃ والعرفان اما بعد!فیقول بدرالدین القادری الرضوی من افقر الحضرۃ القادریۃ الرضویۃ ۔

اللہ تعالیٰ پیارے نبی سرکار مصطفیٰ ﷺ سے (جو مکارم اخلاق ومحاسن اطوار کے موصوف اعلیٰ واکمل ہیں) فرماتا ہے ﴿ یٰایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم ﴾ اے پیارے نبی کافروں اور منافقوں پر جہاد کرواوران پر سختی کرو‘‘۔

حضرات صحابہ کرام جو سچے کھرے ذاکرین الٰہی رہے ان کا وصف قرآن عظیم یوں بیان فرماتا ہے ۔﴿ محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علیٰ الکفار رحمآء بینھم ﴾ (پیارے) محمد اللہ کے

رسول ہیں اوران کے ساتھی کافروں پر سخت ہیں اورآپس میں نرم دل (صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نبینا وصحبہ وبارك وسلم)ہادی عالم سرکار مصطفیٰ ﷺ ارشادفرماتے ہیں : [ان احب الاعمال الیٰ اللہ تعالیٰ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ](مشکوٰۃ شریف ص:۴۲۷)بلاشبہہ سارے اعمال میں سب سے پیارا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کی خاطر محبت کی جائے اوراللہ کی خاطردشمنی رکھی جائے۔وہابیہ، دیابنہ کے اصحاب بدعت ہونے کا مسئلہ دوپہر کے آفتاب سے زیادہ روشن ہے اورارباب بدعت سے اجتناب کا حکم تو خودسرکار مصطفیٰ ﷺ نے دیا اورصحابہ فخام ،تابعین کرام اوراولیائے عظام نے اس پرعمل کیا۔آپ نے حضرت سیدی شاہ صاحب بانی فیض الرسول براؤں شریف کوقریب سے دیکھا ہے۔ آج بستی اور گونڈہ میں جیساسنیت کا بحمدہ تعالیٰ زور ہے، وہ زیادہ تر حضرت شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے تبلیغی مشن کا ہی نتیجہ ہے۔حضرت ممدوح نے حضرت شیر بیشہ اہل سنت علیہ الرحمہ کو ساتھ لے کر گاؤں گاؤں کا دورہ کیا، جلسے کرائے ،تقریر کرائی، شرعی مسائل اورسنی عقائد کی تبلیغ کرائی۔اور وہابیت کی تردید و نکایت کرا کراس کی مٹی پلید کردی۔حضرت سیدی شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی نرم مزاجی تو آپ کے مشاہدہ میں ہے۔لیکن دین وعقیدہ میں سختی اتنی کہ لوگوں میں مشہور تھا کہ وہابی اگر دھوکے سے مصافحہ کرلیتا تو ہاتھ کو صابن یامٹی سے پاک کرتے تھے۔واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال ۔

آپ نے جوسوال مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کیا اس کے جواب میں مفتی صاحب کے قلم نے بالکل خاموشی اختیارفرمائی، کاش اتنا ہی ہوتا کہ حضرت مفتی صاحب کاقلم اظہارحق سے خاموش رہتا،مگر افسوس اورصد ہزار بار افسوس وہی خاموش قلم جب گویائی پراتر پڑا تو خانقاہی سیرت کا حوالہ دے کرگمراہوں کے کنکر، پتھر بکھیر دیئے۔سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کن خانقاہوں کی مخصوص تعلیم ہے۔جتنی دیرسوال سے غیر متعلق جواب میں قلم چلتا رہا ،اتنی دیرخالص تسبیح وتہلیل ، ذکروفکر میں وقت کیوں نہیں صرف کیا گیا اور کیوں نہیں کسی شاگرد سے کہہ دیا گیا کہ حافظ امام بخش کو مطلع کردو کہ حضرت مفتی صاحب کو ذکر الٰہی میں شدید مصروفیت کے باعث اتنا موقع نہیں کہ آپ کے تحریر کا جواب دیں۔ملّا قاسم نانوتوی مسلمانوں کے عقیدۂ ضروریہ دینیہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔اس لیے وہ علمائے عرب وعجم کے نزدیک بالاتفاق کافرومرتد ہیں۔ختم نبوت کے لفظ کا اقرارنہیں بلکہ ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دین سے ہے تو جوعقیدہ ضروریہ دینیہ کا منکر ہوا

ور حیات النبی کا اقرار کرے تو اس سے ارتداد ختم نہیں ہوسکتا۔اور پھر''المھند''میں تو سارے اکابر واصاغر وہابیہ حیات النبی کے قائل ہیں،تو پھر نانوتوی کی تخصیص چہ معنیٰ دارد؟۔سرکار مصطفیٰ ﷺ کے وصال کے بعد ارتداد اور منع زکوٰۃ کے فتنوں کا جس سختی سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استیصال فرمایا ہے وہ آپ ہی کی استقامت کا حصہ تھا۔سرکار مصطفیٰ ﷺ کے اشداء علی الکفار کی عملی تفسیر سب سے پہلے صدیق اکبر نے دکھائی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ذات کے حق میں نرمی اختیار کی کہ حضرات صحابۂ کرام کو مدینہ میں باغیوں کے خون بہانے کی اجازت نہ دی۔لیکن اسلام کو سربلند کرنے کے لیے ہزاروں سرکش معاند کافروں کو اپنے لشکر بھیج بھیج کر جہنم میں پہونچا دیا۔رفتار ومزاج کی نرمی خوبی بھی ہے اور سخت عیب بھی۔کسی نے آپ کو گالی دی،سخت سست کہا۔آپ نے ہنس کر ٹال دیا اپنی ذات کا بدلہ نہ لیا،اس عمل کا شمار خوبی میں ہوگا۔لیکن اگر کسی نے شریعت کو برا بھلا کہا،سنت کا استہزا کیا،بدعت کی اشاعت کرتا رہا۔حسب استطاعت آپ نے اس کی کاٹ نہ کی،اس کے خلاف آپ کو تاؤ نہ آیا تو آپ کی یہ نرمی آپ کے دین کے لیے زہر قاتل ہے۔''مسلم شریف''جلد اول میں سرکار ﷺ فرماتے ہیں:[من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذالك اضعف الایمان]

دور حاضر میں وہابیت کا فتنہ منکر شدید ہے،اس کے خلاف آواز بلند کرنا سرکار رسالت پناہ علیہ الصلاۃ والسلام کے ہر شیدائی کا حسب استطاعت اہم فریضہ ہے۔'' ایھاالناس نضرب لکم مثلاً فاستمعوالہ'' کسی اوباش نے ایک خانقاہی مولانا عبدالحکیم کی کنواری جوان صاحبزادی کا اغوا کر کے اپنے گھر بٹھا لیا اور صاحبزادی کے ساتھ منھ کالا کرتا رہا۔گھر والوں نے مولانا موصوف کی صاحبزادی کے اغوا کیے جانے کی اطلاع کی۔موصوف نے فرمایا کہ بھائی ہم نرم مزاج اور نرم رفتا ہیں،ہمیں کسی کے خلاف تاؤ آتا ہی نہیں۔ہمارا نرم ونازک مسلک ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ ہم اغوا کنندہ کے خلاف کوئی کاروائی کریں، پھر ہمیں موقع بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر وفکر چھوڑ کر دنیاوی جنجال میں پڑیں۔آخر وہ اوباش ڈاکو بھی تو میرے مالک ومولیٰ عزوجل کا ہی بندہ ہے۔میرے مالک کے غیر کا تو بندہ ومخلوق نہیں۔میرے مالک کے ایک بندہ نے میرے مالک کی ایک کنیز کو اپنے تصرف میں لے لیا تو میں کیا دخل دوں؟

آپ غور فرمائیں کہ یہ مسلک نرم مزاجی ہے یا دیوثیت ؟ یہ فرضی خانقاہی مولانا نرم مزاج ہے یا دیوث؟ کہ قرآن وحدیث، فقہ اور غیرت ذاتی سب کا حق تلف کیے بیٹھا ہے، لیکن کیا کوئی خانقاہی ذاکر و مبلغ اس خبیث واقعہ پر خاموش رہ سکتا ہے؟ یا اس رہزن عفت وعزت سے میل ملاپ رکھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔تو وہابیہ جو عظمت سرکار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے کھلے عام دشمن ہیں،سنیت کے ڈاکو، متاع ایمان کے چوٹّے ہیں۔کیا ان کے بارے میں نرمی دکھانا مذہبی دیوثیت نہیں ہے؟ ہاں،بے شک جو لوگ وہابیت کے کفری عقائد اور گستاخانہ ملعون کلمات سے نابلد ہیں اور دیوبندی،تبلیغی مولویوں اور پیروں کی بناوٹی ٹیپ ٹاپ اور دکھاوٹی ٹنٹ گھنٹ سے متاثر ہیں، دینی عقائد حقہ سے ناواقف ہونے کے باعث سنیت اور وہابیت کے درمیان مذبذب ہیں،ان کے ساتھ ضرور نرمی برتی جائے گی اور ان کو وہابیت وسنیت کے درمیان فرق بتایا جائے گا،انہیں درجہ بدرجہ وہابیت کی پوشیدہ نجاست وخباثت سے آگاہ کیا جائے گا۔پھر حق واضح ہو جانے پر وہابیت سے جدا و منقطع ہو گئے فھو المراد۔ورنہ حق واضح کر دینے کے بعد اگر وہ وہابیت ہی کی طرف چلے گئے تو ان کے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو دودھ کی مکھی کے ساتھ ہوتا ہے۔اس بات کا دھیان رکھیے کہ ہم نے جناب مفتی کی ذات پر کوئی حکم شرع نہیں لگایا ہے۔ہاں موصوف کے قلم سے نکلے ہوئے کلمات جو دوسروں کی گمراہی کا باعث ہوں گے،ان پر تبصرہ ضرور کیا ہے۔میرے خیال میں آپ مفتی صاحب سے براہِ راست کوئی گفتگو نہ کریں۔ہوسکتا ہے کہ ذکر وفکر کے کسی حصہ کا ان پر غلبہ ہو۔اس غلبہ کے عالم میں ان سے سکری کلمات نکلتے ہوں ایسے وقت میں ان کی صحبت آپ کے لیے مفید نہ ہوگی۔﴿ ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیهم الملئکة ﴾ کی روشنی حاصل کرنے کی کوشش میں لگئے شریعت کی کشادہ پختہ سڑک پر چلیئے،اغل بغل کی پگڈنڈیوں میں چاہے کتنی ہریالی اور سبزی دکھائی دے ۔لیکن پختہ سڑک ہرگز ہرگز نہ چھوڑیئے۔

اس زمانہ میں قلب وروح کی تربیت کرنے والا نظر نہیں آتا۔اور جن کو تربیت کا دعویٰ ہے ان کی باتیں ہم لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔اس لیے ایسے حضرات سے موافقت کرنا اپنے کو گمراہی میں ڈالنا ہے ۔لہٰذا ایسے مربیوں سے اجتناب ضروری ہے۔پھر اس مخمصہ کے عالم میں کس کو مربی بنایا جائے جو راہ خدا کے لیے مرشد کا کام دے؟

میرا مشورہ یہ ہے کہ درود پاک کو اپنا مربی بنالیجیے۔خود درود پاک پڑھیے اور اپنے شاگردوں کو حکم دیں کہ وہ لوگ یا متفرق اوقات میں یا جلسۂ واحدہ میں روزانہ سومرتبہ درود شریف کی گنتی ضرور پوری کرلیں۔جمعہ کے دن مدینہ طیبہ کی طرف منھ کر کے کھڑے ہوکر ہاتھ باندھے ہوئے درود جمعہ اپنے شاگردوں سے پڑھوائیں۔حدیث شریف کی دعائیں ان کو یاد کرادیں اوران کے مقررہ وقت پر پڑھنے کی تاکید کریں۔سونے کے وقت کی دعا " اللھم باسمك اموت واحییٰ '' سوکر اٹھنے کی دعا،استنجا جاتے وقت کی دعا،فارغ ہونے کے بعد کی دعا،مسجد میں جانے کے وقت کی دعا،مسجد سے نکلنے کے وقت کی دعا،کھانے سے فارغ ہونے کے وقت کی دعا۔۔۔۔بس یہ سمجھیں کہ دور حاضر میں گھٹاٹوپ تاریکی چھائی ہوئی ہے۔

جس کو سمجھا تھا مونس وہ ہلا کو نکلا
جس کو سمجھا تھا خمیرہ وہ تمبا کو نکلا

لہٰذا بارگاہ احدیت جل شانہ میں آپ اور آپ کے شاگرد ومرید حضرات گڑگڑا کر یہ عرض کریں،نماز سے فارغ ہوکر ضرور پڑھیں

'' اللھم ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا و ھب لنا من لدنك رحمة ، انك انت الوھاب '' پانچوں وقت نماز کے بعد یہ دعا کریں" اللھم اصلح امة سیدنا محمد ﷺ ، اللھم ارحم امة سیدنا محمد ﷺ ، اللھم اغفر لامة سیدنا محمد ﷺ ۔ **نماز کے بعد آخر میں حمد وصلاۃ کے الفاظ یوں کہیں:**

وصلیٰ اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ خیر خلقه و نور عرشه سیدنا محمد و اله و صحبه و ازواجه و عترته و ابنه السید الکریم الغوث الأعظم الجیلانی البغدادی اجمعین واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العٰلمین ۔

فقط والسلام۔ بدرالدین احمد

﴿ مکتوب بنام غلام غوث ﴾

برادر ایمانی غلام غوث ....وعلیکم السلام ثم السلام علیکم

آپ کا خط ملا۔تعویذ روانہ ہے موم جامہ کر کے گلے میں پہن لیں۔خط میں ۷۸۶/۹۲ لکھا کریں، شروع میں آپ جو لکھتے ہیں وہ قرآن مجید کی آیت کریمہ ہے اس پر بے وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔خط کو آدمی بے وضو چھوتا ہے،اس حصہ پر بھی ہاتھ لگ سکتا ہے۔لہٰذا بے ادبی سے بچنے کے لیے اس آیت کو نہ لکھیں۔آپ نے اس خط میں رسولِ معبود لکھ دیا ہے۔معبود صرف خدائے پاک کے لیے ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے محبوب کی جگہ معبود لکھ گیا ہے۔بہر حال آپ توبہ کرلیں۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ خط میں صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا کریں۔

''دائی حلیمہ بنت شوہر کا نام کیا ہے''؟ یہ سوال سمجھ سے باہر ہے اس کا ترجمہ یہ ہے ''دائی حلیمہ شوہر کی بیٹی'' مولانا لوگ آپ سے سوال کیوں کرتے ہیں؟ کیا آپ نے سارے سوالوں کا ٹھیکہ لے رکھا ہے؟ اپنے کام سے کام رکھیے زیادہ بولنے کی آپ کو اجازت نہیں۔

کوشش کریں کہ دس پندرہ منٹ مولانا یونس صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر سورہ فاتحہ اور کچھ سورتوں کی مشق کریں تاکہ نماز صحیح رہے۔عزیزم مولانا محمد یونس اور دیگر بھائیوں کو سلام۔فقط والسلام۔

بدرالدین احمد، بڑھیا۔

(۱) صلاۃ وسلام بعد نماز یا کسی بھی جائز وقت میں پڑھنا بالکل درست ہے،اس کا ثبوت جاء الحق میں ہے۔

(۲) حضرت شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی علیہ الرحمہ ایک بزرگ عالم دین تھے۔ان کی شان میں گستاخی کے الفاظ بولنا صرف وہابی، دیوبندی کا کام ہے۔جب وہابی، دیوبندی سرکار اعظم مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی شان میں گستاخی کرتے لکھتے اور چھاپتے ہیں تو ایک سنی عالم کی شان میں گستاخی کیوں نہیں کریں گے۔

اور رہے تھانوی اشرفعلی جی، وہ تو گستاخوں کے اَگُوا تھے۔موت کے وقت جو کچھ ان کی دُرگت ہوئی اسے وہابی چھپاتے ہیں۔

(۳) نماز میں کھڑے ہوتے وقت دونوں پنجوں کے درمیان صرف چار انگل کا فاصلہ ہو اس سے زیادہ فاصلہ نہ ہو۔

(۴) وہابی، دیوبندی امام کے پیچھے نماز ادا نہیں ہوتی اور پڑھنا بھی سخت گناہ ہے۔آپ صحیح راستہ پر ہیں جو کہ آپ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔فقط والسلام۔

بدرالدین احمد

﴿نورانی فتویٰ﴾

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ

(۱) کیا دیوبندی امام کے پیچھے نماز ادا ہوتی ہے؟

(۲) کیا دیوبندی عقیدہ رکھنے والوں کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے؟

(۳) اگر اہل سنت اپنی الگ جماعت کریں اور دیوبندی اسی مسجد میں دوسری جماعت کریں تو دو جماعت کرنے میں کوئی حرج تو نہیں؟ بینوا توجروا۔

سائل: قاضی عبدالحق ساکن موضع بکولی کلاں، پوسٹ دنگھٹا تحصیل خلیل آباد، ضلع بستی یوپی، ۱۶ر ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۵ر مارچ ۱۹۶۹ء۔

الجواب: دیوبندیوں کی نماز قطعاً نہیں ہوتی۔ان کے پیچھے نماز پڑھنی نہ پڑھنے کے برابر بلکہ اس سے بھی بدتر۔دیوبندیوں نے شانِ الوہیت ورسالت میں شدید گستاخیاں کی ہیں، جن کی بنا پر علمائے عرب وعجم، ہندوسندھ نے ان کے بارے میں یہ فتویٰ دیا کہ یہ (لوگ) کافر، مرتد، خارج از ایمان ہیں ایسے کہ جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور جب یہ لوگ کافر ومرتد ہیں تو نہ ان کی نماز، نماز ہے نہ ان کے پیچھے کسی کی نماز درست۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دیوبندں کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار کے حکم میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) سنیوں پر فرض ہے کہ حسب استطاعت دیوبندیوں کو مسجد میں نہ آنے دیں۔عامۂ کتب فقہ میں ہے " و یمنع عنه کل موذٍ و لوبلسانه " (یعنی ایذا دینے والے ہر شخص کو مسجد میں آنے سے روکا جائے اگرچہ وہ صرف زبان ہی سے ایذا دیتا ہو) اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دینے والوں سے بڑھ کر کون (موذی اور ظالم ہے) انھیں مسجد میں ہرگز ہرگز نہ آنے دیا جائے، لیکن اگر اس پر قدرت نہ

ہوتو اتنا ضرور کریں کہ ان کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہ پڑھیں اور اپنی جماعت الگ کریں اور اس صورت میں فرض ہے کہ سنی دوسری جماعت ضرور کریں۔ اس لیے کہ نہ دیوبندیوں کی نماز، نماز ہے نہ ان کی جماعت، جماعت۔ دیوبندیوں کی جماعت کالعدم۔ جماعتِ اُولیٰ صرف سنیوں کی جماعت ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ دیوبندیوں کی جماعت ہونے کے باوجود اس کے پہلے یا اس کے بعد سنّی اپنی جماعت کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد شریف الحق امجدی، شیخ الحدیث جامعہ انوار القرآن شہر بلرام پور ضلع گونڈہ نزیل مدرسہ تدریس الاسلام بسڈیلہ ضلع بستی، ۱۶/ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ۔

﴿تصدیق﴾

سرکار مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ شاہ مصطفےٰ رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ نوریہ بریلی شریف یوپی۔

۷۸۶ الجواب صحیح: واللہ تعالیٰ اعلم۔ بے شک وشبہہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز باطل ہے کہ (خود) ان کی نماز باطل ہے بے شک ان کا ذبیحہ مردار ہے۔ بے شک سنیوں کی مسجد میں دیوبندیوں کو آنے کا کوئی حق نہیں۔ وہ زبردستی آئیں تو حکومت سے انھیں ممانعت کرانا لازم۔ ہر مرتد کا یہی حکم ہے جیسے قادیانیوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھا، ان کے ساتھ میل جول، ان سے سلام کلام، ان سے نکاح بیاہ، ان کی بیمار پرسی وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ کی شرکت، ان کے ساتھ نماز، ان کی نماز حرام، حرام، حرام ہے۔ ان کے کفر پر مطلع ہوکر انھیں مسلمان جاننا، ان کے کافر، مستحق عذاب ہونے میں شک کرنا کفر انجام ہے۔ یونہی دیوبندی کا یہی حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ھوالھادی۔

فقیر مصطفےٰ رضا قادری نزیل تدریس الاسلام بسڈیلہ (تحصیل خلیل آباد ضلع بستی یوپی) ۱۶/ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ۔

﴿تصدیقات﴾

الجواب صحیح: عبدالعزیز عفی عنہ (سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ نزیل تدریس

الاسلام بسڈیلہ،۱۶؍ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ)۔

الجواب صحیح: عبدالمنان اعظمی (شیخ الحدیث) جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (نزیل تدریس الاسلام بسڈیلہ ۱۶؍ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: غلام جیلانی (شیخ الحدیث) دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی (ساکن قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ)۔

الجواب صحیح: بدرالدین احمد قادری رضوی خادم مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا بستی۔

الجواب صحیح: محمد نعیم الدین عفی عنہ (شیخ الحدیث) دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف بستی یوپی (ساکن راوت پار، شاہ پور، ضلع گورکھپور)۔

﴿استفتا کا سبب﴾

یہ ہے کہ موضع قاضی بکولی پوسٹ دنگھٹا تحصیل خلیل آباد ضلع بستی کے دو مولوی وہابیوں کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے اپنے آبائی ''سنی مذہب'' سے کٹ کر وہابی، دیوبندی ہوگئے تھے، انھوں نے عوام کو اپنا وہابی ہونا ظاہر نہیں کیا بلکہ اپنے کو سنی بتا کر موضع مذکور کی مسجد میں امامت کرتے تھے اور عید اضحیٰ کے موقع پر بعض لوگ ان سے قربانی کا جانور ذبح کراتے تھے۔موضع مذکور کے باشندہ مولانا نثار احمد صاحب جو ان دونوں ملاؤں سے بہت بعد میں دارالعلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف ضلع بستی سے فارغ التحصیل ہوئے، انھوں نے جب عوام سنیوں کو مسئلہ شرعی سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارے گاؤں کے یہ دونوں مولوی صاحبان چوں کہ خالص وہابی، دیوبندی ہیں اس لیے ان کے پیچھے نماز پڑھنا حرام اور باطل ہے۔ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے تو مولانا موصوف کے جواب میں وہابی ملاؤں نے عوام سے کہا کہ ہم لوگ وہابی نہیں، دیوبندی ہیں، لیکن ہم لوگوں کا عقیدہ وہی ہے جو سنی مسلمانوں کا ہے۔

مذکورہ بالا ملاؤں کے اس پرفریب جواب سے سادہ لوح عوام تشویش میں پڑ گئے۔اسی زمانے میں مدرسہ عربیہ تدریس الاسلام موضع بسڈیلہ تحصیل خلیل آباد میں سالانہ جلسہ تھا۔مولانا نثار احمد نے وہابی ملاؤں کی عیارانہ چال پر بکولی کے باشندوں کو مشورہ دیا کہ آپ لوگ بسڈیلہ کے جلسہ میں شرکت کریں۔اور

دیوبندیوں کے بارے میں علمائے اہل سنت سے حکم شرعی دریافت کرلیں۔ چنانچہ موضع بکولی کے قاضی عبد الحق، قاضی مقبول اور چراغ علی وغیرہ بسڈ یلہ پہونچے اور علمائے کرام کی خدمت میں مذکور بالا استفتا پیش کیا۔ جس کا جواب موجودہ مفتئ جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ حضرت علامہ مولانا شریف الحق صاحب قبلہ امجدی سابق شیخ الحدیث جامعہ انوار القرآن شہر بلرام پور ضلع گونڈہ نے تحریر فرمایا اور سرکار مفتئ اعظم ہند شاہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا دامت برکاتہم العالیہ اور دیگر شریک جلسہ علما نے تصدیق کی اصل فتویٰ مع تصدیقات علما ا تا نمبر ۶، مولانا نثار احمد صاحب ساکن بکولی کے پاس محفوظ ہے۔

انجمن اہل سنت و رضوی دار المطالعہ براؤں شریف ضلع بستی نے ۱۳۹۰ھ ہجری میں مولانا نثار احمد سے اصل فتویٰ کی نقل حاصل کی اور فتوائے ہذا میں مزید تصدیقات از نمبر ۷، تا ۱۱ شامل کر کے ایک ہزار کی تعداد میں اس کو شائع کیا۔ بعدہ یہی فتویٰ شعبان ۱۳۹۷ھ میں مدرسہ غوثیہ اہل سنت فیض العلوم بڑھیا پوسٹ کھنڈسری، بستی نے اپنی سالانہ روداد میں طبع کرایا۔ پھر تیسری بار شعبۂ نشر و اشاعت مدرسہ غوثیہ اہل سنت بڑھیا نے شعبان ۱۳۹۸ھ میں بعون اللہ تعالیٰ ثم بعون رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ مختلف اضلاع کے کثیر علما کی مزید تصدیقات حاصل کر کے یہ فتویٰ ایک بڑے پوسٹر پر ایک ہزار کی تعداد میں شائع کیا۔ پھر چوتھی بار محرم ۱۴۰۰ھ ہجری مطابق دسمبر ۱۹۷۹ء میں قاضی اطیع الحق قادری رضوی عثمانی ساکن علاء الدین پور پوسٹ سعد اللہ نگر ضلع گونڈہ نے بہت بڑے پوسٹر پر پانچ سو کی تعداد میں اس فتوے کو طبع کرا کر شائع کیا۔ اب پانچویں بار ''رضا اکیڈمی علی عمر اسٹریٹ شہر بمبئی'' نے زیر نظر فتویٰ کتابی شکل میں شوال المکرم ۱۴۰۲ھ مطابق اگست ۱۹۸۲ء شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔ فالحمد للہ رب العلمین الصلاۃ والسلام علیٰ رسولہ رحمۃ للعلمین وعلیٰ الہ الطیبین و صحبہ المکرمین۔

﴿ضروری معلومات﴾

(۱) علمائے دیوبند کے پیشوائے اکبر ملّا محمد قاسم صاحب نانوتوی، ملّا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی سہارن پوری، مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حنفی کہلانے کے باوجود بابائے وہابیہ ملّا اسمٰعیل صاحب دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' پر عمل کرتے ہوئے قدیم ہندوستان میں وہابیت کو

پھیلایا۔وہابی مذہب کی ترویج وتبلیغ کے لیے کثیر کتابیں لکھیں اور چھپوا کر شائع کیں۔چوٹی کے ان بڑے بڑے پیشواؤں نے سادہ لوح مسلم آبادیوں میں حنفیت کے چور دروازہ سے وہابیت کو گھسایا اور اسے پنپا کر تناور درخت بنا دیا۔اس طرح ان حضرات نے سنی قوم کے ہزاروں افراد کو سنگین دھوکا دے کر ان کے عقائد بدل دیئے اور مسلم معاشرہ کے درمیان سنی، وہابی کے نام پر فساد اور جھگڑا کھڑا کر دیا جس کے مٹنے کی امید نظر نہیں آتی۔

(۲) مذکور بالا علمائے اربعہ کی تقریری اور تحریری جد وجہد سے جب وہابیت قبول کرنے والے مریدوں، شاگردوں اور معتقدوں کا اچھا خاصا جتھا تیار ہوگیا تو علمائے اربعہ کی رگِ وہابیت پھڑکی اور انھوں نے وہابیت کے بنیادی عقائد کی اشاعت کرتے ہوئے اللہ رب العزۃ جل جلالہ کی شانِ مقدس میں توہین لکھی اور اپنی کتابوں میں سرکار اعظم پیارے مصطفیٰ ﷺ کو صریح گالی دی، نیز سرکار مصطفیٰ ﷺ کے وصف ختم نبوت زمانی کا انکار کر کے ایک بنیادی عقیدہ ضروریہ اسلامیہ کو ختم کر دینے کی بھرپور کوشش کی۔

(۳) شیخ الوہابی ملا رشید احمد گنگوہی ومعلم الوہابیہ خلیل احمد سہارن پوری نے ''براہین قاطعہ'' ص: ۲، میں اللہ سبوح وقدوس کا جھوٹا ہونا ممکن بتایا۔ معاذ اللہ تعالیٰ من ذالك۔ اور اسی ''براہین قاطعہ'' ص: ۵۱ میں سرکار اعلم الخلق ﷺ کے علوم کو ابلیس لعین کے علم کے مقابلہ میں کم قرار دے کر سرکار مصطفیٰ ﷺ کو کھلم کھلا گالی دی۔

(۴) استاذ الوہابیہ ملا قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' ص۲، ۱۴، ۲۸ میں سرکار مصطفیٰ آخر الانبیاء ﷺ کو آخری نبی ماننے سے انکار کیا اور سرکار مصطفیٰ ﷺ کے بعد نئے نبی پیدا ہونے کو جائز قرار دیا۔اور خاتم النبیین کا ایک نیا معنیٰ خاتمِ ذاتی گڑھ کر قادیانی فرقہ کی بنیاد مضبوط کر دی۔

(۵) مرشد وہابیہ حکیم دیابنہ جناب مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی تصنیف ''حفظ الایمان'' ص: ۸، میں سرکار مصطفیٰ ﷺ کو صریح گالی دیتے ہوئے سرکار اقدس کے علوم غیب کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چوپایوں کے علم کے مثل اور ان کے علم کے برابر بتایا۔ نعوذ باللہ تعالیٰ منه۔

(۶) مذکورہ بالا چاروں علما کے ان سب کفری عقائد واقوال کے سبب علمائے مکہ ومدینہ نے ''حسام الحرمین'' کتاب میں ان چاروں مولویوں پر کافر ومرتد، خارج از اسلام ہونے کا فتویٰ دیا پھر " الصوارم

الھندیۃ '' مطبوعہ برقی پریس مرادآباد میں یوپی، بہار، بنگال، پنجاب، راجستھان، گجرات، بمبئی، مدراس وغیرہ کے ڈھائی سو سے زیادہ علمائے اسلام، مفتیانِ کرام، مشائخ عظام نے مذکورہ بالا چاروں مولویوں کے کافرو مرتد ہونے کی تحریری تصدیق کی۔

(۷) وہابی: ہندوستانی وہابی وہ ہے جو ملاّ اسمٰعیل مقتول دہلوی کو اپنا پیشوا ماننے اور ملاّئے دہلوی کی تصنیف ''تقویۃ الایمان'' وغیرہ پر عقیدہ رکھے۔

(۸) دیوبندی: وہ شخص ہے جو ملا اسمٰعیل دہلوی کو اپنا امام مانتے ہوئے ملاّ قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند، ملاّ رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد سہارن پوری، مولوی اشرف علی تھانوی کے مذہب و عقیدہ پر چلے۔

(۹) غیر مقلد وہابی: وہ شخص ہے جو ملاّئے دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' پر عقیدہ رکھتے ہوئے امام اعظم سرکار ابو حنیفہ وغیرہ ائمۂ مجتھدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید و اتباع کا انکار کرے اور اپنے کو اہل حدیث کہلائے۔

(۱۰) دیوبندی اور غیر مقلد: یہ دونوں فرقے اعتقاد میں پکے خالص وہابی ہیں اور سرکار مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کے دشمن ہیں، لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ دیوبندی اپنے کو حنفی، سنی، قادری، چشتی وغیرہ مشہور کرتے ہیں۔ تراویح کی نماز بیس رکعت مانتے ہیں اور رہے غیر مقلدین تو وہ اپنے کو اہل حدیث کہلاتے ہیں۔ تراویح کی نماز صرف آٹھ رکعت مانتے ہیں۔ رفع یدین کرتے اور زور سے آمین بولتے ہیں۔

(۱۱) غیر مقلد وہابیوں کے پیچھے بھی نماز پڑھنا حرام اور باطل ہے، ان کا ذبیحہ مردار، ان سے نکاح بیاہ کا رشتہ حرام ہے (ثبوت کے لیے ملاحظہ ہو سرکار اعلیٰ حضرت کا رسالہ '' النھی الاکید '' ازالۃ العار ''۔

(۱۲) دیوبندی مذہب میں محفل میلاد شریف منعقد کرنا، قیام تعظیمی کرنا، یا نبی سلام علیک پڑھنا، نیاز و فاتحہ کرنا، ختم خواجگان کرنا، یہ سب امور بدعت اور حرام ہیں۔ لیکن اکثر عیار و مکار دیوبندی اپنی وہابیت چھپانے اپنی امامت بچانے، اپنی پگڑی سنبھالنے اور اپنے مریدی پیری کا دھندا نباہنے کی خاطر اپنے مذہب کے خلاف محفل میلاد شریف میں شریک ہوتے ہیں۔ تقریر کرتے ہیں قیام تعظیمی کے ساتھ صلاۃ وسلام پڑھتے ہیں، نیاز و فاتحہ اور ختم کی موافقت کرتے ہیں، عرس اور قل کی مخالفت نہیں کرتے، اس لیے سنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی مسجد کا امام اپنے مکتب و مدرسہ کے مولوی، اپنے سلسلۂ بیعت کے پیر

کے بارے میں چھان بین کرلیں کہ یہ لوگ واقعی سنی ہیں یا چھپے دیوبندی وہابی ہیں۔

(۱۳) جس پیر مولوی امام کے بارے میں یہ چھان بین کرنا ہو کہ سنی ہے یا وہابی، دیوبندی تو اس سے دریافت کیا جائے کہ پیشوایانِ وہابیہ ملاّ قاسم نانوتوی، ملاّ رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی کی کتابیں باطل ہیں یا حق، اوران مولویوں کو علمائے مکہ ومدینہ نے جو حسام الحرمین میں کافر ومرتد لکھا ہے وہ حق ہے یا نہیں؟ اگر وہ پیر مولوی، امام جواب دے کہ بے شک مولویانِ مذکور کی کتابیں باطل ہیں۔ اوران پر کفر کا فتویٰ حق ہے تو اسے سنی سمجھا جائے۔ اوراگر یوں جواب دے کہ یہ سب جھگڑے کی باتیں ہیں ہم ان جھگڑوں میں نہیں پڑتے۔ مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا رشید احمد گنگوہی وغیرہ علمائے دین ہیں ہم ان مولاناؤں کو اپنا دینی پیشوا مانتے ہیں، ہم ان مولاناؤں کو کافر نہیں کہہ سکتے تو اسے دیوبندی قرار دے کر امامت سے برطرف کیا جائے اس کی بیعت توڑ دی جائے اس کو تدریس کے عہدے سے برطرف کیا جائے۔

(۱۴) بہشتی زیور، حفظ الایمان، تقویۃ الایمان، فتاوی رشیدیہ، براھین قاطعہ، تحذیر الناس، دینی تعلیم کا رسالہ، تعلیم الاسلام (مصنفہ دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی اور جماعت اسلامی مودودی کی کتابیں، نظام الدین بستی دہلی تبلیغی نصاب کی کتابیں، یہ سب وہابی عقائد کے مطابق اور سنی مذہب کے خلاف ہیں۔ لہٰذا سنی مسلمانوں کو ان کتابوں سے بچنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ والھادی وصلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیٰ نبینا سید المرسلین و افضل العٰلمین و علیٰ اٰلہ و صحبہ وازواجہ امھات المؤمنین و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

﴿امکان کذب کا فتنہ﴾

از حضرت علامہ مولانا مفتی بدرالدین احمد صاحب قبلہ قادری رضوی گورکھپوری علیہ الرحمۃ والرضوان۔

جھوٹ ایک ایسا عیب ہے جس سے سبھی لوگ نفرت کرتے ہیں، یہاں تک کہ خود جھوٹا آدمی بھی جھوٹ کو برا جانتا ہے چنانچہ اگر بھری محفل میں اس کا جھوٹا ہونا ظاہر کردیا جائے تو وہ چڑھے گا جھنجھلائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا بڑا اچھچھورا کام ہے۔ لیکن محترم قارئین کو یہ جان کر سخت حیرت ہوگی کہ وہابی مذہب نے سبوح قدوس رب العزۃ جل شانہ کے حق میں جھوٹ بولنا جائز قرار دیا ہے۔

امکان کذب الٰہی کا فتنہ سب سے پہلے ملائے دہلوی مولوی اسمعیل نے ایک اعتراض کے جواب میں کھڑا کیا۔ واقعہ یوں ہے کہ قدیم زمانے سے مسلمانوں کا یہ اعتقاد چلا آرہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے مثل پیدا فرمایا ہے۔ حضور کا مثل ہونا محال ہے۔ مولوی اسمعیل دہلوی نے اس اعتقاد کی مخالفت کرتے ہوئے یہ نیا عقیدہ پیدا کیا کہ سرکار مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے مثل نہیں بلکہ سرکار جیسے سیکڑوں محمد پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس پر اس زمانے کے علمائے اسلام نے اعتراض کیا کہ حضور کا مثل کیونکر ممکن ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے حق میں فرمادیا ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی پیارے مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ تو اب حضور کا مثل ہرگز ممکن نہیں۔

توضیح اس مقام کی یہ ہے کہ ختم نبوت کا وصف شرکت قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، جس کا معنی یہ ہے کہ آخری نبی صرف ایک ہی شخص ہوسکتا ہے کسی دوسرے کا آخری نبی ہونا عقلا محال بالذات ہے اب رہی یہ بات کہ وہ شخص کون ہے جس کو ختم نبوت کا تاج پہنایا گیا تو اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے خبر دی کہ وہ ایک شخص پیارے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جنہیں آخری نبی بنایا گیا تو خود رب العزۃ جل جلالہ نے حضور کو خاتم النبیین کہہ کر خبر دے دی کہ میرے مصطفیٰ کا مثل ممکن نہیں بلکہ محال بالذات ہے۔

سابق علمائے اسلام نے یہی اعتراض مولوی اسمعیل دہلوی پر کیا کہ تم جو حضور کا مثل ممکن بتاتے ہو اس سے خبر الٰہی کا جھوٹا ہونا لازم آرہا ہے، لیکن چونکہ خبر الٰہی کا جھوٹا ہونا بالاتفاق محال ہے ہرگز ممکن نہیں اس لیے سرکار مصطفیٰ ﷺ کا مثل بھی ہرگز ہرگز ہرگز ممکن نہیں۔ اس اعتراض کے جواب میں ملا اسمعیل دہلوی نے امکان کذب الٰہی کا فتنہ کھڑا کیا اور مسلمانوں میں یہ کفری عقیدہ پھیلایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے محال نہیں ہے (نعوذباللہ تعالیٰ من ذالك) آیت کریمہ: ﴿ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین﴾ کے بارے میں ملا دہلوی نے یہ جواب دیا ''بعد اخبار ممکن است کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس قول قول بامکان وجود مثل اصلا منجر بتکذیب نصے از نصوص نہ گردد'' (یکروزی بحوالہ سبحٰن السبوح ص ۶۷) یعنی اللہ تعالیٰ نے جو آیت کریمہ میں حضور کے خاتم الانبیاء ہونے کی خبر دی ہے اس خبر دینے کے بعد ممکن ہے کہ یہ آیت لوگوں کو بھلا دی جائے۔ لہذا حضور کا مثل پائے جانے کو ممکن کہنا اس سے کسی آیت قرآن کا جھٹلانا لازم نہیں آتا۔ ملائے دہلوی کے جواب کا معنی یہ ہے کہ جب سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کا مثل پیدا ہوگا تو اس وقت اللہ تعالیٰ خاتم النبیین والی آیت کریمہ لوگوں کے دلوں سے بھلا دے گا اور جب آیت کریمہ کسی کو یاد ہی نہ رہ جائے گی تو خبر الٰہی کو کون جھٹلائے گا۔ حاصل جواب یہ ہے کہ امام وہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی خبر کا جھوٹا ہونا درست ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں اس بات میں حرج ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کے کذب پر آگاہ ہوجائیں اس حرج سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ قرآن کی آیتوں کو بندوں کے دل سے بھلا دے گا۔ (معاذ اللہ رب العٰلمین) یہ ہے باطل کفری عقیدہ وہابیوں کا۔ مسلمان کہلانے کا تقاضہ تو یہ تھا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی افضلیت پر حملہ نہ کرتے اور اس بات پر ایمان لاتے کہ ختم نبوت کے وصف میں سرکار کا مثل ونظیر محال بالذات ہے، لیکن وہ اگر شیطان کے بہکانے سے بہک گئے تھے تو علمائے اسلام کے ٹوکنے پر ان کو سنبھل ہی جانا چاہیے تھا مگر برا ہو پندار علم کا جس نے ان کو ایک دوسرے کفری عقیدہ کی طرف ڈھکیل دیا۔ یعنی امکان نظیر کے اعتقاد باطل نے ان کو امکان کذب الٰہی کا معتقد بنا دیا۔ چنانچہ انہوں نے خاص مسئلہ امکان کذب کے ثبوت میں ایک کتاب یکروزی لکھ کر امت میں ایک فتنۂ عظیم کھڑا کر دیا۔ اس کتاب کے دلائل کا حال یہ ہے کہ جس طرح ایک جھوٹی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے دسوں جھوٹ گڑھنا پڑتا ہے، ٹھیک اسی طرح اللہ رب العزت کا کذب ثابت کرنے کے لیے ان کو ایسی ایسی دلیلیں گڑھنی پڑیں جو سیکڑوں کفریات کا پٹارا ہیں، جس کو اس کا مشاہدہ کرنا ہو وہ سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس تصنیف سبحٰن السبوح ص۳۳ تا ۶۶ کا مطالعہ کرے۔

بہت سے سادہ لوح حضرات کا گمان ہے کہ سنیت اور وہابیت کے درمیان صرف چند فروعی امور میں اختلاف ہے لیکن یہ گمان شدید غلط ہے، کیونکہ سنیت اور وہابیت کا اختلاف فروعی امور میں ہونے کے ساتھ ساتھ بنیادی مسائل میں بھی ہے یہاں تک کہ خود ایمان باللہ کے مسئلہ میں ہمارا اور وہابیوں کا شدید بنیادی اختلاف ہے۔ چنانچہ ہم اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کا صدق ازلاً وابداً واجب ہے۔ لہذا اس کا کذب ممکن نہیں بلکہ محال بالذات ہے اور وہابی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کذب ممکن ہے لہذا صدق واجب نہیں۔ اور یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ وجوب صدق کا عقیدہ اور امکان کذب کا عقیدہ ان دونوں میں قطعی بنیادی اختلاف ہے۔ اس لیے ثابت ہوگیا کہ ایمان باللہ کے مسئلہ میں ہمارا اور وہابیوں

کا سنگین بنیادی اختلاف ہے۔ یوں تو جس مسلمان کا لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان ہے اس کا فطری طور پر یہ عقیدہ ہے کہ اللہ رب العزۃ جل جلالہ کا جھوٹا ہونا ہرگز ہرگز ممکن نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ازلا صادق رہا اور ہے اور ابد تک صادق رہے گا تو کذب کے امکان کی جڑ تو یہیں سے کٹ گئی، لیکن چونکہ وہابیوں نے اسلامی عقیدہ کے نام سے مسلمانوں میں یہ فتنہ پھیلا رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹا تو نہیں مگر اس کا جھوٹا ہونا ممکن ہے، اس لیے ہم سادہ لوح مسلمانوں کے اطمینان کی خاطر عقائد اسلامیہ کی قدیم کتابوں سے چند حوالے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

(۱) شرح مقاصد میں ہے ''الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالیٰ محال ''[بحوالہ سبحٰن السبوح ص ۱۰] یعنی اللہ تعالیٰ کا کذب باجماع علما محال ہے، اس لیے کہ وہ باتفاق عقلا عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(۲) شرح عقائد نسفی میں ہے ''کذب کلام اللہ تعالیٰ محال'' (سبحٰن السبوح ص ۱۰) یعنی کلام الٰہی کا جھوٹا ہونا ممکن نہیں۔

(۳) طوالع الانوار میں ہے ''الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ محال'' (سبحٰن السبوح ص ۱۰) یعنی جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(۴) مواقف کی بحث کلام میں ہے انہ تعالی یمتنع علیہ الکذب اتفاقا اما عند المعتزلۃ فلان الکذب قبیح وھو سبحانہ لایفعل القبیح واما عندنا فلانہ نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ محال اجماعا، یعنی اہل سنت اور معتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ ممکن نہیں محال ہے ۔معتزلہ تو اس لیے محال کہتے ہیں کہ جھوٹ برا ہے اور اللہ تعالیٰ برا فعل نہیں کرتا اور ہم اہل سنت کے نزدیک اس دلیل سے ناممکن ہے کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے۔

(۵) امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد مسائرہ میں فرماتے ہیں: یستحیل علیہ تعالیٰ سمات النقص کالجھل والکذب (سبحٰن السبوح ص ۱۱) یعنی جتنی نشانیاں عیب کی ہیں جیسے جہل و کذب وہ سب اللہ تعالیٰ پر محال ہیں۔

(۶) علامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف قدسی اس شرح مسامرہ میں فرماتے ہیں: لا

خلاف بین الاشعریة وغیرھم فی ان کل ماکان وصف نقص فالباری تعالی عنه منزہ وھو محال علیه تعالی والکذب وصف نقص" (سبحٰن السبوح ص ۱۱) یعنی اشاعرہ اور غیر اشاعرہ کسی کو اس میں اختلاف نہیں کہ جو کچھ صفت عیب ہے باری تعالی اس سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر ممکن نہیں اور کذب صفت عیب ہے۔

(۷) کنز الفوائد میں ہے: قدس شانه عن الکذب شرعا وعقلا اذ ھو قبیح یدرك العقل قبحه من غیر توقف علی شرع فیکون محالا فی حقه تعالی عقلا وشرعا کما حققه ابن الھمام وغیرہ "(سبحٰن السبوح ص ١٤) یعنی بحکم شرع وبحکم عقل ہر طرح اللہ تعالیٰ کذب سے پاک مانا گیا ہے، اس لیے کہ کذب قبیح عقلی ہے کہ عقل خود بھی اس کے قبیح کو مانتی ہے، بغیر اس کے کہ اس کا پہچاننا شرع پر موقوف ہو تو جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کے حق میں عقلا وشرعا ہر طرح محال ہے جیسا کہ امام ابن ہمام وغیرہ نے اس مسئلہ کی تحقیق افادہ فرمائی۔ علامہ جلال الدین دوانی شرح عقائد میں لکھتے ہیں: الکذب علیه تعالی محال لا تشمله القدرة (سبحٰن السبوح ص ۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ کا جھوٹا ہونا محال ہے قدرت الٰہی میں داخل نہیں۔

(۸) شرح عقائد جلالی میں: الکذب نقص والنقص علیه محال فلا یکون من الممکنا ت ولا تشمله القدرة کسائر وجوہ النقص علیه تعالی کالجھل والعجز "(سبحٰن السبوح ص ۱۳) جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال تو کذب الٰہی ممکنات سے نہیں نہ اللہ تعالی کی قدرت اسے شامل جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل وعجز الٰہی، کہ سب محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج۔

ہم اختصار کی خاطر اتنے ہی حوالوں پر بس کرتے ہیں جس کو مزید بائیس نصوص ائمہ اور تیس دلائل قاہرہ دیکھنے کا شوق ہو وہ سرکار اعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف سبحٰن السبوح کا مطالعہ کرے۔ وہابی اپنے عقیدۂ امکان کذب کی حمایت میں جس مغالطہ آمیز دلائل سے کام لیتے ہیں ذیل میں ان کا بطلان پیش کیا جارہا ہے۔

(۱) امکان کذب کے ثبوت میں عام وہابی دیوبندی یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ان اللہ علی کل شیء قدیر﴾ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور چونکہ جھوٹ بھی ایک چیز ہے۔ لہذا

وہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور جب جھوٹ بولنے پر قادر ہے تو اس کے لیے جھوٹ بولنا ممکن ہوا۔

جواب: جب وہابیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس کا پہلا جھوٹ یہی کلام یعنی ﴿ان اللہ علی کل شیء قدیر﴾ ہو تو پھر اس کلام کو دلیل میں پیش کرنا کیوں کر صحیح ہوگا۔

دوسرا فولادی اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ کذب الٰہی عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالیٰ کے لیے محال بالذات ہے۔ لہٰذا کذب الٰہی محال بالذات ہے اور کوئی محال بالذات ممکن نہیں۔ ثابت ہوا کہ کذب الٰہی ممکن نہیں۔ پھر ذات باری تعالیٰ کو جھوٹ پر قادر کہنا یہ وہابیوں کا سخت ترین مغالطہ ہے، کیونکہ کذب الٰہی محال بالذات ہے اور کوئی محال بالذات زیر قدرت نہیں۔ لہٰذا کذب الٰہی زیر قدرت نہیں تو پھر کذب الٰہی کو زیر قدرت بتا کر امکان کذب کو ثابت کرنا دجل وفریب نہیں تو اور کیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ مفہوم کی تین قسم ہے واجب، ممکن، محال۔

واجب: وہ مفہوم ہے جس کا وجود ضروری ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات۔

ممکن: وہ مفہوم ہے جس کا نہ وجود ضروری ہو نہ عدم مثلاً عالم اور عالم کی چیزیں۔

محال: وہ مفہوم ہے جس کا عدم ضروری ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا کذب، جہل، عجز اور دوسرا خدا ہونا۔

واضح ہو کہ زیر قدرت الٰہی صرف ممکنات ہیں۔ واجب اور محال زیر قدرت نہیں۔ شرح مقاصد میں ہے ''لا شیء من الواجب والممتنع بمقدور'' (سبحٰن السبوح س ۷) یعنی واجب اور محال ہر گز زیر قدرت نہیں۔

شرح مواقف میں ہے: علمہ تعالی یعم المفہومات کلہا الممکنۃ والواجبۃ والممتنعۃ فہو اعم من القدرۃ لانہا تختص بالممکنات دون الواجبات والممتنعات '' (سبحٰن السبوح ص ۷) یعنی علم الٰہی ممکن، واجب اور محال سب مفہوم کو شامل ہے تو وہ قدرت الٰہی سے عام ہے، کیونکہ قدرت الٰہی صرف ممکنات ہی سے متعلق ہے واجبات اور محالات سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔

حوالجات مذکورہ بالا سے واضح ہوگیا کہ ﴿ان اللہ علی کل شیء قدیر﴾ میں ''کل'' سے مراد کل ممکن ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ہر ممکن پر قادر ہے۔ اور جب وہ زیر قدرت نہیں تو ہرگز ہرگز ممکن نہیں، اب ہم

اس مقام پر وہابیوں سے ان کے اس مغالطہ آمیز استدلال کے پیش نظر ایک سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے یا نہیں کہ شیطان کو وہابیوں کا خدا بنا دے اگر کہو کہ اللہ تعالیٰ قادر نہیں تو تم ﴿ان اللہ علی کل شیء قدیر﴾ کا انکار کر کے کھلم کھلا کافر ہو گئے اور اگر کہو کہ شیطان قدرت الٰہی سے وہابیوں کا خدا ہو سکتا ہے تو تم وحدانیت کا انکار کر کے کھلے عام مرتد ہو گئے۔ بولو! ہے کوئی وہابیوں میں دم خم والا جو وہابی مذہب کو برقرار رکھتے ہوئے اس سوال کا جواب دے سکے۔

(۲) وہابی کہتے ہیں کہ انسان کو جھوٹ بولنے پر قدرت ہے تو اگر اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہو تو قدرت انسانی، قدرت ربانی سے بڑھ جائے گی اور یہ محال ہے کہ قدرت انسانی قدرت ربانی سے بڑھ جائے۔ لہذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ بولنا ممکن ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿واللہ خلقکم وماتعملون﴾ یعنی تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اہل سنت کا ایمان ہے کہ انسان اور اس کے تمام اعمال ، اقوال، احوال، اوصاف سب اللہ عزوجل کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ انسان کو صرف کسب پر ایک گونہ اختیار ملا ہے، لیکن اس کے سارے کام مولی عزوجل ہی کی سچی قدرت سے واقع ہوتے ہیں۔ آدمی کی کیا طاقت کہ بے ارادۂ الٰہی کے پلک مار سکے انسان کا صدق وکذب، کفر وایمان، طاعت وعصیان جو کچھ ہے سب کو اسی قادر مطلق جل جلالہ نے پیدا کیا ہے، تو جب انسان کا جھوٹ بولنا، کفر کرنا، فسق کرنا، بندگی کرنا سب اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت سے واقع ہوتا ہے تو پھر قدرت ربانی سے قدرت انسانی کیوں بڑھ سکتی ہے اور رہی یہ بات کہ اگر کذب الٰہی پر خدائے تعالی قادر نہ ہوگا تو قدرت ربانی گھٹ جائے گی تو ایسا سوچنا صرف بد دماغ وہابی کا کام ہو سکتا ہے اس لیے کہ کذب الٰہی محال اور غیر ممکن ہے اور کوئی محال زیر قدرت نہیں اور کذب الٰہی جب زیر قدرت نہیں تو قدرت گھٹنے کی کیا بات ہے؟ اس مقام پر پھر ہم وہابیوں سے ایک سوال کرتے ہیں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ بہت سے انسان اس بات پر قادر ہیں کہ وہ پتھر کی مورتی بنا کر اس کو معبود قرار دیں اور صبح وشام اس کی پوجا کریں تو اگر خدا پتھر کی مورتی کو اپنا معبود قرار دے کر صبح وشام اس کی پوجا پر قادر نہ ہو تو قدرت انسانی، قدرت ربانی سے بڑھ جائے گی اور چونکہ قدرت انسانی کا قدرت ربانی سے بڑھ جانا محال ہے لہذا ثابت ہوا کہ خدا کا پتھر کی مورتی کو اپنا معبود قرار دینا ممکن ہے۔

بولو! ہے کوئی وہابیوں میں ہمت والا جو وہابی مذہب کو باقی رکھتے ہوئے اس ممکن کو ختم کردے۔

(۳) وہابی کہتے ہیں کہ متکلمین کے نزدیک یہ قاعدہ کلیہ مسلم ہے کہ ''کل ماھو مقدور للعبد مقدور للہ''یعنی ہر وہ کام جو بندہ اپنے لیے کرسکتا ہے خدا بھی اپنے لیے کرسکتا ہے تو جب آدمی جھوٹ بول سکتا ہے تو خدا بھی جھوٹ بول سکتا ہے، کیوں کہ اگر خدا جھوٹ نہ بول سکے تو ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کرسکتا ہے اور خدا نہیں کرسکتا اور یہ ظاہر بات ہے کہ خدا کی قدرت بے انتہا ہے، لہٰذا ایسا نہیں ہوسکتا کہ جس کام کو آدمی کرسکے اسے خدا نہ کرسکے اس لیے ثابت ہوا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے اس کا جھوٹا ہونا ممکن ہے۔

جواب: معاذاللہ رب العٰلمین. سبحٰن اللہ عما یصفون . بے شک قاعدۂ کلیہ حق ہے لیکن وہابی اس کے جو معنی بیان کرتے ہیں وہ صریح غلط ہونے کے ساتھ ساتھ کھلا کفر بھی ہے۔ قاعدۂ کلیہ کا صحیح معنی یہ ہے کہ بندہ جس چیز کے کسب پر قادر ہے اللہ اس کے پیدا کرنے پر قادر ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ بندہ کا ہر کام اللہ تعالیٰ کے خلق وایجاد ہی سے ہوتا ہے۔ محترم قارئین بھی ملاحظہ فرمائیں کہ قاعدۂ کلیہ کو امکان کذب سے کیا تعلق ہے؟ لیکن جب وہابیوں کے نزدیک یہی طے ہے کہ ہر وہ کام جو بندہ اپنے لیے کرسکتا ہے خدا بھی اپنے لیے کرسکتا ہے تو ان کے مذہب پر لازم آتا ہے کہ

(الف) انسان قادر ہے کہ اپنے خدا کی تسبیح کرے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی قادر ہو کہ اپنے خدا کی تسبیح کرے ورنہ ایک ایسا کام نکلا کہ بندہ تو کرسکے اور خدا نہ کرسکے۔

(ب) آدمی قادر ہے کہ اپنی ماں کی تواضع وخدمت کے لیے اس کے تلوؤں پر اپنی آنکھیں ملے اپنے باپ کی تعظیم کے لیے اس کے جوتے اپنے سر پر رکھ کر چلے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ ایسی تعظیم وتواضع پر قادر ہو ورنہ ایک کام ایسا نکلا کہ بندہ تو کرسکے اور خدا نہ کرسکے۔

(ج) آدمی قادر ہے کہ پرایا مال چرا چھپا کر اپنے قبضہ میں کرلے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی دوسرے کی مملوک چیز چرا لینے پر قادر ہو، ورنہ ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کرسکے اور خدا نہ کرسکے۔

(د) آدمی قادر ہے کہ اپنے خدا کی نافرمانی کرے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی اپنے خدا کی نافرمانی پر قادر ہو، ورنہ ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کرسکے اور خدا نہ کرسکے۔

اب وہابی یا تو اقرار کریں کہ خدا کے لیے دوسرا خدا ہونا، اور خدا کے ماں باپ ہونا ممکن ہے ورنہ

عقیدۂ امکان کذب الٰہی سے توبہ کریں۔

(۴) ملا رشید احمد گنگوہی نے براہین قاطعہ ص۳ میں لکھا ہے کہ ''امکان کذب کا مسئلہ اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں ردالمحتار میں ہے ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاهر ما فی المواقف والمقاصد ان الاشاعرة قائلون بجوازه . پس اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور تعجب کرنا محض لاعلمی اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے''

جواب: محترم قارئین! پہلے آپ ملا گنگوہی کی مراد سمجھنے کی کوشش کریں۔ واقعہ یوں ہے کہ ضلع سہارنپور کے حضرت مولانا عبدالسمیع رامپوری نے امکان کذب کے خلاف اپنے صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے انوار ساطعہ میں لکھا تھا کہ ''کوئی جناب باری عزاسمہ کو امکان کذب کا دھبا لگاتا ہے'' اس کے جواب میں گنگوہی جی فرماتے ہیں کہ خدائے تعالی کو بالامکان جھوٹا کہنا یہ تو کوئی نئی بات نہیں اگلے زمانے کے بعض علمائے اسلام بھی تو خدا کے لیے جھوٹ بولنا ممکن بتاگئے ہیں۔ دیکھو اشاعرۂ اہل سنت خلف وعید کے قائل ہیں۔ امکان کذب خلف وعید کی ایک قسم ہے، لہذا امکان کذب پر اعتراض کرنا اگلے زمانے کے علمائے دین پر اعتراض کرنا ہے۔ افسوس اور ہزار افسوس کہ گنگوہی جیسا وہابیوں کا شیخ ربانی جب اتنی سنگین افترا سازی اور بہتان طرازی کرسکتا ہے تو چھوٹے چھوٹے وہابی ملاؤں کا کیا حال ہوگا۔

یہ حقیقت ہے کہ باطل عقائد کا طرفدار خود اندھا ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنے جیسا اندھا سمجھتا ہے ۔ بے شک اہل سنت کے بعض علما خلفِ وعید کے ضرور قائل ہیں، مگر اس کے ساتھ وہی علما امکان کذب الٰہی کے عقیدہ کی سخت مخالفت کرتے ہیں پھر ان کو امکان کذب کا قائل بتانا کتنا سفید جھوٹ اور کس قدر سنگین بہتان ہے۔

جس مواقف میں ہے: لا يعد الخلف فی الوعيد نقصا'' یعنی خلف وعید عیب نہیں شمار کیا جاتا اسی مواقف میں ہے'' انه تعالىٰ يمنع عليه الكذب اتفاقا ''یعنی باری تعالی کا کذب بالاتفاق محال ہے ،جس شرح طوالع میں ہے الخلف فی الوعيد حسن یعنی خلف وعید (سزا معاف کردینا) کیا ہی اچھی بات ہے۔ اسی شرح طوالع میں ہے ''الكذب على الله تعالىٰ محال ''یعنی اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے۔ جس علامہ جلال الدین دوانی نے شرح عقائد جلالی میں لکھا کہ 'فذهب بعض العلماء الى ان الخلف فی الوعيد جائز على الله تعالىٰ لا فی الوعد ولهذا وردت السنة'' یعنی بعض علما کا مذہب یہ کہ وعید میں

خلف اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے نہ کہ وعدہ میں۔اور یہی مضمون حدیث میں آیا ہے۔وہی علامہ جلال تحریر کرتے ہیں:الکذب علیه تعالی محال لاتشمله القدرة"اللہ تعالیٰ کا کذب محال ہے قدرت الٰہی میں داخل نہیں۔محترم قارئین ملاحظہ فرمائیں مذکورہ بالا حوالوں نے خوب واضح کردیا کہ ملا گنگوہی کا اتہام غلط ہے اور خلف وعید کے قائل کا دامن،عقیدۂ امکان کذب کی نجاست سے پاک وصاف ہے۔

(۵)علما وہابیہ کہتے ہیں کہ اگر جھوٹ پر خدا کی قدرت نہ مانی جائے تو خدا کا عجز لازم آئے گا اور وہ عجز سے پاک ہے۔لہذا جھوٹ بولنا اس کے لیے ممکن ہوا۔

الجواب: اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ محال ہے اور محال پر قدرت نہ ہونے سے عجز لازم نہیں آتا۔سیدنا علامہ عبدالغنی نابلسی اپنی کتاب مطالب وفیہ میں ابن حزم فاسد العزم کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:ان العجز انما یکون لوکان القصور من ناحیة القدرة اما اذا کان لعدم قبول المستحیل تعلق القدرة فلا یتوهم عاقل ان هذا عجز"(سبحٰن السبوح ص۳۸) یعنی عجز تو جب ہو کہ قصور قدرت کی طرف سے آئے اور جب وجہ یہ ہے کہ محال خود ہی تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا تو اس سے کسی عاقل کو عجز کا وہم نہ گزرے گا۔اس مقام پر پھر ہم وہابیوں سے ایک سوال کرتے ہیں۔اگر شیطان کی پوجا کرنے پر وہابیہ کے خدا کی قدرت نہ مانی جائے تو اس کا عجز لازم آئے گا اور وہ عجز سے پاک ہے۔لہذا شیطان کی پوجا کرنا تمہارے خدا کے لیے ممکن ہوا اب وہابی یا تو شیطان کو اپنے خدا کا معبود مانیں یا اپنے خدا کا عاجز ہونا تسلیم کریں۔

بحمده تعالی ثم بعون رسوله علیه التحیة والثناء" ہماری ان چند سطروں سے خوب ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں وجوب صدق کا عقیدہ رکھنے والے صادق اور امکان کذب کا اعتقاد رکھنے والے کاذب ہیں۔ وصلی الله تعالیٰ وسلم علی اکرم خلقه واعلم خلقه و اول خلقه وافضل خلقه وخاتم انبیائه وسیداصفیائه محمد واٰله وصحبه وابنه الغوث الاعظم الجیلانی البغدادی وشهیدمحبته المجددالا عظم البریلوی اجمعین .واٰخردعوٰنا ان الحمد لله رب العٰلمین۔

﴿کتاب الحظر و الاباحۃ﴾

مسئلہ : از محمد علی رضوی کوہ نور سائیکل محلّہ نخاس روڈ شہر فیض آباد

زید سنیوں کی مسجد کا امام ہے اور کچھ عرصہ سے گھڑیوں کی مرمت بھی کرنے لگا ہے لوگ زید سے گھڑیوں کی مرمت کراتے ہیں۔ اور زید غلط بیانی کر کے خوب اجرت لیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ میرا پیشہ نہیں ہے۔ از راہ شوق یہ کام کرتا ہوں۔ زید اپنے کو خالص سنی کہتا ہے ابھی عرصہ قبل مورخہ ۱۳؍ جولائی ۱۹۶۶ء بروز چہار شنبہ شہر فیض آباد کے صلح کلیوں اور دیوبندیوں نے ایک جلسہ کیا تھا۔ جس میں دیوبندی مولوی کو تقریر کے لیے بلایا تھا اور یہ مشہور کیا کہ یہ جلسہ شیعوں کے رد میں کیا جا رہا ہے۔ زید نے تمام سنیوں سے پرزور گزارش کی کہ وہ جلسہ میں ضرور شرکت کریں۔ لوگوں نے اعتراض کیا زید نے کہا کہ اس جلسہ میں شرکت کرنا بلا شک و شبہہ جائز ہے کیوں کہ سنی علما میں کوئی ردشیعہ کرنے والا نہیں ہے۔ اور میں چیلنج کے ساتھ کہتا ہوں کہ مبارک پور سے بریلی تک کوئی مولوی ایسا نہیں ہے جس کے پاس شیعہ کی کوئی کتاب ہو یا وہ ردشیعہ کر سکے۔

جب جلسہ شروع ہوا تو زید دیوبندی کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھا واہ واہ اور سبحان اللہ کہتا تھا، اور چند شعر بھی جلسہ کے دوران پڑھے اور آخر میں دعا بھی مانگی، جلسہ میں تقریر کرنے والوں کے نام یہ ہیں، مولوی عبد السلام دیوبندی لکھنوی، مرزا عابد حسین دیوبندی محمود آبادی جس نے اپنی تقریر میں ردشیعہ کرتے ہوئے تنقیص مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع کر دی، جیسا کہ ان دیوبندیوں کا طریقہ ہے، دوسرے اور شہر میں صلح کلیوں کو دیوبندیوں نے خوب مبارک باد دیں کہ فیض آباد کی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ دیوبندی اور سنی سب مل کر اسٹیج پر بیٹھے اور سب متفق رہے، کچھ ایسے بھی سنی حضرات تھے جنہوں نے اس جلسے میں شرکت نہیں کی اور انکار کر دیا تو انہیں زید نے اور صلح کلیوں نے مورد الزام وہدف بنایا

دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا زید سنیوں کی مسجد کا امام ہو سکتا ہے؟ اس کی امامت شرعا درست ہے یا نہیں؟ اور ایسے لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟ جنہوں نے جلسہ میں شرکت نہیں کی اور انکار کر دیا ہے۔ از راہ کرم شریعت مطہرہ کے رو سے فیصلہ وحکم سے سرفراز فرمایا جائے۔ بینوا و توجروا

الجواب : اللھم ھدایۃ الحق والصواب ۔ قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے: ﴿ ولا

تـر کـنـوا الـیٰ الذین ظلموا فتمسکم النار ﴾[پ ۱۲ ع ۱۰] یعنی اور (اے مسلمانو!) بد دینوں کی طرف نہ جھکو۔ نہیں تو تم کو (جہنم کی) آگ پکڑے گی ۔ یہی قرآن عظیم دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ فـلاتـقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین ﴾ [پ ۷ ع ۱۴] یعنی یاد آ جانے کے بعد تو بد مذہبوں کے ساتھ نہ بیٹھ۔عرب وعجم، ہندوسندھ، بہار و بنگال کے علمائے اسلام و پیشوایان دین نے ''حسام الحرمین اور الصوارم الھندیۃ'' میں فتویٰ دیا ہے کہ وہابی دیوبندی ضروریات دین کے منکر اور بارگاہ احدیت و سرکار رسالت کے اشد ترین گستاخ ہیں۔اور بحکم شریعت اسلامیہ بد دین ظالم اور کافر و مرتد ہیں۔قرآن و حدیث کے ارشادات کے مطابق بد دینوں کے ساتھ نشست و برخاست و دیگر اسلامی تعلقات قائم رکھنا سخت حرام ہے۔اگر زید واقعی ان امور کا مرتکب ہوا جن کا استفتا میں ذکر ہے تو وہ فاسق معلن ہو گیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا سخت ناجائز اور واجب الاعادہ ہے۔اس کے فاسق معلن ہونے کے بعد جتنی نمازیں اس کے پیچھے دانستگی یا نادانستگی میں پڑھی گئیں ان سب کو دوبارہ ادا کرنا واجب اور لازم ہے۔مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ زید کے بارے میں تحقیق کرلیں اگر ثابت ہو جائے کہ زید واقعی دیوبندیوں کے اسٹیج پر گیا تھا۔اور ان کے جلسے میں شریک رہا۔تو فورا زید کو عہدہ امامت سے برطرف کر دیں ۔کیوں کہ زید بحکم شریعت اسلامیہ امامت کے قابل نہ رہ گیا۔داڑھی منڈا، شراب خور، فساق و فجار سے ہزاروں درجہ برتر ہو گیا۔جن مخلص و متصلب سنیوں نے اس جلسہ کی شرکت سے اعراض کیا وہ لائق مدح و مستحق ثواب ہیں۔اور جن لوگوں نے ان متصلب سنیوں کو ہدف ملامت بنایا وہ موذی اور گنہ گار ہیں۔ والـلـه تـعـالیٰ و رسوله الأعلیٰ اعلم جل جلاله و صلیٰ الله تعالیٰ علیه وسلم ۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی۔ لأحد من جمادی الأخریٰ ثمانین و ثلاث مائة و الف من الهجرية ۱۳۸۸ھ۔

مسئلہ : از محمد حامد محلّہ سکراول کچھّم، ٹانڈہ ضلع فیض آباد۔

زید نے اپنے دوران تقریر میں وہابیوں کا رد کرتے ہوئے یہ کہا کہ ''خدائے تعالیٰ نے بھی قرآن کریم کی سورہ قلم میں گالی دیا ہے اور حرامی کہا ہے تو کیا قرآن شریف کا پڑھنا چھوڑ دو گے ۔زید کا یہ کہنا کیسا ہے؟ اور اس تقریر کو سننا اور اس کو کسی مدرسہ اہل سنت کا کوئی کام سپرد کرنا مثلا محصل یا سفیر یا مدرس بنانا یا مدرسہ کی کمیٹی کا رکن بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا ۔

الجواب : اللھم ھدایۃ الحق والصواب ۔ چوں کہ زید نے وہابیوں پر الزام قائم کرنے کے لیے ان کے طور پر خط کشیدہ مضمون ادا کیا ہے ۔ جیسا کہ عبارت استفسار سے یہی ظاہر ہے اس لیے زید پر کوئی اعتراض نہیں ۔ سائل نے زید کا مکمل جملہ ادا نہیں کیا ۔ خط کشیدہ عبارت میں لفظ ''بھی'' اپنے ماقبل ایک مستقل جملہ چاہتا ہے ۔ یا تو سائل ''بھی'' کا لفظ نقل نہ کیے ہوتا یا اس کو چاہیے تھا کہ ماقبل والا بھی جملہ نقل کر دیتا ۔ مذکورہ بالا استفتا کے ان فقروں ''وہابیوں کا رد کرتے ہوئے ''خدا نے بھی'' تو کیا قرآن شریف کا پڑھنا چھوڑ دو گے'' کو سامنے رکھ کر زید کی خط کشیدہ عبارت کا معنی یہ ہے کہ اے وہابیو! خدائے تعالیٰ نے باعتبار خصوصیت شان نزول بارگاہ رسالت کے گستاخ کی سورہ قلم شریف میں مذمت بیان فرمائی ہے ۔ اور زنیم کا کلمہ جس کا ترجمہ ولد الزنا ہے استعمال فرمایا ہے تو جب تمہارے نزدیک گستاخان بارگاہ رسالت کی مذمت بیان کرنا گالی دینا ہے جیسا کہ تم لوگ وہابیوں کی مذمت بیان کرنے والے عالم کو گالی دینے والا قرار دیتے ہو تو تمہارے طور پر قرآن کریم میں خدائے تعالیٰ نے بھی گالی دیا ہے ۔ تو اب بولو کیا معاذ اللہ تعالیٰ ! پروردگار عالم کو بھی گالی دینے والا مانو گے اور چوں کہ تمہارے طور پر قرآن شریف میں گالی دی گئی ہے تو کیا قرآن شریف کا پڑھنا چھوڑ دو گے ۔ ظاہر بات ہے کہ تم کلمہ گو کہلا کر اس امر کی جرأت نہیں کر سکتے ۔ تو پھر تسلیم کرو کہ علمائے اہل سنت نے جو وہابیوں، دیوبندیوں کی مذمت بیان کی ہے اور بیان کرتے ہیں وہ ہرگز گالی نہیں ہے ۔ ہاں اگر زید نے معنی مذکورہ کو ادا کرنے کے لیے محض اتنی ہی عبارت بولی ہے جس پر خط کھینچا گیا ہے تو زید کا یہ انداز کلام ناپسند قرار پائے گا ۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی ۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح ، ابوالبرکات العبد محمد نعیم الدین احمد عفی عنہ

الجواب صحیح : محمد محسن یار علوی

مسئلہ : از سید محمود اشرف و مصلیان جامع مسجد و عیدگاہ بسکھاری کچھوچھہ شریف فیض آباد

ہمارے خاندان میں ایک معروف و مشہور بزرگ گزرے ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت سید مخدوم اشرف سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے ۔ دستور خاندان کے مطابق آپ کا ہمیشہ ایک جانشین اور خلیفہ ہوتا

ہے جسے جانشین کہتے ہیں۔ رویت ہلال کی تصدیق نیز نماز جمعہ وعیدین کی امامت سجادہ نشین ہی فرماتے ہیں ہمیشہ، اس منصب اور مقام پر بلا لحاظ وراثت خاندان کے عالم اور اہل علم ہی بطریق نامزدگی یا بذریعہ انتخاب ہوتے آئے ہیں۔ لیکن سجادہ نشین اپنے صاحبزادہ کے نام رجسٹری کردی ہے جو علوم دین اسلامی سے کورے اور زبان عربی سے نابلد بلکہ جاہل ہیں۔ فقط معمولی اردو انگریزی کی تعلیم ہے اب دریافت طلب امور یہ ہیں۔

(۱) سجادہ نشین علیہ الرحمہ کے صاحبزادے مذکور کی خلافت وامامت کا از روئے شرع مطہرہ کیا حکم ہے؟

(۲) صاحبزادے مذکور کے پیچھے سب کی نماز ہوگی یا نہیں جب کہ مسائل نماز اور طہارت ان سے کہیں زیادہ جاننے والے لوگ بلکہ علما بھی جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔

(۳) مذکورہ عالم دین جو کہ اسی خاندان سے ہیں اور کوشش سے اس منصب کو حاصل کر سکتے ہیں ان پر از روئے شرع اس منصب کے لیے جدوجہد لازم ہے یا نہیں؟

(۴) مذکورہ عالم دین اگر خاموشی اختیار کریں بلکہ خود سجادہ نشین سابق کے پیچھے نماز پڑھیں اور نماز پڑھنا جائز سمجھیں تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بعون الملك الوهاب۔ (۱) سابق سجادہ نشین کے صاحبزادے مذکور اگر خلافت وامامت کے اہل نہیں ہیں تو انہیں سجادہ نشین بنانا شرعاً جائز نہیں۔

(۲) صاحبزادے مذکور اگر نماز وطہارت کے زیادہ مسائل نہیں جانتے لیکن ضروری مسائل سے آگاہ ہیں اور قرأت مایجوز بہ الصلاۃ کرتے ہیں تو اگرچہ عالم نہ ہوں ان کے پیچھے نماز وطہارت کے مسائل ان سے زیادہ جاننے والے عالم غیر عالم سب کی نماز ہوجائے گی۔ اگر کوئی اور دوسری وجہ مانع جواز نہ ہو اور اگر نماز وطہارت کے ضروری مسائل سے آگاہ نہیں ہیں یا مایجوز بہ الصلاۃ قرأت نہیں کرتے مثلاً س ش ص ث ط ذ ز ا ء ع ح ہ ق ک د ض وغیرہ میں امتیاز نہیں رکھتے تو انہیں امام بنانا جائز نہیں کہ معنیٰ فاسد ہونے کی صورت میں نماز نہ ہوگی۔ (عامہ کتب)

(۳) صاحبزادے مذکور اگر منصب سجادگی کے اہل نہیں ہیں تو دوسرا عالم جو اہل ہے اس پر اپنے

حق میں اس منصب کے لیے جد و جہد کرنا لازم ہے۔ بہ شرطے کہ حصول دنیا وطلب زر مقصود نہ ہو اور دوسرا کوئی اہل نہ پایا جاتا ہو۔ اس لیے کہ مسلمانوں کی پیشوائی اور امامت کا اصل حق حضور سید عالم ﷺ کو ہے اور علمائے اہل سنت کثرھم اللہ تعالیٰ ان کے نائب ہیں اور یہ ہر عاقل جانتا ہے کہ جہاں اصل تشریف فرما نہ ہو وہاں اس کا نائب ہی قائم ہوگا نہ کہ غیر۔

(۴) اگر صاحبزادے مذکور خلافت وامامت کے اہل نہیں ہیں تو وہ عالم جو کہ اس منصب کو حاصل کر سکتے ہیں ان کا سکوت اختیار کرنا اور نااہل کی امامت کو جائز سمجھنا گناہ ہے۔ کما قال رسول اللہ صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذٰلک أضعف الایمان۔

ھذا ما ظھر لی والعلم عند اللہ تعالیٰ و رسولہ جل جلالہ و ﷺ۔

کتبہ: جلال الدین احمد الامجدی ۸/ذ وقعدہ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح: غلام جیلانی اعظمی عفی عنہ ۸/ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح: بدرالدین احمد القادری الرضوی

مسئلہ: از ابراہیم اسمٰعیل مرچنٹ بائیکلہ ہاؤس چوتھا منزلہ فلیٹ سی بمبئی ،۸۔

آئندہ جمعہ کو بمبئی کے سینما گھروں میں جہاں بے حیا مناظر کی فلمیں دکھائی جاتی ہیں اسی پردہ سیمیں پر ''خانۂ خدا'' نامی ایک فلم دکھائی جانے والی ہے جس میں طواف کعبہ معظمہ، سعی صفا ومروہ اور وقوف عرفات سے لے کر زیارت اندرون مسجد نبوی شریف تک کے مناظر کو بذریعہ اسکرین فلم تیار کیا ہے۔ جس میں مردوں اور عورتوں کو تمام ارکان حج ادا کرتے ہوئے ان کی تصویریں لی گئی ہیں۔ ایسی فلم دیکھنا اور دکھانا اور اس فلم کی نمائش کرنا از روئے شرع مطہرہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ تو وضاحت سے تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب اے سائل یہ نہ پوچھ کہ نام نہاد فلم ''خانہ خدا'' کا دیکھنا یا دکھانا جائز ہے یا ناجائز بلکہ یہ پوچھ کہ اس فلم کے دیکھنے والوں اور دکھانے والوں پر کتنا سخت شدید گناہ اور عظیم وبال ہے۔ عام فلموں کا دیکھنا اور دکھانا حرام سخت حرام شدید حرام ہے۔ مقامات مقدسہ کے مناظر کو پردہ سیمیں پر لا کر دکھانا ان کی حرمت اور عظمت پر ضرب کاری ہے۔ مسلمانوں کا جذبہ عقیدت اور

احترام بالکل سرد ہو چکا ہے ورنہ فلم کمپنیاں مقامات مقدسہ کے مناظر فلمانے کی جرأت ہی نہ کرسکتی تھیں ۔لیکن پانی سر سے اونچا گزر جانے کے باوجود اب بھی موقعہ ہے کہ ہر طبقہ کے مسلمان اس نام نہاد فلم ''خانہ خدا'' کی نمائش کا قولا اور عملا بائیکاٹ کریں۔ اور مقامات مقدسہ کی عزت وآبرو کی حفاظت کا فریضہ انجام دیں۔ مسلمانو! ہوش میں آکر سنو! فلم کمپنیاں تمہیں سے پیسہ لے کر تمہارے دین و مذہب سے کھیل رہی ہیں ۔اور شعائر الٰہیہ کی آبرو لوٹ رہی ہیں، اگر تم نے آج ہی اس فتنۂ عظیم کی بیخ کنی نہ کردی تو فلم کمپنیوں کا حوصلہ بڑھ جائے گا۔ اور کل وہ نام نہاد فلم ''خانہ خدا'' کے بعد معاذ اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے نام کی بھی فلم نکالنے کی کوشش کرسکتی ہیں۔ پھر اس طرح تمہارا دین و مذہب ایک تماشہ بن کر رہ جائے گا، لہٰذا آج ہی چونک جاؤ ہوشیار ہو جاؤ ہوسکتا ہے کہ کرائے کے کچھ مولوی اور لیڈر اس نام نہاد فلم کے دیکھنے کو جائز کہیں مگر خبردار خبردار! تم ان کے دھوکے میں ہرگز نہ آنا ورنہ تمہارا دینی جذبہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اور تم قیامت کے میدان میں ان مجرموں کی صف میں کھڑے کیے جاؤ گے جنہوں نے دین و مذہب کے شعار کی بے حرمتی کی ہے۔ لہٰذا اس سنگین فتنے میں گھسنے سے خود بچو۔ اور اپنے بال بچوں نیز دوست واحباب اور اپنے عزیز واقارب سب کو بچاؤ۔ انما التوفیق والهداية من الله تعالیٰ والله تعالیٰ و رسوله اعلم جل جلاله و صلی اللهٗ تعالیٰ علیه وسلم۔

کتبہ: بدر الدین احمد القادری الرضوی غفر له ربه القوی ثمانیة عشر من ذی الحجة الحرام ۱۳۸۷ھ

مسئلہ: از سید معین الدین دلاور پور پوسٹ بندرا پارہ ضلع کٹک۔

ایک شخص جس کا نام زید ہے وہ کہتا ہے کہ درود پڑھنا جائز ہے اور سلام پڑھنا بدعت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: اللهم هداية الحق و الصواب ۔ زید کا سلام پڑھنے کو بدعت قرار دینا سخت گناہ ہے۔ قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ وہیں سلام پڑھنے کا بھی حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے: ﴿یاایها الذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما﴾ [پ ۲۲ ع] یعنی اے مسلمانو! تم میرے نبی ﷺ پر درود بھیجو اور خوب سلام پڑھو۔ اور جب خود اللہ تعالیٰ نے درود شریف کے ساتھ سلام پڑھنے کا حکم دیا ہے تو سلام پڑھنا بدعت کیوں کر ہوسکتا ہے؟ زید پر فرض ہے کہ وہ اپنے اس بیہودہ باطل قول سے علی الاعلان توبہ کرے۔ هٰذا ما عندی والعلم بالحق عند الله تعالیٰ و رسوله

جل جلالہ و صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی۔

المدرس بدارالعلوم فیض الرسول فی برائوں الشریفۃ من اعمال بستی ۔ ۲/ من محرم الحرام ۱۳۸۸ھ۔

مسئلہ: زوجہ رشید سکندر پور ضلع بستی ۔۳۰/صفر ۱۳۸۶ھ۔

زید سوتی رات میں ہندہ کی چارپائی پر آیا اور ہندہ عورت سے زنا کا سوال کیا اور دست درازی کی ۔ ہندہ نے اسے ہٹا دیا زید پھر آیا دوبارہ ہندہ سے زبردستی کرنا چاہا ہندہ نے لات سے زید کو مارا۔ جب زید بھاگا، ہندہ نے شور مچایا اپنے خسر سے شکایت کی، زید کے والد برادری کے چودھری ہیں۔ پنچوں کو جمع کیا۔ ہندہ نے جو واقعہ گزرا تھا بیان کیا بحلف کیا، لوگوں نے تسلیم کیا مگر چودھری نے ہندہ کو گالی دی اور رنڈی بنایا اور پنچایت سے بھگا دیا۔ زید مولوی ہے اور ابھی پڑھ رہا ہے۔

(۱) زید پر کیا جرم عائد ہوتا ہے اور اس کی سزا کیا ہے قابل امامت ہے یا نہیں؟

(۲) زید کے والد چودھری پر کیا جرم عائد ہوتا ہے ہندہ کو گالی دی اور رنڈی بنایا۔ آیا وہ چودھری کے قابل ہے یا نہیں؟

(۳) ہندہ مجرم ہے یا نہیں؟

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب اگر واقعی زید نے ہندہ سے زنا کا سوال کیا اور دست درازی کی، ہندہ کو پکڑا ہندہ نے ہٹایا، پھر اس نے دوبارہ ہندہ سے زبردستی کرنی چاہی پھر اس نے لات کھایا اور بھاگ گیا تو ضرور وہ گنہ گار رہے، اس پر توبہ فرض ہے اگر وہ اپنے ان افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرے گا تو عذاب اخروی میں گرفتار ہوگا۔ لیکن محض ہندہ کے کہہ دینے سے یہ کیسے مان لیا جائے کہ واقعی زید ان امور بالا کا مرتکب ہوا ہے۔ حدیث شریف کا حکم یہ ہے کہ "البینۃ علیٰ المدعی والیمین علیٰ من انکر"، یعنی مدعی کے ذمہ ثبوت دینا ہے اگر وہ ثبوت نہ دے سکے تو مدعیٰ علیہ کو قسم کھانی پڑے گی اور یہاں اس کا برعکس ہے یعنی ہندہ مدعی ہے اس نے بجائے ثبوت دینے کے قسم کھائی ہندہ کو یہ چاہیے تھا کہ جب زید سوتی رات میں اس کی چارپائی پر آیا اسی وقت وہ شور مچاتی لوگوں کو آواز دیتی مگر ہندہ نے ایسا نہیں کیا پھر

جب زید دوبارہ آیا اور ہندہ سے زبردستی کرنی چاہی تو تعجب ہے کہ ہندہ نے اس وقت بھی شور نہیں مچایا صرف لات چلانے پر اکتفا کیا جب زید بھاگا تب شور مچایا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک من گڑھت قصہ ہے۔ بہرکیف صورت مسئولہ میں جن امور کو ہندہ نے زید کی طرف منسوب کیے ہیں اگر وہ شرعا ثابت ہو جائیں تو زید قابل امامت نہیں رہے گا اور اس پر فرض ہوگا کہ کھلے عام توبہ کرے۔

(۲) فحش بکنا شرعا حرام ہے۔ اگر چودھری نے فحش بکا ہے اور ہندہ کو رنڈی بنایا ہے تو اس پر اپنے فحش کلمات سے توبہ کرنا فرض ہے اور ہندہ سے معافی مانگنا بھی لازم ہے۔

(۳) اگر ہندہ ثبوت نہ دے سکے تو الزام لگانے کی وجہ سے وہ مجرم ہے توبہ کرے اور زید سے معافی مانگے

ھٰذا ماعندی والعلم عنداللہ تعالیٰ ثم عند رسولہ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ : بدرالدین احمد القادری الرضوی من اساتذۃ دارالعلوم ببرائون الشریفۃ ۔اربع و عشرون من جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

مسئلہ : از محمد عباس علی ساکن دھنکھر پور تحصیل ڈومریا گنج بستی۔

انجمن تعلیمات ضلع بستی کے زیر اہتمام ۳۰/۳۱/ دسمبر ۱۹۹۵ء کو شہر بستی میں جلسہ ہونے جا رہا ہے جس کے کرتا دھرتا دیوبندی، وہابی، مودودی، غیر مقلدین مولوی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے سنی مسلمانوں کو ایسے جلسے میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب : قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے۔﴿ ولا ترکنوا الیٰ الذین ظلموا فتمسکم النار ﴾[پ۱۲ع۱۰] یعنی اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تم کو آگ چھوئے گی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔﴿ واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین ﴾[پ۷ ع ۱۴] یعنی اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ۔ جتنے بدمذہب، بدعقیدہ، گمراہ مرتد ہیں وہ سب شریعت مطہرہ کے نزدیک ظالم ہیں، حضور ﷺ فرماتے ہیں [لاتجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم] (رواہ البیھقی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)[ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم] (زاد ابن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یعنی مسلمان کہلانے والوں میں کلمہ پڑھنے والوں میں جو بدمذہب گمراہ بددین پیدا ہوں ان کے ساتھ نہ بیٹھو اور ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو

اوران کے ساتھ پانی نہ پیو اوران کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو اوران کے جنازہ پر نماز نہ پڑھو اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم] (رواہ مسلم) یعنی ان سے دور رہو اوران کو اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ مبتلا کردیں۔

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ معظم حضرت سیدنا امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:" ان ھٰذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم " [رواہ مسلم] یعنی یہ علم تو دین ہے تو دیکھ بھال کرلو کہ کس سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو، کہیں کسی بے دین سے تو دین نہیں حاصل کر رہے ہو۔ وہابی ، دیوبندی ،مودودی ،تبلیغی جماعت مرتدوں بے دینوں گمراہوں اور بدمذہبوں کی جماعت ہیں دیکھو حسام الحرمین ، الصوارم الہندیہ، تجانب اہل سنت'' اور دیگر رسائل اہل سنت۔ان کے جلسوں میں سنیوں کو شریک ہونا قطعا حرام اور ایمان وسنت کے خلاف اور زہر قاتل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی۔۲۷ ر جمادی الأخریٰ ، ۱۳۷۹ھ۔

مسئلہ : از بھاؤ پور ضلع بستی مرسلہ ارکان مدرسہ عربیہ قادریہ اہل سنت مخزن العلوم۔

(۱) جہاد فقہی ہم مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں اوراس کے لزوم کی شرطیں کیا ہیں؟

(۲) کسی وہم کے سبب یقینی خطرے کو نظر انداز کردینا ﴿ ولا تلقوا بأیدیکم الیٰ التھلکۃ ﴾ کے مخالف ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کسی جگہ اطراف و جوانب کے مسلمانوں کا اجتماع شرعا لازم و واجب یا اولیٰ و مستحسن ہو تو مقامی لوگوں کا اور بالخصوص کسی اعرف شخص کا اس وقت خاص میں ایسی جگہ سے چلا جانا شرعا کیسا ہے؟

(۴) اگر کوئی بدمذہب وہابی ، دیوبندی یا ہندو مشرک مسلمانوں کی طرف سے دشمنان اسلام سے لڑتے ہوئے مارا جائے تو اسے جنتی یا شہید کہنا صحیح ہے؟ اور کوئی شخص اسے شہید کہے اور بتانے پر بھی نہ مانے تو وہ قائل از روئے شرع کیسا ہے؟۔

الجواب : (۱) ہم مسلمانوں پر جہاد فرض نہیں۔اس کی فرضیت بلکہ اباحت کے لیے دو شرطیں ہیں۔اول: یہ کہ کفار دین اسلام قبول نہ کریں اور نہ ان کو امن دیا گیا ہو اور نہ ہمارے اوران کے

درمیان معاہدہ ہو۔ دوم: یہ کہ سامان جنگ اور لڑنے کی قدرت ہو اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی شوکت بڑھنے کا غالب گمان ہو۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ " اما شرط اباحته فشيئان احدهما امتناع العدوعن قبول مادعى اليه من دين الحق وعدم الايمان والعهدبيننا بينهم ۔ والثانى ان يرجوالشوكة والقوة لأهل الاسلام باجتهاده او باجتهاد من يعتقد فى اجتهاده ورايه وان كان لايرجوالقوة والشوكة للمسلمين فى القتال فانه لايحل له القتال لما فيه من القاء نفسه فى التهلكة"۔

(۲) کسی امر متوہم کے سبب یقینی خطرہ کو نظر انداز کر دینا ضرور خلاف آیت کریمہ ہے۔ (۳) اجتماع اگر واجب عین ہو تو چلا جانا گناہ ہوگا اور اگر واجب کفایہ ہو اور اس امر کو بعض لوگوں نے پورا کر لیا یا کر لیں گے تو اس صورت میں چلا جانا گناہ نہیں۔ ہاں اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہ گار ہوں گے اولیٰ و مستحسن کو ترک کرنے سے کوئی الزام نہیں۔

(۴) اسے شہید کہنا غلط ہے۔ اگر اس کا وہابی، دیوبندی، کافر مرتد ہونا یا ہندو مشرک ہونا معلوم ہے اس کے باوجود شہید کہتا ہے تو کہنے والے پر توبہ و تجدید ایمان فرض ہے اپنی بیوی کو رکھنا چاہے تو تجدید نکاح بہ مہر جدید ہے۔ والله ورسوله اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی۔ ۱۷؍ربیع الاول ۱۳۸۱ھ۔

مسئله: از حقیق اللہ کٹھیلا بازار شرقی ڈیباپور بستی۔

زید و بکر صوم و صلاۃ کے پابند نہیں ان کی ظاہری صورت صوفیوں جیسی ہے انہوں نے اپنے کو صوفی قرار دیتے ہوئے چند مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ تمہارے موضع میں ایک بزرگ فلاں جگہ مدفون ہیں ۔ یہ ان بزرگ کو حضرت سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ کا قریبی بتاتے ہیں اور لوگوں کو عرس کرانے پر اکسایا لوگ آمادہ ہو گئے ۔ اور وہاں مصنوعی قبر بھی تیار کرا دی ہے تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس قبر کی زیارت کرنا و عرس کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: (۱) صورت مسئولہ میں چوں کہ زید و عمر و نماز و روزہ کے تارک ہونے کے باعث فاسق معلن ہیں لہٰذا ان فاسقوں کی خبر کی بنیاد پر اس قبر پر عرس کرانا اور اس کی زیارت کرنا سخت

ناجائز وحرام ہے۔

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی۔ یکم ذی القعدہ ۱۳۸۵ھ

الجواب: (۲) مصنوعی قبر کی زیارت حرام ہے اور حدیث میں لعنت آئی ہے فتاویٰ عزیزیہ میں ہے۔" لعن الله من زار بلامزار "۔ جو بزرگ کے قبر ہونے کا مدعی ہو وہ دلیل شرعی سے ثابت کرے۔ بلا دلیل شرعی قبر بنانا بھی ناجائز و گناہ ہے۔

کتبہ: قاضی عبدالرحیم بریلی شریف

الجواب: (۳) صح الجواب۔ بیشک جب تک ثبوت صحیح شرعی سے کسی بزرگ کا مزار ہونا ثابت نہ ہو جائے وہاں محض خیال قائم کرنے اور غیر معتمد لوگوں کے کہنے سے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہاں بزرگ کا مزار مان لیں خصوصا فساق کا بیان حال قال الله تعالیٰ: ﴿ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا﴾ [پ ۲۶ سورۂ حجرات] بزرگ کا مزار ہونا تو بزرگ کا مزار ہر وہاں عرس کرنا اور چڑھانا کہ وہاں مسلم کی قبر ہے جب تک ثابت نہ ہو جائے وہاں جانا نیز سمجھنا اور وہاں پڑھنا اس کی بھی اجازت نہ ہوگی۔ والله تعالیٰ اعلم۔ فقیر مصطفیٰ رضا خاں غفر له۔

الجواب صحیح: محمد شریف الحق امجدی

الجواب صحیح: جلال الدین احمد الامجدی۔

مسئله: ازعبداللہ عرف گھورے موضع گورڈیہہ پوسٹ کھنڈسری بازار ضلع بستی۔

گھوڑی پر کابلی گدھا لگا کر خچر پیدا کرنا کیسا ہے؟

الجواب گھوڑی کو گدھے سے گابھن کرانا شرعا جائز ہے۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم مطبوعہ لاہور ص: ۲۶۲۸، میں ہے: گھوڑی کو گدھے سے گابھن کرانا جس سے خچر پیدا ہوتا ہے اس میں حرج نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ" استعمال تمبا کو حرام ہے" کیا واقعی تمبا کو کھانا حرام ہے اگر حرام نہیں ہے تو اس

طرح کی باتیں لکھنے والے کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے جب کہ عوام کے علاوہ بہت سے علما بھی تمبا کو ، پان ، بیڑی ، سگریٹ استعمال کرتے ہیں ۔ بلکہ لکھنے والا بھی پان ، تمبا کو استعمال کرتا ہے ۔

المستفتی : صلاح الدین قادری رانی گنج ، بہرائچ شریف ، ۱۵ / ربیع النور ۱۴۰۷ھ ۔

الجواب بعون الملك الوهاب ۔ تمبا کو کھانا مباح ہے جب کہ بو نہ آئے ورنہ مکروہ لیکن اگر بقدر ضرر و اختلال حواس اس کا استعمال ہو تو حرام ہے ۔ کذا فی الجزء الاول احکام شریعت ص: ۱۱۸ ، اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ کتاب میں استعمال تمبا کو کو علی الاطلاق حرام لکھا ہے یہ غلط ہے اس طرح لکھنے والا توبہ کرے ۔ والله تعالیٰ اعلم ۔

کتبہ : سید افروز احمد من المتدرسین من المدرسة الغوثية الواقعة فی بڑھیا من مديرية بستی ، ۱۱ / من ربیع الغوث ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح : بدر الدین احمد رضوی ۱۱ / من ربیع الغوث ۱۴۰۷ھ

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت حسب ذیل مسئلہ میں کہ ایک سنی ادارہ کے ناظم اعلیٰ نے چند ماہ قبل ایک کانفرنس بلائی جس میں اہل سنت کے علاوہ تمامی فرقوں کے سربراہ موجود تھے جیسے وہابی ، دیو بندی ، غیر مقلد ، ندوی مودودی ، تبلیغی اور رافضی ، خوجہ ، بوہرہ اور بے پردہ خواتین بھی ایک اسٹیج پر ، سب نے لیکچر دیا اور ناظم اعلیٰ نے بھی لیکچر دیا ۔ جب کہ مذکورہ ادارہ کا آئین یہ ہے کہ ادارہ مسلک اعلیٰ حضرت کا پابند رہے گا ۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ناظم اعلیٰ کا مذکورہ فعل مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف ہے یا نہیں ؟ اور ادارہ کے ناظم اعلی پر از روئے شریعت کیا حکم ہے ؟

المستفتی : عبد الحبیب بھائی چشتی راج کوٹ

الجواب : اللهم هداية الحق والصواب ۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے : ﴿ولا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ [پ ۱۲ ع ۱۰] یعنی بددین ، بدمذہب ، گمراہ ، کفری عقیدہ رکھنے والے نیز کھلم کھلا فسق و فجور کرنے والے ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں جہنم کی آگ چھوئے گی ۔ سرکار مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں : [من وقر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام] (مشکوٰۃ شریف) یعنی جس نے کسی بدمذہب کی تعظیم کی اس نے اسلام ڈھانے پر قطعی مدد دی ۔

نیز ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہیں: فایاکم و ایاھم لایضلوکم ولایفتنوکم " (مسلم شریف) یعنی اے مسلمانوں تم لوگ بد مذہبوں سے دور رہنا اور اپنے کو ان سے الگ رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کردیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں فتنہ میں ڈال دیں بدعقیدہ بنا دیں۔ حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ والرضوان علم عقائد کی مشہور کتاب شرح مقاصد میں تحریر فرماتے ہیں: حکم المبتدع البغض والعداوۃ الاعراض عنہ والطعن واللعن (بحوالہ المعتقد المنتقد مصنفہ علامہ فضل رسول بدایونی ص: ۲۳۴) یعنی بد مذہب، بدعقیدہ کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے اس سے دشمنی اور عداوت رکھی جائے اور اس کو دیکھ کر چہرہ پھیر لیا جائے اور اسے برا بھلا کہا جائے نیز اس پر تھڑی تھڑی کی جائے۔ صورت مسئولہ میں سنی ادارہ کے ناظم اعلیٰ نے مذکورہ بالا احکام شرعیہ کی کھلے عام مخالفت کر کے مسلک اعلیٰ حضرت کے قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اسٹیج پر حیا باختہ عورتوں سے لیکچر دلوا کر اس نے قرآن وحدیث کی تعلیم کچل کر رکھ دی۔ وہ شرعا شدید فاسق اور قانونا آئین ادارہ کا کھلم کھلا باغی اور دشمن ہے۔ دستور اساسی کی خلاف ورزی کے سبب اس کی نظامت ختم ہے۔ فی الحال اگر وہ اپنے اس سنیت شکن فعل سے توبہ بھی کر لے تو بھی اسے اس عہدہ پر برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔ ان حالات میں ارباب استطاعت سنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ہر امکانی کوشش کے ذریعہ مذکورہ بالا ناظم اعلیٰ کو عہدہ نظامت سے برطرف کر کے مظلوم ادارہ کو اس کے پنجۂ ظلم سے آزاد کرائیں۔ واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ و صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی مدرسہ غوثیہ بڑھیا بستی، ۱۲ر شوال ۱۴۰۷ھ، مطابق ۱۰ر جون ۱۹۸۷ء چہارشنبہ۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین تقریبا تقریبا ۲۰ر مسلمان آپس میں ہزار روپیہ مہینہ جمع کرتے ہیں۔ ان جمع کرنے والوں میں جس کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہ شخص پہلے ماہ میں ۱۵۰۰۰ ہزار روپیہ لے سکتا ہے اس شرط پر کہ اس کو بیس ماہ تک ہزار روپیہ جمع کرنا ہوگا اور بقیہ پانچ ہزار روپئے ۱۹ر افراد میں تقسیم ہو جائے گا۔ اب دوسرے ماہ میں اسی طرح ۲۰۰۰۰ر ہزار روپئے جمع ہو جائے گا پھر کوئی شخص ضرورت مند ہو کثیر رقم لینا چاہتا ہے وہ ۱۶۰۰۰ر ہزار روپئے لے سکتا ہے بقیہ چار

ہزارروپئے پھر بقیہ لوگوں میں تقسیم ہوں جائیں گے۔خلاصہ یہ کہ جوشخص سب سے پہلے کثیر رقم لے گا اس کو بیس ماہ تک تھوڑی تھوڑی رقم جمع کرنی ہوگی ۔اور جورقم اس نے لی ہے اس سے تقریبا تین یا چار ہزار روپئے زائد دینا ہوگا۔اس کے بعد جس کا نمبر آئے گا اس کو بھی زائدرقم دینی ہوگی مگر اول سے کچھ کم اسی طرح بتدریج ہرشخص کوزائدرقم دینی ہوگی مگر پہلے والے سے کچھ کم رقم مگرآخر میں جوشخص رقم اٹھائے گا اس کو ۲۰۰۰۰؍ہزار سے بھی زائدرقم ملے گی اور زیادتی اس مقدار میں ہوگی کہ پہلے شخص نے جورقم تھوڑی تھوڑی کر کے جمع کی جومجموعی طور پر ۲۰؍ماہ میں ۲۰۰۰۰؍ہزارروپے جمع کیے مگراس نے پہلے ہی ماہ میں پندرہ ہزار روپیے لے لیےاس بناپراس کو پانچ ہزارروپےاپنی رقم سے کم ملے اور وہی رقم آخروالےشخص نے زیادتی کے ساتھ لے لی آیا متذکرہ افراد کا ایسافعل جائز ہوگا یانہیں؟ خلاصہ تحریرفرمائیں۔بالفرض اگر یہ لین دین نا جائز ہوا تو کیا یہ منافع والی رقم خوداپنی ضرورت میں نہ لاکر دوسرے کسی ضرورت مند ہاشمی یا غیر ہاشمی کو دے سکتا ہے یانہیں؟ یا کسی مدرسہ میں یہ رقم لگائی جاسکتی ہے یانہیں؟

المستفتی: سیدمحمدمہدی حسن بیت النوراجمیرشریف۔

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب صورت مسئولہ میں مسلمانوں کامذکورہ کاروبار جائزنہیں کہ سودکالین دین ہےحدیث شریف میں ہے[کل قرض جرنفعا فھو ربا] اس کاروبارسے حاصل شدہ منافع کی رقم جس مسلمان سے لیاہےاسے واپس کرناواجب ہے۔یہ رقم نہ اپنی ضرورت میں خرچ کرسکتاہے نہ مدرسہ میں لگاسکتاہے نہ غیرحق دارکودےسکتاہے۔ھذا ماعندی والعلم عند ربی ثم عند رسولہ جل جلالہ و صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

کتبہ: بدرالدین احمدالقادری النوری المدرسۃ الغوثیۃ بڑھیابستی، یوپی،۴؍ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

مسئلہ : مندرجہ ذیل مسائل میں علمائے دین ومفتیان شرع متین کیافرماتے ہیں

(۱)تصغیر کے کیامعنیٰ ہیں اور تصغیر کے کتنے اقسام ہیں؟

(۲) کملیا،چدریا،گگریا،دوریا،نگریااوران کے ماسوااسی طرح کے دیگرالفاظ برائے تصغیر ہیں کہ نہیں؟

(۳)ان الفاظ کااستعمال اللہ کے حبیب ﷺ کے لیے کرسکتے ہیں کہ نہیں؟ یعنی آقا ﷺ کی مبارک چادرشریف کوچدریا،مبارک کمبل شریف کوکملیااوردراقدس کودوریا،نورانی وعرفانی نگرمقدس کونگریا

اسی طرح سرکار ابد قرار ﷺ سے منصوب کسی بھی شئ کو حتیٰ کہ پاک بارگاہ کے پاک ذروں کو اس طرز وادا کے لفظوں میں کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) اگر ایسے الفاظ استعمال کر سکتے ہیں تو کوئی کراہت ہے کہ نہیں؟

(۵) اگر نہیں استعمال کر سکتے ہیں تو نفی کس درجہ کی ہے؟

(۶) ایسے الفاظ کے استعمال کی نفی کا علم ہونے کے باوجود اور عدم علم کی بنا پر استعمال کرنے والے پر توبہ لازم ہے کہ نہیں؟

(۷) اللہ کے حبیب ﷺ کی اولاد امجاد سادات کرام ضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسے حسنین کریمین، سرکار غوث اعظم، ہندالولی خواجہ غریب نواز اور دیگر اولیائے کاملین و سالکین و مخدومین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وارضاہ عنا کے لیے چدریا، کملیا، گگریا، دوریا، نگریا وغیرہ الفاظ استعمال کر سکتے ہیں کہ نہیں؟

(۸) مجدد مائۃ ماضیہ سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا اس مسئلے میں کیا موقف ہے۔ بالتفصیل مع حوالی کتب تحریر فرمائیں تاکہ احقاق حق اور ابطال باطل ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ وآلہ واصحابہ اجمعین وصلی اللہ تعالیٰ وسلم و بارک علیھم۔ (نوٹ) جلد ہی جواب مرحمت فرمائیں تاکہ شعبان کی تعطیل سے پہلے موصول ہوجائے۔

المستفتی: محمد عمار متعلم دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی۔

الجواب: بعون ربنا الوهاب ۔ اللهم هداية الحق والصواب۔

(۱) تصغیر سے مراد:۔ وہ لفظ ہے جو کسی شئ کو بے قدر بتانے کے لیے وضع کیا گیا ہو۔ تصغیر کا اصل معنیٰ موضوع لہ یہی ہے لیکن کبھی اس کا اطلاق معنیٰ موضوع لہ کے غیر پر بھی ہوتا ہے، اور وہ غیر حب اور تعظیم ہے، حاصل یہ ہے کہ کلمہ تصغیر تین معنیٰ کے لیے بولا جاتا ہے۔ تحقیر، حب، تعظیم۔ ذیل میں سب کی مثالیں لکھی جاتی ہیں۔ (الف) سیٹھ کی تصغیر سٹھلّی، پردھان کی تصغیر پردھنلی، حاجی کی تصغیر جیا، مولانا کی تصغیر مولنوا تصغیر کے یہ سب کلمات تحقیر کے لیے ہیں۔

(ب) بچہ کی تصغیر بچوا، بہن کی تصغیر بہنی، بھائی کی تصغیر بھیّا تصغیر کے یہ سب الفاظ دلار و پیار کے لیے بولے جاتے ہیں۔

(ج) ناک کی تصغیر ناکڑا تصغیر کا یہ لفظ کسی کی ناک کو بڑی بھاری بھرکم بتانے کے لیے بولا جاتا ہے۔
فن منطق میں جزئی کے دو معنیٰ بتائے جاتے ہیں ایک یہ کہ وہ ایسا مفہوم ہے جس کا نفس تصور اس کو کثیرین پر صادق آنے سے مانع ہو۔ دوسرا یہ کہ وہ ایسا مفہوم ہے جو کسی عام کے تحت ہو۔ پہلے معنیٰ کے اعتبار سے جزئی کا نام جزئی حقیقی ہے۔ دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے جزئی کا نام جزئی اضافی ہے۔ تو جس طرح یہاں یہ کہنا درست نہیں کہ جزئی کی دو قسم ہے ایک حقیقی دوسری اضافی چوں کہ جزئی کو مقسم فرض کرنے کی صورت میں اس کا کوئی ایسا عام مفہوم ہرگز نہیں جو جزئی حقیقی اور اضافی میں مشترک ہو۔ یوں ہی زیر بحث مسئلہ میں تصغیر کے لیے کوئی ایسا عام مفہوم ہرگز نہیں جو تصغیر تحقیری، تصغیر حبی، تصغیر تعظیمی میں مشترک ہو اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ تصغیر نہ تو مقسم ہے نہ تو اس کی قسمیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم جل جلالہ و علیہ الصلاۃ والسلام۔

(۲) کملیا، چدریا، نگریا وغیرہ سارے مذکورہ الفاظ در سوال دوم قطعی کلمات تصغیر ہیں، واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم جل جلالہ و صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۳) کلمات تصغیر کا استعمال سرکار مصطفیٰ ﷺ کے حق میں یا سرکار سے نسبت رکھنے والی اشیا کے بارے میں مطلقاً سخت ممنوع ہے۔ پھر اگر وہ کلمات تحقیر کے لیے ہوں تو ان کا استعمال صریح کفر ہے اور اگر پیار و محبت کے لیے ہو تو ان کا استعمال کفر نہیں مگر حرام ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۴) سوال نمبر ۳ میں مذکورہ کلمات تصغیر کا استعمال سرکار ﷺ سے منسوب اشیا کے حق میں ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ تحقیر کی صورت میں کفر اور محبت کے طور پر حرام۔ واللہ و رسولہ اعلم جل جلالہ و صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۵) تحقیر کی صورت نہی عن الکفر اور حب کی صورت میں نھی عن الحرام ہے۔ یہاں سائل نے ''نہی'' کی جگہ ''نفی'' کا لفظ لکھا ہے جو اپنے محل میں نہیں ہے۔ فلیتنبہ واللہ و رسولہ جل جلالہ و صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۶) جب شرعی قانون یہ ہے کہ سرکار مصطفیٰ ﷺ کے حق میں اور سرکار سے منسوب اشیا کے بارے میں محبت کے طور پر بھی ممنوع و حرام ہے تو جو شخص واقفیت کے باوجود زیر بحث کلمات تصغیر شان

رسالت میں استعمال کرتا رہا یا استعمال کرے وہ شدید فاسق ہے، اس پر فرض ہے کہ وہ بارگاہ احدیت جل جلالہ میں توبہ استغفار کرے اور بارگاہ رسالت علیہ التحیۃ والثناء میں عظمت رسالت کی حق تلفی کی معافی مانگے ۔لیکن جسے زیر بحث کلمات تصغیر کے استعمال کی تحریم کی اطلاع نہ تھی اور اس نے نادانستگی میں شان رسالت میں کلماتِ تصغیر استعمال کیے تو اسے فاسق قرار نہ دیا جائے گا کہ اس نے جان بوجھ کر بالقصد عظمت رسالت کی حق تلفی نہ کی، لیکن اس سے حق تلفی ضرور ہوئی، لہٰذا اسے بھی بارگاہ الٰہی جل مجدہ میں معافی مانگنا اور استغفار کرنا لازم ہے۔ والله تعالىٰ ورسوله اعلم جل جلاله و صلىٰ الله تعالىٰ عليه وسلم ـ

(۷) حضرات سادات کرام بالخصوص امام حسن، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم یہ سب نفوس قدسیہ سرکار اعظم پیارے مصطفیٰ ﷺ سے خصوصی نسبت رکھنے کے سبب واجب التعظیم ہیں ۔لہٰذا ان حضرات کی منسوب اشیا کے حق میں بھی کلمات تصغیر کا استعمال ہرگز جائز نہیں ۔ والله و رسوله اعلم جل شانه و صلىٰ الله تعالىٰ عليه وسلم۔

(۸) استاذ مشاہیر علمائے ہند حضرت علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ عقائد کی جلیل الشان کتاب ''المعتقد المنتقد'' میں تحریر فرماتے ہیں: " **قال بعض العلماء لوقال لشعر النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم شعيرا فقد كفر** " بعض علمائے دین نے فرمایا: کہ اگر (کوئی کلمہ گو) نبی ﷺ کے مقدس بال کو بلوا کہے تو بے شک کافر ہو گیا، پھر سرکار اعلیٰ حضرت امام بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکورہ بالا متن کے اطلاق کی تقیید فرماتے ہوئے اپنی تصنیف ''المستند المعتقد'' میں تحریر فرماتے ہیں: (اى بالتصغير علىٰ وجه التحقير و قدمنا ان التصغير فى ما يتعلق به صلىٰ الله تعالىٰ عليه وسلم ممنوع مطلقا وان كان علىٰ جهة المحبة بل قد يجئى للتعظيم و مثاله فى لساننا " ناکڑا" فى تصغير ناك اى الانف لايقال الا فى الانف الجسيم و مع ذالك والايهام كاف فى المنع والتحريم و قد نهىٰ العلماء ان يقولوا مصيحف او مسيجد فليجتنب مااقتحمه بعض الشعراء الذين فى كل واد يهيمون من قولهم فى نعت الكريم مکھڑا اور انکھڑیا و امثال ذالك (المستند المعتقد) (مطبوعہ لاہور واستنبول ص:۱۵۱) یعنی حضور اقدس ﷺ کے مقدس مبارک بال کو حقارت

کے طور پر اس کی تصغیر کرتے ہوئے بلوا کہنے والا ضرور کافر ہو گیا۔ اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سرکار مصطفیٰ ﷺ سے نسبت رکھنے والی چیزوں کے حق میں تصغیر کا لفظ بولنا ہر طرح ناجائز ہے اگر چہ پیار، محبت کے طور پر ہو بلکہ تصغیر کا لفظ کبھی کبھی تعظیم کے لیے بھی آتا ہے اور اس کی مثال ہماری اردو زبان میں ناکڑا ہے جو ناک کی تصغیر ہے یہ لفظ صرف بھاری بھرکم بڑی ناک پر بولا جاتا ہے اور باوجود اس کے (کہ تصغیر کا لفظ بطور محبت بھی بولا جاتا ہے) مگر پھر بھی معنیٰ وضعی اصل کا دھیان آسکنا اس کو ممنوع وحرام قرار دینے کے لیے کافی ہے اور بے شک مصحف شریف کو مصحفوا کہنے یا مسجد کو مسجد یا بولنے سے علمائے دین نے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا مکھڑا انکھڑیاں اور اس طرح دوسرے کلمات تصغیر جنہیں ہر وادی میں بھٹکنے والے بعض شعرا نے نعت میں گھسیڑ رکھا ہے ان کو (پڑھنے اور سننے سے) پرہیز کرنا واجب ولازم ہے۔

واضح ہو کہ شان نبوت اور ہر معظم دینی اشیا کے حق میں کلماتِ تصغیر کے استعمال کی ممنوعیت وحرمت کا مسئلہ تنہا خاص سرکار اعلیٰ حضرت کا موقف نہیں بلکہ پیشوانِ دین اہل حق اربابِ بصیرت علمائے اسلام کا موقف ہے جیسا کہ خود سائل عزیز گرامی قدر نے علمائے دین کے ارشاد کو ملاحظہ کر لیا کہ نبی کے مبارک بال کو بلوا کہنے والا کافر ہو گیا اور مصحف کو مصحفوا کہنا نیز مسجد کو مسجد یا بولنا ناجائز ہے۔ ہاں فرق یہ ہے کہ علما کے اقوال میں کلمات تصغیر کا ضمنی تذکرہ ہے اور امام بریلوی کے ارشاد میں ضابطہ کلیہ کا بیان اور اس کے بعض جزئیات کی تفصیل ہے لہٰذا کسی سر پھرے ''بد دماغ'' کوڑھ مغز شان رسالت وعظمت نبوت کی نوک پلک سے نابلد مولوی ملّا پیر وفقیر کو یہ کہنے کی ہرگز گنجائش نہیں کہ زیر بحث کلمات تصغیر کے استعمال کی حرمت کا مسئلہ اتنا اہم نہیں جتنا بتایا جا رہا ہے۔ یہ مسئلہ تو تنہا مولانا شیخ احمد رضا خاں صاحب کی انفرادی رائے ہے۔ جس کا جی چاہے اس کو قبول کرے اور شان رسالت کے حق میں کلمات تصغیر بولنے سے پرہیز کرے اور جس کا جی چاہے اس مسئلہ کا انکار کر کے بے روک ٹوک شانِ نبوت میں کلمات تصغیر کا آزادانہ استعمال کرے۔ تو اب کہنا یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ ہرگز ہرگز سرکار اعلیٰ حضرت امام بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایجاد نہیں بلکہ اسلام کا عقیدۂ دینیہ ہے جو متعدد آیات قرآنیہ سے ماخوذ ہے۔ هٰذا ما عندي والعلم عند ربي ثم عند رسوله جل جلاله و صلى الله تعالىٰ عليه و علىٰ اٰله و بارك وسلم ۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی من المدرسین بالمدرسۃ الغوثیۃ فی بڑھیا، بستی، ۲۲؍ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ۔

مااجاب المجیب فھو الصحیح ،واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم ۔شہاب الدین احمد نوری
خادم: مدرسہ غوثیہ اہل سنت فیض العلوم بڑھیا

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

(۱) زید جو کہ ایک تاجر آدمی ہے بمبئی سے اپنے وطن گیا وہاں سے لوٹ کر آنے کے بعد دھندے کے لیے کچھ پیسے کم پڑ گئے تھے تو زید نے بکر سے کہا کہ سود بیاز کبھی لیا نہیں کچھ پیسے کم پڑ رہے ہیں لہٰذا آپ کچھ دے دیں (مثلا ایک ہزار) تو نفع میں فی مہینے آپ کو دوسو روپے دوں گا اب صورت مسئولہ میں تجارت کے نفع میں سے بکر کو لینے میں کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ حکم سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۲) زید جو کہ ایک سنی صحیح العقیدہ درس عالیہ ونظامیہ کا سند یافتہ عالم ہے بچپن میں مکتب کی دور طالب علمی میں مدرسہ کے مولوی صاحب نے مدرسہ کے تمام طالب علموں کو اپنے پیر صاحب سے جو سنی صحیح العقیدہ بہت سیدھے اور ایک صوفی صاحب ہیں انہیں سے سب طالب علموں کو مرید کرا دئے ۔لیکن زید نے بعد میں صوفی صاحب کی کم علمی کی بنا پر دوبارہ بریلی شریف جا کر سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ سے بیعت ہو گیا اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ ایسی حالت میں زید اپنا سلسلہ ارادت جو سرکار مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ سے کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ المستفتی: محمد رفعت اللہ رضوی احمدی مسجد نارائن نگر ہل ۲ گھاٹ کوپر (ویسٹ) بمبئی ۸۶۔

الجواب اللھم ھدایة الحق والصواب ۔(۱) بکر نے زید کو جو روپیہ دیا وہ قرض ہے اور قرض پر نفع لینا سود ہے۔سرکار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا ارشاد ہے [کل قرض جر نفعا فھو ربا](او کما قال) یعنی ہر وہ قرض جو نفع کھینچ کر لائے تو وہ سود ہے اور سود کا حرام ہونا نص قرآن مجید سے ثابت ہے ۔صورت مسئولہ میں بکر کا اپنے قرض کے تحت دوسو روپے یا پچاس روپے یا صرف ایک روپے ماہوار نفع لینا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ علیہ التحیة والثناء اعلم۔

(۲) صورت مسئولہ میں سرکار مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ سے بیعت یا تو طلب فیض کے لیے بطور تجدید ہوگی یا پہلی بیعت فسخ کر کے بطور تاسیس ہوگی، دونوں صورتوں میں سرکار علیہ الرحمہ سے سلسلہ ارادت صحیح ہے ،لیکن صورت ثانیہ میں صوفی صاحب کی بیعت اگر بلا وجہ شرعی توڑی ہے تو صوفی صاحب کو ایذا پہونچنے کی صورت میں زید قابل مواخذہ رہے گا۔واللہ و رسولہ اعلم جل جلالہ و صلیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم

کتبہ: بدرالدین احمد

خادم المدرسة الغوثية بڑھيا ضلع بستی ٤/ شوال ١٤٠٩ھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

برائے مسجد مسلمانوں نے ایک پلاٹ ۱۵x۱۵ خریدا اور اس کے برابر جانب مغرب زید نے بھی اپنی دکان کا نقشہ دورخ بنایا یعنی پورب سے پچھّم رخ اور پچھّم سے پورب رخ اور پوری دیوار کو مسجد کی چہار دیواری سے ملا کر اٹھا رہا ہے کیوں کہ مسجد اور زید کی زمین کی حد ایک ہے اور زید نے چہار دیواری کو سٹا کر کرسی تک کالم اور بیم کا کام مکمل کرلیا اتنا کام ہوجانے کے بعد انتظامیہ کمیٹی والوں نے کام روک دیا ہے انتظامیہ کمیٹی کا کہنا ہے کہ زید اپنی دیوار کو مسجد کی چہار دیواری سے پانچ فٹ چھوڑ کر اٹھائے۔ لہٰذا آپ سے التماس ہے کہ شرعی فیصلہ صادر فرمائیں کہ زید اپنی دیوار کو مسجد کی چہار دیواری سے ملا کر اٹھا سکتا ہے کہ نہیں؟

المستفتی: عبدالرزاق کتاب اللہ۔

الجواب اللهم هداية الحق والصواب سوال کی تحریر اور مسجد کی زمین نیز زید کی زمین کا نقشہ دیکھ کر یہ واضح ہے کہ مسجد کے احاطہ کے مکمل مغربی دیوار خاص زید کی زمین میں قائم کی گئی ہے اب اگر زید مسجد کے احاطہ کی مغربی دیوار سے سٹا کر اپنی مملوکہ زمین میں اپنے مکان کی دیوار اٹھانا چاہتا ہے تو اسے دیوار اٹھانے کا حق ہے مسجد کی انتظامیہ کمیٹی کو روکنے کا حق نہیں۔ لان منعهم زيدا من رفع الجدار في ارضه المملوكة اعتداء و هو ليس بجائز لقولہ تعالیٰ: ﴿ان الله لا يحب المعتدين﴾ [قرآن شریف پارہ ۷]۔ هذا ماعندى والعلم عند ربى وهو اعلم بالصواب و اليه المرجع والمآب

کتبہ: شہاب الدین احمد نوری

الجواب صحیح: بدرالدین احمد نوری قادری

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جس سے ملحق مدرسہ بھی ہے جہاں درجہ حفظ و فارسی کی تعلیم ہوتی ہے، مسجد کے شمال اور جنوب صحن کے محاذ میں دارالعلوم کی عمارت ہے جس کا فرش فرشِ مسجد سے بلند ہے اور جانب مشرق وضوخانہ کی عمارت ہے جس کا فرش بھی مسجد سے زیادہ بلند ہے۔ نقشہ مسجد و مدرسہ حسب ذیل ہے۔ (یہاں نقشہ بنانا ہے)

اب عرض یہ ہے کہ صحن مسجد میں قرآن پاک پڑھنا اس حال میں کہ لوگ وضو کر رہے ہوں یا آمد و رفت کرتے ہوں جس سے قرآن پاک نیچے پڑتا ہو جب کہ اندرونِ مسجد ایسی جگہ ہے جہاں پردہ رہے گا لیکن وہاں نہیں پڑھتے ہیں اور یہ فعل فقط عام آدمیوں کا نہیں ہے بلکہ مدرسہ کے جملہ متعلمین خواہ وہ حفظ کے بچے ہوں یا درجہ فارسی کے مسجد کے صحن میں بیٹھ کر گھنٹوں اسی طرح سبق یاد کرتے ہیں جب کہ مدرسے میں اور جگہ ہے جہاں پردہ ہو سکے لیکن وہاں نہیں پڑھتے اور نہ ہی مدرسین اس طرف توجہ کرتے ہیں عندالشرع ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

زید کہتا ہے کہ بچیں تو بہتر ہے بچنا تقویٰ ہے فتویٰ نہیں ہے جو کہ باعث جرم ہو آیا زید کا قول عند الشرع قابل گرفت ہے یا نہیں؟ جو احکامِ شرع ہو مع دلیل ارشاد فرما کر ماجور ہوں۔

سائل: محمد قاسم رضا نوری مدرسہ ضیاء الاسلام بڑی مسجد اترولہ ضلع گونڈہ۔

الجواب اللهم هداية الحق والصواب ۔ مدرسین پر فرض ہے کہ وہ طلبہ کو مسجد مذکورہ کے صحن میں قرآن شریف پڑھنے سے روک دیں ان کو مجبور کریں کہ وہ مسجد کر اندرون حصہ میں جہاں آڑ ہے وہاں قرآن شریف پڑھیں ۔ ''بہار شریعت'' شانز دہم بعنوان قرآن مجید اور کتابوں کے آداب میں ہے ۔قرآن مجید کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اس طرف پیٹھ نہ کی جائے نہ پاؤں پھیلائے جائیں نہ پاوں کو اس سے اونچا کریں نہ یہ کہ خود اونچی جگہ پر ہو اور قرآن مجید نیچے ہو۔

درجہ فارسی کے طلبہ کو بھی مسجد مذکور کے صحن میں درسی کتاب پڑھنے اور سبق یاد کرنے سے روکنا ضروری ہے قرآن مجید کے حروف مفردات بھی قابل تعظیم ہیں ۔ درجہ فارسی کی درسی کتابوں میں حروف مفردات ہیں قرآن مجید کے لیے بے ادبی کا سلوک روا رکھنے والے قابل تعظیم نہیں اور اگر توجہ دلانے کے باوجود اپنی روش پر اڑے رہیں تو وہ فاسق ہیں ۔والله تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی ،المدرسة الغوثية بڑھیا ،بستی، یوپی، ۱۰رمحرم الحرام ۱۴۰۸ھ

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جنازہ میں ایک تہبند میت کو نہلانے کے بعد پہناتے ہیں پھر چارپائی پر مسنونہ تین کپڑے دیتے ہیں اس طرح مرد کو چار کپڑے دیتے ہیں ۔ وہابی لوگ اس بدلے ہوئے تہبند کو کھینچ لیتے ہیں کفناتے وقت ۔سنی نہیں کھینچتے یہ مسئلہ سنی وہابی

کے درمیان بڑا تنازعہ ہے سنی وہابی کو کفن کھسوٹ کہتے ہیں اور اس کو بہت برا سمجھتے ہیں اور سنی مولوی کو کفن مسنونہ جو شریعت میں درج ہے اس کے آگے خاموش ہونا پڑتا ہے۔ اگر کفن مسنونہ سے زائد یہ چوتھا کپڑا نہ کھینچا جائے میت کے بدن اور زیادہ ستر عورت بن جاتا ہے تو اس میں کیا خرابی ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: عبدالسلام صدیقی۔ ۱۹۸۶/۹/۴ء

الجواب بعون الملك الوهاب۔ چوتھا کپڑا کفن مسنون میں شامل کرنا بے ضرورت ہونے کے باعث اسراف میں داخل ہے اور اسراف ممنوع ہے۔ هٰذا ماعندی والعلم عند ربی۔

کتبه : السید افروز احمد من المتدرسین بالمدرسة الغوثیة فی بڑھیا من مدیریة بستی یوپی

الجواب صحیح : بدرالدین احمد مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی۔ ۱۶/ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ۔

﴿ وراثت کا بیان ﴾

مسئلہ: مسئولہ لال زادے ولد بنا چودھری موضع پا پوسٹ پچپکھری نیومہنی ضلع بستی۔

زید نے دو شادی کی پہلی بیوی مسماۃ رسومن سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی اور دوسری بیوی مسماۃ مریم سے ایک لڑکی اور تین لڑکے پیدا ہوئے زید نے اپنی وفات سے تقریبا دس سال پہلے اپنی آراضی کو اس طرح تقسیم کیا کہ نصف حصہ مسماۃ رسومن اور اس کے لڑکے کو اور دوسرا نصف حصہ مسماۃ مریم اور اس کے تینوں لڑکے کو دیا۔ تقسیم کے بعد مسماۃ رسومن کا لڑکا نصف حصہ آراضی کو جوتتا بوتا رہا اور اسی طرح مسماۃ مریم کے لڑکے دوسرے نصف حصہ کو جوتتے بوتے رہے۔ اور زید نے اپنے مکان مسکونہ کو چار حصوں پر تقسیم کر کے ایک حصہ مکان مسماۃ رسومن اور اس کے لڑکے کو دیا اور تین حصہ مکان مریم اور اس کے لڑکوں کو دیا لیکن زید نے اپنی دونوں لڑکیوں میں سے کسی کو نہ تو آراضی سے کچھ دیا اور نہ مکان میں سے کچھ حصہ دیا پھر تقریبا دس سال بعد زید کا انتقال ہوگیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس وقت جب کہ زید مر گیا اس کی پہلی تقسیم جاری رہے گی یا اب از سر نو آراضی اور مکان کی تقسیم ہوگی؟

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کی تو تقسیم جاری رہے گی رہا یہ کہ زید نے اپنی جائداد کی تقسیم اس طرح پر نہیں کی جس طرح اس کے مرنے کے بعد ہوتی تو اس کی وجہ سے تقسیم کے نافذ رہنے میں کوئی فرق نہ پڑے گا۔ کیوں کہ وہ اپنے مال کا مالک ہے جس کو جتنا چاہے دے۔ مسائل شرعیہ کی متداول کتاب۔ بہار شریعت حصہ چہاردہم مطبوعہ لاہور ص: ۲۱۵۲، میں ہے ”اور قضا کا حکم یہ ہے کہ وہ (یعنی باپ) اپنے مال کا مالک ہے حالت صحت میں اپنا سارا سامان ایک ہی لڑکے کو دے دے اور دوسرے کو کچھ نہ دے یہ کر سکتا ہے دوسرے لڑکے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتے مگر ایسا کرنے میں گنہ گار رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی، ۱۵؍ من ربیع الاول، ۱۳۸۳ھ۔

مسئلہ: از محمد اسماعیل متعلم دارالعلوم ھذا

زید نے انتقال کیا چھوڑا اپنی بھاوج کو اور چچا زاد بھائی اور جائداد کو بھاوج کے نام وصیت کر دیا اور خود مقروض تھا۔ ایسی صورت میں پہلے اس کا قرضہ ادا کیا جائے گا یا اس کی وصیت پوری کی جائے گی؟

الجواب صورت مسئولہ میں قرض کی ادائیگی مقدم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم۔
کتبہ:۔ بدرالدین احمد قادری رضوی، ۲۸/ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ۔

مسئلہ: از منشی عابد علی محلّہ بھتری قصبہ مہنداول بستی۔

زید کا انتقال ہو گیا اس نے ایک بہن ایک لڑکی اور بیوی کو چھوڑا بیوی نے بعد عدت نکاح کر لیا تو عورت کو حصہ ملے گا کہ نہیں اگر ملے گا تو کتنا؟ بینوا توجروا۔

الجواب: صورت مسئولہ میں زید کی بیوی کو زید کے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ملے گا خواہ اس کی عورت نکاح کرے یا نہ کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ:۔ بدرالدین احمد القادری الرضوی، ۴/اگست، ۱۹۵۷ء۔

مسئلہ: از سوپا پوسٹ پچپکھری ضلع بستی، مرسلہ لال زادہ، محمد وکیل، مختار احمد وتحصیلدار۔

غلام محمد نبی نے اپنی حیات میں اپنی پوری جائداد کو دو حصے میں منقسم کر کے ایک حصہ اپنے ایک لڑکا مسمی لال زادہ کو جو زوجہ اولیٰ سے ہے دیا۔ اور ایک حصہ اپنے تین لڑکوں مسمیان محمد وکیل ومختار احمد اور تحصیلدار میں تقسیم کیا اور مکان کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک لڑکے کا حصہ متعین کر دیا۔ اور خود اپنا گزر بسر اپنے چھوٹے لڑکے مسمیٰ لال زادہ کے ہمراہ کرتا رہا۔ اسی طرح تقریبا پندرہ سال کا عرصہ گزرا غلام محمد نبی نے انتقال کیا اور اپنے ورثا میں انہیں چار لڑکوں اور دو زوجہ کو چھوڑا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا جائداد کی وہی تقسیم اب بھی باقی رہے گی یا کہ ہر لڑکے کو کل جائداد میں مساویانہ حصہ ملے گا؟

الجواب ہندوستان و پاکستان کے حنفی مسلمانوں کی معتمد علیہ مشہور کتاب ''بہار شریعت'' جلد چہاردہم مطبوعہ لاہور ص: ۲۱۴۱، میں ہے۔ ''کسی چیز کا دوسرے کو بلاعوض مالک کر دینا ہبہ ہے''۔ پھر اسی صفحہ میں فرماتے ہیں کہ ''ہبہ کے صحیح ہونے کی چند شرطیں ہیں واہب کا عاقل ہونا، بالغ ہونا، مالک ہونا'' پھر جلد مذکور ص: ۲۱۴۳ میں فرماتے ہیں۔ ہبہ تمام ہونے کے لیے قبضہ کی بھی ضرورت ہے بغیر اس کے ہبہ تمام نہیں ہوتا'' پھر جلد مذکور ص: ۲۱۵۲، میں فرماتے ہیں ''اور قضا کا حکم یہ ہے کہ وہ (یعنی باپ) اپنے مال کا مالک ہے حالت صحت میں اپنا سارا سامان ایک ہی لڑکے کو دے دے اور دوسروں کو کچھ نہ دے یہ کر سکتا ہے۔ دوسرے لڑکے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتے مگر ایسا کرنے میں گنہ گار ہے'' پھر جلد مذکور ص: ۲۱۵۵ میں فرماتے ہیں کہ۔''

مریض صرف ثلث کا مال ہبہ کرسکتا ہے اور یہ ہبہ بھی اس وقت صحیح ہے کہ اس کی زندگی میں موہوب لہ قبضہ کرلے قبضہ سے پہلے مریض مرگیا تو ہبہ باطل ہوگیا''۔ان حوالہ جات کی روشنی میں ثابت ہوا کہ اگر کوئی باپ بحالت صحت و بحالت ہوش وحواس اپنی جائداد و مکان تقسیم کرکے اپنے لڑکوں کو دیدے اور اس کے لڑکے اپنے اپنے حصے پر قابض ہوجائیں تو جو لڑکا اپنے باپ کی تقسیم کے مطابق جتنا حصہ پائے گا اتنے کا وہ مالک ہوجائے گا اگرچہ باپ کی تقسیم مساویانہ طور پر نہ ہو۔ پھر باپ کے انتقال کے بعد وہ جائداد و مکان خود باپ کا مال نہیں رہ گیا کہ اس میں وراثت کے طور پر دوبارہ تقسیم کی جائے اور ہر لڑکا مساویانہ حصہ پائے۔

تو غلام محمد نبی نے بحالت صحت و بحالت ہوش وحواس اپنی جائداد و مکان کو تقسیم کرکے جائداد کا نصف حصہ اور مکان کا چوتھائی حصہ اپنے لڑکے لال زادہ کو اور جائداد کا دوسرا حصہ اور مکان کا تین چوتھائی حصہ لال زادہ کے بھائیوں کو دیا اور لال زادہ اپنے حصہ پر اور اس کے بھائی اپنے حصہ پر قابض ہوگئے۔تو لال زادہ اپنے حصہ کا مالک ہوگیا۔اور اس کے بھائی اپنے حصہ کے مالک ہوگئے۔اب غلام محمد نبی کے انتقال کے بعد جائداد مذکور و مکان مذکور میں وہی تقسیم باقی رہے گی جو غلام محمد نبی نے اپنی زندگی میں کردی تھی۔کیوں کہ وہ تقسیم شدہ جائداد و مکان غلام محمد نبی کا ترکہ نہیں رہ گیا کہ اس میں وراثت کے طور پر دوبارہ تقسیم ہو اور اس کے لڑکے مساویانہ حصہ پائیں تو جس طرح لال زادہ اپنے باپ کی زندگی میں اس کی تقسیم کے مطابق نصف جائداد کا مالک تھا اس طرح اپنے باپ غلام محمد نبی کے انتقال کے بعد بھی وہ مالک رہے گا۔اب رہا یہ امر کہ غلام محمد نبی کا تقسیم میں کمی وبیشی کرنا درست تھا یا نہیں تو اگر تقسیم مذکورہ بالا سے غلام محمد نبی کا یہ مقصد نہ تھا کہ لال زادہ کے بھائیوں کو ضرر و نقصان پہونچے تو تقسیم میں کمی بیشی درست تھی۔جیسا کہ فتاویٰ عالم گیری جلد چہارم الباب السادس فی الهبة للصغیر مطبوعہ مصر ص:۳۷۲، میں ہے۔وروی المعلی عن ابی یوسف رحمة الله تعالیٰ علیه انه لا باس به (بالتفضیل بین الاولاد) اذا لم یقصد به الاضرار ۔یعنی اپنی اولاد کے درمیان تقسیم میں کمی بیشی سے جب ضرر کا مقصد نہ ہو تو کمی بیشی میں حرج نہیں'' اور اگر اس تقسیم سے لال زادہ کے بھائیوں کو ضرر و نقصان پہونچانے کا قصد تھا تو وہ گنہ گار رہے۔جیسا کہ بہار شریعت جلد چہارم، ص:۲۱۵۲،

میں ہے۔''اور عطیہ میں اگر یہ ارادہ ہو کہ بعض کو ضرر پہونچادے تو سب میں برابری کرے کم وبیش نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے'' اور اس صورت میں کہ باپ نے ضرر کا قصد کیا تھا اس کو گناہ سے بچانے کے لیے بہتر یہ ہے کہ یا تو باپ کی تقسیم مذکور پر لال زادہ کے تینوں بھائی راضی ہوجائیں یا پھر لال زادہ اور اس کے بھائی آپس میں رضامند ہو کر نئی تقسیم کریں۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی، یکم ربیع الآخر، ۱۳۸۳ھ۔

﴿متفرقات﴾

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالدہ کا شوہر ۱۱؍اپریل ۱۹۸۴ء سے غائب ہے کوئی پتہ وخبر نہیں اب خالدہ کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملك الوهاب ائمہ حنفیہ وجمہور ائمہ کرام کے مذہب میں مفقود الخبر کی عورت پر انتظار کرنا فرض ہے یہاں تک کہ اس کے شوہر کی عمر کے ستر سال گزر جائیں اور حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مفقود الخبر کی عورت کے بارے میں یہ ہے کہ وہ عورت قاضی شرع کے حضور اپنا مقدمہ پیش کرے قاضی شرع تحقیق کے بعد اس عورت کو حکم دے کہ آج سے چار سال تک تم اپنے گم شدہ شوہر کا انتظار کرو۔ اگر قاضی کی مقرر کردہ مدت میں شوہر کا پتہ نہیں چلا اور چار سال کی مدت گزر گئی تو عورت دوبارہ قاضی شرع کے حضور استغاثہ کرے۔ قاضی شرع بعد تحقیق کہ واقعی اس عورت کا مفقود شوہر اب تک لا پتہ ہی ہے تفریق کا حکم سنائے۔ بعدہ عورت چار مہینہ دس دن عدت بیٹھے پھر نکاح کرسکتی ہے۔

یہ واضح رہے کہ بعض جاہل گمراہ گر اس طرح فتویٰ دیتے ہیں کہ امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ جس عورت کا شوہر لا پتہ ہو جائے اور چار سال گزر جائیں تو وہ عورت اپنا دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ ایسے مفتی جھوٹے ہیں امام مالک کے مسلک سے نرے جاہل ہیں۔ خود امام مالک رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب ''مدونہ'' میں صاف صاف ارشاد فرمایا کہ یوم مرافعہ سے پہلے اگر چہ بیس برس گزر گئے وہ اصلا شمار میں نہ آئیں گے۔ مرافعہ کے دن سے چار برس لیے جائیں گے۔

صورت مسئولہ میں ائمہ حنفیہ و جمہور ائمہ کرام کے ارشاد کے مطابق خالدہ پر انتظار فرض ہے یہاں تک کہ اس کے شوہر کی عمر ستر سال گزر جائیں یعنی اگر شوہر کی گمشدگی کے وقت اس کی عمر پچاس برس تھی تو خالدہ کو بیس سال انتظار کرنا پڑے گا اور اگر اس کی عمر ساٹھ سال تھی تو دس سال انتظار کرنا پڑے گا۔ البتہ ضرورت صحیحہ کے تحقق کے وقت خالدہ کو حضرت امام مالک رضی المولیٰ تعالی عنہ کے مسلک پر عمل کرنے کی اجازت ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ خالدہ اپنے دیار کے مفتی شرع کے پاس حاضر ہوکر مرافعہ کرے۔ مفتی شرع کو جب یہ تحقیق ہو جائے کہ خالدہ کا شوہر واقعی مفقود ہے اور خالدہ کے لیے ضرورت صحیحہ متحقق ہے

تو وہ انتظار کے لیے چار سال کی مدت مقرر کرے پھر چار سال کی مدت گزر جانے کے بعد بھی خالدہ کے شوہر کا پتہ نہ چلا تو خالدہ دوبارہ مفتی شرع کے پاس حاضر ہوکر استغاثہ کرے۔ مفتی شرع تحقیق کے بعد تفریق کرے اب خالدہ چار ماہ دس دن عدت وفات گزار کر نکاح کرسکتی ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص: ۳۱۹)۔

کتبہ: شہاب الدین احمد نوری مدرسہ غوثیہ اہل سنت فیض العلوم بڑھیا ضلع سدھارتھ نگر (یوپی) ۴/صفر ۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح: بدرالدین احمد مدرسہ غوثیہ اہل سنت فیض العلوم بڑھیا ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چک بندی کے زمانہ میں نائب نے متصل مسجد ۲۴/بسوا (ایک بگہا سے زائد) جگہ برائے مدرسہ اسلامیہ چھوڑا تھا جو آج تک گورمینٹ کے کاغذ میں درج ہے لیکن پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے اس زمین میں مدرسہ نہ بن سکا نہ مدرسہ قائم ہوا اور اگر قائم ہوا تو سال دو سال کے بعد ختم ہوگیا۔ مسلمانوں کی عدم توجہ کی بات ہے، عرصہ ۱۵/سال تک پڑی رہی پھر سنی مسلمان مرید سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس پر گھر بنالیا اور اس کا معاوضہ بھی نہیں دیا اور مسجد کے لئے پانچ بیسوا زمین چھوڑنے کو کہا گیا نہیں چھوڑا پورا پورا قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ لہٰذا شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مسلمانوں کو اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے؟ گورنمنٹی کارروائی پر مسلمان پریشان ہوں گے شرعی اعتبار سے اس کا حل بیان فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: عبدالسلام صدیقی۔ ۲۱/۹/۱۹۸۶ء

الجواب بعون الملک الوھاب۔ اگر واقعہ صحیح ہے کہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید نے مدرسہ اسلامیہ کی متعینہ زمین پر غاصبانہ قبضہ کر کے اس پر اپنا گھر بنالیا تو اس پر فرض ہے کہ وہ زمین واپس کرے اور مسلمانوں سے معافی مانگے ورنہ مسلمان اس کا شرعی بائیکاٹ کریں۔

کتبہ: السید افروز احمد من المتدرسین بالمدرسۃ الغوثیۃ فی بڑھیا من مدیریۃ بستی یوپی

الجواب صحیح: بدرالدین احمد مدرسہ غوثیہ اہل سنت فیض العلوم بڑھیا ضلع بستی (یوپی)

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے وفضلائے محققین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے یہاں یہ بحث بہت دنوں سے ہورہی ہے کہ رضا ''را'' کے زبر کے ساتھ صحیح ہے یا رضا

''را'' کے زیر کے ساتھ یہ بحث امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے نام سے نکلی ہے۔ کچھ نو فارغ علماء کہتے ہیں کہ آپ کا نام احمد رضا ہے (بفتح الراء) اور کچھ کہتے ہیں کہ رضا (بکسر الراء) ہے اور عربی ہو یا اردو ہر جگہ بالالتزام رِضا ہی پڑھتے ہیں اور تاکیداً پڑھواتے بھی ہیں۔ جو لوگ رِضا کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ المنجد وغیرہ لغات میں رِضا کا ذکر ہے رَضا کا ذکر نہیں ہے اور جو لوگ رَضا کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ سلسلہ رضویہ کے شجرہ میں کئی جگہ رَضا کے زبر کے ساتھ آیا ہے نیز یہ کہ حضور مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہ کے سامنے ہمیشہ رَضا ''را'' کے زبر کے ساتھ پڑھا گیا کبھی بھی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے منع نہیں فرمایا لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ رَضا (بفتح الراء) درست ہے یا رِضا (بکسر الراء) پورے حوالہ جات کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں اور دستخط ومہر سے مزین فرما کر ممنون فرمائیں۔

المستفتی: محمد انور علی رضوی نان پاروی مدرس رام پور یوپی۔ ۲ رصفر المظفر ۱۴۰۲ھ۔

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ رِضا بکسر الراء المہملہ اور رَضا بفتح الراء المہملہ دونوں صحیح ہیں غیاث اللغات مطبوعہ بمبئی ص: ۳۲۸ کالم اول میں ہے رِضا بکسر خوشنودی و بفتح و مد خوشنود شدن و باصطلاح اہل تصوف خوشنودی کردن بر ہر چہ از قضائے الٰہی بہ بندہ رسد و فروتر ازیں مرتبہ صبر ست و بالا ایں مرتبہ تسلیم در منتخب بہمہ معنیٰ بفتح نوشتہ وصاحب کشف وصراح ومزیل الاغلاط وابن حاج بمعنیٰ اول بکسر نوشتہ اند۔۔ مہذب اللغات جلد ششم مطبوعہ لکھنؤ ص: ۲۶ کالم ۳ میں ہے رَضا (بفتح اول خوشنود ہونا، قضائے الٰہی پر راضی ہونا۔ عربی، فصیح رائج۔ رِضا (بکسر اول) خوشنودی عربی، فصیح رائج۔ المنجد اور صراح میں واقعی رِضا (بکسر الراء) کا ذکر ہے۔ رَضا (بفتح الرأ) کا ذکر نہیں لیکن عدم ذکر کو ذکر عدم ماننا یہ اہل علم کا شیوہ نہیں۔ ھــذا ماعندی والعلم عند ربی سبحٰنہ تعالیٰ ثم عند رسولہ علیہ التحیۃ والثناء۔

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی النوری من اساتذۃ المدرسۃ الغوثیۃ فی بڑھیا من مدیریۃ بستی من ۱۳ رصفر ۱۴۰۶ھ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) ہماری آبادی میں الیکشن کا ایک امیدوار مشرک ہے۔ دوسرا امیدوار خاندانی وہابی ہے۔ تیسرا امیدوار آبائی مسلک اہل سنت وجماعت کا مسلمان ہے۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسلمانوں کو تینوں میں سے کسے ووٹ دینا چاہیے۔

(۲) اگر مسلمان جان بوجھ کر کسی دیوبندی، وہابی مشرک کو مومن کے مقابلے میں ووٹ دے تو شرعا وہ مجرم ہے یا نہیں؟

(۳) وہ وہابی پہلے بھی الیکشن میں کامیاب ہو چکا ہے اور جب وہ برسر اقتدار تھا تو اس کے دنیاوی منصب سے مرعوب ہو کر سینکڑوں مسلمان اپنا ایمان خراب کر بیٹھے۔ لہٰذا ایسے مرتد وہابی کو ووٹ دینے والے اور ووٹ دلوانے والے کی شرعا کیا سزا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

جمیل پردھان گرام خراسان، ڈاک خانہ خراسان، ضلع گونڈہ (یوپی)

جناب پردھان صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سلام مسنون

آپ کی رجسٹری مشتمل بر استفتا وصول ہوئی۔ آپ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ سیاسی لیڈر کی حمایت میں فتوائے شرعی کو سیاسی ہتھکنڈے کے طور پر استعمال کر کے فتوائے شرعی کی تقدیس مجروح نہ کریں۔ مولیٰ عزوجل تعالیٰ آپ کی دینی بصیرت میں زیادتی عطا فرمائے۔ اٰمین بجاہ سید الهادیین خاتم النبیین علیه وعلیٰ اله الصلوٰة والسلام۔

کتبہ: بدرالدین احمد مدرسہ غوثیہ بڑھیا، ۲؍ربیع الآخر ۱۴۱۰ھ مطابق ۲؍نومبر ۱۹۸۹ء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں

(۱) حضور جو عوام آخری بدھ مناتے ہیں ان کا کیا مطلب ہے یعنی آخری بدھ گھوگھری پکا کر فاتحہ دلواتے ہیں۔

جب سرکار دوعالم ﷺ کی طبیعت ناساز ہوئی تھی بعدہ کچھ آرام ملا تھا کیا خوشبو لگا کر غسل کر کے باغ کی طرف تفریح کے لیے تشریف لے گئے تھے؟ اور آرام آپ کو کس روز ملا تھا اور طبیعت کس روز خراب ہوئی تھی؟ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ سرکار کو شفا ملی تھی لہٰذا ہم فاتحہ دلواتے ہیں تو کیا ثواب کی نیت سے اس روز فاتحہ دلوانا اچھا ہے یا نہیں؟ اور ''فلاح دین ودنیا'' کے مصنف سنی مذہب کے ہیں یا کسی اور مذہب کے ہیں؟

(۲) زید نے داڑھی منڈوائی بکر نے کہا خوب چمکتے ہو اس کے جواب میں محمود نے کہا کہ اللہ و رسول کی لعنت ہے مذکورہ زید نے محمود سے بات چیت چھوڑ دیا محمود نے جب بکر سے معلوم کیا تو اس نے محمود کو جواب دیا کہ تم نے ایک مومن کو ذلیل کر کے برا کیا اور گناہ کیا۔ ذلیل تم نے کیا اس وجہ سے تم سے بات

چیت نہیں کرتا ہے مگر محمود کہتا ہے کہ ہم نے اللہ و رسول کی بات کہی ہے۔کوئی بری بات نہیں ہے لہٰذا حضور اس بارے میں مفصل تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔بینوا توجروا۔

المستفتی: عبدالغفار، رضا بک ڈپو محلّہ سیلاٹ اڑہ، کتب خانہ اود ے پور راجستھان

الجواب بعون الملك الوهاب ۔(۱) آخری بدھ منانے کی شرع میں کوئی اصل نہیں حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان ''بہارِشریعت'' جلد شانزدہم ص:۲۵۷، میں تحریر فرماتے ہیں ''ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے لوگ اپنے کاروبار بند کردیتے ہیں، سیر وتفریح اور شکار کو جاتے ہیں پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اس روز غسل صحت فرمایا تھا اور بیرونِ مدینہ طیبہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے، یہ سب باتیں بے اصل ہیں ۔بلکہ ان دنوں میں حضور اکرم ﷺ کا مرض شدت کے ساتھ تھا وہ باتیں خلاف واقع ہیں۔

فاتحہ کا جتنا ثواب ماہ صفر کے آخری دوشنبہ یا آخری پنج شنبہ کو ہے اتنا ہی ثواب ماہ صفر کے آخری بدھ کو بھی ہے۔اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ ماہ صفر کے آخری بدھ کے دن فاتحہ دلانے میں زیادہ ثواب ہے تو اس کا یہ خیال بے اصل ہے۔سرکار اقدس ﷺ کے مرض مبارک کی ابتدا کب سے ہوئی اور سرکار کتنے دنوں تک علیل رہے ان میں مورخین سیرت کا بہت اختلاف ہے۔میں نے سیرت کی متعدد کتابوں کا مطالعہ کیا مگر کسی کتاب میں یہ تذکرہ نہیں کہ سرکار اقدس ﷺ نے ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو غسل صحت فرمایا اور جنگل کو تفریح کے لیے تشریف لے گئے ۔ہاں کتاب ''فلاح دین و دنیا'' ص:۲۲۶، میں ہے کہ ماہ صفر میں اللہ تعالیٰ نے ایک فضیلت عطا فرمائی کہ آں حضرت ﷺ نے آخری چہار شنبہ کو غسل صحت فرمایا اور جنگل کو تفریح کے لیے تشریف لے گئے ۔پس جو کوئی اس روز بہ اتباعِ سنت نبوی غسل کرکے اچھے کپڑے پہن کر خوشبو لگائے گا۔باغ یا جنگل کو سیر کے لیے جائے گا اللہ تعالیٰ حضرت عالی مقام کی برکت سے سال بھر تک اس شخص کو خوشی نصیب فرمائے گا ۔لیکن مصنف نے اس مضمون کی صحت پر حدیث وسیرت کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔کتاب ''فلاح دین و دنیا'' شہر رام پور کے ایک پرانے عالم مولوی محمد علی خاں صاحب کی تصنیف ہے۔جس میں اصلاح کے نام ماہنامہ ''دین و دنیا'' دہلی کے آنریری چیف ایڈیٹر ظہور احمد شاہ جہاں پوری نے حذف وتغیر کرکے اس کو ۱۹۲۴ء میں شائع کرایا ہے۔اب اصل تصنیف ناپید ہے۔وہی شاہ

جہاں پوری کی ترمیم و تنسیخ کردہ کتاب شائع ہوتی رہتی ہے۔ کتاب مذکورہ میں اذان کے وقت سرکار اعظم ﷺ کا نام پاک سن کر انگوٹھا چومنے کو مصنف نے جائز لکھا ہے۔ لیکن حاشیہ میں ایڈیٹر نے انگوٹھا چومنے کو مختلف فیہ لکھا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب کا اصل مصنف سنی ہے اور حاشیہ نگار ایڈیٹر شاہ جہاں پوری صلح کلی ہے۔ پھر جا بجا کتاب مذکور میں خلاف تحقیق مسائل لکھے ہیں مثلاً صفحہ ۱۰۷ میں لکھا ہے کہ اذان بیٹھ کر درست ہے۔ سوار کی اذان مکروہ ہے، حالاں کہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصدّقہ کتاب ''بہار شریعت'' حصہ سوم میں اس طرح ہے۔ ''بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ ہے اگر کہی اعادہ کرے''۔۔۔۔مگر مسافر اگر سواری پر اذان کہہ لے تو مکروہ نہیں'' (بہارِ شریعت حصہ سوم ص: ۳۲) اسی فلاح دین و دنیا ص: ۸۴ میں ہے کہ وضو میں زیادہ پانی خرچ نہ کرے کہ اسراف میں داخل ہے ایک مُد یعنی تین پاؤ ڈیڑھ چھٹاک پانی سے وضو کرنا سنت ہے اس سے کم زیادہ نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔اس کے برخلاف سرکار اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں'' کہ سب کے لیے غسل اور وضو میں پانی کی ایک مقدار جس طرح عوام میں مشہور ہے محض باطل ہے۔ ایک دیو قامت ہے۔ ایک نہایت نحیف، دبلا پتلا، ایک بہت دراز قد ہے دوسرا کمال ٹھگنا (ناٹا)، ایک بدن نرم و نازک وتر ہے دوسرا خشک کھرا، ایک کے تمام اعضا پر بال ہیں، دوسرا کا بدن صاف، ایک کی داڑھی بڑی اور گھنی دوسرا بے ریشہ یا چند بال، ایک کے سر پر بڑے بال انبوہ، دوسرے کا سر منڈا ہوا۔ سب کے لیے ایک مقدار کیوں کر ممکن''۔۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۱۶۱)۔

مستفتی کے سوال کی یہ عبارت ''اور سرکار کی طبیعت کس روز خراب ہوئی تھی'' ادب بارگاہِ نبوی کے خلاف ہے اس کو یوں لکھنا چاہیے تھا اور سرکار کی طبیعت اقدس کس روز ناساز ہوئی تھی۔

(۲) داڑھی منڈانا حرام ہے۔ داڑھی منڈا فاسق معلن قابل اہانت ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصنیف'' لمعة الضحیٰ '' کے آخر میں داڑھی منڈانے والوں، خشخشی کرانے والوں کے حق میں جو سزائیں اور مذمتیں آیات قرآنیہ، آحادیث نبویہ اور اقوال ائمہ کرام سے ثابت ہیں ان کو تحریر فرمایا ہے ان میں سے دو یہ ہیں۔

(۱) اللہ ورسول جل جلالہ و ﷺ کی داڑھی منڈوں پر لعنت ہے۔

(۲) ملائکہ اور بشر سب کی ان پر لعنت ہے۔ زید نے داڑھی منڈا کر اسلامی شعار کی توہین ومخالفت

کی اور اپنے آپ کو ذلیل، لائق اہانت، قابل لعنت ٹھہرایا۔ محمود نے زید کو ذلیل نہیں کیا بلکہ اس نے زید کی صرف ذلت بیان کردی۔ بکر کا محمود سے یہ کہنا کہ ''تم نے ایک مومن کو ذلیل کر کے برا کیا اور گناہ کیا'' سراسر غلط ہے۔ بکر اپنے اس قول سے توبہ کرے۔ محمود نے افضل کے خلاف کیا کہ اس نے بے موقع اللہ و رسول جل جلالہ و ﷺ کی بات پیش کی۔ جہاں فساق اس قدر جری اور ڈھیٹ ہوں کہ قبول حق کے بجائے گالی دینے، جھگڑا کرنے یا کوئی فتنہ کھڑا کرنے پر آمادہ ہو جائیں وہاں امر بالمعروف سے خاموشی افضل ہے۔ زید پر فرض ہے کہ وہ داڑھی منڈانے سے توبہ کر کے اپنے آپ کو شیطان کے چنگل سے آزاد کرے اور محمود سے معذرت کر کے اس سے بات چیت شروع کر دے۔ هٰذا ماعندی والعلم عند ربی ثم عند رسوله جل جلاله و صلیٰ الله تعالیٰ علیه وعلیٰ اٰله وسلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی، مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی، ۱۳/رجب المرجب ۱۴۰۷ھ

☆☆☆

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما

وعلی ذویہ وصحبہ ابدالدھور وکرما

﴿ کلمات تصغیر کا استعمال سرکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیسا ہے؟ ﴾

اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی ہر شان بڑی نرالی ہے، اس کی ہر صفت انوکھی نہایت عجیب وغریب نادر وبدیع ہے۔ وہ ہر چیز دیکھتا ہے مگر آنکھ سے پاک ہے۔ ہم لوگ آواز وہوا نہیں دیکھ سکتے مگر وہ آواز وہوا بھی دیکھتا ہے۔ وہ ہر چیز سنتا ہے لیکن کان سے پاک ہے۔ وہ کلام کرتا ہے مگر زبان سے پاک ہے۔ وہ ہر چیز جانتا ہے مگر ذہن سے پاک ہے۔ وہ ہر چیز پہچانتا ہے لیکن دماغ سے پاک ہے۔ وہ اپنے ہر وصف میں وحدہ لاشریک، بے ہمتا ویکتا ہے، وہ عالم ہے، قادر ہے، مالک ہے، اس طرح کہ عالم ہونے میں اکیلا، قادر ہونے میں تنہا، مالک ہونے میں یکتا ہے۔ وہ خالق ہے۔ الٰہ ہے۔ اس طرح کہ صفت خالقیت میں یگانہ اور وصف الوہیت میں متوحد منفرد ہے۔ جَلَّ جَلالُہ وتعالی شانُہ وہ اس امر کا اختیار رکھتا ہے کہ اپنے بندوں کو اپنی بعض صفات کا عکس وجلوہ عطا فرمائے۔ مثلا وہ عالم ہے، اپنے بندوں کو عالم بنا سکتا ہے۔ وہ مالک ہے اپنے بندوں کو مالک بنا سکتا ہے،۔ وہ قادر ہے، اپنے بندوں کو قادر بنا سکتا ہے۔ وہ عجز بے بسی سے پاک ہے۔ اور ہاں اس کی بعض صفتیں ایسی بھی ہیں جن کا عکس وجلوہ بندوں پر واقع ہونا محال ہے۔ مثلا وہ خالق ہے، معدوم ونیست اشیاء کو وجود وہستی بخشنا اسی کا کام ہے اور وہ الٰہ ہے، ساری کائنات عالم پر خدائی کرنا اسی کی شان ہے تو چوں کہ بندہ حادث ومخلوق ہے اور کوئی مخلوق شی، خالق اور خدا نہیں بن سکتی اس لئے ان دونوں صفتوں کا عکس بندہ کو حاصل ہونا محال ہے۔

پھر جہاں اس قادر ومختار رب العزۃ تعالی شانہ نے اپنے بہتیرے بندوں کو اپنی بہت سی صفتوں کا عکس بخشا ہے، وہاں اس نے اپنی صفت اَحدیت (یکتائی) کا عکس اپنے محبوب سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ چنانچہ اس نے ساری کائنات کے وجود سے پہلے اپنے محبوب کا نور پیدا

کیا پھر سرکار ہی کے نور سے عالم کی یکے بعد دیگرے ہر چیز پیدا فرمائی تو سرکار اول مخلوق ہونے میں یکتا و بے ہمتا ہیں۔اس نے اپنے حبیب سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا تو سرکار آخر الانبیاء ہونے میں تنہا اور بے ہمتا ہیں۔اس نے سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رحمۃ للعٰلمین قرار دیا تو سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمۃ للعٰلمین ہونے میں یگانہ ومنفرد ہیں۔اس نے سرکار کو سید المرسلین بنایا تو سرکار سید المرسلین ہونے میں یکتا و بے ہمتا ہیں۔اس نے سرکار کو افضل العالمین بنایا تو سرکار افضل العالمین ہونے میں تنہا و بے ہمتا ہیں۔اعلیٰ حضرت امام بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دیوان حدائق بخشش میں حضرت جبریل امین علیہ الصلوۃ والسلام کا وہ قول جسے انہوں نے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا تھا، نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پائے کا نہ پایا
تجھے اک نے اک بنایا

یعنی سدرۃ المنتہیٰ کے باشندہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا جس کا حاصل یہ ہے کہ یارسول اللہ میں نے کائنات کی ساری آبادیوں کو چھان ڈالا۔ایک سے ایک رتبہ والے کا مشاہدہ کیا مگر ان میں کسی کو بھی آپ کے مرتبہ کا نہ پایا۔تو اس چھان بین کے بعد حرف آخر یہ ہے کہ آپ کو یکتا خدائے تعالی نے یکتا پیدا کیا ہے تو آپ کی برابری کا کوئی دوسرا کیوں کر ہوسکتا ہے فلله الحمد وعلى رسولنا الصلوة والتحية ۔

جہاں اس مالک الملک رب العزت نے اپنے یگانہ و بے ہمتا حبیب ﷺ کو زمین وآسمان کی بادشاہت عطا فرما کر حضرت سیدنا جبرئیل امین وحضرت سیدنا میکائیل کو سرکار مصطفےٰ ﷺ کا آسمانی وزیر وحضرت سیدنا صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سرکار کا زمینی وزیر مقرر کیا وہیں اس نے سرکار اقدس کی بارگاہ قدس کے آداب شاہی بجالانے کا قانون وضابطہ، دستور وقاعدہ خود ہی بنا کر نافذ فرمایا ۔چنانچہ بارگاہ رسالت میں حاضری دینے والوں کو حکم دیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم میرے نبی کی بارگاہ عظمت میں پست آواز سے بات کرو، زور سے نہ بولو اور گفتگو میں جو کلمہ ولفظ استعمال کرو وہ ادب وتعظیم میں

ڈوبے ہوئے ہوں یہاں تک کہ میرے نبی کی شان رفیع میں اس لفظ کے بولنے سے بھی قطعی پرہیز کرو جس کا ایک معنی ادب و عظمت والا ہو لیکن اس کا دوسرا معنی بے ادبی کا پہلو رکھتا ہو۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰاَیها الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهر واله بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون﴾ یعنی اے ایمان والو! اپنی آواز اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں (ترجمہ کنز الایمان پارہ ۲۶) اور دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿یٰایها الذین اٰمنوا لا تقولوا راعنا وقولو اانظرنا واسمعوا وللکٰفرین عذاب الیم﴾[پ:۱] یعنی اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ترمذی شریف، باب المناقب، جلد ثانی، ص:۲۱۱ میں ہے: عن ابی سعید ن الخدری رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم:[مامن نبی الا وله وزیران من اهل السماء ووزیران من اهل الارض فاما وزیرای من اهل السماء فجبرئیل ومیکائیل واما وزیرای من اهل الارض فابوبکر وعمر] یعنی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں ہے کوئی نبی مگر اس شان کا کہ اس کے دو وزیر باشندگان آسمان میں سے اور دو وزیر باشندگان زمین میں سے ہیں۔ اب رہے باشندگان آسمان میں سے میرے دو وزیر، تو وہ جبرئیل و میکائیل ہیں اور رہے باشندگان زمین میں سے میرے دو وزیر تو وہ ابوبکر و عمر ہیں۔ رضی الله تعالیٰ عنهم از ابتدائے افرینش عالم تا ایں دم پوری کائنات میں کیا کوئی ایسا شہنشاہ ہوا ہے جس کے دربار کے آداب شاہی کے قانون و ضابطہ کو خود الله رب العزة جل مجده نے مقرر کیا ہو اور اس کا تذکرہ قرآن پاک میں آیا ہو، نہیں نہیں ہزار بار نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ سرکار اعظم پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خداداد شہنشاہیت میں بھی یگانہ، منفرد، ممتاز، بے ہمتا و یکتا ہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ جَلَّ شَانُه۔

راعنا اور انظرنا والی آیت کریمہ نے ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کر دیا اور صاف صاف بتا دیا کہ سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ادب سے گرے ہوئے الفاظ یا قبیح معنی والے کلمات

بولنے کی ہرگز ہرگز گنجائش نہیں اور جو نہ مانے وہ ﴿ وللکٰفرین عذاب الیم﴾ کے مصداق میں قطعی داخل ہوجائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ من الکفر والطغویٰ "۔

اور جب شہنشاہ رسالت ﷺ کی بارگاہ عظمت کے حق میں راعنا کا کلمہ بولنا حرام و کفر قرار پا چکا تو اس بارگاہ جلال کی شان میں تصغیر کا کلمہ استعمال کرنا کیسے حلال ہوسکتا ہے؟ راعنا کا کلمہ تو ادب والا ہے۔اس کا اردو ترجمہ یہ ہے "ہماری رعایت فرمائیں"، ہم پر مہربانی کریں۔صحابہ کرام جب سرکار مصطفےٰ ﷺ کے کسی قول کو پوری طرح سن نہ پاتے تو یوں عرض کرتے: راعنا یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول ہم پر مہربانی فرمائیں یعنی اپنے قول کو دوبارہ سنادیں۔حضرات صحابہ کرام حسب ضرورت سرکار کی شان میں یہ کلمہ بولتے رہے لیکن جب بعد میں گستاخ رسالت منافقین اسی لفظ "راعنا" کو ایک قبیح معنی مراد لے کر بولنے لگے تو بارگاہ احدیت جل جلالہ نے بآں حلم و کرم منافقین کے اس نفاق کو برداشت نہ فرمایا اور عظمت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حمایت میں فرمان نافذ کیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ اب میرے مصطفےٰ کی بارگاہ میں راعنا کا کلمہ بولنا شدید ترین جرم ہے۔اور جو نہ مانے اس کے لیے دردناک سزا ہے۔

اور رہا تصغیر کا لفظ تو اسی لیے وضع کیا گیا ہے کہ کسی شئ کو حقیر بے قدر بتائے مثلاً: حاجی کی تصغیر ججیا ،مولانا کی تصغیر مؤلنوا، سیٹھ کی تصغیر سیٹھوا، پردھان کی تصغیر پردھنوا، پردھنّی ، عالم کی تصغیر علمُلّی ،حافظ کی تصغیر حَفَظُلّی ۔لیکن یہ امر بھی قابل تسلیم اور واقع کے مطابق ہے کہ تصغیر کا لفظ ہمیشہ تحقیر ہی کے لیے نہیں بولا جاتا، بلکہ کبھی محبت، پیار اور دلار کے اظہار کے لیے بھی آتا ہے۔جیسے بچہ کی تصغیر بچوا، بہن کی تصغیر بہنی، بھائی کی تصغیر بھیا، بلکہ کسی شئ کو جسامت والا یعنی بڑا بتانے کے لیے بھی کلمۂ تصغیر آتا ہے مثلاً: ناک کی تصغیر ناکڑا ۔جو بھاری بھرکم ناک کے حق میں بولا جاتا ہے۔اور چادر کی تصغیر چدرا۔جو بڑی چادر کے لیے استعمال ہوتا ہے اور جب یہ امر واضح اور بے پردہ ہوگیا کہ کلمۂ تصغیر اصل میں تحقیر اور استخفاف کے لیے وضع ہوا ہے تو بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں براہ راست یا بالواسطہ اس کا استعمال کرنا "راعنا" سے کہیں زیادہ شرعاً ممنوع رہے گا۔کیوں کہ "راعنا" کی اصل وضع تحقیر کے لیے نہیں، اس کی ممانعت کا سبب ایک بالائی عارضی امر ہے۔اور رہی کلمۂ تصغیر کی اصل ساخت اور بناوٹ تو وہ معنی تحقیر ہی کے لیے ہے۔پھر یہی وجہ ہے کہ پیشوایان دین فقہائے شریعت نے کلمۂ تصغیر کی اصل وضع پر نگاہ رکھ کر سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے حق میں اس کا بولنا اگر بطور تحقیر ہو تو صریح کفر قرار دیا ہے اور بطور محبت ہو تو سخت ممنوع وحرام ٹھہرایا ہے مثلا: سرکار مصطفےٰ ﷺ کی مقدس چادر کو چدریا، سرکار کے مقدس راستہ کو ڈگریا، سرکار کے بابرکت نگر کو نگریا، سرکار کے چہرۂ انور کو مکھڑا، سرکار کی مقدس آنکھ کو انکھڑیاں، سرکار کے مقدس آنگن کو اگنوا، سرکار کے مبارک دروازہ کو دُوَرْیا، سرکار کی قدسی نظر کو نظریا اور نجریا، سرکار کے مقدس کا شانہ کو بکھریا، سرکار کے مقدس کمبل کو کملیا، سرکار کے مقدس بال کو بلوا، سرکار کی ذات قدسی کو عربی سنوریا یا عربی سجنوا بولنا، پڑھنا اور لکھنا تحقیر کی صورت میں کفر اور محبت کی صورت میں کفر نہیں مگر حرام ہے۔ سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو رسول اعظم ہیں فقہائے اسلام نے تو سرکار سے نسبی تعلق رکھنے والے سادات کرام اور سرکار کی نیابت والے علمائے دین کے حق میں بطور تحقیر کلمۂ تصغیر بولنے والے کو کافر ٹھہرایا ہے۔ فقہ کی جلیل القدر کتاب مجمع الانھر شرح مُلتقیَ الابحُر میں ہے ''الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال لعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا به الاستخفاف کفر'' (منقول از فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، ص:۶۲) یعنی آل رسول سادات کرام وعلمائے دین کی تحقیر و بے قدری کرنا کفر ہے۔ اور جو شخص تحقیر کا قصد کرتے ہوئے کسی عالم دین کے حق میں علملی یا مولویّا کہے یا کسی علوی کے حق میں (کلمۂ تصغیر) علویّا بولے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ حضرت علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان عقائد اہل سنت کی کتاب ''المستند المعتمد'' مطبوعہ استنبول ترکی ص:۱۱۵ میں تحریر فرماتے ہیں: قال بعض العلماء لوقال لشعر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم شُعَیْرٌ فقدْ کَفَرَ. یعنی علمائے دین فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک بال کو بلوا کہے تو بے شک وہ کافر ہو گیا۔ پھر مذکورہ بالا متن کی شرح کرتے ہوئے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب ''المعتمد المستند'' ص:۱۵۱ میں تحریر کرتے ہیں '' ای بالتصغیر علی وجه التحقیر وقدمنا ان التصغیر فیما یتعلق به صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ممنوعٌ مطلقا، وان کان علی جهة المحبة بل قد یجئ للتعظیم ومثاله فی لساننا ''ناکڑا'' فی تصغیر ''ناك'' ای الانف لایقال الا فی الانف الجسیم ومع ذالك فالایهام کاف فی المنع والتحریم وقد نهی العلماء ان یقولوا مُصَیْحِفٌ او مُسَیْجِدٌ فلیجتنب ما اقتحمه بعض الشعراء الذین هم فی کل واد یهیمون من قولهم فی النعت الکریم مکھڑا، او

انکھڑیاں وامثال ذالك" یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس بال کو اس کی تصغیر کرتے ہوئے حقارت کے طور پر بلوا، کہنے والا ضرور کافر ہوگیا اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی چیزوں کے حق میں تصغیر کا لفظ بولنا ہر طرح ناجائز ہے اگر چہ پیار، محبت کے طور پر ہو بلکہ تصغیر کا لفظ کبھی تعظیم کے لئے بھی آتا ہے اور اس کی مثال ہماری ''اردو'' زبان میں ناکڑا ہے جو ناک کی تصغیر ہے۔ ناکڑا کا لفظ صرف بھاری بھر کم بڑی ناک کے بارے میں بولا جاتا ہے۔ اور باوجود اس کے (کہ تصغیر کا لفظ بطور محبت بھی بولا جاتا ہے) لیکن پھر بھی معنی وضعی اصلی کا دھیان آسکنا اس کو ممنوع وحرام قرار دینے کے لیے کافی ہے اور بے شک (مصحف کو) مصحفوا کہنے یا (مسجد کو) مسجد یا بولنے سے علمائے دین نے منع فرمایا ہے۔ لہذا امکھڑا یا انکھڑیاں اور اس جیسے دوسرے کلمات تصغیر جنہیں ہر وادی ہر نالہ میں بھٹکنے والے شعرا نے نعت شریف میں گھسیڑ رکھا ہے ان سے بچنا، پرہیز کرنا لازم ہے۔ اب ہم عظمت سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقوق کے تحفظ کی خاطر ہندوستان کے نعت گو شعراء جناب بیکل صاحب بلرام پوری قادری رضوی عزیزی، جناب اجمل صاحب سلطان پوری، جناب شمس الہ آبادی، اور جناب مولانا عبدالوحید صاحب قادری رضوی حشمتی ساکن پیرا شریف ضلع گونڈہ، کو اس امر کی یاد دہانی کرانا چاہتے ہیں کہ آپ حضرات کے نعتیہ کلام میں شہنشاہ عرش ودنا سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے متعلق اور سرکار سے نسبت رکھنے والی اشیا کے حق میں تصغیر کے الفاظ جگہ جگہ استعمال ہوئے ہیں۔ آپ حضرات کی سنیت کے پیش نظر یہ حسن ظن صحیح ہے کہ آپ حضرات اپنے نعتیہ کلام میں زیر بحث کلمات تصغیر صرف بطور محبت ہی استعمال کئے ہیں۔ لیکن چوں کہ سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بلند وبالا برتر واعلی بارگاہ میں بطور محبت بھی زیر بحث تصغیر کا استعمال حرام ہے شرعا ہرگز جائز نہیں اس لیے آپ حضرات اپنا دین سدھارنے اپنی عاقبت سنوارنے اور عظمت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء اسے سچی وفاداری نکھارنے کے لیے اس بدعت سیّئہ منافی عظمت نبویہ کے ازالہ کی فکر شدید کریں۔ جب تک سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس اہم شان کی پہچان نہ کرادی گئی تھی اس وقت تک ناواقفیت کا سہارا لیا جاسکتا تھا مگر اب جب کہ زیر بحث تصغیر کی ممانعت کے سلسلے میں عقائد وفقہ کی کتابوں سے علمائے دین اور اعلی حضرت کے ارشادات پیش کردیئے گئے تو بارگاہ سرکار مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی عظمت ورفعت کے سامنے سرکار کے ہر وفادار غلام کو بے چون وچرا

سر تسلیم خم کردینا ضروری ہے۔ اور ہاں ہوشیار! خبردار! کہیں ایسا نہ ہو کہ عظمت نبوت کا سب سے پہلا اور پرانا دشمن ابلیس دل میں یہ وسوسہ ڈالے کہ جس طرح ایک صاحب علم اپنی شستہ شگفتہ ادبی زبان میں سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت وتعریف کرنے کا حق رکھتا ہے یوں ہی کم علم والا گنوار بھی جذبہ محبت رسول سے متأثر ہوکر اپنی ژولیدہ زبان اور کھڑی دیہاتی بولی میں سرکار کی محبت وعظمت کا گیت گا سکتا ہے۔ لہذا سرکار کے حق میں زیر بحث کلمات تصغیر کا استعمال پیار اور محبت کے لئے جائز ہے۔ معاذاللہ تعالیٰ.

اس وسوسۂ شیطانی کا جواب یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت مسلمانوں پر فرض عین قرار دی ہے وہیں اس نے سرکار کی تعظیم کو اہمّ الفرائض ٹھہرایا ہے۔ ایمان واسلام قبول کرتے ہی پہلا فرض تعظیم رسول ہی ہے۔ صلی تعالی علیه وسلم.

خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿انا ارسلنٰك شاهداومبشراونذيرالتؤمنوابالله ورسوله وتعزروه وتوقروه و تسبحوه بكرةواصيلاً﴾ (قرآن مجید، سورۃالفتح، پارہ ۲۶) یعنی (اے پیارے مصطفیٰ) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔ (ترجمۂ کنز الایمان، ص:۱۱۴) پھر دوسری جگہ رب العزۃ جل مجدہ محبت رسول میں سرشار صحابیوں سے ارشاد فرماتا ہے ﴿يٰايهاالذين امنوالاتقولواراعنا﴾ یعنی اے ایمان والو! (میرے عظمت والے رسول کے حق میں راعنا نہ بولو پھر خود ہی صحابہ کرام کو سکھاتا ہے: ﴿وقولوا انظرنا﴾ اور (میرے رسول سے راعنا کی جگہ) ﴿انظرنا﴾ بولو۔ اللہ اللہ کتنی اونچی شان ہے عظمت رسول پاک کی بارگاہ احدیت جل شانہ میں۔ ولله الحمد وعلى رسولنا الصلوة والسلام. قابل غور امر یہ ہے کہ ''راعنا'' بولنے سے صرف ربانی ہی کافی تھی پھر حضرات صحابہ خود ہی راعنا کی جگہ کوئی دوسرا لفظ منتخب کر لیتے کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم ہم لوگ ''راعنا'' کی جگہ کون سا لفظ بولیں؟ مگر رب العزۃ غنیٌّ عن العٰلمین جل شانہ کی عنایت بے پایاں تعظیمِ رسول کی طرف کتنی زیادہ اور شدید ہے کہ اس نے کھرے ایمان والے، بے لوث محبت والے صحابہ کو انتخاب لفظ کا موقع نہ دیا اور خود ہی ''راعنا'' کی جگہ اُنظُرنا بولنے کی تعلیم دی، تو جہاں جذبۂ محبت رسول، تعظیم رسول سے ٹکرائے گا وہ جذبۂ محبت نہیں پوشیدہ عداوت رسول کا ابال ہے۔ خوب یاد رکھو کہ محبت رسول اور تعظیم رسول

یہ دونوں اوصاف آپس میں لازم ملزوم ہیں، ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہو سکتے، جس دل میں کھری، بے لوث محبت رسول ہے اسی دل میں سچی تعظیم رسول ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ سیاسی، زبانی اور مصنوعی حب رسول، سچی تعظیم رسول کے بغیر پائی جائے اور یونہی سیاسی، مصنوعی تعظیم رسول، حب رسول کے بغیر پائی جاسکتی ہے۔لہذا مصنوعی محبت کی آڑ لے کر تعظیم رسول سے متعلق قانون ربانی توڑا نہیں جا سکتا۔اور اگر شیطانی خیال سے متأثر ہوکر تعظیم رسول سے متعلق قانون الٰہی توڑنے کی جسارت کی گئی تو توڑنے والے کو ﴿وللکٰفرین عذاب الیم﴾ کے آسمانی تازیانہ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔والعیاذُ باللهِ تعالیٰ بیشک ہر وفادار غلام کو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کا گیت اپنی ٹھیٹ مادری بولی، ہندی بھاشا میں پڑھنے اور سنانے کا حق ضرور حاصل ہے اور اس میں تصغیر کے کلمات بھی وہ بے روک ٹوک استعمال کرسکتا ہے مگر سرکار اعظم شہنشاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس ذات کے متعلق یا سرکار سے نسبت رکھنے والی اشیاء کے حق میں اسے کلمات تصغیر استعمال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں لقولہ تعالی: ﴿لا تقولوا راعنا﴾[پ:۱،رکوع:۱۲] .

خود سرکار اعلیٰ حضرت امام بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نعتیہ کلام میں کلمات تصغیر کا استعمال فرمایا ہے ملاحظہ ہو:

البحر علا والموج طغیٰ من بے کس وطوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

یاقافلتی زیدی اجلك رحمے برحسرت تشنہ لبک
مورا جیرا الرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

واھاً لسُویعات ذھبت آں عہد حضور بار گہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت درداوہ مدینہ کا جانا

توضیح: ناؤ کی تصغیر نیا، لب (فارسی) کی تصغیر لبک، جی (ہندی بمعنی دل) کی تصغیر جیرا، ساعات (عربی) کی تصغیر سویعات۔دیکھئے اردو، ہندی، فارسی اور عربی چاروں زبان کے کلماتِ تصغیر اس نعتیہ کلام میں آئے ہیں مگر سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس سے ان کا کچھ تعلق نہیں، ایسی صورت میں

ان کا استعمال بے کھٹک جائز ہے ۔جن نعت گوشعرا کا تذکرہ سابق میں ہوا یہاں ہم نشاندہی کے لیے ان کے اور بعض دوسرے اہل سخن کے مطبوعہ نعتیہ کلام سے بطور نمونہ کچھ اشعار ذیل میں نقل کرتے ہیں جن میں سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کے خلاف ،کلمات تصغیر استعمال ہوئے ہیں ملاحظہ ہو:

عرش کا جلوہ ص:۱۲ تصنیف : بیکل بلرام پوری

کتنی دلکش ہے طیبہ نگریا — نور ہی نور ہے چاروں اوریا

ہوگیا کوئی صدیق اکبر — پڑ گئی جس پہ ان کی نجریا

وہ جو چاہیں تو دنیا بدل دیں — چاند دو کر دے ان کی انگریا

کیسے کہہ دیں کہ ہم سے بشر ہیں — نوح کی جسنے کھے دی نوریا

حشر تک بھیک بٹتی رہے گی — جب سلامت ہے ان کی دوریا

لے لیے گود میں ابر رحمت — یاد آئی جو کاری کمریا

میرے آقا مجھے بھی بلا لو — میں نے اب تک نہ دیکھی بکھریا

نغمۂ بیکل تصنیف : بےکل بلرام پوری

زمانہ کے داتا مدینہ کے باسی بلا لیتے مجھ کو بھی اپنی نگریا (ص:۱۳) تو کچھ نہ بگڑتا دو عالم کے رہبر ہو جاتی دکھی پر کرم کی نجریا (ص:۱۴)

تمہاری بکھریا ،عرب کی ڈگریا ،حبیب خدا کی اٹھی جو انگریا (ص:۱۴) کون جیبھ سے کوؤ بکھانے مکھڑا عربی ساجن کا (ص:۱۵)

آ کاش جو یا ،عرب کے بسیا ،سورج کے پلٹویا (ص:۱۶)

بکری کے چریا ، ناؤکھویا ، پاپ کے بخشویا (ص:۱۶)

لو بکریاں چرانے آئے عربی رسیا — چلے زندگی بنانے نبی کی دوریا (ص:۱۷)

بن دیکھے جی نہ مانے نبی کی نگریا — کوئی آ جائے بتانے طیبہ نگریا (ص:۲۱)

نبی جی گھات میں ہیں ٹھگہارے (ص:۲۸)

مدنی گوسیاں پڑوں تورے پیاں (ص:۳۰)

عربی سنوریا لی ہو نہ خبریا(ص:۳۰)

''پیام مسرت نور کی برکھا'' تصنیف بیکل بلرام پوری

بطحا نگری کے بسیا عرش پر چھن ماں جویا

نوح کی نیا کھویا(ص:۱۶)

''مہمان عرش'' تصنیف: اجمل سلطان پوری

ہے رے پون کہیو عربی سجن سے جیہو جو طیبہ نگریا(ص:۹)

کہیو کہ اجمل کل نہیں پاوت تم بن مدنی سَنُوَرِیا(ص:۹)

نور مجسم: مشتمل بر کلام اجمل وشمس

اپنے اجمل کو بلو تیوا پنی اوریا بھولی امت پر ہو دیا کی نظریا

آقا برس دے تیو نور کی اجریا دیکھے کاش یہو خلد کی بکھریا

(ص:۳۹)

چاند سے پیارا مکھڑا اجمل چاندنی جیسا پیار

(ص:۴۰)

بہار طیبہ وصہبائے نور: کلام شمس الہ آبادی

کالی کملیا دوش پر ڈالے نور مجسم آئے

(بہار طیبہ ص:۲۳)

''جذبۂ سلمان'' تصنیف: مولانا عبد الوحید گونڈوی

غریبوں کے ماویٰ یتیموں کے ملجا دکھا دیجئے ہم کو اپنی نگریا

سنور جائے تقدیر ہم عاصیوں کی اگر آپ کر دیں کرم کی نظریا

(ص:۱۲)

اٹھی جب ہمارے نبی کی انگریا(ص۱۲) نہ بھولے سر عرش اور لا مکاں میں

شفاعت پہ ہے جس نے باندھی کمریا(ص۱۲) ہے جنت سے افضل نبی کی نگریا(ص۱۲)

کب بلائی ہوآ قا اپنی دوریا رر جانے کہیا دیکھ بے طیبہ نگریا رر
دکھین پہ راکھوآ قا دیا کی نجریا

(ص:۲۸)

’’کلام روشن‘‘ تصنیف: روشن بستوی ساکن بھدوکھر بازار بستی

تمھرے مکھڑے پر نثار (ص:۲۶) کملی والے عربی سجنوا موہے درشنوا دیدونائے (ص:۲۰)
طیبہ نگریا، اپنے اگنوا، کرم کی نظریا رر تورے دوریا (ص:۱۰)
عرب کے بسیا تو ری نسدن جوہوں ڈگریا (ص:۹)
توری بکھریا۔ ٹارو مکھ سے آج چدریا (ص:۹)

جناب راز الٰہ آبادی قادری رضوی مصطفوی کی ایک مشہور ومعروف مطبوعہ نعت شریف کے مندرجہ ذیل شعر میں بھی زیر بحث کلمۂ تصغیر کا استعمال ہوا ہے ملاحظہ ہو:

نار دوزخ سے بچنا ہو جس کو تھام لے کملی والے کا دامن

حضرات قارئین! ہماری اس نشاندہی کے دو مقصد ہیں۔ اول یہ کہ حضرات نعت گو شعراء صرف سامنے ہی نہ دیکھیں کہ ان کی مانگ زیادہ ہے۔ عوام میں ان کی بے حد مقبولیت ہے ان کے رسیلے نغموں سے حاضرین محفل مست اور بے خود ہو جاتے ہیں اور لمبے لمبے نذرانے ملتے ہیں بلکہ پیچھے مڑ کر بھی دیکھیں کہ ان کی اس طرح کی نعت گوئی سے عظمت سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کتنی زیادہ حق تلفی ہو چکی اور ہو رہی ہے۔ نعت گوئی کا بنیادی نصب العین تو سرکار کی عظمت کا پرچم لہرانا اور قلوب مسلمین میں سرکار کے وقار ودبدبہ کا سکہ جمانا ہے۔ حضرات شعراء اپنے نعتیہ کلام میں استعمال کردہ کلمات تصغیر خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں پھر فیصلہ کریں کہ ان کلمات تصغیر سے سرکار کی عظمت وتوقیر کا جھنڈا لہرا رہا ہے یا سرکار کا حق عظیم ضائع وتلف ہو رہا ہے؟

اور دوسرا مقصد یہ کہ نعت شریف پڑھنے والے طلبہ وعوام اور سننے والے حاضرین محفل خوب جان اور پہچان لیں کہ عظمت رسالت کے خلاف کلمات تصغیر پر مشتمل فلاں فلاں نعت شریف کا پڑھنا، سننا ممنوع ہے شرعاً ہرگز جائز نہیں اور اسٹیج کے علماء، خطباء ان قابل اعتراض نعتیہ کلام سے واقف ہو کر طلبہ وعوام کو ان کے پڑھنے سے روک دیں۔

﴿ زیر بحث کلمۂ تصغیر کے بول جانے پر شہزادۂ شیر بیشۂ سنت کی توبہ کا ایمان افروز واقعہ ﴾

امسال حضرت سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سالانہ عرس پاک کے موقع پر میں اجمیر مقدس حاضر ہوا۔ چھٹویں رجب ۱۴۰۹ھ بروز دوشنبۂ مبارکہ مطابق ۱۳؍فروری ۱۹۸۹ء کو حضرت سید احمد علی صاحب قبلہ خادم درگاہ سرکار خواجہ کے کاشانہ پر قل شریف کی محفل منعقد ہوئی۔ محفل میں حضرت علامہ مولانا اختر رضا ازہری قبلہ مدظلہ العالی اور حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب قبلہ ساکن نانپارہ بہرائچ شریف نیز دیگر علمائے کرام موجود تھے۔ قل شریف کے اسی مجمع میں سرکار شیر بیشۂ سنت امام المناظرین حضرت مولانا علامہ محمد حشمت علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے شاہزادے حضرت مولانا ادریس رضا خان صاحب تقریر کررہے تھے۔ اثنائے تقریر مولانا موصوف کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ ہمارے سرکار پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے غلاموں کو اپنی کالی کملی میں چھپائیں گے۔ فوراً حضرت علامہ ازہری صاحب قبلہ نے مولانا موصوف کو ٹوکتے ہوئے فرمایا کہ (کالی کملی کے بجائے) نوری چادر کہو۔ یہ شرعی تنبیہ سنتے ہی مولانا موصوف نے اپنی تقریر روک کر پہلے حضرت علامہ ازہری قبلہ کی تنبیہ کو سراہا، بعدہ بھرے مجمع میں یہ واضح کیا کہ کملی، تصغیر کا کلمہ ہے جس کو سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے بولنا ہرگز جائز نہیں۔ اور چوں کہ میری زبان سے یہ خلافِ شریعت کلمہ نکلا اس لئے میں بارگاہ الٰہی جل جلالہ میں اس کلمہ کے بولنے سے توبہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے (ھٰذا او کما قال) پھر توبہ کے بعد موصوف نے اپنی بقیہ تقریر پوری کی۔ خود میں بھی اس مجمع میں موجود تھا توبہ کا واقعہ میرے سامنے گزرا میں نے محسوس کیا حضرت علامہ ازہری قبلہ کے ٹوکنے پر مولانا موصوف نہ تو اپنی پیشانی پر بل لائے نہ بیجا تاویل کا سہارا لیا بلکہ عظمتِ سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بے چون و چرا سرِ تسلیم جھکا کر حق پذیری کی سند حاصل کی۔ فبارك الله تعالیٰ فی دینه وایمانه وعلمه بجاه نبیه علیه وعلی اله الصلوة والتسلیمُ.

﴿ بارگاہ احدیت جل مجدہ میں تعظیم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شدید ترین اہمیت ﴾

اگر کوئی مسلمان اپنی شامت نفس سے مغلوب ہو کر چوری یا زنا یا کوئی دوسرا فعل حرام کر بیٹھے تو بیشک وہ فاسق، سخت گنہ گار اور مستحق عذاب نار ہے لیکن بایں ہمہ اللہ تعالیٰ ان گناہوں کے سبب اس کی نماز وزکوۃ، روزہ

وحج وغیرہ اعمال حسنہ برباد نہیں فرمائے گا۔مگر جب کوئی مسلمان ،معاذ اللہ تعالیٰ مرتد ہو جائے تو ارتداد کی سزا میں اس کے سارے اعمال صالحہ،نماز،زکوۃ،حج وروزہ وغیرہ جو اس نے حالت اسلام میں ادا کئے ہیں وہ سب کے سب برباد کردیئے جائیں گے۔حبط اعمال والا یہ قانونِ شرعی ہر مرتد سے متعلق ہے کوئی بھی مرتد اس قانون سے مستثنیٰ نہیں لیکن یہ خوب واضح رہے کہ سارے مرتدین ایک درجہ کے نہیں اس لئے ان کی سزا بھی یکساں نہیں ۔چنانچہ جو شخص سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وعزت کا درخشاں آفتاب دیکھ بھال کر جان پہچان کر تعظیم سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ٹکرائے اور شان رسالت میں گستاخی کے سبب مرتد ہو جائے تو ایسے گستاخ رسول مرتد کی سزا دوہری ہے۔ایک تو اس کے اعمال صالحہ کی بربادی اور دوسری سخت ترین سزا یہ کہ اسے اپنے اعمال حسنہ کی تباہی کا شعور نہ ہو سکے گا۔اللہ رب العزت سب سے پہلے صحابۂ کرام کو اپنے قہر وغضب کا آئینہ دار فرمان سناتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:﴿ان تحبط اعمالُکم وانتم لا تشعرونَ﴾جس کا حاصل یہ ہے کہ اے ذات مصطفےٰ کی عظمت وہیبت کے دمکتے آفتاب کا رات دن مشاہدہ کرنے والے صحابیو!اور اے اوصاف مصطفےٰ کی عزت ودبدبے کے چمکتے ماہتاب کو شب وروز دیکھنے والے وفادارو! اگر تم نے میرے پیارے مصطفےٰ کا حق تعظیم بجالانے میں لاپرواہی اور ہوش وحواس سلامت رکھتے ہوئے میرے پیارے نبی کی آواز سے اپنی آواز اونچی کردی یا میرے چہیتے نبی کی بارگاہ جلال میں چلا کر بول دیا تو یاد رکھو کہ تعظیم رسول سے متعلق فرمان الٰہی کی مخالفت کے سبب تمہاری اخلاص بھری نماز وزکوۃ،روزہ وحج وغیرہ سارے اعمال صالحہ برباد کردیئے جائیں گے کہ تمہیں ان کی بربادی کا پتہ نہ چلے گا۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے دو باتیں صاف طور پر ثابت ہیں۔پہلی بات یہ کہ جو مسلمان کہلانے والا تعظیم رسول سے متعلق قانون ربانی کی جان بوجھ کر مخالفت کر بیٹھے تو وہ مرتد ہو گیا۔اور اس کے وہ تمام اعمال حسنہ جو اس نے زمانۂ اسلام میں کئے سب ملیا میٹ ہو چکے۔اور دوسری بات یہ کہ جو شخص سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین وگستاخی کرکے مرتد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی اس گستاخی کے انتقام میں اس کے دل کو ایسا اندھا اور اوندھا کردے گا جس کے نتیجے میں اس کو ہرگز پتہ نہ چلے گا کہ زمانۂ اسلام کے میرے سارے اعمال صالحہ ملیا میٹ ہو گئے اور نہ اسے یہ شعور ہوگا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے دین،کافر ومرتد قرار پاچکا ہوں۔گستاخ رسول،مرتد پر غضب خداوندی کی یہ بڑی سخت مار

ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے نحوستِ گستاخی کا احساس اور حبط اعمال صالحہ کا شعور چھین لے گا کیوں کہ شعور واحساس برقرار رہنے کی صورت میں یہ گنجائش ہے کہ کسی کے سمجھانے ،نصیحت کرنے سے گستاخ رسول اپنی گستاخی پر نادم ہوکر اپنے کفر وارتداد سے توبہ کرے اور دوبارہ مسلمان ہوجائے لیکن شعور واحساس کی قوت سلب ہوجانے پر گستاخِ رسول کے لیے راہ خدا کی طرف پلٹ آنے کی کوئی گنجائش نہیں۔معاذاللہِ تعالی من غضبه وقهره بجاه حبيبه صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلّمُ۔

آیت کریمہ مذکورہ بالا کا آخری مختصر ٹکڑا:وانتم لا تشعرون . ان لوگوں کے سروں پر غضب الٰہی کا سخت ترین تازیانہ اور قہر ربانی کا سنگین کوڑا برسا رہا ہے جو ایک طرف سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں توہین وگستاخی کو اپنا دین ومذہب قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف اپنے کو موٹا فربہ مسلمان سمجھتے ہوئے اپنے ظاہری نمائشی اعمال نماز،روزہ،حج،زکوۃ پر پھولے ہوئے ہیں۔بارگاہ رسالت علیه التحية والثناء کے جس گستاخ کا دل ٹیڑھا،اندھا،اوندھا کردیا جاتا ہے وہ رسول پاک کی توہین کو اپنا دین وایمان قرار دیتا اور توہین سرکار اقدس کو حق مان کر اسی پر اڑا رہتا ہے۔اس کا اندھا دل تعظیم رسول کے دلائل قاہرہ کی روشنی کسی طرح قبول نہیں کرتا۔وہابی دیوبندیوں کے مرشد،پیر،محدث،فقیہ،مفتی اور مترجم قرآن کریم جناب ملا مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے ۱۳۱۹ھ میں اپنی تصنیف حفظ الایمان میں سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو بچوں،پاگلوں،جانوروں،چوپایوں کے علم سے تشبیہ دیکر سرکار کو کھلی گالی دی اور صاف صریح توہین کی۔جب تھانوی صاحب کو سمجھایا گیا کہ آپ کا حفظ الایمان والا قول بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس کے خلاف کھلی توہین اور صریح گالی ہے،آپ اس صریح گستاخی سے توبہ کر کے عظمت مصطفےٰ پر ایمان لائیں تو جناب والا بجائے اس کے کہ عظمتِ سرکار اقدس کے سامنے سرخم کر کے توبہ کرتے ،الٹے مخلص سمجھانے والوں پر بری طرح برس پڑے۔اور یکے بعد دیگرے دو کتابیں لکھ کر اپنے توہین والے قول کو درست اور صحیح بتاتے رہے لیکن سمجھانے والوں نے ہمت نہیں ہاری اور ''وقعات السنان ،ادخال السنان ،قہر واجد دیان برہمشیر بسط البنان'' لکھ کر تھانوی صاحب اور دیگر فضلائے وہابیہ پر دوپہر کے دن کی طرح خوب واضح کردیا کہ حفظ الایمان میں قابل اعتراض ص ۸ والا قول بارگاہ رسالت میں کھلی گالی اور صریح توہین ہے۔سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کی توہین کرنے کے بعد تھانوی

صاحب چالیس برس سے کچھ زیادہ اس دنیا میں رہے اس درمیانی مدت میں تھانوی صاحب کو ہر طرح سمجھایا گیا توہینِ رسول پاک کی سنگین سزا سے انہیں آگاہ کیا گیا مگر تھانوی صاحب کو تاوقت موت یہ شعور نہ ہوسکا کہ میں نے اللہ پاک کے عزت والے نبی، عظمت والے رسول صلی للہ تعالی علیہ وسلم کی شان میں توہین کی ہے اور نہ یہ احساس ہوا کہ ۱۳۱۹ھ سے میں سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں توہین اور گالی لکھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کافر، بے دین اور مرتد ہو چکا ہوں۔ پھر جن جن فضلائے وہابیہ مثلاً مولوی مرتضی حسن دربھنگی، مولوی حسین احمد ٹانڈوی، مولوی ابوالوفاء شاہجہاں پوری، مولوی منظور احمد سنبھلی وغیرہ نے ملاّ تھانوی کی حمایت وطرفداری کر کے عظمت مصطفیٰ کے کھلے باغی، بارگاہ رسالت کے صریح متعین گستاخ بن کر تعظیم رسول سے متعلق فرمان ربانی کی مخالفت کی، ان کے قلوب کو بھی اللہ تعالیٰ نے ٹیڑھا، اندھا اوندھا کر دیا اور ان سے شعور ایمانی، احساس حقانی اور ادراک عرفانی کی نعمت ربانی چھین لی۔ یہاں تک کہ آخرالذکر کے علاوہ سب کے سب مر کر مٹی میں مل گئے اس طرح کہ اخیر دم تک انہیں نہ تو توبہ ورجوع کی توفیق ملی نہ عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہ ایمان لانا انہیں نصیب ہوا۔ یہ ہے ﴿وانتم لا تشعرون﴾ کا سنگین کوڑا۔ ﴿فاعتبروا یٰاُولی الاَبصار﴾۔ اے ہوش وخرد، بصیرت ودانش والو! آنکھیں کھولو! سرکار کی عظمت پہچانو! غضب ربانی سے تھرّاؤ! قہر الٰہی سے کانپتے رہو! ۔وَاِنَّمَا التَّوفیقُ من اللہ تعالیٰ شانہ. اب رہی یہ بات کہ پیشوائے وہابیہ تھانوی صاحب اور فضلائے دیابنہ دربھنگی وغیرہ پر اللہ پاک کے قہر وغضب کی اتنی سخت مار کیوں پڑی؟ کہ وہ دنیا سے بے دین ومرتد اور عظمتِ سرکار علیہ التحیۃ والثناء کے باغی اور گستاخ بن کر گئے اور مرتے دم تک سرکار کی توہین ہی کو اپنا دین وایمان قرار دیتے رہے جس کے انتقام میں قہر ربانی نے انہیں توبہ کرنے اور اسلام لانے کا موقع ہی نہ دیا۔ تو اس کا پوست برکندہ جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا پیشوا اور فضلاء حضرات کلو، بدھو، جمن، جمعراتی اور نھو قسم کے لوگ نہ تھے بلکہ عالم، فاضل تھے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کے درس سے ان کا رابطہ قائم تھا۔ انہوں نے سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کا آفتاب قرآن وحدیث میں بار بار چمکتے دیکھا تھا۔ تعظیم سرکار سے متعلق فرمان ربانی کو بار بار پڑھا تھا مگر دنیوی منفعت کی خاطر گستاخ وہابیت کی طرف جھک پڑے پھر دیدہ ودانستہ جان پہچان کر سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں توہین وگستاخی کا پھاٹک کھولا اور انگریزوں کی سازش

کامیاب بنانے کے لئے مسلم خاندانوں میں فتنہ،فساد، جنگ وجدال کا ایک طوفان کھڑا کر دیا،سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کے خلاف انہوں نے خود بھی توہین وگستاخی کی اور ہرگیدی، چھیدی، گھامڑ، بدھو،نتھو، ان پڑھ، گنوار، گاڑیبان، کسان کوبھی توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرنے کا راستہ بتایا۔تو یہ فضلائے وہابیہ نہ صرف یہ کہ خود گستاخ ہیں بلکہ گستاخ گربھی ہیں،لہذا ان کی گستاخی اور گستاخ گری کے انتقام میں قہر وجلال والے رب العزت نے ان کے دلوں کو اندھا،اوندھا اور ٹیڑھا کر دیا ایسا کہ وہ دمِ آخر تک سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین وگستاخی ہی کو اپنا دین وایمان سمجھتے رہے اور توبہ ورجوع سے محروم ہوکر دنیا سے گئے پھر قبر میں پہونچ کر مٹی میں مل گئے۔سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کو حضرات سلف صالحین سراپا دین وایمان مانتے تھے۔ان کے دل ودماغ پر عظمت سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نقش اتنا گہرا اور غالب تھا کہ اگر کوئی مسلمان سرکار کی کسی پسندیدہ چیز کے تذکرہ پر اس چیز سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر دیتا تو اس کے قتل کے لئے شمشیر برہنہ کر دیتے تھے۔*المعتقد المنتقد* ،ص:۱۴۴ میں ہے:روی عن ابی یوسف انہ قیل بحضرۃ الخلیفۃ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحب القرع فقال رجل انا لا احبہ فامر ابو یوسف باحضار النطع والسیف فقال الرجل استغفر اللہ مما ذکرتہ ومن جمیع ما یوجب الکفر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسول فترکہ ولم یقتلہ . **یعنی** قاضیٔ شرق وغرب سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ خلیفۂ عباسی ہارون رشید کے دربار میں تذکرہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کدو پسند فرماتے تھے۔اس تذکرے پر ایک شخص بول پڑا کہ مجھے کدو پسند نہیں،اتنا سنتے ہی امام ابو یوسف نے چمڑا اور شمشیر لانے کا حکم دیا تب وہ شخص بولا کہ میں اپنے اس قول سے اللہ پاک کی بارگاہ میں معافی مانگتا ہوں اور ان سارے اقوال سے بھی استغفار کرتا ہوں جن سے کفر لازم آتا ہے۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،اللہ کے بندے اور رسول ہیں اس شخص کی توبہ اور تجدید ایمان ملاحظہ فرما کر حضرت امام ابو یوسف نے اسے چھوڑ دیا اور قتل نہ کیا۔ المستند المعتمد میں **اعلیٰ حضرت امام بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ** تحریر فرماتے ہیں:کان بعض الاولیاء یاکل مع ابنہ فحضر علی المائدۃ القرع وجری ذکر حبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فکان الابن ذکر کراھۃ نفسہ لہ فسل الولی السیف

وضربه حتی القی راسه علی الارض . یعنی اولیائے کرام میں سے ایک ولی اپنے بیٹے کی معیت میں کھانا تناول فرما رہے تھے کہ اتنے میں دسترخوان پر کدو شریف لایا گیا اور تذکرہ چل پڑا کہ سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کدو پسند فرماتے تھے اس موقع پر بیٹے کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ خود مجھے کدو سے نفرت ہے۔ اتنا سنتے ہی اس ولی نے تلوار میان سے باہر کی اور اپنے بیٹے کی گردن کاٹ کر اس کا سر زمین پر پھینک دیا۔ حضرت امام ابو یوسف والے واقعہ میں قائل نے کدو کے بارے میں اپنی عدم پسند کا اظہار کیا پھر حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پر جلال چہرہ دیکھ کر نیز شمشیر طلبی کا فرمان سن کر اسے احساس ہو گیا کہ میں نے بے موقع جملہ بول کر سخت غلطی کی۔ احساس ہوتے ہی اس نے فوراً توبہ، تجدید ایمان کیا۔ اس لئے اس جگہ شمشیر امام صرف برہنہ ہو کر رہ گئی۔ قتل ہونے سے وہ قائل بچ گیا لیکن دوسرے واقعہ میں ولی زادہ نے کدو کے بارے میں یوں خیال ظاہر کیا کہ مجھے کدو سے نفرت یعنی چڑھ ہے۔ پھر اس نے اپنے بے محل جملہ سے نہ تو توبہ کی نہ تجدید ایمان کیا اس لیے اس ولی اللہ نے سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت کی حمایت میں اپنے فرزند دلبند کے خونی رشتہ کی بالکل پروانہ کی اور تہ تیغ کر دیا۔ ان دونوں واقعہ سے صاف صاف واضح ہو گیا کہ ہمارے اسلاف کرام عظمت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صرف مغز اور گودا ہی کی حفاظت نہ کرتے تھے بلکہ عظمت سرکار کی نوک پلک اور ہر شوشے گوشے کا پہرا دیا کرتے تھے۔

﴿ کلمۂ تصغیر کے سلسلہ میں بدر الدین احمد کی تحریری توبہ ﴾

زیر نظر مقالہ نورانی کی ترتیب کے زمانے میں مجھے اچانک یاد آ گیا کہ زیر بحث کلمۂ تصغیر استعمال کرنے کی فاش غلطی مجھ سے بھی ہوئی ہے تعمیر ادب حصہ سوم ص: ۵۸ میں، میں نے راز الہ آبادی کی ایک مشہور نعت شامل کتاب کی ہے جس کا ایک شعر یہ ہے:

نار دوزخ سے بچنا ہو جس کو تھام لے کملی والے کا دامن

وضاحت: کمل کی تصغیر کملی اور کملی کی تصغیر کملیہ ہے ان دونوں میں کملیہ اچھلتی ہوئی تصغیر ہے اور رہا کملی کا تصغیر ہونا تو اس میں خفا اور پوشیدگی ضرور ہے مگر ہے وہ کلمۂ تصغیر ہی جس کا استعمال سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں ممنوع و حرام ہے فیروز اللغات مطبوعہ دہلی ص ۷۶۶ میں ہے کملی: کمل کی تصغیر۔ چھوٹا کمل ۔

میری خطا یہ ہے کہ میں نے سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت پاک میں اس کلمہ کو برقرار رکھا جس کا استعمال سرکار کے حق میں حرام ہے۔ ۲۴ ر رجب ۱۴۰۹ھ کو جمعہ کے دن مسجد غوثیہ بڑھیا میں حاضر ہوکر میں نے بارگاہ احدیت جل جلالہ میں مذکورہ بالا کلمہ کے برقرار رکھنے پر اپنی خطا کی معافی مانگی، توبہ کی، استغفار کیا پھر بارگاہ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء میں اپنی غلطی کا اقرار کر کے معافی مانگی اور سرکار سے طلب شفاعت کی۔ پھر چوں کہ میری یہ غلطی چھپی ہوئی نہیں بلکہ چھپ کر ہندوستان کے مختلف صوبے اور اضلاع میں پھیل چکی ہے اس لیے اس کے لیے صرف سری توبہ کافی نہیں بلکہ بالاعلان توبہ ضروری ہے۔ اب میں تحریری توبہ پیش کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم واله الفخیم یاالله یارحمٰن یارحیم

میں نے اپنی تصنیف تعمیر ادب حصہ سوم صفحہ ۵۸ میں راز الہ آبادی کی انشاء کردہ نعت شریف شامل کتاب کی جس کا ایک شعر یہ ہے: ناز دوزخ سے بچنا ہو جس کو تھام لے کملی والے کا دامن۔

اس شعر میں تیرے عظمت والے نبی، تیرے عزت والے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں کلمۂ تصغیر کا استعمال ہوا جو شرعاً حرام ہے۔ میں تیری بارگاہ قدس میں اقرار کرتا ہوں کہ نعت شریف مذکورہ بالا میں زیر بحث کلمۂ تصغیر کو برقرار رکھ کر میں خطاوار ہوا۔ میں اپنی اس غلطی کو بے پھیر پھار بلا تاویل غلطی مانتا ہوں، میں تیری بارگاہ بے کس نواز تعالیٰ شانہ میں اس غلطی پر توبہ کرتا ہوں۔ واستغفر اللّٰهَ ربیّ اِنّ ربی لغفورٌ رَحیم . اے پیارے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے رب جلیل! تیرا یہ مجھ پر خصوصی احسان ہے کہ تو نے مجھے میری ایک خطرناک غلطی یاد دلا دی اور خود تو نے ہی رجوع و توبہ کی توفیق بھی بخشی، فَالْحَمْدُلِلّٰهِ رب العٰلمین مَلِكِ الْعٰلَمِيْنَ الٰهِ الْعٰلَمِيْنَ. يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله تعالیٰ علیك وسلم یا نبی الله علیك الصلوۃ والسلام . یہ خطاوار غلام عظمت سرکار دو عالم کے سامنے اپنا سر خم کر کے حاضر ہے۔ اس غلام سے نعت شریف میں کلمۂ تصغیر برقرار رکھنے کا جرم ہوا ہے۔ یہ غلام حضور کی بارگاہ عزت میں اس جرم سے توبہ کرتا اور معافی مانگتا ہے۔ حضور اپنے بے پایاں کرم کو دیکھتے ہوئے اس غلام کے جرم و سزا کو بخش دیں۔ یارسول اللہ!

گر چہ ہیں بے حد قصور تم ہو عفو و غفور بخش دو جرم و خطا تم پہ کروروں درود

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی افضل خلقہ النبی الامی والہ وصحبہ وابنہ غوثنا الاعظم الجیلانی ومجددنا الاکبر الامام البریلوی واٰخرُ دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین ۔

اصلاح: مکاتب و مدارس کے اساتذہ کو تاکید کی جاتی ہے کہ تعمیر ادب حصہ سوم میں قابل اعتراض کلمہ تصغیر کاٹ کر اس جگہ ''میرے آقا'' کا لفظ لکھ دیں اور بچوں کو وہ شعر اس طرح پڑھائیں:

نار دوزخ سے بچنا ہو جس کو تھام لے میرے آقا کا دامن

﴿ضروری انتباہ﴾

ہر دینی عظمت والی اشیاء کے حق میں کلمۂ تصغیر کا استعمال ممنوع ہے۔ سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد انبیائے کرام علیہم السلام سب مخلوق سے بڑھ کر عظمت والے ہیں اس لیے ان حضرات کی شان میں بھی کلمۂ تصغیر کا استعمال حرام ہے۔ حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام کی کشتی کو ''نوح کی نیا'' بولنا ہرگز جائز نہیں اور یوں ہی حضرات صحابۂ کرام، سادات عظام، اولیائے فخام کے متعلق بھی کلمۂ تصغیر کا استعمال ممنوع ہے۔

﴿ندائے یا محمد کی تحریم کا بیان﴾

جس طرح سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کلمۂ تصغیر کا استعمال تعظیم رسول پاک کی حق تلفی ہے یوں ہی سرکار اقدس کا ذاتی نام لے کر سرکار کو ندا اور خطاب کرنا 'یعنی یا محمد' یا احمد کہنا بھی عظمت رسالت کی حق تلفی ہے۔ لیکن غنیمت یہ ہے کہ اس حق تلفی کا ارتکاب چوں کہ بر بنائے ناواقفیت صرف محبت کے لیے ہوتا ہے اس لیے ارتکاب کرنے والے کافر قرار نہ پائیں گے۔ ہاں گنہ گار ضرور ہوں گے اور اگر معاذ اللہ تعالیٰ یہ حق تلفی بطور تحقیر ہو تو ارتکاب کرنے والے کافر، مرتد اور بے دین ٹھہریں گے۔ حضرات انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والسلام کی امتیں اپنے اپنے نبی کا ذاتی نام لے کر ان کو مخاطب کرتی تھیں اور یہ ان کے لیے جائز تھا۔ لیکن قرآن مجید نے اس امت مرحومہ پر سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذاتی نام کے ساتھ ندا و خطاب کو حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿لاتجعلوا دعاء

الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا﴾ (پارہ۱۸،سورہ نور) یعنی رسول کے پکارنے کوآپس میں ایسا نہ ٹھہرالوجیسا کہ تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔ محدث ابونعیم اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں:
عن عبد الله بن عباس قال كانوا يقولون يا محمد ،يا ابا القاسم فنهاهم الله عن ذالك اعظاما لنبيه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالوا يانبى الله ،يارسول الله .(تجلی الیقین ص۲۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ (اس آیت کے نزول سے پہلے) صحابہ حضور کو یا محمد، یا ابوالقاسم کہہ کرمخاطب کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کی خاطر اس طرح کی نداوخطاب سے ان کومنع کردیا جب سے صحابہ یا نبی اللہ یارسول اللہ کہنے لگے۔ تابعین کرام میں اکابر مفسرین مثلاً امام علقمہ، امام اسود، امام حسن بصری، امام سعید بن جبیر، امام قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: لاتقولوايامحمد ولٰكن قولوا يانبى الله يارسول الله ۔(تجلی الیقین ص۲۲) یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یا محمد نہ کہو، بلکہ یا نبی اللہ، یارسول اللہ کہو۔ سب سے بڑھ کر اہم، قابل توجہ، لائق اعتنا امر جس سے ایمان واعتقاد کی کلیاں کھل اٹھیں یہ ہے کہ قرآن شریف میں انبیائے کرام سے خطاب الٰہی کا تذکرہ ان حضرات کے ذاتی نام کے ساتھ آیا ہے ملاحظہ ہو﴿یٰاٰدم اسكن انت وزوجك الجنة﴾

﴿ینوح اهبط بسلٰم منا﴾ ﴿یاِبرٰهيم قد صدّقت الرُء يا﴾
﴿يٰموسى انى انا الله﴾ ﴿يٰعيسى انى متوفيك﴾
﴿يٰداوٗدانا جعلنٰك خليفة﴾ ﴿يٰز كريا انا نبشر ك﴾
﴿يٰيحيىٰ خذالكتٰب بقوةٍ﴾

دیکھیئے ان سب حضرات انبیائے کرام کوان کا ذاتی نام لے کر ندا فرمائی گئی۔ لیکن اسی قرآن مجید میں جہاں سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کومخاطب کرنا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یا محمد کہہ کر خطاب نہ فرمایا بلکہ طرح طرح کے اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ کے ساتھ اپنے امتیازی عظمت والے رسول کومخاطب کیا۔ آیاتِ قرآنی ملاحظہ ہوں:

﴿یاَیهاالنبی انا ارسلنٰك﴾ یعنی اے نبی ہم نے تم کورسول کیا۔

﴿یاَیها الرسولُ بلّغ ما انزل الیك﴾ یعنی اے رسول! جوتمہاری طرف اتارا گیا اس کی تبلیغ کرو۔

﴿یاَیهاالمزمّل قم الیل﴾ اے کپڑا اوڑھنے والے(پیارے) رات میں قیام کرو۔

﴿یاَیها المدثّر قم فانذر﴾ اے بالا پوش اوڑھنے والے(پیارے) کھڑے ہوجاؤ پھر ڈرسناؤ۔

﴿یٰسٓ والقراٰن الحکیم﴾ اے سردار! مجھے حکمت والے قران کی قسم۔

﴿طٰـهٰ ماانزلناعلیك القراٰن لتشقی﴾ اے پاکیزہ رہنما ہم نے تم پر قرآن اس لیے نہیں اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔

تو جب سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مالک حقیقی رب العزت جل مجدہ نے اپنے چہیتے، یکتا، بے ہمتا بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں کہیں بھی یـا محمد کہہ کر نہیں پکارا تو سرکار کے غلام امتیوں کو یہ حق کہاں سے مل گیا کہ وہ اپنے آقا ومولیٰ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یـــا مـحـمـد کہہ کر ندا کریں۔ندائے یا محمد کی ممانعت پر روشنی ڈالتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے۔اور واقعی(یہ مقام) محل انصاف ہے۔جسے اس کا مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے۔بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا کہ اگر یہ لفظ(یعنی یا محمد) کسی دعا میں وارد ہو جو خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے یـا مـحـمـد انـی تـوجهت بك الی ربی تاہم اس کی جگہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہنا چاہیے حالانکہ الفاظ دعا میں حتی الوسع تغیر نہیں کی جاتی کـمـا یـدل عـلیـه حدیث نبیك الذی ارسلت ورسولك الذی ارسلت. یہ مسئلہ مہمہ جس سے اکثر اہل زمانہ غافل ہیں نہایت واجب الحفظ ہے(تجلی الیقین ص:۲۳)

المستند المعتمد میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں: نص فقهاؤنا بمنع الولد من دعاء والدیه والمرأة مـن نداء زوجها بالاسماء فرسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم احق ۔یعنی ہمارے فقہائے کرام نے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے کہ بیٹا اپنے ماں باپ کا نام لے کر نہ بلائے اور بیوی اپنے شوہر کا

نام لے کر نہ پکارے پھر تو سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے زیادہ حقدار ہیں (کہ سرکار کو سرکار کا نام لے کر نہ پکارا جائے) (مستند معتمد، ص:۱۴۵)

مسئلہ زیر بحث کی اس قدر تفصیل کے بعد اب ہم نعت شریف کے چند اشعار نشاندہی کے طور پر ذیل میں نقل کرتے ہیں جن میں ندائے یا محمد کا استعمال ہوا ملاحظہ ہو:

ہم یقیناً بحرِ غم میں غرق ہیں یا دستگیر　　　یا محمد مصطفیٰ شاہِ دوعالم المدد

(پرچم نور، کلام اجمل، ص:۳۴)

نا ہے خاک کے پتلوں کی اس خاموش بستی میں　　　پکار اٹھتا ہے اکثر یا محمد کوئی دیوانہ

(پرچم نور ص:۴۷)

یا محمد پکارا جو منجدھار میں　　　خود ہی ساحل پر موجوں نے پہنچا دیا

(پرچم نور، کلام شمس الہ آبادی ص:۵۵)

پھنس گیا جب بھنور میں سفینہ یا محمد جو ہم نے پکارا

(صہبائے نور، کلام شمس، ص:۱۰)

جو طوفان میں یا محمد پکارا

(نغمۂ بیکل بلرام پوری ص:۱۷)

انشائے نعت اقدس کا شرف حاصل کرنے سے قبل ان مشاہیر نعت گو شعرا کا پہلا دینی و ایمانی فرض یہ تھا کہ وہ تعظیم سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کھلے عام حقوق کی معرفت حاصل کرتے تب لرزتے کانپتے سرکار اقدس کی شان میں نعتیہ کلام کا انشا کرتے اور اگر ان کو معرفت حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ملتا تو کم از کم حضرت جلالۃ العلم حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ و حضرت مجاہد ملت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن علیہ الرحمہ و دیگر اکابر علمائے ہند کے استاذ گرامی حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصنیف کردہ بہار شریعت حصہ اول ہی کا مطالعہ کر لیتے جس میں عظمتِ رسالت کے حقوق بیان کئے گئے ہیں۔ عقائد اہل سنت کی یہ جلیل القدر کتاب نایاب نہیں ہر جگہ مل سکتی ہے۔ پھر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے تو یہ کتاب اسی لیے مرتب فرمائی ہے کہ سنی مسلمان یہ کتاب پڑھیں اور مذہب اہل سنت کے

مطابق اپنے دینی اسلامی عقائد درست رکھیں۔ لہذا اس کتاب کا مطالعہ صرف نعت گوئی سنوارنے ہی کے لیے نہیں بلکہ صحیح سنیت حاصل کرنے کے لئے بھی ضروری ہے۔ حضرت صدر الشریعہ سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: علامت محبت یہ ہے کہ شانِ اقدس میں جو الفاظ استعمال کیے جائیں ادب میں ڈوبے ہوئے ہوں کوئی ایسا لفظ جس میں کم تعظیمی کی بو بھی ہو کبھی زبان پر نہ لائے۔ اگر حضور کو پکارے تو نام پاک کے ساتھ ندا نہ کرے کہ یہ جائز نہیں بلکہ یوں کہے: یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ (بہار شریعت حصہ اول ص ۲۱)

حضرات نعت گو شعراء! آپ حضرات ٹھنڈے دل سے غور کریں، سوچیں اور ہرگز ہرگز تاؤ میں نہ آئیں، بل نہ کھائیں کیوں کہ گفتگو بارگاہ رسالت کی عظمت پر چل رہی ہے۔ لہذا با ادب ہو کر ہمارے خیر خواہانہ کلمات سنیں۔ آپ حضرات نے اپنے نعتیہ کلام میں ندائے ''یا محمد'' اور زیر بحث کلمات تصغیر کا استعمال کر کے حکم قرآن، تعلیم ائمہ اسلام، تلقین فقہاء، ارشاد علماء، ہدایتِ اعلیٰ حضرت وصدر الشریعہ سب کی ڈٹ کر مخالفت کی ہے نہیں بلکہ آپ کی طرف سے مخالفت ہوگئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں جہاں آپ بلبل باغ رسالت بن کر اسٹیجوں پر چہکتے رہے وہاں آپ کا پالا جن عرفی علماء اور گھریلو علامہ حضرات سے پڑا وہ خود عظمت رسالت کے حقوق سے ناواقف تھے وہ آپ کی نغمہ سرائی کی داد تو دیتے رہے لیکن نعت شریف کے خلافِ شرع کلمات سے انہوں نے آپ کو آگاہ نہیں کیا اس لیے آپ اندھیرے ہی میں رہ گئے۔ جو کچھ مخالفت آپ حضرات کی طرف سے ہوئی وہ اندھیرے میں رہ کر ہوئی۔ قصداً جان بوجھ کر نہ ہوئی لیکن کیا جس نے زہر بے جانے بوجھے غلطی سے کھالیا اس پر زہر اثر نہیں کرے گا؟ اثر کرے گا اور اگر فوری علاج نہ کیا تو کھانے والے کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ اب آپ حضرات اندھیرے سے نکل کر اجالے میں آیئے اور اپنی شدنی مخالفت سے بارگاہ احدیت جل جلالہ ودربار رسالت علیہ التحیۃ والثناء میں توبہ، استغفار، طلب شفاعت کر کے اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کیجیے اور آئندہ عظمت سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حق تلفی سے بچیے اور جو حق تلفی زمانۂ ماضی میں علی الاعلان ہو چکی ہے اس کی تلافی کیجیے اس طرح کہ اپنے نعتیہ کلام میں سے خلاف شریعت کلمات نکال کر ان کی اصلاح کریں پھر ناشرین کو اس کی طباعت واشاعت کی اجازت دیں۔ جلسوں، محفلوں میں نعت شریف پڑھنے

والے طلبہ اور دیگر حضرات کو حقوق تعظیم مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حفاظت کی خاطر تاکید کی جاتی ہے کہ وہ اس نعت کو پڑھنے، سنانے سے ضرور پرہیز کریں جس میں سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق کلمات تصغیر استعمال کیے گئے ہیں۔ یا اللہ جل شانك ،یارحمٰن تعالی مجدك ،یارحیم کبرت عزتك .

تو اپنی بارگاہ کرم سے سنی علماء، سنی طلبہ ادباء، سنی شعراء، اور سنی عوام کو حقوق تعظیم رسول پہچاننے کی بصیرت ربانی، دانش نورانی وضیائے ایمانی عطا فرما۔ اور انہیں عظمت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حق تلفی سے بچا۔ آمین۔

یااللہ یاالٰہ العٰلمین بجاہ النبی الامی اٰخر النبیین علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ الصلوۃ والتسلیم واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین .

﴿مولانا کی بھی کلائی میں کنگن!﴾

آج کل مشرکین ومرتدین کی دیکھا دیکھی سنی مسلمانوں میں بھی دستی چین دار گھڑی کا استعمال روز بروز بڑھتا جارہا ہے۔ یہ چین شکل وصورت میں بالکل عورتوں کے کنگن جیسا ہوتا ہے تو گویا گھڑی باندھنے کے بہانے مردوں کی بائیں کلائی میں کنگن استعمال ہورہا ہے چند ہی دنوں میں دستی ریڈیو کے حیلے سے داہنی کلائی میں بھی کنگن پہنایا جائے گا یہ بھی انقلابات زمانہ میں سے ہے کہ مردانہ کلائیاں زنانہ کنگن سے آراستہ ہیں (فیا للعجب)

شرعی اعتبار سے چین دار گھڑی کا استعمال ناجائز وممنوع ہے اور چین دار گھڑی باندھے ہوئے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اب چوں کہ بہت سے فیشن ایبل مولانا حضرات بھی چین دار گھڑی کی شکل میں کنگن پہننے کے عادی ہوتے جارہے ہیں اس لیے عام سنی یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر چین دار گھڑی کا پہننا ممنوع ہوتا تو مولانا صاحبان کیوں پہنتے؟

اس ''کیوں'' کا جواب یہ ہے کہ مولانا صاحبان میں بہتیرے حضرات سر پر انگریزی بال رکھتے ہیں۔ نماز پنجگانہ کے تارک ہیں داڑھی خشخشی کراتے ہیں سنیما بینی کے دلدادہ ہیں۔ اپنی بیویوں کو فاسقانہ ننگا لباس پہناتے ہیں، دینی اور فقہی کتابوں کے بجائے رومانی، جاسوسی اور نام نہاد تاریخی ناول پڑھتے ہیں

،اپنے بچوں کو درود تسبیح و دعا سکھانے کی جگہ انگریزی پڑھواتے ہیں تو کیا مولانا کہلوانے کی وجہ سے یہ سب کام جائز ہو جائیں گے؟

سیدھی سی واضح بات یہ ہے کہ مولانا صاحبان کا خلاف شرع عمل جواز کی سند و دلیل نہیں بن سکتا ۔اب رہا یہ امر کہ کیا واقعی چین دار دستی گھڑی کا استعمال خلاف شرع ہے؟ تو اس سلسلہ میں مرجع انام مفتی اسلام سرکار شہزادۂ اعلیٰ حضرت شاہ مصطفےٰ رضا مفتی اعظم ہند سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف کا مصدقہ فتوی ماہنامہ استقامت کانپور بابت جنوری وفروری ۱۹۷۸ء اولیا نمبر حصہ دوم کے ص ۲۵۷ سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں کہ (۱) گھڑی کا پہننا جائز ہے یا ناجائز؟ (۲) گھڑی پہن کر نماز پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟ المستفتی :۔محمد سمیع انصاری ،قادری لکھنو۔

الجواب (۱) جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) بے کراہت درست ہے مگر وہ گھڑی جس کی چین سونے چاندی یا اسٹیل وغیرہ کسی دھات کی ہو۔اس کا استعمال ناجائز ہے اور اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یعنی پڑھنا گناہ اور پڑھی گئی اس کا اعادہ واجب ہے۔

محمد اعظم رضوی دارالافتا بریلی شریف

الجواب صحیح واللہ تعالی اعلم فقیر مصطفےٰ رضا خاں غفرلہ۔

منقول از:۔ماہنامہ ''استقامت'' کانپور، بابت جنوری وفروری ۱۹۷۸ء ص: ۲۵۷

(روداد مدرسہ غوثیہ فیض العلوم بڑھیا ۱۳۹۷ھ تا ۱۳۹۸ھ۔)

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی کلائی میں چین دار گھڑی باندھے رہتا ہے، لیکن نماز پڑھاتے وقت گھڑی جیب میں رکھ لیتا ہے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے یا نہیں؟

سائل نائب بابا موضع دھوبہی، کھنڈسری، ضلع بستی۔

الجواب: زید کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے جب تک توبۂ صحیحہ نہ کرے اور

چین باندھنا نہ چھوڑے اسے امام بنانا گناہ ہے چین باندھنے کا عادی فاسق معلن ہے اوراس کی اقتدا مکروہ تحریمی اور جب زید چین باندھنے کا عادی ہے تو نماز کے وقت اسے اتار لینا اس کے فسق کو زائل نہ کرے گا۔

واللہ تعالی اعلم : فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ (بریلی شریف) ۳۰ شوال ۱۴۰۰ھ

﴿ایک اہم مکتوب﴾

حضرت شیخ طریقت علامہ بدرالدین احمد قادری رضوی گورکھپوری قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا ایک اہم مکتوب جسے موصوف نے احمد حسین قادری کے نام لکھا تھا۔از بڑھیا، ۲۵ رشوال ۱۳۹۹ھ ۱۸ ستمبر ۱۹۷۹ء

برادر سنیت وعلیکم السلام ثم السلام علیکم

آپ کے جوابی خط آئے ہوئے عرصہ ہوگیا۔آپ کو انتظار کی زحمت ضرور ہوئی ہوگی۔یکسوئی نہ ہونے کی وجہ سے جواب لکھنے میں دیری ہوئی معذرت خواہ ہوں۔آپ کی تحریر میں جوش کا پیانہ چھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔آپ کی جوش بھری تحریر کا ایک نمونہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ملاحظہ کریں۔''مسٹر شبلی نعمانی اور ندوہ کی کتابیں پڑھ چکا اور پڑھ رہا ہوں مگر ہم شیر بیشۂ اہل سنت کے خادموں سے ہیں اور نجدی دشنامی میرا عقیدہ بگاڑنے کی مجال ہی کب رکھتے ہیں ان کی دہقانیت بولبھی سے میں سخت بیزار ہوں اور یہ واقعی دین کے دشمن ہیں اوران کے لٹریچر مودودی کی طرح شہد میں زہر پلانے کا رول اور پارٹ ادا کر رہے ہیں ۔میں سرکار مفتیٔ اعظم ہند بریلی شریف جیسے ولیٔ کامل اور بزرگ ہستی سے بیعت پا چکا ہوں''۔حضرت شیر بیشۂ اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان اور سرکار مفتیٔ اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ کے شجرۂ مبارکہ میں ضروری ہدایات کے تحت ہدایت نمبر ایک یوں ہے۔

(۱) ''مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہیں جس پر علماء حرمین شریفین ہیں۔سنیوں کے جتنے مخالف مثلا وہابی، دیوبندی، رافضی، تبلیغی، مودودی، ندوی، نیچری، غیر مقلد، قادیانی وغیرہ ہیں سب سے جدا رہیں اور سب کو اپنا دشمن اور مخالف جانیں ان کی بات نہ سنیں، ان کی پاس نہ بیٹھیں، ان کی کوئی تحریر نہ دیکھیں کہ شیطان کو پناہ بخدا دل میں وسوسہ ڈالتے کچھ دیر نہیں لگتی۔آپ غور کریں جب آپ سرکار شیر بیشۂ اہل سنت کے نام لیوا اور سرکار مفتی اعظم ہند کے مرید اور غلام ہیں تو دشمن دین شبلی نعمانی اور مودودی کی

تصنیفات کے مطالعہ کا حق آپ کو کہاں سے ملا کیا پیر و مرشد کی تحریری ہدایت کے خلاف چلنے سے کامیابی مل سکتی ہے؟ ایمان وعقیدہ کی حفاظت وبقاء کے معاملہ میں اپنی ذات پر بھروسہ ایک سنگین دھوکہ ہے۔ کنعان جو ایک جلیل الشان پیغمبر کا بیٹا تھا اس نے اپنی ذات پر بھروسہ کیا گمراہ اور منافق ہوکر ہلاک ہوا۔ قارون حضرت سیدنا موسی علیہ السلام کے خاندان کا تھا اور حضرت کا خادم اور صحابی تھا اس نے اپنی ذات پر بھروسہ کیا اور مردود ہوکر تباہ ہوگیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص فاتح ایران صحابی رسول کا بیٹا عمرو بن سعد محدث تھا، تابعی تھا، عالم تھا اس نے اپنی ذات پر بھروسہ کیا۔ سیدنا امام حسین رضی المولی تعالی عنہ کی اطاعت کے بجائے سرکشی کی۔ میدان کربلا میں امام کے خلاف ہوکر جنگ کی۔ رے کی حکومت بھی نصیب نہ ہوئی اور جان سے مارا گیا۔ جس کے پاس لید اور گوبر سے بھرا سرمایہ ہے اسے لید اور گوبر کی حفاظت کی ضرورت نہیں لیکن جس کے پاس دس لاکھ کا ہیرا ہے اسے اپنے ہیرے کی حفاظت کے لیے ہر دم چوکنا اور ہوشیار رہنا ہوگا اور جو یہ سمجھے کہ میرا ہیرا کوئی دشمن چھین نہیں سکتا اس لیے اس کی حفاظت کا کما حقہ انتظام نہیں رکھتا تو بہت بڑا خطرہ ہے کہ پناہ بخدا اس کا ہیرا دشمن چھین لے گا ابلیس ایمان کے ہیرے کا بہت بڑا طاقتور دشمن ہے اور اس کو انسانوں کے دل پر وسوسہ ڈالنے پر قابو دیا گیا ہے، دشمنان سنیت کی تصنیف کا مطالعہ کرنے والا مطالعہ کرتا جارہا ہے ابلیس تاک اور گھات میں ہے اگر اس نے سنیت کے خلاف کسی عقیدہ کو دل میں جما دیا تو مطالعہ کرنے والا کیا کرسکتا ہے؟ آپ کہیں گے کہ پیران کرام کی نگاہ عنایت شیطان کے وسوسے سے بچالے گی لیکن جب پیران کرام کی ہدایت کے خلاف چل رہا ہے تو ان کی نگاہ عنایت کا مستحق ہی کہاں رہ گیا۔ اب تو وہ نگاہ قہر کا حقدار بن گیا۔ حسبنا الله ونعم الوكيل

علمائے اہل سنت نے تقریبا ہر موضوع پر کتابیں تحریر فرمائیں ہیں۔ کتابوں کی کمی نہیں ہے اچھے پیمانہ پر ان کی کتابت، طباعت نشر واشاعت کی کمی ہے۔ پورے ہندوستان میں سنیوں کے لٹریچرس کی طباعت واشاعت کا کوئی قومی ادارہ نہیں ہے جیسا کہ مخالفین اہل سنت کے اپنی تصنیفات کی طباعت واشاعت کے لیے دسیوں قومی ادارے قائم ہیں مثلا دار المصنفین اعظم گڑھ، ندوۃ المصنفین لکھنو، دار السّلفیہ بمبئی، ادارۂ دینیات نظام الدین، ادارۂ الحسنات رام پور وغیرہ وغیرہ۔ ہمارے یہاں شخصی طور پر گھٹیا کتابت کرا کے تھوڑی قیمت پر بھونڈی طباعت کرا کے بطور خود کتابیں فروخت کرتے ہیں ان کتابوں کی ظاہری

شکل وصورت ایسی نہیں کہ دیکھنے والا لپک کر خرید لے۔

ضرورت تھی کہ زمانۂ حال کے مذاق ومزاج کے مطابق تصنیفات اہل سنت کی ستھری کتابت کرائی جاتی، سرخی اور عنوان جلی قلم سے ہوتے، ہر دو جملہ کے درمیان ڈیس لگایا جاتا، پھر کتابت شدہ کاپی کی تصحیح نقل اور اصلاح کی جاتی، بعدہ عمدہ طباعت کرائی جاتی، لیکن ایسا نہیں ہورہا ہے کیونکہ ادارہ قومی نہیں بلکہ شخصی ہے جو فوری نفع کثیر کا طالب ہے۔

جاء الحق ایک ضخیم کتاب ہے جس میں میلاد شریف، عرس، نیاز، فاتحہ، علم غیب، اہل قبور سے امداد وغیرہ پچاسوں مسائل کا بیان اور مخالفین کے اعتراضات کا تحقیقی مدلل جواب ہے لیکن جس ستھرے طرز پر کتاب چھپنی چاہیے اس طرز پر نہیں ہے۔

حضرت مولانا ارشد القادری کی کتاب تبلیغی جماعت، اسلامی جماعت، زلزلہ بہت عظیم وجلیل تصنیف ہے لیکن زلزلہ کی لکھائی چھپائی قابل رحم ہے اور پھر ان کتابوں کی اشاعت محدود ہی سطح پر رہ گئی اگر ان کتابوں کی اشاعت ہندوستان کے ہر چہار طرف ہو جائے تو انشاء المولی تعالی تبلیغیت اور مودودیت کا قافیہ تنگ ہو جائے گا۔ لیکن اشاعت عام کا کام قومی ادارہ کے بل پر ہو سکتا ہے۔ شخصی ادارے اس خدمت کو انجام نہیں دے سکتے حسبنا اللہ ربنا ونعم الوکیل جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سنی تحریر پر زیادہ زور دیں یہ ان کا زبانی دل بہلاؤ جملہ ہے۔ ایسے لوگوں سے پوچھئے کہ سنی علماء کی تحریرات کی طباعت واشاعت کا کام کون کرے گا۔ بہار شریعت جیسی جلیل القدر فقہی مسائل کا خزانہ کی طباعت واشاعت اگر کوئی سنی قومی ادارہ کیے ہوتا تو آج دہلی کے ہندو مشرک کو بہار شریعت کو مسخ کر کے شائع کرنے کی کیوں کر ہمت ہوتی؟ سنی علما کو زیادتی تحریر کا مشورہ دینے والے پہلے بہار شریعت کی صحیح کتابت وطباعت کا انتظام سوچیں، راہ پیدا کریں ورنہ زبانی تنقید وتبصرہ سے کوئی کام نہ بنا ہے نہ بنے گا۔ فقط

بدرالدین احمد مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی، (یوپی)

﴿اظہار حق مع تحقیقی جواب﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یوپی کے مشرقی حصے پر ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے جب یہ علاقہ دینی تعلیم، اسلامی تہذیب سے محروم اور اس کا دامن اسلام وسنیت کے جواہر پاروں سے خالی تھا لیکن اللہ کے نائب اعظم حضور سید عالم ﷺ نے اس سرزمین پر کرم فرماتے ہوئے اپنے پیارے اسلام کے خادم ہمارے مخدوم حضور سیدی شیخ المشائخ مولانا سیدی محمد یار علی صاحب قبلہ کی توجہ اشاعت اسلام وسنیت اور خدمت علم دین کی طرف موڑ دی۔ چنانچہ حضور سیدی قبلہ نے اپنے مسلسل تبلیغی سرگرمیوں سے اس کوردہ علاقہ کی کایا پلٹ دی اور اس کی مذہبی تاریکی اسلام وسنیت کی روشنی میں تبدیل کردی پھر یہ تبلیغی دائرہ وسیع کرنے کے لیے آپ نے براؤں شریف ضلع بستی میں ایک دینی مدرسے کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔

اس کے بعد آپ نے نہ صرف یوپی بلکہ اکناف ہند کے تشنگان علوم وفنون کو سیراب ہونے کے لیے اس دینی علمی سرچشمے کو ایک شاندار دارالعلوم میں تبدیل فرمادیا جس میں اس وقت چار مستند علما اور دو مولوی اپنی انتھک کارگزاریوں سے علمی حلقوں میں اپنا سکہ جمائے ہوئے ہیں اور ہر سمت کے کثیر طالبان علوم پروانوں کی طرح اس دینی شمع کے گرد جمع ہوکر اس کے اسلامی انوار سے اپنے ذہن ودماغ روشن کررہے ہیں۔

اس دارالعلوم کی سب سے بڑی امتیازی شان یہ ہے کہ اس کے علما اور طلبہ ایک طرف قلوب مسلمین کو اسلام وسنیت کی تبلیغ سے منور کرتے ہیں تو دوسری طرف اپنی ایمان افروز تقریروں سے بے دینوں، بد مذہبوں کے کلیجے بھی چھلنی کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں دیوبندی مذہب کا بخیہ ادھیڑنے وہابی دھرم کے مکروفریب کے دبیز پردوں کو تارتار کرنے میں یہ درالعلوم خصوصی حیثیت رکھتا ہے۔ آستانۂ عالیہ فیض الرسول براؤں شریف کے عظیم الشان جلسۂ عید میلاد النبی ﷺ میں (جو ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو منعقد ہوتا ہے) امسال دارالعلوم کے طلبہ نے اپنے عربی، فارسی اور اردو کے دلچسپ مکالموں سے سارے مجمع کو محو حیرت بنادیا۔ انھوں نے اپنے سادے سادے مکالموں میں سنیت کی تبلیغ اور وہابیت کے رد کا وہ کام انجام

دیا جس سے ایک نئی طرز تبلیغ کی داغ بیل پڑی۔مسلمانوں کے سنجیدہ علمی حلقوں نے تبلیغ سنیت کے اس انوکھے انداز کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور خوش ہو کر طلبہ کو انعام واکرام سے بھی نوازا۔اس سالانہ تقریب میں فیض آباد، گورکھپور، گونڈہ، اعظم گڑھ، بارہ بنکی، بہرائچ شریف، راج نیپال اور خود بستی کے ہزاروں مسلمان شریک تھے۔دارالعلوم کے علما اور طلبہ کی تبلیغی سرگرمیوں اور ان کے علمی اور عملی کارناموں نے ہزاروں مسلمانوں کے قلوب میں اس بلند پایہ دینی درسگاہ کی بے پناہ محبت کا لازوال جذبہ پیدا کر دیا۔ لیکن قرب وجوار کی دنیائے وہابیت نے دارالعلوم کے اس بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ کو اپنے لیے فال بد تصور کیا بالخصوص اہالیان موضع ''کرہی'' میں طلبہ کے ان تبلیغی مکالموں نے تو ایک ہلچل ہی مچادی۔مزید برآں یہ واقعہ ہوا کی اسی سالانہ جلسے کے موقع پر جناب سنت علی صاحب ساکن موضع کلواری تحصیل ڈومریا گنج نے علماء کی خدمت میں ایک استفتا اس مضمون کا پیش کیا کہ ایک وہابی خاتون وہابیت سے بیزار ہو کر مجھ سے نکاح کی آرزومند ہے لہذا شرعا کیا حکم ہے؟ دارالعلوم کے علما نے فتویٰ دیا کہ اگر وہ خاتون وہابیت سے توبہ کر لے تو نکاح جائز ہے۔۔۔۔سنت علی صاحب نے بتاریخ ۲۴؍ ربیع الاول شریف ۱۳۷۶ھ مطابق ۳۰؍اکتوبر ۱۹۵۶ء کو مذکورہ خاتون کو وہابیت سے توبہ کرا کے ان سے نکاح کرلیا اس واقعہ نے موضع کرہی میں اور بھی آگ لگادی کیونکہ وہ خاتون موضع کرہی کی رہنے والی تھیں......................اور توبہ کے سلسلے میں دارالعلوم کا شرعی فتویٰ انھیں کے لئے تھا ان پے در پے واقعات سے ''کرہی'' کی وہابیت تلملا اٹھی وہاں کے وہابی ملاؤں نے بوکھلا کر علمائے دارالعلوم سے مقابلے کی ٹھان لی اور جھٹ مباحثے کی تاریخ ۲؍نومبر ۱۹۵۶ء خود ہی مقرر کر کے ایک فرسودہ تحریر علمائے اہلسنت کی خدمت میں بھیج دی جس کو ہم ذیل میں حرف بحرف پیش کرتے ہیں۔

﴿وہابیوں کی پہلی تحریر﴾

سنت علی صاحب نے بیان دیا ہے کہ جن چار عالموں پر کفر کا فتویٰ ہے وہ محض کفر کا فتویٰ اس لیے ہے کہ انھوں نے قرآن وحدیث کے خلاف اپنے رسالہ میں اللہ اور رسول کی شان میں گستاخی لکھی ہے۔اگر یقیناً علمائے مذکور نے قرآن وحدیث کے خلاف لکھا ہے اور اللہ اور رسول کی شان میں

گستاخی کی ہے جوقرآن وحدیث سے گستاخی ثابت ہےتو ہم بھی ایسےلوگوں کو جوقرآن وحدیث کے منکر ہیں نہیں مانتے ہیں انکار کرتے ہیں کافر کہتے ہیں اور اگر شہید محمد اسمٰعیل کو احمد رضا صاحب نے مسلمان کہا اور لکھا ہےتو مولانا احمد رضا صاحب بھی کافر ہیں۔

العبد علیم الدین سلمہ اللہ، کرہی خاص

تاریخ مقررہ ۲ رنومبر ۱۹۵۶ء بمقام براؤں شریف

غور کیجیے! سلسلۂ مناظرہ میں یہ پہلی وہابی تحریر ہےلیکن بدحواسی کا یہ عالم ہے کہ نہ بسم اللہ ہے نہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر پاک، بلکہ طفلانہ ادائیں ہر سطر بلکہ ہر ہر جملے سے ٹپکتی ہیں۔قاعدہ ہے کہ مناظرہ ہمیشہ دوفریق کے درمیان ہوتا ہے لہذا اس کی تاریخ بھی دونوں فریق کے اتفاق سے مقرر ہونی چاہیے۔لیکن مولوی علیم الدین صاحب نے تنہا اپنی طبیعت سے تاریخ مناظرہ ۲ رنومبر ۱۹۵۶ء مقرر کر لی۔وہابی ملاؤں کی جہالت کا یہ ادنیٰ درجہ ہے کہ مناظرے کے موٹے موٹے اصول سے بھی ان کو قطعی واقفیت حاصل نہیں۔وہابیوں کی مذکورہ بالا تحریر نمبر ایک میں جن چار عالموں کی تکفیر کا ذکر ہوا وہ مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی محمد قاسم نانوتوی ان مولویوں نے حفظ الایمان ص: ۸ براہین قاطعہ ص: ۵۱ تحذیر الناس ص: ۳، ۱۴، ۲۸ میں حضور اقدس سید عالم ﷺ کی شان پاک میں گستاخی اور توہین کی ہے۔اور شریعت مطہرہ کے حکم سے کافر و مرتد ہو چکے ہیں۔جیسا کی فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الھندیہ میں ہے۔مولوی علیم الدین صاحب ان کفار و مرتدین مولویوں کی تکفیر کے بارے میں کیسی کیسی کروٹیں بدل رہے ہیں۔ملاحظہ ہو:

(۱) اگر یقیناً علمائے مذکور نے قرآن وحدیث کے خلاف لکھا ہے۔

(۲) اللہ اور رسول کی شان میں گستاخی کی ہے۔

(۳) قرآن وحدیث کے منکر ہیں۔

(۴) نہیں مانتے ہیں۔

(۵) انکار کرتے ہیں۔

پانچ مرتبہ کروٹ بدلنے کے بعد۔تھانوی، گنگوہی، انبیٹھوی، نانوتوی، کے کافر ہونے کے متعلق

مولوی علیم الدین صاحب نے یوں حکم صادر کیا کہ ''تو ہم بھی ایسے لوگوں کو کافر کہتے ہیں،،

وہابی دھرم کی پہلی اینٹ اسی بنیاد پر رکھی گئی ہے کہ انبیائے عظام، اولیائے کرام کی اونچی شان میں توہین کی جائے اور جن لوگوں نے گستاخی کی ہے ان کا دامن مضبوطی سے تھام کر ان کی پوری حمایت کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور سرور دو عالم ﷺ کی شان اقدس میں جن چار مولویوں نے گستاخی کی ہے ان کے کفر کے بارے میں وہابی مولویوں نے پانچ مرتبہ کروٹ بدل کر بھی ان کو کافر نہیں کہا بلکہ جو ان کے مثل ہے وہ کافر ہے۔ اور جس ذات نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی عظمت پر اپنی جان، اپنا مال، اپنی عزت وآبرو نچھاور کر دی۔ جس نے اپنی علمی قوت وشوکت، قلمی زور وطاقت سے گستاخوں کی زبانیں سی دیں۔ توہین کرنے والوں کے ناطقے بند کر دئے، ان کی باطل تحریروں کی دھجیاں اڑا دیں، ان کے کفری عقیدے تہس نہس کر دئے جس کی ساری زندگی اسلام وسنیت، قرآن وحدیث کی خدمت میں گزری اور جس کو دنیا مجدد دین وملت امام اہل سنت شاہ محمد احمد رضا کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اس جلیل القدر امام کے متعلق مولوی علیم الدین جیسے کورے اپنی علمی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اور اگر شہید محمد اسمٰعیل کو احمد رضا صاحب نے مسلمان کہا اور لکھا ہے تو مولانا احمد رضا بھی کافر ہیں'' یہاں قرآن وحدیث کی مخالفت وانکار کی شرط نہ رکھی۔ اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہابی اہل حق کی عداوت، اور گستاخ کافروں کی محبت کے نشہ میں ہر وقت چور رہتے ہیں۔ مولوی علیم الدین نے اپنی یہ ''اگر'' والی عبارت حضور پر نور اعلیٰ حضرت قبلہ کی دشمنی میں لکھی۔ لیکن بحمدہ تعالی اعلیٰ حضرت اور تمام سنیوں کا دامن کفر کی گندگی سے بالکل پاک ہے۔ البتہ مولوی گنگوہی اور ان کے سارے وہابی متبعین اس تحریر کی وجہ سے کفر کے دلدل میں پھنس گئے۔ اس لیے کہ مولوی گنگوہی صاحب نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کو صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ شہید و ولی تک لکھ مارا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے فتاوی رشیدیہ حصہ سوم ص: ۲۹ میں لکھتے ہیں:

﴿ان اولیاء ہ الاالمتقون﴾ کوئی نہیں اولیا حق تعالی کا سوائے متقیوں کے۔ بموجب اس آیت کے مولوی اسمٰعیل ولی ہوئے اور بفحوائے حدیث [من قاتل فی سبیل الله فواق ناقة له الجنة] کے وہ جنتی ہیں''

اب مولوی علیم الدین صاحب اپنی ''اگر'' والی عبارت کو گنگوہی جی پر فٹ کر کے دیکھیں کہ مولوی

رشید احمد گنگوہی کی گردن کفر کے شکنجے میں کتنی بری طرح پھنس چکی ہے۔اور خود ان کی بھی خیر نہیں،اس لیے کہ جب ان کا کفری فتویٰ اتنا وسیع ہے کہ جو شخص اسمٰعیل دہلوی کو مسلمان کہہ دے وہ کافر ہے تو مولوی علیم الدین صاحب نے بھی اپنی اسی تحریر میں دہلوی جی کو شہید تک لکھ دیا ہے لہٰذا وہ تو ڈبل کافر ہوئے: شعر

جنوں کا نام خرد رکھ لیا خرد کا جنوں

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

تمام دیوبندی اور غیر مقلد وہابی کان کھول کر سن لیں کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ نے تمہارے شہید جی کو نہ تو مسلمان کہا اور نہ کہیں لکھا ہے البتہ سارے وہابی تمام دیوبندی دہلوی جی کو مسلمان کہتے بھی اور لکھتے بھی ہیں لہذا مولوی علیم الدین کا یہ کفری فتوی ان کے ہم عقیدہ دیوبندی وہابی بھائیوں پر فٹ کیا جائے اگر پورا نہ اترے تو ہمارا ذمہ ع: دروغ گورا حافظہ نہ باشد

وہابیوں کا اٹل تجربہ ہے کہ لوہے کے چنے چبانے آسان ہیں لیکن تھانوی،گنگوہی وغیرہ کی عبارات کفریہ پر علمائے اہلسنت سے مناظرہ کرنا دہکتے ہوئے انگارے پر لوٹنا اور حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے۔لہٰذا ایسی صورت میں وہابیوں کا مناظرے کے لیے تحریر بھیجنا محض اس مقصد کے ماتحت تھا کہ اگر علمائے دارالعلوم وہابیوں کی بکواس،خرافات اور ہذیانات میں مشغول ہوگئے تو دارالعلوم کے تعلیمی پروگراموں پر کچھ تو اثر پڑے گا چنانچہ اپنے اسی خیال فاسد کے ماتحت مولوی علیم الدین صاحب چند وہابیوں کو لے کر ۲۸ ؍ ربیع الاول شریف ۱۳۷۶ھ مطابق ۲ ؍ نومبر ۱۹۵۶ء کو براؤں شریف آکر جناب ضیف اللہ صاحب مہتو کے مکان پر ٹھہرے اور مناظرے کا مطالبہ کیا۔حضرت مولانا صدیق احمد صاحب سجادہ نشین و ناظم اعلیٰ دارالعلوم نے فوراً ایک تحریر مولوی علیم الدین صاحب کے پاس بھیجی جس کو ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

﴿اہلسنت کی پہلی تحریر﴾

۷۸۶

۹۲

مولوی علیم الدین صاحب اور دیگر حضرات سے پہلے یہ طے پانا ضروری ہے کہ جس مقصد کے لیے

آپ نے تحریر بھیجی ہے اسی کے تکمیل کے لیے آپ پہلے اس امر کی تحریر دیجیے کہ جب تک مسئلہ در بارۂ تکفیر علمائے اربعہ (تھانوی، گنگوہی، انبیٹھی، نانوتوی) تمام نہیں ہو جائے گا اور حق و باطل کا فیصلہ نہ ہو جائے گا اس قت تک ہم براوں سے نہیں جائیں گے اور اگر جائیں تو پہلے ہم کو تحریر دینی پڑے گی کہ میرا مذہب جھوٹا ہے اور میں جھوٹا اور جو ہمارے مذہب کا ماننے والا ہو وہ بھی جھوٹا۔ اس تحریر کے بعد آپ لوگ جا سکتے ہیں۔

محمد صدیق احمد

۲۸ / ربیع الاول شریف ۱۳۷۶ھ مطابق ۲ / نومبر ۱۹۵۶ء

اہل سنت کی جانب سے یہ پہلی تحریر ہے جس میں وہابیوں سے مطالبہ کیا گیا کہ جب تک حق و باطل کے درمیان امتیاز قائم نہ ہو جائے موضوع بحث کو ادھورا چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ چونکہ یہ مطالبہ معقول تھا لہٰذا ''کرہی'' کے وہابی حضرات اگر مناظرے کے ارادے سے آئے ہوتے تو اس کو ضرور تسلیم کرتے۔ لیکن ان کا مقصد تو مناظرے کے نام پر ہُلڑ بازی کرنا تھا۔ انہوں نے سوچ رکھا تھا کہ زبانی ہی ایران توران کی ہانکی جائے گی۔ اور اپنے مذہب کے کچھ بوسیدہ ہذیانات پیش کر کے پھر تنگیٔ وقت کا بہانہ بنا کر چلتے بنیں گے اور اپنی برادری میں پہونچتے ہی ''الفتح الفتح'' کا نعرہ لگا دیں گے۔ لیکن ان کے سارے منصوبوں پر اہل سنت کی پہلی تحریر ہی نے پانی پھیر دیا۔ اس تحریر کو دیکھ کر وہابیوں نے سوچا کہ مولوی علیم الدین صاحب تو نرے طفل مکتب ہیں لہٰذا مناسب ہے کہ اس کام کو کوئی دوسرا شخص انجام دے چنانچہ انہوں نے تحریری کاروائی کے لیے مولوی امر اللہ صاحب سراجی کو مجبور کیا۔ مولوی سراجی صاحب نے اپنے میدان مناظرہ کا کھلاڑی ظاہر کرنے کے لیے خرافات کا ایک پلندہ تیار کر کے بھیجا جس کو ہم ذیل میں من وعن پیش کرتے ہیں۔

﴿وہابیوں کی دوسری تحریر﴾

بسم الله الرحمٰن الرحيم

السلام علی من اتبع الهدی۔ آپ کی جانب سے ایک ایسی تحریر ہم کو ملی جو سراسر تہذیب اسلامی، سنت رسول اور اخلاقی ضابطہ کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ سراسر مجمل اور مبہم ہے۔ آپ نے مولوی علیم الدین صاحب کی جس تحریر کا حوالہ دیا ہے اس تحریر کو سامنے حاضر کرنا چاہیے۔ پھر علمائے اربعہ

سے آپ کی مراد چار علما کون کون سے ہیں؟ اس کی کوئی تشریح آپ نے نہیں فرمائی، اس طرح یہ بات صاف عیاں ہورہی ہے کہ آپ مناظرے سے فرار اختیار کررہے ہیں۔ رہ گئی یہ بات کہ علمائے اربعہ کی آپ کی طرف سے تشریح ہوجانے کے بعد آپ کے ذمہ قرآن وحدیث سے ان کی تکفیر ضروری ہوگی گویا اس سلسلہ میں آپ مدعی اور ہم سائل ہیں۔ اگر علمائے اربعہ جن کی طرف آپ کی تحریر میں اشارہ کیا گیا ہے ان کو آپ نے کتاب وسنت سے کافر ثابت کردیا تو آپ کا عقیدہ صحیح تسلیم کیا جاوے گا۔ اور اگر خدانخواستہ آپ کتاب وسنت سے ان کو کافر ثابت نہ کرسکے تو پھر آپ کو اپنے عقیدے سے تائب ہوکر ہمارا عقیدہ اختیار کرنا ہوگا۔ ہم اس بات کے لیے تیار ہیں کہ علمائے اربعہ کی تکفیر کا مسئلہ طے کیے بغیر واپس نہ ہوں گے بشرطیکہ آپ یہاں آکر تقریری مناظرہ کرکے عشا تک معاملہ ختم کرلیں نہ یہاں ہمارا گھر ہے اور نہ ہم کسی ایسے شخص کے مہمان ہیں جس کے یہاں دو چار روز تک قیام پزیر رہ سکیں۔ آخر میں آپ پہلے اس بات کی تحریر دیں کہ اگر کتاب وسنت سے آپ علمائے اربعہ کی تکفیر ثابت نہ کرسکے تو آپ جھوٹے اور آپ کا مذہب جھوٹا اور یہ کہ آپ کے عقیدے کی بنیاد سراسر باطل پر قائم ہے فقط۔

محمد امر اللہ خاں عارف سراجی ۲ رنومبر ۵۶ء

بے تکی ہانکنا بے سروپا کہنا وہابیوں کا پرانا انداز ہے چنانچہ اپنے اسی مذہبی اصول کو پیش نظر رکھ کر وہابیوں کی تحریر نمبر دو میں مولوی سراجی صاحب نے بھی اپنے جوہر دکھلائے۔ ورنہ جب اہل سنت کی تحریر میں بسم اللہ شریف کا نقش موجود ہے پھر اس کو سراسر تہذیب اسلامی، سنت رسول کریم کے خلاف قرار دینا وہابیانہ حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ اہل سنت کی تحریر تو مولوی سراجی صاحب کو سراسر سنت کے خلاف دکھلائی دی۔ لیکن وہابیوں کی پہلی تحریر جس میں بسم اللہ شریف کی طرف قطعی کوئی اشارہ بھی نہیں، وہ عین سنت کے موافق معلوم ہوئی اسی کو دوسرے الفاظ میں وہابیانہ اندھاپن کہتے ہیں۔ اگر علمائے اربعہ کی صرف تشریح نہ کرنے سے اہل سنت کا فرار ظاہر ہورہا ہے تو اس اصول کی روشنی میں وہابیوں ہی کا مناظرہ سے کھلم کھلا فرار ثابت ہوا کیونکہ مولوی علیم الدین ہی نے سب سے پہلے یہ نازیبا حرکت کی ہے جیسا کہ انہوں نے اپنی پہلی تحریر میں چار عالم تو لکھا۔ لیکن ان کی تشریح نہ کی۔ بہرحال وہابیوں کی یہ تحریر اس قابل نہ تھی کہ اس پر کوئی توجہ کی جاتی لیکن بھونکنے والوں کا منہ بند کرنا بھی ضروری تھا۔ لہذا حضرت مولانا صدیق احمد صاحب قبلہ نے یہ

سوچ کر کہ وہابیوں کے بڑے بوڑھے تو مناظرے کا نام سن کر قبر کی مٹی ہو گیے شاید وہابیوں کے یہ نئے فرزند مناظرے کی ہوس رکھتے ہوں کیوں نہ ان کو مناظرے کے دو ایک پینترے دکھلا دیئے جائیں۔ چنانچہ آپ نے ایک واضح تحریر جو مناظرے کی شرائط اور موضوع پر مشتمل تھی۔ وہابیوں کے پاس بھیجی، جس کو ہم ذیل میں نقل کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

﴿اہلسنت کی دوسری تحریر﴾

۷۸٦

۹۲

مولوی امر اللہ صاحب۔السلام علی من اتبع الھدی

آپ کی طرف سے طویل تحریر جو ہفوات پر مشتمل ہے آئی۔ الجھنے کی صورت پہلے ہی آپ نے لکھدی، آپ لکھتے ہیں کہ ہم کو ایسی تحریر ملی جو سراسر تہذیب اسلامی، سنت رسول اور ضابطہ کے خلاف ہے'' میں پوچھتا ہوں ایسی ہی تحریروں سے مناظرہ شروع ہوتا ہے؟ آپ کو تو صرف ایک تحریر دینی تھی کہ ہم جب تک مسئلہ تکفیر طے نہ ہو جائے ''براؤں'' سے نہیں جائیں گے۔ اس کے بجائے آپ نے ایک صفحہ بے فائدہ اور طائل باتوں میں سیاہ کر دیا۔ کیا اسی کو مناظرے کے ابتدائی مراحل کہتے ہیں؟ الجھی ہوئی باتیں لکھنا اور اول فول بکنا یہ سب چیزیں مناظرے سے فرار کی ہوتی ہیں۔ پہلے تو مولوی علیم الدین صاحب کا پرچہ آیا اس کے متعلق جب یہاں سے تحریر گئی تو بے چارے مولوی علیم الدین صاحب مناظرے کا نام ہی سن کر فرار ہو گیے۔ اس کے بعد آپ سامنے آئے ہیں، اب دیکھنا ہے کہ آپ عشا سے پہلے فرار ہوتے ہیں یا عشا کے بعد؟ ابھی مناظرے کا نہ تو موضوع متعین ہوا اور نہ اس کی شرائط طے ہوئی اور نہ مناظرے کی جگہ مقرر ہوئی اور نہ ابھی جانبین سے مناظرے کا نام متعین ہوا۔ لیکن سب سے پہلے آپ فَـرَّ یَـفِـرُّ کی گردان رٹنے لگے۔ غور سے پڑھیے اور سمجھنے کی کوشش کیجیے کہ مناظرہ کی شرط اول یہ ہوگی کہ ہر مناظر کو اپنی باتیں تحریر میں پیش کرنی ہوں گی اس لیے کہ بارہا کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ مناظر اپنی تقریر میں کچھ کا کچھ کہہ جاتا ہے۔ مدمقابل اس کو جب یاد دلاتا ہے تو وہ انکار کر جاتا ہے جس میں بلاوجہ بہت زیادہ لا طائل باتوں میں وقت

ضائع ہوتا ہے۔مناظرہ کی شرط ثانی یہ ہوگی کہ سب پہلے مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھی اور مولوی قاسم صاحب نانوتوی کے عقائد کفریات پر بحث ہوگی۔مناظر اہل سنت ان علمائے اربعہ کے کفریات کو شرعی نقطۂ نگاہ سے ثابت کرے گا،اور مناظر وہابیہ ان علمائے اربعہ کی کفری عبارتوں کا اسلام ہونا ثابت کرے گا۔

شرط سوم: قرآن کریم وحدیث واجماع امت اور قیاس ائمۂ مجتھدین رضی اللہ تعالی عنہم کے علاوہ مناظر اہل سنت پر حضور پرنور مجدد اعظم دین وملت مولانا شاہ محمد احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ کی تصانیف مبارکہ اور مناظر وہابیہ پر مولوی اسمعیل دہلوی،مولوی نانوتوی،مولوی انبیٹھی،مولوی گنگوہی ،مولوی تھانوی اور مولوی عبد الشکور کاکوروی صاحبان کی تحریرات بھی حجت ہوں گی۔شرط چہارم: جو مناظر موضوع بحث چھوڑ کر کسی اور بات کا ذکر چھیڑے،یا اپنے مقابل کے اعتراض یا جواب یا دلیل کو لاجواب چھوڑ کر اپنی نئی بات چھیڑ دے یا اس کی جس بات کا رد اس کا مقابل کر چکا ہے اس کے رد کا جواب دئے بغیر اپنی اسی رد کردہ بات کو دہرادے یا اختتام مناظرہ سے پہلے میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے اس کی شکست مسلّم فریقین ہوگی۔مناظر اہل سنت کو اگر شکست ہوئی تو اس کو اپنی غلطی وعاجزی کا اقرار لکھ کر اس پر اپنے دستخط کر کے اپنے مقابل کو دینا اور سنانا ہوگا۔اگر مناظر وہابیہ کو شکست ہوئی تو اس کو بھی مناظر اہل سنت کی تلقین کے مطابق تحریری طور پر ایمان لانا اور اس تحریر کو پڑھ کر سنانا ہوگا۔

شرط پنجم: کسی وہابی،دیوبندی،غیر مقلد کو مسلمانان اہل سنت ہرگز نہیں مان سکتے اور کسی سنی کو وہابیہ،دیوبندیہ وغیر مقلدین صاحبان ہرگز نہیں مانیں گے۔اور کسی بے دین،بد مذہب،غیر مسلم کو دینی مذہبی مسائل میں حکم بنانا بحکم قرآن عظیم تحاکم الی الطاغوت اور شان منافقین ہے تو اس مناظرے میں حکم مسلم فریقین کا ملنا شرعاً متصور ہی نہیں۔لہٰذا اس مباحثے میں سامعین مناظرہ وناظرین روداد مناظرہ کا ایمان حکم ہوگا۔مناظرے کی جو شرائط ہوتی ہیں وہ لکھ دی گئیں جن صاحب کو مناظرہ کرنا ہو شرائط مذکورہ بالا پر مناظرہ کی ذمہ داری کی تحریر دے کر مکان مناظرہ متعین کر کے اپنا نام مناظر کی حیثیت سے پیش کرے۔

محمد صدیق احمد ۲۸؍ربیع الاول شریف ۱۳۷۶ھ مطابق ۲؍نومبر ۱۹۵۶ء

اہل سنت کی طرف سے یہ دوسری تحریر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مناظرہ تحریری ہوگا اور بحث

تھانوی، گنگوہی، انبیٹھوی، نانوتوی کی عبارات کفریہ پر ہوگی۔ وہابی مناظر پر پیشوایانِ وہابیہ کی تالیفات اور سنی مناظر پر قرآن حکیم اور حدیث کریم کے علاوہ ائمۂ اسلام کی تصانیف بھی حجت ہوں گی فریقین کا حکم سامعین مناظرہ وناظرین روداد مناظرہ کا ایمان ہوگا جس فریق کا مناظر مناظرہ ختم ہونے سے پہلے بھاگ جائے اس فریق کی شکست قرار پائے گی۔ ہمارا یہ دعوی ہے کہ یہ شرائطِ مناظرہ اتنے معقول تھے کہ ہر سنجیدہ وہابی بھی اس کی تائید کرے گا۔لیکن مولوی سراجی صاحب نے قبول کرنے کے بجائے ان معقول شرطوں کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔اور تحریری مناظرے سے پیچھا چھڑانے کے لیے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا دیا اوراس سے ایسا بھاگے جیسے لا حول سے شیطان بھاگتا ہے۔ پھر حضرت مولانا صدیق احمد صاحب قبلہ کی تحریر نمبر دو کے جواب میں تحریر مولوی سراجی صاحب نے بھیجی وہ ذیل میں حرف بحرف نقل کی جاتی ہے:

﴿وہابیوں کی تیسری تحریر﴾

بسم الله الرحمٰن الرحيم

جناب مولوی محمد صدیق صاحب! السلام علی من اتبع الهدی.

آں جناب کی طرف سے بڑے انتظار کے بعد ایک طویل تحریر ملی۔مگر افسوس کہ آں جناب نے میرے پہلے معروضات پر قطعا نگاہ نہ ڈالی اور نہ کسی سوال کا جواب دیا، نہ معلوم کس نافہمی کی بنا پر آپ نے میری تحریر کو مشتمل بر ہفوات ٹھہرادیا، حالاں کہ میں نے آپ کی تحریر کو اس بنا پر خلاف سنت قرار دیا تھا کہ آپ نے بسم اللہ ہی کو حذف فرما دیا حالانکہ آں حضورﷺ کا فرمان ہے:[كل امر ذی بال لم يبدأ بسم الله فهو اقطع] نیز آں حضور تمام نامہائے مبارک کو بسم اللہ سے شروع فرماتے تھے جس کے لیے وہ نامہ ہائے مبارک شاہد عدل ہیں جو آپ نے اپنے دور کے بادشاہوں کے پاس دعوت اسلام کے سلسلے میں لکھے تھے۔ خیر اب ہم نمبر وار آپ کی تحریر پر نظر کریں گے۔

(۱) آپ نے تکفیر علماء کے سلسلے میں مولوی علیم الدین صاحب کی جس تحریر کا حوالہ دیا ہے اس کے بموجب قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ پر فرض ہوگا کہ ان علمائے کرام کو کافر ثابت کریں۔ اگر قرآن وحدیث سے کافر ثابت نہ کر سکے تو آپ کا فرض ہوگا کہ اپنے باطل عقیدوں سے توبہ کر کے ہمارا عقیدہ تسلیم فرمائیں۔

(۲) آپ نے جن علمائے کرام کی تحریروں کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ وہ ہمارے لیے حجت ہوں گی یہ سراسر لغویات ہے کیونکہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی امام یا پیر یا عالم کے مقلد قطعاً نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ و رسول کے علاوہ کسی کو معیار حق مانتے ہیں اگر چہ بزرگ اور اسلام کا خادم اور اپنا مخدوم بزرگوں کو مانتے ہیں۔ جنہوں نے اسلام کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ہاں البتہ آپ کو حق ہے کہ جس عالم دین کی تحریر کو چاہیں اپنے لیے حجت کر لیں۔

(۳) ہم آپ کی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ علمائے کرام کی کفریات پر بحث ہوگی آپ اس بحث میں مدعی ہوں گے اور ہم سائل ہوں گے، اس لیے آپ پر فرض ہوگا کہ پہلے قرآن وحدیث سے یہ ثابت کریں کہ وہ کون سے امور ہوتے ہیں جن کے ارتکاب سے ایک مسلمان کافر ہو جاتا ہے اور اس کو ثابت کرنے کے بعد ان امور کو علمائے مذکورین پر منطبق کر کے بتلا دیں کہ یہ امور ہیں جن کے مرتکب کو قرآن وحدیث میں کافر بتلایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں صرف قرآن وحدیث مسلَّم فریقین ہوں گے۔ فقہ، اجماع امت، قیاس یا ان علمائے مذکورین کی کتابوں کے پیش کرنے کی قطعا ضرورت نہیں ہے۔ ہم ان کتابوں اور اصولوں کے مقلد ہیں اور نہ ان کو اپنے لیے حجت شرعی سمجھتے ہیں۔ ہمارے لیے صرف قرآن وحدیث ہی حجت ہیں اور حدیثیں بھی وہ جو صحیح، مستند غیر معلل، غیر شاذ اور متصل السند ہوں، ضعیف، شاذ اور موضوع حدیثوں کو پیش کرنے کا حق نہ آپ کو ہے نہ ہی ہم کو ہے۔

(۴) مناظرے کی ابتدائی شرط وہی ہوگی جو مولوی علیم الدین صاحب اور سنت علی صاحب کے مابین قبل ازیں طے ہو چکی ہے جس کے بنا پر ہم یہاں تک آئے اور وہ یہ کہ مناظرہ تحریری نہیں ہوگا بلکہ تقریری ہوگا اور صرف قرآن وحدیث کی روشنی میں ہوگا تاکہ پبلک ہر دو فریقین کے بیانات کو سن سکے اور کوئی فائدہ اٹھا سکے۔

(۵) آپ نے حَکَم کا انکار کر کے بڑی جہالت کا ثبوت دیا ہے بغیر حَکَم اور ثالث کے ان ہنگامی مناظروں میں پبلک از خود فیصلہ کوئی نہیں کر سکتی۔ غیر مسلم جو غیر متعصب اور اسلام پرور ہو وہ بوقت ضرورت ثالث بنایا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دور میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں جن کو بوقت ضرورت پیش کر سکتا ہوں بہر حال فیصلے کے لیے غیر متعصب اور انصاف پسند غیر مسلم کا

ثالث ہونا ضروری ہے جو فریقین کی رضا مندی سے مقرر کیا جائے گا۔

(۶) مقام مناظرہ کے متعلق یہ گزارش ہے کہ ''براؤں'' کا کوئی شخص بھی مناظرہ کے لیے جگہ دینے کو تیار نہیں ہے اس لیے مقام مناظرہ موضع ''مئونا نکار'' گاوں سے پچھّم کھلیان میں پیپل کے درخت کے نیچے بتاریخ ۱۰؍نومبر ۱۹۵۶ء بروز سنیچر بوقت ۱۰؍بجے دن مقرر کیا جاتا ہے اگر آپ کو منظور ہو تو کل ۱۲؍بجے تک ہم کو اپنی منظوری کی اطلاع دیجیے دیگر حالات میں اپنے فرار سے مطلع فرمایئے۔ والسلام

محمد امر اللہ خاں عارف سراجی ۲؍نومبر ۱۹۵۶ء

اس تحریر کے بعد رات ہی میں مولوی سراجی صاحب مع اپنے تمام ساتھیوں کے ''براؤں شریف'' سے رفو چکر ہو گئے وہابیوں کی اس تحریر نمبر تین میں بھی مولوی سراجی صاحب نے وہی پرانی بکواس دہرائی ہے۔ چنانچہ بوکھلا کر لکھتے ہیں کہ ''میں نے آپ کی تحریر کو اس بنا پر خلاف سنت قرار دیا تھا کہ آپ نے بسم اللہ ہی حذف فرما دیا'' بڑی حسرت ہے کہ اس بے چارے نابینا مولوی کو کسی بینا وہابی نے بھی نہیں سوجھا دیا کہ مولوی علیم الدین کی جس پہلی تحریر کی بنیاد پر تم نے مناظرے کا بیڑا اٹھایا ہے خود اسی تحریر میں بسم اللہ محو کر دیا گیا ہے۔ اگر مولوی سراجی صاحب کا قوت حافظہ رخصت ہو گیا ہو تو دوبارہ مولوی علیم الدین کی پہلی بنیادی تحریر کا مطالعہ کر لیں اور اگر اس تحریر کی نقل بے چارے مولوی علیم الدین صاحب سے بدحواسی کی حالت میں کھو گئی ہو تو پھر بھی ان کے لیے کوئی مجبوری نہیں اس لیے کہ وہابیوں کی دیگر تحریروں کے ساتھ پہلی تحریر بھی دار العلوم کے دفتر میں محفوظ ہے جب جی چاہے آ کر ملاحظہ کر لیں اس میں بسم اللہ بالکل حذف ہے۔

مولوی سراجی صاحب! کم از کم وہابیت ہی کے ذہن اور دماغ سے سوچ کر کام کیجیے کہ جب وہابیوں کی پہلی بنیادی تحریر ہی مخالف سنت ہے تو خلاف سنت بنیاد پر اہل سنت سے مناظرہ کرنا آپ جیسے گنواروں اور یتیموں کا کام ہو سکتا ہے؟ روداد مناظرہ کی طوالت مانع ہے ورنہ میں آپ کی تحریروں کے ایک ایک کل پرزے کی ایسی مرمت کرتا کہ دن ہی میں آپ کو تارے نظر آتے۔ آپ لوگ اسی دین و دیانت پر مناظرے کی رٹ لگاتے اور قوم میں فتنہ و فساد کا بیج بوتے ہیں۔ اہل سنت کی تحریریں خلاف سنت قرار دینے میں بڑی آسانی معلوم ہوئی لیکن خود اپنی گھر کی خبر نہیں اگر آپ کو دینی غیرت و شرم ہوتی تو مولوی علیم الدین کی گوشمالی کرتے کہ تم نے اہل سنت کے پاس خلاف سنت تحریر کیوں بھیجی؟ اور ''کرہی'' کے وہابیوں سے کہتے کہ ہم

خلاف سنت تحریر کی بنیاد پر ہرگز مناظرہ نہیں کر سکتے اس سے کم از کم وہابیوں ہی کے دلوں میں آپ کی صداقت اور شرافت کا سکہ تو بیٹھ جاتا۔ بسم اللہ شریف کے متعلق جو حدیث آپ نے پیش کی ہے خود اسی حدیث کریم کے فرمان سے ''براؤں شریف'' کے مناظرے میں آپ کی ابتدا دم بریدہ اور اقطع ہے۔ اگر آپ کے پاس انسانی غیرت بھی ہوگی تو اپنی آخری سانس تک اہل سنت سے مناظرے کا نام نہیں لے سکتے۔

اہل سنت کی تحریروں کے متعلق خلاف سنت کی بار بار رٹ لگانے پر حضرت سیدی مولانا صدیق احمد صاحب قبلہ (عرف خلیفہ صاحب) نے سوچا کہ مولوی سراجی صاحب کو بھی سنت اسلام کی لذت چکھا ہی دینی چاہیے چنانچہ آپ نے اپنی تیسری تحریر عربی زبان میں وہابیوں کے پاس بھیجی جس کو ہم اصل عبارت میں مع اردو ترجمہ ذیل میں پیش کرتے ہیں:

٧٨٦

٩٢

الی المولوی امرالله الوهابی !بعد ماهوالمسنون اقول انی متاسف غاية التاسف علی انك من الجاهلين بالدال والمدلول ولمالم تكن من العالمين بمدلول٧٨٦فاعلم الا ن ان مدلول٧٨٦انماهی التسمية .فكيف جعلت كتابنا اليك مخالفا للسنة مع وجود الدال علی التسمية .فثبت انك جاهل۔ فعلام اردت المناظرة مع انك لا تعلم مدلولات العدد .وماذكرت من ان النبی الكريم عليه الصلوة والتسليم كا ن كلما ارسل المكتوب الی الملوك فابتدأ بالتسمية فاوردُ عليك ان مكاتيبه عليه الصلوة والسلام كانت بالعربية او بالاردوية فان كانت بالاردويه فلابد لك من ان تثبت بالكتاب والسنة ان الاردوية فی هذالعصر كانت تستعمل فی التكلم والكتابة بعهده عليه الصلاة والسلام .وان كانت بالعربية وقد كانت بها فانك لم كتبت الينا بالاردوية وتعديت السنة وصرت من المخالفين لها .اسمع يا اقل الحياء !لم تستحی .وجعلت كتابنا مخالفا للسنة مع انه حاو

علی دال التسمية وصيرت كتابك الفاسد الكاسد موافقا للسنة مع انه ليست بالعربية فهلاجئت فى العربية ان كنت من المدعين بعمل السنة افتملك ازالة هذالجبل الذى اوقعت عليك بل انما اقول انك لاتقدر الا على احداث امور تطلب بها سكك الفرار عن المناظرة وماادراك ماالمناظرة اماقوله عليه الصلوة والسلام "كل امرذى بال لم يبدأ ببسم الله فهو اقطع "قد جاء فيه لم يبدألا لم يكتب وانمافهمت بسوء الفهم ان بداية التسمية لابد لها من الكتابة لها من اين جعلت هذاالحديث الكريم مقيدا بالكتابة فعلا م تدعى العلم بالكتاب والسنة وتريد المناظرة مع انك اجهل بمفهوم الحديث فماحال العلم لك بالقرآن العظيم .اعلم ان ماكتبت لك من الشرائط للمناظرة فمع انها كانت معقولة وماخوذة من النقل انكرت بعضها وانصرفت عن بعضها فهذا هوالفرار عن المناظرة فالاٰن نريد ان نعيد الايضاح بالشرائط التى قدمناها لك فى النمرات الاٰتية.

(۱) الشرط الاول من شرائط المناظرة انها تكون بالكتابة لا بالمكالمة وانك قد انكرت هذاالشرط المعقول الماخوذ من القراٰن المجيد وعللت المناظرة بالمكالمة بان عامة الناس قدروا على ان يسمعوا مقالات المناظرين كليهما وينتفعوا به .انى اقول ان هذا التعليل منك يشعر انك تطلب سبيل الفرار عن المناظرة لان المفاد المطلوب يحصل بالمناظرة بالكتابة ايضا .قال الله تعالى فى امر الكتابة ﴿ذٰلكم اقسط عندالله واقوم للشهادة وادنى الاترتابوا﴾ لماامرالله تعالى فى الامور الدنيوية بالكتابة فانت لم هربت وتنحيت عنها فى الامور الدينية فظهر كل الظهور بعدم التسليم لهذاالشرط الماخوذ من كتاب الله .انك قد طلبت واحدثت طريق الفرار لنفسك عن المناظرة فان ترد ها فى نفس الامر فاقبله والايتصور انك لاتسطيع على المناظرة لكن تقربها ليغترالناس .ومن اعظم الفوائد فى المناظرة بالكتابة انك لاتتمكن من التبديل والتاويل بالقول لنفسك وهذا موت لك لانه عروة وثقىٰ لامثالك فلذالك تهرب عن شرط الكتابة وتفر عن المناظرة ومن المجربات مرة غير مرة ان الفساد والمنازعة والمقاتلة والثورة قد تقع فى المناظرة

بالمكالمة كما شوهد .فمع هذه الامور قد اصررت على المناظرة بالمكالمة وفررت عن المناظرة بالكتابة فيثبت باصرارك انك متهيأ للمنازعة بين الناس ليتيسر لك الخلاص عن المناظرة ان تقول انى لاناظرالاٰن .لان الناس قد حملوا على الثورة كماوقع فى المناظرة بالمكالمة المنعقدة فى "پرسويا" بان العلماء المناظرين من الوهابية قد قضوا ان اى فريق لايحضرفى الساعة الثامنة من الصباح فى مكان المناظرة فيسلم انهزامه .فلما اجتمع المناظرون من اهل السنة والوهابية قال مناظر واالوهابية انما لن نناظر حتى يكون مدير اللواء حاضرا هٰهنا وفروا بعده وانما انت ايضا منهم .

(٢)والثانى منها ان العبارات الكفريةلا غير للتانوى والكنكوهى والانبيتهى والنانوتوى كانت موضوعةلهذه المناظرةفعلى المناظرمن اهل السنة يجب ان يثبت كونهم كافرين ولابد للمناظرالوهابى من الاثبات بان هذه العبارات الكفرية من الاسلام والايمان فهم من المسلمين .

(٣)والثالث منها ان الكتاب والسنة واجماع الامة وقياس الائمة والكتب لاٰعلٰى حضرة الفاضل البريلوى حجة على المناظرالسنى .والتاليفات لاسمعيل الدهلوى والتانوى والكنكوهى والانبيتهى والنانوتوى حجة على المناظرالوهابى انمااعدت بيان هذاالشرط لانك قد اخطأت فى فهم هذا الشرط كماهو ظاهر من كتابك الينا.

(٤)اعلم ان الحكم المسلّم بين الفريقين لايتصور شرعا بيننا وبينك وجعل الكافر حكما فى الامور الدينية خالصة تحاكم الى الطاغوت بالكتاب كماقدمنا القول فى الكتاب اليك مع انك اشد ميلا بالتحاكم الى الطاغوت والكفار كمافى الكتاب الىّ فصدق ان الوهابية قوم لادين لهم ولانصيب لهم من الاسلام والايمان وانماانتم قائلون بانكم لاتقلدون اماماولاشيخا ولاعالما دون الله ورسوله ولاتعترفون لاحدمن دون الله ورسوله بانه معيار للحق فكيف سلمتم الكفار معياراً للحق وحكما لقضاء امر الاسلام فظهر بغاية الظهور بعدالتسليم لهذا الشرط واصرار التحاكم الى الطاغوت والكفار انك

قد اخترت الفرار وقد فررت ایضا انی اقول ان تکن من رجال المناظرة فاقبل هذه الشرائط المعقولة والماخوذة من النقل ولاتنقلب علی عقبیك ولاتنصرف عنها اعلم ان تاریخ المناظرة یعین برأینا ورأیکم بعد قبولك الشرائط المعروضة فالیوم الذی عینت للمناظرة صار ضائعا لکونه قبل افتتاح المناظرة من اعطاء التحریر لکفایة الدفع والحفاظة عن الشرکاء فی المناظرة لانك من الداعین لهذه المناظرة۔

محمد صدیق احمد ۲۹/ربیع الاول الشریف ۱۳۷۶ھ بالمطابقة ۳/نوفمبر ۱۹۵۶ء من المیلادیة

﴿اہلسنت کی تیسری تحریر کا اردو ترجمہ﴾

۷۸۶

۹۲

جناب مولوی امر اللہ وہابی! بعد ماھو المسنون

گزارش یہ کہ مجھے سخت افسوس ہے کہ تم دال اور مدلول بھی نہیں جانتے جب تم (ابھی تک) ۷۸۶ کا مطلب نہ جانا تو اب سے جان لو کہ ۷۸۶ کا مطلب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی ہے۔ پھر بسم اللہ کے ہوتے ہوئے تم نے ہماری تحریر خلاف سنت کیسے قرار دے دی؟ اس سے تو پتہ چلتا ہے کہ تم گنوار ہو۔ پھر کس بل بوتے پر تم نے مناظرے کا ارادہ کرلیا حالانکہ گنتی کے معانی سے بھی واقف نہیں ہو۔ تم نے جو یہ کہا حضور علیہ الصلاۃ والسلام جب بھی بادشاہوں کے پاس نامۂ مبارک بھیجتے تو بسم اللہ سے شروع فرماتے۔ تو میں بطور اعتراض تم سے کہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے نامہائے مبارک عربی زبان میں تھے یا کہ اردو زبان میں؟ اگر (کہو کہ وہ خطوط) اردو زبان میں تھے تو تمہیں قرآن وحدیث سے ثابت کرنا ہوگا کہ موجودہ زمانے کی اردو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے عہد میں گفتگو اور تحریر کے وقت استعمال کی جاتی تھی۔ اور اگر (یہ کہو کہ وہ خطوط) عربی زبان میں تھے، اور واقعی عربی زبان ہی میں تھے تو تم نے ہمارے پاس اپنی تحریر اردو میں لکھ کر کیوں بھیجی اور تم سنت سے ہٹ کر مخالف سنت کیوں بنے؟ اے بے شرم! غور سے سن لو تمہیں کچھ شرم نہیں آئی بسم اللہ کے نقش

ہوتے ہوئے تم نے ہماری تحریر کو خلاف سنت کہہ دیا اور اپنی چوپٹ رڈی تحریر موافق سنت قرار دی۔ حالانکہ تمہاری تحریر عربی زبان میں نہیں۔ جب کہ تم سنت کے پیروی کا دعویٰ کرتے ہو تو تم نے اپنی تحریر عربی زبان میں کیوں نہ بھیجی؟ (اعتراض کا) پہاڑ جو میں نے تم پر ڈھایا ہے کیا تم اسے سرکا سکتے ہو؟ (اس اعتراض کا جواب تو درکنار) بلکہ میں کہتا ہوں کہ تم مناظرے سے بھاگنے کی گلیاں ڈھونڈ لو اور تم کیا جانو کہ مناظرہ کیا بلا ہے؟ رہا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان کہ ''ہر شاندار چیز جو بسم اللہ سے نہ شروع کی جائے تو وہ دم بریدہ اور ناتمام ہے'' تو اس حدیث کریم میں ''لم یبدأ''(۱) آیا ہے نہ کہ لم یکتب اور تم نے اپنی غلط فہمی سے یہ سمجھ رکھا ہے کہ بسم اللہ سے شروع کرنے کے لیے بسم اللہ کا لکھنا ہی ضروری ہے۔ اس حدیث کریم میں لکھنے کی شرط تم نے کہاں سے پیدا کرلی؟ جب ایک مشہور حدیث کے متعلق تمہاری یتیمی کا یہ عالم ہے تو کس بل بوتے پر قرآن فہمی اور حدیث دانی کا تم دعویٰ کرتے اور مناظرے کا ارادہ رکھتے ہو؟ حالانکہ تم حدیث مذکور کے سادے مطلب تک سے جاہل ہو تو پھر تمہاری قرآن دانی کا کیا حال ہوگا؟ جاننا چاہیے کہ میں نے مناظرے کی جو شرائط لکھ کر تمہارے پاس بھیجیں ان کے معقول اور قرآن وحدیث سے ماخوذ ہونے کے باوجود تم نے بعض کا (کھلم کھلا) انکار کیا اور بعض سے (پھیر پھار کرکے) ہٹ گئے۔ اسی کو مناظرہ سے فرار اور گریز کہتے ہیں۔ لہذا (اتمام حجت کے طور پر) اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو شرطیں تمہارے پاس پہلے پیش کر چکے ہیں مندرجہ ذیل نمبروں میں ان کی دوبارہ تشریح کردیں۔

مناظرہ کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ تحریری ہوگا نہ کہ تقریری۔ تم نے قرآن حکیم سے اس ماخوذ موافق عقل شرط کا انکار کرتے ہوئے تقریری مناظرے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ عام لوگ دونوں مناظروں کے بیانات سن سکیں گے، اور اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ میں کہتا ہوں تمہاری بیان کردہ وجہ سے تو پتہ چلتا ہے کہ تم مناظرے سے بھاگنے کا راستہ تلاش کررہے ہو۔ اس لیے کہ مناظرے سے جو فائدہ مقصود ہے وہ تحریری مناظرے میں بھی بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے (تو پھر تحریری مناظرے سے بھاگنا اصل مناظرے ہی سے بھاگنا ہے) تحریر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' (کہ اے مسلمانو!) یہ (یعنی) لکھنا اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی۔ اور یہ اس سے قریب ہے کہ تمہیں شبہہ نہ پڑے''۔

جب اللہ تعالیٰ نے دنیاوی معاملات میں تحریری کاروائی کا حکم دیا تو اہم دینی امور میں اس سے تم

کیوں بھاگتے ہو اور ہٹ گیے؟ قرآن کریم سے اس ماخوذ شرط کو تسلیم نہ کر کے پوری طرح ظاہر ہو گیا کہ تم نے اپنے لیے مناظرے سے بھاگنے کا راستہ ڈھونڈھا اور نکالا ہے۔ لہٰذا اگر تم واقعی مناظرہ کرنا چاہتے ہو تو تحریری شرط قبول کرلو ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ تم مناظرہ نہیں کر سکتے، لیکن تمہارا مناظرہ کا اقرار، تو وہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے ہے۔ تحریری مناظرہ میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ تم اپنی کہی ہوئی بات نہ تو بدل سکتے ہو نہ اس سے مکر سکتے ہو۔ اور (چونکہ اپنی کہی ہوئی بات سے مکرنا، اس کا انکار کرنا) یہ تم جیسے لوگوں کا مضبوط کنگن ہے۔ (لہٰذا تحریری شرط تسلیم کرنے میں) تمہاری موت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ (کھلم کھلا) تحریری شرط اور (چھپے طور پر) مناظرے سے بھاگ رہے ہو۔ بارہا کا تجربہ ہے کہ تقریری مناظرے میں فساد، جھگڑا، مار پیٹ، بلوہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے تو پھر ان خرابیوں کے ہوتے ہوئے تم نے تقریری مناظرے پر ہٹ باندھ لی اور تحریری مناظرے سے بھاگ نکلے۔ تمہاری ہٹ سے ثابت ہوتا ہے کہ تم لوگوں کے درمیان آمادۂ فساد ہونا کہ (جھگڑے فساد ہونے پر) مناظرے سے پیچھا چھڑانا تمہارے لیے آسان ہو اور یہ کہنا سہل ہو کہ ''میں اب مناظرہ نہیں کروں گا کیوں کہ لوگ بلوہ کرنے پر تل گیے ہیں'' جیسا کہ تقریری مناظرے کی صورت میں موضع ''پرسویا'' ضلع بستی میں یہ واقعہ گزرا کہ وہابی علمائے مناظرین نے طے کیا کہ جو فریق جائے مناظرہ پر صبح آٹھ بجے نہ آجائے تو اس کی شکست تسلیم ہوگی۔ پھر جب سنی اور وہابی مناظرین جمع ہوئے تو وہابی مناظروں نے کہا کہ جب تک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (ضلع بستی) موجود نہ ہوں ہم مناظرہ ہی نہ کریں گے اور (یہ کہہ کر) پھر بھاگ کھڑے ہوئے، اور تم بھی تو انہیں وہابیوں سے ہو۔ (تو بھلا تقریری مناظرے کے فوائد حاصل کرنے سے کب چکو گے؟)

(۲) دوسری شرط یہ ہوگی کہ تھانوی، گنگوہی، انبیٹھی، نانوتوی کی عباراتِ کفریہ ہی اس مناظرے کا موضوع ہوں گی۔ لہٰذا سنی مناظر کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ ان گستاخوں کا کافر ہونا ثابت کرے۔ اور وہابی مناظر کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ (وہ) کفری عبارتیں اسلام و ایمان کی باتیں ہیں لہٰذا تھانوی، گنگوہی وغیرہ مسلمان ہیں۔

(۳) مناظرے کی تیسری شرط یہ ہے کہ قرآن حکیم اور حدیث کریم نیز اجماع امت، قیاس ائمہ اور حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تصانیف سنی مناظر پر، اور اسمٰعیل دہلوی، تھانوی، گنگوہی،

انبیٹھوی اور نانوتوی کی تالیفات وہابی مناظرہ پر حجت ہوں گی۔ چوں کہ تم سے اس شرط کے سمجھنے میں غلطی ہوگی جیسا کہ تمہاری تحریر سے ظاہر ہورہا ہے اس لیے میں نے اس کی دوبارہ تشریح کردی۔

(۴) چوتھی شرط: جاننا چاہیے کہ حکم مسلّم فریقین شرعی حیثیت سے ہمارے تمہارے درمیان متعین نہیں ہوسکتا اور خالص دینی امور میں کافر کو حکم بنانا قرآن حکیم کی رو سے تحاکم الیٰ الطاغوت ہے ۔جیسا کہ ہم اپنی اگلی تحریروں میں کہہ چکے ہیں پھر بھی طاغوت اور کفار کو (دینی امور میں) حاکم قرار دینے پر تم بری طرح پل پڑے ہو جیسا کہ تم نے اپنی تحریر میں ذکر کیا۔(تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ) واقعی وہابی ایک ایسی بے دین قوم ہے جس کا اسلام وایمان میں کچھ بھی حصہ نہیں۔تمہارا قول تو یہ ہے کہ اللہ ورسول کے سوا تم کسی امام، کسی پیر، کسی عالم کی تقلید نہیں کرتے۔اور نہ اللہ ورسول کے سوا کسی کو معیارِ حق مانتے ہو تو (سخت تعجب ہے کہ) تم نے کفار کو اسلامی امور کے فیصلے کے لیے حاکم اور معیار حق کیسے مان لیا؟ لہٰذا اس شرط کو نہ مان کر اور طاغوت وکفار کے حاکم بنانے کے اصرار سے کھلم کھلا ثابت ہوگیا کہ تم نے مناظرے سے فرار اختیار کیا (اور اختیار کا کیا معنی) تم بھاگ بھی تو چکے۔میں کہتا ہوں کہ اگر تم میدان مناظرہ کے شہشوار ہو تو ان معقول قرآن سے ماخوذ شرائطِ مناظرہ کو تسلیم کرلو اور پیچھے نہ ہٹو اور نہ پلٹو۔

جاننا چاہیے کہ مناظرہ کی تاریخ ہماری تمہاری رائے سے مقرر ہوگی وہ بھی جب تم ان پیش کردہ شرائط کو تسلیم کرلو گے۔لہٰذا مناظرہ کی جو تاریخ تم نے مقرر کی ہے وہ بے کار ہے۔ چوں کہ وہ قبول شرائط سے پہلے ہے۔پھر تم کو مناظرہ شروع ہونے سے پہلے امن وحفاظت کی ذمہ داری کی تحریر دینی پڑے گی اِس لیے کہ اس مناظرے کے تم داعی اور بانی ہو۔

محمد صدیق احمد

۲۹ / ربیع الاول شریف ۱۳۷۶ھ مطابق ۳ / نومبر ۱۹۵۶ء

اہل سنت کی یہ تیسری تحریر اپنے معنیٰ ومطلب اور صداقت کے اعتبار سے بالکل واضح ہے جس کا اندازہ ناظرین کو بھی اردو ترجمے سے ہوگیا ہوگا۔مولوی سراجی صاحب نے اپنی تحریر نمبر ۳ میں یہ ظاہر کیا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے نامہائے مبارک بسم اللہ سے شروع فرماتے تھے اور چوں کہ اہل سنت کی تحریر میں بسم اللہ حذف ہے لہٰذا وہ تحریر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے عمل کے خلاف ہوئی۔اس عربی

تحریر میں مولوی سراجی صاحب کی اس دھونس کے پرخچے خصوصیت سے اڑائے گئے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام اپنے نامہائے مبارک دال علی التسمیہ سے ابتدا فرماتے تھے اور اہل سنت کی تحریر کی ابتدا بھی دال علی التسمیہ ہی سے ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہابی وسعتِ علمی کا دائرہ ہی تنگ ہے جس کی وجہ سے وہ سمجھ نہ سکا کہ دال علی التسمیہ کس چیز کا نام ہے؟ لیکن ساتھ ہی ساتھ مولوی سراجی صاحب پر ایک پہاڑ بھی ڈھا دیا گیا کہ حضور کے نامہائے مبارک تو عربی زبان میں لکھے جاتے تھے اور آپ نے اپنی تحریر اردو میں لکھ کر بھیجی ہے تو پھر آپ کا عمل حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے عمل کے خلاف ہوا یا نہیں؟ اور آپ مخالفِ سنت ہوئے یا نہیں؟۔۔ ہوئے اور ضرور ہوئے! حضرت سیدی شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ شعر:

شد غلامے کہ آبِ جو آرد آب جو آمد و غلام ببرد

تین مرتبہ پڑھ کر مولوی سراجی صاحب اپنے سینہ پر دم کر لیں تا کہ اختلاج ختم ہو۔

اہل سنت کی یہ تیسری تحریر جناب سنت علی صاحب کی معرفت ۲۹ / ربیع الاول شریف ۱۳۷۶ھ مطابق ۳ / نومبر ۱۹۵۶ء کو ''کرہی'' بھیج دی گئی اس عربی تحریر نے پہنچتے ہی وہابی مولویوں پر ایسا رعب طاری کیا کہ ان کے حواس ہی بجا نہ رہے اور بے چارے اس اچانک حملے سے بوکھلا اٹھے۔ لیکن مرتا کیا نہ کرتا پر عمل کر کے مولوی سراجی صاحب نے عربی زبان سے نابلد ہونے کے باوجود کچھ اردو محاورہ کچھ ٹوٹی پھوٹی عربی کے الفاظ ملا جلا کر لکھ مارا تا کہ کم از کم وہابی دنیا میں اپنا بھرم تو قائم رہ جائے۔ ذیل میں مولوی سراجی کی بھونڈی عربی تحریر پیش کی جاتی ہے۔

﴿وہابیوں کی چوتھی تحریر﴾

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الیٰ المولوی صدیق البدعتی هداکم الله سوآء الطریق والصراط المستقیم ۔

قد ورد الیّ مکتوبك المسطور بخط العربیة المملوء باغلاط اللفظیة والمعنویة و قد علمت فساد نیتك و عزائمك وهو ان تظهر مبلغ علمك و قدرتك علی ارقام العربیة ولکن ماحصل ذالك قط بل ظهر کل الظهور انك یتیم فی علوم العربیة والتحریر والبیان

والكلام فى لسان العربية ـ

(١) الاول :ـ ايهاالبدعى المبتدع والجاهل من ادب العربية قد فررت فى تحريرك الثابت هٰذا المبحوث عنها من معروضاتنا السابقة كلها فاعلم ان شرائط المناظرة كلها قاطعة متحققة فيما بيننا فى تحريراتنا السابقة فارجع اليها ولٰكن اقول مكررا ان المناظرة تكون تقريرا لا تحريرا ليحق الحق و يبطل الباطل علىٰ عوام الناس السامعين والسامعات ولو كره المشركون والمبتدعون مثلكم والمكالمة التقريرى ثابت من الكتاب والسنة كما قال الله تبارك وتعالىٰ فى كتابه القديم القرآن الحكيم﴿ ادع الىٰ سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتى هى احسن﴾ الآيةوقال رسوله الكريم من رأى منكم منكرا فليغيره بيده وان لم يستطع فبلسانه وان لم يستطع فبقلبه وليس وراء ذالك خردل من الايمان الحديث وقال فى موضع اٰخر (الساكت عن الحق شيطان اخرس الحديث) وقال فى مقام اٰخر قل الحق ولو كان مُرّا وانا اعلم وجه فرارك بمكالمة التقريرى علم اليقين وماهو الا ان تخفى عقائدتك الباطلة والفاسدة التى مبنى ها علىٰ البدع والشرك والاحداث فى دين الله و سنة رسوله الكريم صلىٰ الله عليه وسلم وانى عزمت ان نظهر عقائدتك الباطلة علىٰ الناس بالتقريرى ليهلك من هلك عن بينة و حى من حى عن بينة ـ

(٢)والثانى ان المناظرة تكون بالكتاب والسنة كما ذكرت ذالك مكررا فى مكاتيبى السابقة لا ن رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم قال تركت فيكم امرين لن تضلوا ماتمسكتم بهما كتاب الله وسنتى فلا حجة علينا اقوال غيرهما لا نا نتبع الكتاب والسنة فلا يلزم علينا اتباع غيرهما الا ان يكون مطابقا لهمافمن قوله و عمله و تحريره توافق بالكتاب والسنة فنسلمه والا فلا ـ

(٣) والثالث الحكم ضرورى لقضاء المتخاصمين ولو كان غير مسلم للضرورة كما صرح بذالك الامام الشاه ولى الله محدث الدهلوى نور الله مرقده فى تصنيفه المشهور المعروف ”الحجة الله البالغة والتفصيل عند المشافة “ـ

(٤) والرابع قدتعينت مقام المناظرة وتاريخهافى مكتوبى الثانى وهو بجانب الغربى من موضع" مئو نانكار"فى تاريخ احد عشر نومبر ١٩٥٦ء يوم السبت فان تسلمه ذالك فاجب والا يلزم علينا فرارا من المناظرة بل فرارك متحقق علىٰ من له ادنىٰ درايةٌ فى المعاملة هٰذا النوع فقط والسلام علىٰ من اتبع سبيل الرشاد ـ

محمد امرالله خان عارف سراجى ـ ٣/ نومبر ١٩٥٦ء

﴿ وہابیوں کی چوتھی تحریر کا اردو ترجمہ ﴾

بسم الله الرحمٰن الرحيم

مولوی صدیق بدعتی! اللہ تمہیں سید ھےاور ٹھیک راستے پر چلائے ۔

تمہارا خط عربی کے حروف میں لکھا ہوا لفظی اور معنوی غلطیوں سے بھرا ہوا مجھے ملا اور میں نے تمہاری بد نیتی اور برے ارادوں کو جان لیا اور وہ یہ ہے کہ تم اپنا مبلغ علم اور عربی لکھنے کی قدرت ظاہر کرتے ہو اور لیکن یہ ہرگز حاصل نہ ہوا بلکہ کھلم کھلا ظاہر ہوگیا کہ تم علوم عربیہ اور تحریر اور بیان عربی کی زبان میں گفتگو میں یتیم ہو۔

(۱) اول: اے بدعتی بدعت کرنے والے اور عربی کے ادب سے جاہل! تم اپنی تیسری تحریر میں بھاگ گئے یہ مبحوث عنہا ہمارے سابقہ معروضات سے ۔ پس تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مناظرہ کی تمام شرطیں ہمارے درمیان میں ہماری اگلی تحریروں میں قطعی اور متحقق ہیں تو ان کی طرف رجوع کرو۔ اور لیکن میں بار بار کہتا ہوں کہ مناظرہ تقریراً ہوگا نہ کہ تحریراً تا کہ سننے والے لوگوں کے عوام اور سننے والیوں پر حق ثابت اور باطل مٹ جائے اگر چہ مشرکوں اور تم جیسے بدعتیوں کو برا لگے اور تقریر مکالمہ کتاب وسنت سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدیم کتاب قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا'' اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو'' اور رسول کریم نے فرمایا'' کہ تم میں سے جو شخص کوئی بری بات دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے اور طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے اور اس کے علاوہ رائی برابر ایمان نہیں'' اور دوسری جگہ

ارشاد ہوا کہ حق بات سے چپ رہنے والا گونگا شیطان ہے۔اور دوسری جگہ فرمایا حق بات کہوا گرچہ کڑوی ہو اور میں خوب جانتا ہوں کہ تم مکالمہ تقریری سے کیوں بھاگتے ہو۔اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ تم اپنے باطل اور فاسد عقائد چھپاتے ہو۔جن کی بنیاد بدعت وشرک اور اللہ کے دین اور اس کے رسولِ کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت میں نئی بات پیدا کرنے پر ہے۔اور میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ تمہارے عقائد باطلہ تقریر سے لوگوں پر ظاہر کریں گے جو ہلاک ہو دلیل سے ہلاک ہو اور جو جیے دلیل سے جیے۔

(۲) اور دوسرا یہ ہے کہ کتاب وسنت سے مناظرہ ہوگا جیسا کہ میں نے اپنی اگلی تحریروں میں بار بار ذکر کیا ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑے رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔(ایک تو) اللہ کی کتاب (اور دوسرے) اپنی سنت، پس کتاب وسنت کے سوا اقوال ہم پر حجت نہیں اس لیے کہ ہم کتاب وسنت کی پیروی کرتے ہیں لہٰذا ہمیں کتاب وسنت کے غیر کی پیروی لازم نہیں مگر جو ان دو کے مطابق ہو پس جس کا قول اور عمل اور تحریر کتاب وسنت کے موافق ہو تو اس کو ہم مانیں گے ورنہ نہیں۔

(۳) اور تیسرا حکم ضروری ہے دو جھگڑا کرنے والوں کے فیصلہ کے لیے اگرچہ وہ کافر ہو ضرورت کی وجہ سے جیسا کہ اس کی تصریح امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ نے اپنی مشہور ومعروف تصنیف ''حجة الله البالغة'' میں کی ہے اور تفصیل مشافہ کے وقت ہے۔

(۴) اور چوتھے میں نے مقام مناظرہ اور اس کی تاریخ اپنی دوسری تحریر میں مقرر کردی ہے اور وہ ''مئو نانکار'' کی جگہ سے پچھمی کنارے میں ۱۱؍نومبر ۱۹۵۶ء سنیچر کے دن ہے لہٰذا اگر تمہیں یہ تسلیم ہے تو جواب دو ورنہ ہم پر مناظرے سے بھاگنے کو لازم نہیں آتا ہے بلکہ تمہارا بھاگنا ثابت اور متحقق ہے اس پر جسے اس قسم کے معاملہ میں تھوڑی سمجھ ہو۔

فقط والسلام علیٰ من اتبع سبیل الرشاد

محمد امر اللہ خاں عارف سراجی

۳؍نومبر ۱۹۵۶ء

اگرچہ مولوی سراج کی یہ بھونڈی تحریر اسی قابل تھی کہ پھوہڑ اردو ہی میں اس کا ترجمہ کیا جاتا لیکن یہ

خیال کر کے کہ ارباب علم وادب مولوی سراجی صاحب کی عربی تحریر کے ساتھ ساتھ اس کے ترجمے سے بھی کہیں اظہار تنفر نہ کرنے لگیں اس لیے میں نے اردو ترجمے کو زیور سلاست و پاکیزگی سے آراستہ کر دیا لیکن پھر بھی اردو جملوں میں کہیں کہیں بے ربطی اور بدمزگی پیدا ہو ہی گئی جس کے لیے میں ناظرین سے معذرت چاہتا ہوں کہ اس کی ذمہ داری صرف مولوی سراجی صاحب پر ہے۔

بے تکی ہانکنا، ان کہی بولنا، دھونس جمانا، بے سروپا کہنا یہ وہابیوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ چنانچہ یہی ہیرے اور موتی مولوی سراجی صاحب نے بھی اپنی اس تحریر میں بکھیرے ہیں۔ اہل سنت کی تیسری تحریر میں بسم اللہ اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے نامہائے مبارک کے متعلق جو سوال و جواب تھا اسے مولوی سراجی ایسا ہضم کر گئے کہ ڈکار تک نہ لی اور لایعنی باتوں سے اپنی ساری تحریر ہی سیاہ کر دی۔ بالآخر بدحواسی کی حالت میں بوکھلا کر لکھ بیٹھے کہ ''آپ کی تحریر لفظی معنوی غلطیوں سے بھری ہوئی عربی حرف میں مجھے ملی'' یہ بدحواسی نہیں تو پھر اور کیا ہے کہ خود تو شرعی اخلاقی نحوی، صرفی، لغوی، ادبی، لفظی، معنوی غلطیوں کا بنڈل بھیجیں اور دوسروں کے سر بے بنیاد الزام تھوپیں۔

دنیا میں ہے سب کچھ
مگر انصاف نہیں ہے

سارا زور اس پر خرچ کر دیا کہ مناظرہ تقریری ہوا اور اس پر بے محل بے موقع آیت کریمہ اور حدیث شریف سے استدلال کیا۔ یہ مشہور مقولہ کہ ''کل شیء یرجع الیٰ اصلہ'' یعنی ہر چیز اپنی اصل کی طرف رخ کرتی ہے واقعی حق ہے کہ جو کفار ہیں وہ کفار ہی کو اپنا دینی حکم مانیں گے یہی وجہ ہے کہ خالص دینی امور میں کافر کو حکم قرار دینے کے لیے مولوی سراجی صاحب نے اپنے سارے پسینے بہا دئے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کا حوالہ بھی دیا لیکن کتاب کی عبارت نہ پیش کی تاکہ غور کیا جاتا کہ اس عبارت کو سراجی صاحب نے سمجھا بھی ہے یا یوں ہی ہانک دیا کیا کیا جائے۔

ع وحشت میں ہر اک نقشہ الٹا نظر آتا ہے

بہر کیف وہابی اصول کے پیش نظر اس حوالے پر ایک سوال تو پیدا ہو ہی گیا کہ حضرت شاہ صاحب کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' وہابیوں کے نزدیک یا تو قرآن مجید ہوگی یا حدیث شریف، اس کے سوا تیسری

صورت نہیں اس لیے کہ وہابی قرآن وحدیث کے علاوہ کسی دوسری کتاب کا حوالہ نہیں پیش کر سکتے۔

ان وہابیوں سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جنھوں نے مولوی سراجی صاحب کو علمائے اہل سنت سے مناظرہ کرنے پر مجبور کیا جن کی جہالت و بلادت کا یہ عالم ہے کہ چند سطریں بھی عربی طرز پر ترتیب نہ دے سکے اور ٹوٹی پھوٹی عربی سے جو عبارتیں بھی تیار کیں تو اس کا انداز اتنا بھونڈا اختیار کیا کہ عربی کے مبتدی طلبہ بھی اس کی تحریر کو دیکھ کر دانت پیسیں گے کہ ''بچھو کا منتر نہ جانے سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالے'' والی مثل وہابی مولوی نے اپنے اوپر کیوں صادق آنے دی ایسے ہی یتیم کتاب وسنت کی روشنی میں مناظرہ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں جن کو عربی کے چھوٹے چھوٹے سادے جملے سمجھنے تک کی لیاقت نہیں۔ مولوی سراجی صاحب کو سنتِ اسلام کی لذت چکھا دینے کے بعد حضرت مولانا صدیق احمد صاحب نے ان کی یتیمی پر ترس کھاتے ہوئے یہ سوچا کہ اب عربی ادب کے ذوق سے بھی مولوی سراجی صاحب کو آشنا کر دیا جائے چنانچہ آپ نے پھر چوتھی تحریر بھی عربی زبان میں ہی بھیجی جس کو ہم ذیل میں اصل عبارت اور اس کا سلیس ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

﴿اہل سنت کی چوتھی تحریر﴾

۷۸۶

۹۲

الیٰ المولوی امر الله الوهابی

السلام علیٰ من اتبع الهدیٰ

لقد وصلنی مکتوبك المملوء بالاکاذیب والاباطیل والمشتمل علیٰ الاغلاط النحویة والصرفیة ۔ بلغ عددها الیٰ ثلثین فارید ان اقدم اولا علیك الاغلاط التی قد رصعت بها مکتوبك لتعرف کل المعرفة و تعلم علم الیقین انك من الجاهلین الذین لا یعلمون جهالتهم الفضیحة و غباوتهم القبیحة و بلادتهم الکریهة و بلاهتهم الوضیعة و حماقتهم الشنیعة و سفاهتهم الذلیلة ۔

یٰایھا الغبی البلید !الاٰن فطنت سبب انکارك ووجه فرارك عن المناظرة بالتحریر انظر الیٰ اغلاط مکتوبك فی قولك " المسطور بخط العربیة " خطأ لفظی و معنوی ۔ اما المعنوی فانه لما کان مکتوبی فی اللغة العربیة فالتعبیر عن ھٰذا المراد بالخط العربی لیس بصحیح لا ن الخط یطلق علیٰ الکتابة لا علیٰ اللغة فالصواب ان یعبر بھٰکذا " المسطور باللغة العربیة "واما اللفظی فانك جعلت الخط مضافا والعربیة مضافة الیه وھو غلط فاحش لا ن الخط موصوف لامضاف کما زعمت بغباوتك القبیحة و بلادتك الفضیحة فحیث اردت ان تجی بمثل ھٰذاالترکیب فلا بد لك من ان تعبر عنه ھٰکذا " بالخط العربی " وفی قولك "المملوباغلاط اللفظیة والمعنویة" خطألفظی فقط ۔ حیث جعلت الاغلاط مضافة مع انھا موصوفة فالتعبیر الصحیح " المملو بالاغلاط اللفظیة والمعنویه " و فی قولك " و قدرتك علیٰ ارقام العربیة" خطألفظی و معنوی اما اللفظی فھو ان الرقم لایجئ من باب الافعال و اماالمعنوی فھو ان سیاق العبارة ینکر من مثل ھٰذا الترکیب فالصحیح " و قدرتك علیٰ التحریر باللغة العربیة " و فی قولك " والکلام فی لسان العربیة " غلط واحد حیث جعلت اللسان مضافا مع انه موصوف فالعبارة الصحیحة " والکلام فی اللسان العربی " وانما ذکرت العربی لا ن موصوفه مذکر کما جآء فی القرآن الحکیم ﴿بلسانٍ عربیٍ مبین﴾ ۰۰۰۰۰۰۰ وفی قولك "والجاھل من ادب العربیة "خطئانِ لفظیان اما الاول فھو انك اتیت بمن مکان الباء الجارة واما الثانی فھو انك اضفت الادب الیٰ العربیة وھو من الافاحش لا ن الادب موصوف فالصحیح " فالجاھل بالادب العربی " وانما اوردت العربی مذکر ھٰھنا ایضا لا ن موصوفه مذکراً اعلم ان التعبیر بالاول والثانی والثالث والرابع فصاعداً یقتضی ان یومی الیٰ امور سابقاً ثم تفصل بالاول والثانی و غیره فلذالك احددت النظر الیٰ مکتوبك فما وجدت الامور بالمومی ایھا فھٰذا التعبیر غلط لیس بصحیح واما عبارتك ھٰذه" قد فررت فی تحریرك الثالث ھٰذاالمبحوث منھا من معروضاتنا السابقة کلھا "فھی من العبارات التی لایعبأبھا ولعل ذھنك مع کونه غبیا یعدیك الیٰ غباوة ۔

صاحب هٰذه العبارة و فى قولك " ان المناظره تكون تقريراً لا تحريراً اغلاط لغوية و نحوية اما الاول فهو ان التقرير هو التثبيت باللغة العربية وليس بما اردت من هٰذا اللفظ و اما الثانى فهو ان التقرير والتحرير صفة محض فكيف يصح حملهما فالصحيح " ان المناظرة تكون باللسان لا بالتحرير ـ و فى قولك " المكالمة التقريرى ثابت من الكتاب والسنة " غلطان لفظيان ـ اما الاول فهو ان تركيب المكالمة بالتقريرى ليس بصحيح واما الثانى فهو انك اتيت بمن مكان الباء فالصحيح " والمكالمة باللسان ثابت بالكتاب والسنة " وفى قولك " اعلم وجه فرارك بمكالمة التقريرى " غلط بالاتيان بالباء مكان "من" فالصحيح " من المكالمة باللسان " وفى قولك " التى مبنى ها " غلط فى رسم الخط فالصحيح " التى مبناها " وفى قولك " انى عزمت ان نظهر " غلط فالصحيح " ان اظهر " وفى قولك " فلاحجة علينا اقوال غيرهما " خطأفاحش فالصحيح " فلا حجة علينا باقوال غيرهما " و فى قولك "والثالث الحكم ضرورى لقضاء المتخاصمين " غلط صريح فالصحيح " والثالث انه لابد لقضاء المتخاصمين من الحكم "وفى قولك " ولى الله محدث الدهلوى غلط واضح حيث نكرت الصفة ـ فالصحيح "ولى الله المحدث الدهوى "وفى قولك " والتفصيل عند المشافة " خطأ فالصحيح " والتفصيل عند المشافهة " وفى قولك " من موضع مئو نانكار " خطأفالصحيح " من قرية مئو نانكار " وفى قولك " فى تاريخ احد عشر نومبر " جهالتك بتركيب اللغة العربية فالصحيح " لاحد عشر من نوفمبر " قولك " والا فلا يلزم علينا فرارا من المناظرة "ينادى باعلىٰ النداء انك شديد فى الجهالة باللغة العربية حيث اتيت بالفعل بلا فاعل فالصحيح " والا فلا يلزمنا ان نفر من المناظرة " و قولك " علىٰ من له ادنىٰ درايةٌ " ينادى انك جاهل بليد قطعا فالصحيح " عند من له ادنىٰ دراية " و قولك " فى المعاملة هٰذا النوع " يشعر انك شديد الغباوة فالصحيح " فى المعاملة من هٰذاالنوع "وامضاء ك ايضا يشعر انك شديد فى البلادة والحماقة والجهالة حيث نكرت الصفتين فالصحيح "محمد امرالله خان العارف السراجى" ـ

فيٰايها البليد الغبى الجاهل السفيه البليد اليتيم فى الادب العربى واللغة والعربية والنحو

والصرف !قد اثبتنا ثلٰثين غلطا فى عبارة مكتوبك الردى الكاسد والتى قطعنا النظر عنها دون ذالك ثم صححناك بالعبارة الصحيحة الواضحة الجديدة فهٰذه الاغلاط تنادى باعلىٰ النداء انك اشد بلادة و غباوة و جهالة من الوهابيين الاٰخرين و تُعلن باعلىٰ الاعلان انك لست بقادر اصلا علىٰ المناظرة سواء كانت باللسان او بالتحرير افمثلك الجاهل البليد يستطيع علىٰ احقاق الحق و ابطال الباطل مع كونك غبيا و بليدا و جاهلا باللغة العربية والنحو والصرف والكتاب والسنة ـ فامّا اقرارك بالمناظرة فهو مكر و خداع و ليغتر الناس ـ

فانظر ايها الغبى البليد! هل انت يتيم فى العلوم والادب العربى واللغة العربية والتحرير والبيان ام نحن انى اعلم قطعاَ جزما ان الوهابية قوم لا حيآء لهم اصلا فلذالك يصنعون ما يشاؤن وما اصدق ما قال نبينا عليه التحية والثناء اذلم تستحى فاصنع ماشئت اعلم ان مكتوبك الفاسد مملوء بالاغاليط والاكاذيب مشحون بالاساطير والاباطيل فكيف اجترأت على ان قلت فى مكتوبنا انه مملوء بالاغلاط اللفظية والمعنوية فيظهر كل الظهور انك لم تفهم شيئا من مكتوبنا اصلاَ ـ

وانما قلت لنا البدعتى مع ان وجودك بدعة و اسمك بدعة وجسمك بدعةواعضائك بدعة و اباك بدعة و سكناك بدعةو اما نحن فاهل السنة اعتقاداَ واما انت فوهابى عقيدة و لهٰذا ما نفيت الوهابية عنك وقبلتَها لنفسك وما استدللت بالكتاب والسنة علىٰ المناظرة باللسان فبرهانك يدل بداهة علىٰ عدم علمك بالكتاب والسنة وعلا انه لو قلنا ان المناظرة باللسان باطل و غير جائز كان الاستدلال مناسبا واما اصرارنا علىٰ المناظرة بالتحرير فلانك من الوهابية والطائفة الوهابية قوم مفسدون مخادعون منازعون يستبقون الىٰ تبديل اقاويلهم عند سد سبيل الفرار عن المناظرة ثم اذا كادوا يهزمون جعلوا يسعون فى الفساد و يحملون الناس علىٰ الثورة ـ فيٰايها العنيد المتشيخ لعلك علمت وجه اصرارنا على المناظرة بالتحرير وانتم تدعون التمسك بالكتاب والسنة لاغير فهلا جئت باٰية نثبت ان جعل الكافر حكما لقضآء امور دينية خالصة جائزة ـ

یٰایھا الفار من المناظرة بالاصرار علیٰ المناظرة باللسان انی اقول لك قولا اٰخر ان ترد المناظرة فاقبل الشرائط التی کتبناھا لك فی کتابنا السابق وقدم الکتابة صراحة بانی اتقبل الشرائط التی عرضت علیّ للمناظرة من اھل السنة ثم ایت باسم المناظرة علیٰ لسانك اعلم ان المناظرة تقع بین الفریقین فکیف صرت وحدك مستحقا لتعیین تاریخ المناظرة فاقول ان الیوم الذی کررت تعیینه صار باطلا و کتابتك علیٰ التکرار لتعیین الیوم من الھفوات والخرافات والھذیانات لتخادع الناس بانی متاھب للمناظرة مع انك بلید جاھل بالمناظرة فتعیین الیوم للمناظرة قبل قبولك بالشرائط یدل بداھة علیٰ ان تغر الناس و تفر انت من المناظرة فی الحقیقة و الا فلِمَ عینت قبل قبول الشرائط ۔

یٰایھا المخادع الفار الجاھل الغبی اعلم و تیقن ان من الواجبات علیك اعطاء التحریر لنا لکفالة الحفظ والامن قبل افتتاح المناظره لانك من الداعین لھٰذه المناظرة فاحفظ ولا تکن من الناسین۔

محمد صدیق احمد

۳۰/ربیع الاول شریف ۱۳۷۶ھ مطابق ٤/ نوفمبر ۱۹۵٦ء من المیلادیة ۔

۷۸٦

۹۲

جناب مولوی امر اللہ صاحب وہابی! السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ ۔

تمہاری تحریر جھوٹ اور لچر باتوں سے بھری ہوئی تیس نحوی، صرفی غلطیوں کا بنڈل لادے ہوئے مجھے موصول ہوئی لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے تمہارے سامنے (عربی زبان کی وہ غلطیاں پیش کروں) جنہیں تم نے اپنی تحریر میں (بطور ہیرے) کے جڑی ہیں۔تا کہ تمہیں اچھی طرح علم اور پورا یقین ہو جائے کہ تم ان جاہلوں (کی صف) میں ہو جنہیں خود اپنی رسوا کن جہالت، پھوہڑ کند ذہنی، بدترین ناواقفی

ذلیل کن بیوقوفی، بدترین گنوار پن، رسوا کن بدھو پن بھی نہیں معلوم۔

اے بد دماغ کند ذہن! تمہارے انکار اور تحریری مناظرے سے فرار کی وجہ اب بخوبی سمجھ میں آ گئی (کہ تمہیں لکھنے پڑھنے کی ہوا تک نہیں لگی ہے) اب اپنی تحریر کی غلطیاں دیکھو۔ تمہاری عبارت ''المسطور بخط العربية'' میں لفظی اور معنوی دونوں غلطیاں ہیں۔ معنوی غلطی تو یہ ہے کہ جب میری تحریر عربی زبان میں تھی تو اسے خط عربی سے تعبیر کرنا بالکل غلط ہے اس لیے کہ خط لفظ کتابت اور رائٹنگ کے لیے استعمال ہوتا ہے نہ کہ زبان کے لیے۔ لہٰذا صحیح تعبیر یوں ہوگی ''المسطور باللغة العربية'' (اور اگر عربی ادب سے نابلد ہونے کی وجہ سے تم نے خط سے مراد زبان ہی سمجھ رکھا ہے تو پھر بھی) لفظی غلطی یہ ہوئی کہ تم نے لفظ خط کو مضاف اور العربیۃ کو مضاف الیہ قرار دیا اور یہ کھلی غلطی ہے۔ اس لیے کہ لفظ خط موصوف ہے نہ کہ مضاف جیسا کہ تم نے اپنی بدترین، بد دماغی اور رسوا کن کند ذہنی سے خیال کر رکھا ہے۔ لہٰذا جہاں اس قسم کی ترکیب تم لانا چاہو (اور معنیٰ صحیح بھی ہو) تو تمہیں یوں تعبیر کرنی ہوگی ''بالخط العربی'' تمہارے اس قول ''المملو باغلاط اللفظية والمعنوية'' میں صرف لفظی غلطی ہے اس لیے کہ تم نے اغلاط کو مضاف قرار دیا حالاں کہ وہ موصوف ہے لہٰذا صحیح عبارت ''المملو بالاغلاط اللفظيه والمعنوية'' ہوگی تمہاری اس عبارت'' وقدرتك علىٰ ارقام العربيه ''میں لفظی اور معنوی دونوں غلطیاں ہیں۔ لفظی تو یہ ہے کہ'' الرقم ''باب افعال سے نہیں آتا۔ اور معنوی یہ ہے کہ کلام کی روانی اس قسم کی ترکیب عبارت سے انکار کرتی ہے۔ لہٰذا صحیح ''وقدرتك علىٰ التحرير باللغة العربية'' ہے۔ تمہاری اس عبارت ''والكلام فى لسان العربية'' میں ایک غلطی ہے اس لیے کہ تم نے لسان کو مضاف قرار دیا حالاں کہ وہ موصوف ہے لہٰذا صحیح عبارت ''والكلام فى اللسان العربى'' ہے۔ میں نے (تصحیح میں) لفظ عربی کو مذکر ذکر کیا ہے اس لیے کہ اس کا موصوف مذکر ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ﴿بلسان عربى مبين﴾ ہے اور تمہارے قول ''الجاهل من ادب العربية'' میں دو لفظی غلطیاں ہیں۔ پہلی غلطی یہ ہے کہ تم ''با'' جارہ کی جگہ من لائے ہو اور دوسری غلطی یہ ہے کہ تم نے ادب کی اضافت العربيه کی طرف کی ہے اور یہ کھلی غلطیوں میں سے ہے اس لیے کہ ادب موصوف ہے لہٰذا صحیح'' والجاهل بالادب العربى'' ہے۔ میں نے لفظ عربی کو یہاں بھی مذکر ہی ذکر کیا اس لیے کہ اس کا موصوف مذکر ہے۔ جاننا چاہیے پہلا، دوسرا، تیسرا چوتھا وغیرہ الفاظ کا مقتضی یہ ہے

کہ پہلے چند (مجمل) باتوں کا ذکر اشارۃً کیا جائے پھر ان کی تفصیل یوں کی جائے کہ پہلا دوسرا وغیرہ تو اسی لیے میں نے تمہاری تحریر میں کڑی نگاہ ڈالی۔ لیکن (اس میں کچھ بھی) ایسی باتیں نہ پائیں جن کی طرف اجمالاً اشارہ کیا گیا ہو لہٰذا تمہارا (اول، ثانی، ثالث، رابع) کا استعمال کرنا غلط ہے۔ (کسی صورت سے) صحیح نہیں۔ تمہاری یہ عبارت'' قد فررت فی تحریرك الثالث هٰذا المبحوث عنها من معروضاتنا السابقة كلها '' ایسی ہے جس کی کچھ بھی حیثیت نہیں (اس عبارت کا الڑھ پن اتنا واضح ہے کہ) شاید تمہارا غبی ذہن بھی رہنمائی کردے گا کہ تم تمام اغبیا سے بڑھ کر غبی ہو۔ تمہاری اس عبارت'' ان المناظرة تكون تقريرا لا تحريراً '' میں لغوی اور نحوی غلطیاں ہیں۔ لغوی غلطی تو یہ ہے کہ تقریر کے معنیٰ عربی میں تثبیت ہیں، اس لفظ سے تم نے جو مراد لیا ہے اس کے وہ معنیٰ نہیں۔ نحوی غلطی یہ ہے کہ لفظ تقریر اور تحریر صفتِ محض ہے تو پھر ان دونوں کا حمل (مناظرے پر) کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ لہٰذا صحیح'' ان المناظرة تكون باللسان لا بالتحرير ''۔ تمہاری اس عبارت'' والمكالمة التقريری ثابت من الكتابة والسنة '' میں دو لفظی غلطیاں ہیں، پہلی تو یہ ہے مکالمہ کی ترکیب تقریری کے ساتھ صحیح نہیں۔ دوسری غلطی تو یہ ہے کہ تم'' بـا '' جارہ کی جگہ'' من '' لائے۔ لہٰذا عبارت صحیح'' والمكالمة باللسان ثابت بالكتاب والسنة '' ہے تمہاری اس عبارت'' اعلم وجه فرارك بمكالمة التقريری '' میں بھی غلطی ہے کیوں کہ اس میں'' من '' کی جگہ'' بأ '' جارہ مستعمل ہے۔ لہٰذا صحیح عبارت'' من المكالمة باللسان '' ہے۔ اور تمہاری اس عبارت'' التی مبنی ها '' میں رسم الخط کی غلطی ہے صحیح'' التی مبناها '' ہے تمہاری اس عبارت'' وانی عزمت ان نظهر '' میں بھی غلطی ہے صحیح'' ان اظهر '' ہے تمہارے اس قول'' فلا حجة علينا اقوال غيرهما '' میں کھلی ہوئی غلطی ہے لہٰذا صحیح'' فلا حجة علينا باقوال غيرهما '' ہے۔ تمہاری یہ عبارت'' والثالث الحكم ضروری لقضاء المتخاصمين '' کھلم کھلا غلط ہے، صحیح'' والثالث انه لابد لقضاء المتخاصمين من الحكم '' ہے تمہاری اس عبارت'' ولی الله محدث الدهلوی '' میں واضح غلطی ہے اس لیے کہ تم نے ولی اللہ معرفہ موصوف کی صفت نکرہ ذکر کی ہے لہٰذا صحیح'' ولی الله المحدث الدهلوی '' ہے تمہارے اس قول'' والتفصيل عند المشافه '' میں بھی غلطی ہے صحیح'' والتفصيل عند المشافهة '' ہے۔ تمہاری اس عبارت'' من موضع نانكار '' میں بھی غلطی ہے، صحیح'' من قرية مئو نانكار '' ہے۔

تمہاری اس عبارت " فی تاریخِ احد عشر نوفبر " میں عربی زبان کی ترکیب سے تمہاری جہالت ثابت ہے، صحیح ''لاحد عشر نوفمبر '' ہے۔ تمہاری یہ عبارت ''والا فلا یلزم علینا فراراً من المناظرۃ '' پورے زور وشور سے چیخ رہی ہے کہ تم عربی زبان سے شدید ترین جاہل ہو۔ اس لیے کہ تم نے فعل بلا فاعل ذکر کیا ہے لہٰذا صحیح ''والافلایلزمنا ان نفر من المناظرۃ '' ہے۔ تمہاری یہ عبارت '' علیٰ من له ادنیٰ درایةٌ '' پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ تم قطعی جاہل اور گنوار ہو۔ صحیح عبارت ''عند من له ادنیٰ درایة '' ہے۔ تمہاری اس عبارت '' فی المعاملة هٰذا النوع '' سے (کھلم کھلا) پتہ چلتا ہے کہ تم انتہائی کند ذہن ہو۔ صحیح '' فی المعاملة من هٰذا النوع '' ہے اور (آخر میں) خود تمہاری دستخط بھی تو بتلا رہی ہے کہ تم انتہائی بدھو، بیوقوف اور جاہل ہو اس لیے کہ تم نے (اپنی دستخط میں) دو صفتیں نکرہ ذکر کی ہیں۔ لہٰذا صحیح ''محمد امر الله خان العارف السراجی '' ہے۔

او بدھو کند ذہن جاہل بے وقوف گنوار ادبِ عربی اور نحو وصرف میں یتیم! ہم نے تمہاری چوپٹ اور لچر پوچ تحریر کی عبارت میں تیس غلطیاں ثابت کی اور جو غلطیاں ہم نے نظر انداز کر دیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔ پھر ہم نے وہ غلطیاں صحیح واضح بہترین عبارت میں درست کر دیں۔ تمہاری ان غلطیوں کا بنڈل زور وشور سے پکار کر کہہ رہا ہے اور کھلم کھلا اعلان کر رہا ہے کہ تم دوسرے وہابیوں سے بھی زیادہ بدھو کند ذہن اور جاہل ہو۔ مناظرہ خواہ زبانی ہو یا تحریری تم ہرگز نہیں کر سکتے۔ تو کیا تم جیسا جاہل گنوار حق کو ظاہر اور باطل کو مٹا سکتا ہے؟ حالاں کہ تم کند ذہن، بد دماغ زبانِ عربی، نحو وصرف، کتاب وسنت سے جاہل ہو (اس جہالت کے باوجود) تمہارا مناظرے کا اقرار تو وہ چال وفریب ہے تاکہ لوگ دھوکا کھائیں (کہ تم ایک ذی علم مناظر ہو حالاں کہ) تم محض ایک جاہل شخص ہو۔

او غبی و بلید! تم بھی غور کر لو کہ علوم، ادب عربی، لغت عربی، تحریر و بیان میں تم یتیم ہو یا ہم؟ (جس نے تمہاری جہالتوں حماقتوں کے پردے فاش کیے۔) میں بخوبی جانتا ہوں کہ وہابی سرتاپا بے حیا قوم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہابی (بے حیائی کا) جو کام چاہتے ہیں کر بیٹھتے ہیں۔ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ نے کتنا سچ فرمایا ہے کہ '' بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن '' جاننا چاہیے کہ تمہاری چوپٹ تحریر غلطیوں، جھوٹ کے پلندوں، بناوٹی چیزوں، لچر باتوں کا بنڈل ہے۔ تو (پھر ایسی حالت میں) ہماری تحریر کے متعلق تم نے یہ کہنے کی کیسے ہمت کی

کہ وہ لفظی معنوی غلطیوں کا مجموعہ ہے تمہاری (اس بے حیائی) سے تو پوری طرح ظاہر ہو رہا ہے کہ تم نے ہماری تحریر کا ایک حرف بھی نہیں سمجھا۔

تم نے ہمیں بدعتی کہہ دیا حالاں کہ (یہ نہ سوچا کہ خود) تمہارا وجود بدعت، تمہارا نام بدعت، تمہارا جسم بدعت، تمہارے اعضا بدعت، پدر بزرگوار بدعت، تمہاری سکونت بدعت۔ (بفضلہ تعالیٰ و بکرمِ حبیبہ الاعلیٰ علیہ التحیۃ والثناء) ہم عقیدۃً اہل سنت ہیں اور تم عقیدے میں وہابی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب اہل سنت کی تحریر میں وہابیانہ اعتقاد کی وجہ سے تمہیں وہابی لکھا گیا تو تم نے اپنے وہابی ہونے کا انکار نہ کیا اور اپنے لیے اسے تسلیم کیا۔ (اگر تم اعتقاد میں وہابی نہ ہوتے تو تم بھی انکار کر دیتے جیسا کہ بدعتی ہونے کا میں نے انکار کیا) تم نے تقریری مناظرے کے بارے میں کتاب وسنت سے جو دلیل پیش کی ہے تو تمہاری پیش کردہ دلیل ہی سے کھلم کھلا ظاہر ہے کہ تمہیں کتاب وسنت کا علم نہیں۔

علاوہ اس کے اگر ہم کہتے کہ تقریری مناظرہ باطل اور ناجائز ہے تو تمہارا دلیل پیش کرنا مناسب ہوتا۔ تحریری مناظرے پر ہمارے اصرار کی وجہ یہ ہے کہ تم وہابی ہو اور وہابی ایک فسادی فریب کار جھگڑالو قوم ہے۔ جب مناظرے سے بھاگنے کا راستہ بند ہو جاتا ہے تو یہ قوم اپنی ہی کہی باتوں سے بہت جلد مکر جاتی ہے۔ پھر جب شکست کا وقت قریب ہوتا ہے تو یہ قوم (مناظرے سے اپنی جان چھڑانے کے لیے) فساد کی کوشش کرنے لگتی ہے اور لوگوں کو بلوے پر آمادہ کرتی ہے (کہ جان بچی تو لاکھوں پائے) تو او ہٹ دھرم شیخی بگھارنے والے! شاید اب تم نے جان لیا ہوگا کہ ہم تحریری مناظرے پر کیوں زور دے رہے ہیں۔ تمہارا دعویٰ ہے کہ کتاب وسنت ہی سے تمسک کرکے ہو تو پھر تم نے کیوں نہیں کوئی آیت کریمہ پیش کی جس سے ثابت ہوتا کہ خالص دینی امور کے فیصلے کے لیے کافر کو حکم بنانا جائز ہے۔

اور ظاہر میں تقریری مناظرے پر اڑ کر اصل مناظرے سے بھاگنے والے! میں تم سے ایک آخری بات کہتا ہوں کہ اگر تم مناظرہ کرنا چاہتے ہو تو جو شرطیں اپنی اگلی تحریر میں ہم نے لکھ کر تمہارے پاس بھیجی ہیں انہیں تسلیم کرو اور پہلے کھلم کھلا اس بات کی تحریر دو کہ اہل سنت کی جانب سے پیش کردہ شرائطِ مناظرہ منظور ہیں، تب مناظرے کا نام زبان پر لاؤ۔ ورنہ اپنے منہ میاں مٹھو بنے رہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مناظرہ دو فریق کے درمیان ہوتا ہے تو پھر مناظرے کی تاریخ مقرر کرنے کے حق دار تم تنہا کیسے بن گیے؟ لہٰذا میں کہتا

ہوں کہ مناظرے کی تاریخ جوتم نے دوبارہ مقرر کر لی ہے وہ بےکار ہے محض اپنی طرف سے مقرر کردہ مناظرے کو بار بار یہ لکھنا تمہاری بکواس خرافات اور ہذیان ہے۔تا کہ تم یہ کہہ کر لوگوں کو دھوکے میں رکھو کہ میں مناظرے کے لیے تیار ہوں (میری تیاری کا یہ عالم ہے کہ خود ہی میں نے مناظرہ بھی مقرر کر دی ہے۔) حالاں کہ تم ایک گنوار مناظرے سے جاہل ہو۔شرائط مناظرہ قبول کرنے سے پہلے خود تنہا مناظرے کی تاریخ مقرر کر لینے سے کھلم کھلا ظاہر ہوتا ہے کہ تم لوگوں کو دھوکا دے رہے ہو اور حقیقت میں مناظرے سے بھاگ رہے ہو، ورنہ شرائط مناظرہ قبول کرنے سے پہلے تنہا تم نے تاریخ مناظرہ کیوں مقرر کر لی؟

اوفریبی مناظرے سے بھاگنے والے جاہل کند ذہن ! تم جان لو اور یقین کر لو کہ شرائطِ مناظرہ قبول کرلوگے اور فریقین کے اتفاق سے تاریخ مقرر ہو جائے گی) تو مناظرہ شروع ہونے سے پہلے تمہیں حفظ وامن کی ذمہ داری کی تحریر دینی پڑے گی اس لیے کہ اس مناظرے کے تم داعی اور بانی ہو۔لہٰذا اس کو نہ بھولنا اور یاد رکھنا۔

محمد صدیق احمد

۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۷۶ھ مطابق ۴ نومبر ۱۹۵۶ء

یوں تو اہل سنت کی تیسری تحریر ہی نے وہابیوں کی کمر، ہمت توڑ دی تھی ان کی تمام چالوں کا جال تار تار کر دیا تھا اور مولوی سراجی اور مولوی علیم الدین خوب سمجھ چکے تھے کہ اب ہم لوگوں میں عربی جملوں کی تاب باقی نہ رہ گئی۔یہی وجہ ہے کہ دونوں مولوی اس چوتھی عربی تحریر کی آمد سے پہلے ہی اتنے خائف ہو چکے تھے کہ ''کرہی'' سے انہیں فرار ہونا پڑا۔چنانچہ جب ۴ نومبر ۱۹۵۶ء کو جناب سنت علی صاحب یہ تحریر لے کر ''کرہی'' پہونچے تو معلوم ہوا کہ دو مولوی صاحبان بھاگ چکے ہیں۔''کرہی'' مدرسے کے منشی محمد یونس صاحب وہابیوں کی جانب سے اہل سنت کی تحریریں وصول کرتے تھے ان سے سنت علی صاحب نے کہا کہ آپ اس تحریر کو وصول کریں اور ہر دو مولوی صاحبان جہاں کہیں پوشیدہ ہوں ان کے پاس بھجوا دیں۔منشی جی نے کہا کہ جب ہمارے مولوی ہی غائب ہیں تو ہم کس کے بل بوتے پر یہ تحریر وصول کریں ان کے انتہائی انکار پر سنت علی صاحب نے چند آدمیوں کو جمع کیا انہیں تحریر وصول کرنے پر مجبور کیا۔چنانچہ منشی جی نے وہ تحریر وصول کر لی اس کے بعد وہابیوں نے اہل سنت کی اس تحریر کا اب تک کوئی جواب نہ دیا۔وہابیوں کی شر انگیزی وفتنہ پردازی کا یہ ادنیٰ نمونہ ہے کہ قرآن وحدیث سے جاہل ہونے کے باوجود علمائے اہل سنت کو

مناظرے کا چیلنج کرتے ہیں جاہلوں کی طرح ڈینگ مارتے ہیں، عوام پر علمی دھونس جماتے ہیں۔ لیکن ان کی ذمہ داری کا یہ عالم ہے کہ جب مناظرانہ اصول کی کاروائی شروع ہوگی تو مناظرے سے پیچھا چھڑانے کے لیے ہزار جتن کرنے لگیں گے کہیں تو یہ بہانہ گڑھتے ہیں کہ فساد کا اندیشہ ہے اس لیے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی موجودگی ضروری ہے کہیں مجمع میں اشتعال انگیزی کر کے فساد، بلوے کی صورت پیدا کر دیتے ہیں۔ قدم قدم پر مکر وفریب کے جال بچھاتے ہیں اور جب چھٹکارے کی صورت باقی نہیں رہتی تو پھر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ چنانچہ مولوی امر اللہ اور مولوی علیم الدین نے بھی اپنا آبائی طریقہ استعمال کیا۔ اور ''کرہی'' سے چلتے بنے۔ جیسی ذلت و رسوائی انہیں اس مناظرے میں اٹھانی پڑی اس کا صحیح اندازہ تو کچھ انہیں مولویوں کو ہوا ہوگا۔ لیکن قرب وجوار کی پبلک پر بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مولوی سراجی اور مولوی علیم الدین میدانِ مناظرہ میں نرے طفلِ مکتب اور قرآن وحدیث سے جاہل محض ہیں اور جن وہابیوں نے انہیں مناظرہ پر مجبور کیا وہ شرمندہ و پشیمان ہیں۔

ع چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

وہابی مولویوں کی فرار کی وجہ سے یہ مناظرہ تکمیل کو تو نہ پہونچ سکا۔ لیکن نتیجے کے اعتبار سے کامل ہی قرار پائے گا اور نتیجہ فریقین کی تحریروں سے ظاہر وباہر ہے یہ چیز عام تجربے میں آچکی ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ روحی فداہ علیہ التحیۃ والثناء کے عہد پاک سے جاری ہے کہ باطل بظاہر کتنا ہی طاقتور ہو لیکن جب اس کا مقابلہ حق اور حق پسندوں سے ہوتا ہے تو اسے منہ کی کھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ اس قسم کے ہزاروں واقعات میں سے ایک تازہ واقعہ ناظرین کے سامنے ہے جس میں وہابیوں کی بددیانتی، بے ایمانی، جہالت ومنافقت اور حماقت قدم قدم پر ظاہر ہو رہی ہے۔ جسے سامنے رکھ کر ہر ذی فہم ودانا انسان نہایت آسانی سے یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہابی منافقین کو صداقت وحقانیت کی ہوا تک نہیں لگی۔ سنی حضرات اسے اول سے آخر تک پڑھ کر اپنا ایمان تازہ کریں۔ اور وہابیوں کے ماننے والے نادان چیلے اسے پڑھ کر اپنے مذہبی رہنماؤں اور دینی پیشواؤں کی غلط کاریوں اور کج فہمیوں پر لاکھ لاکھ آنسو بہائیں اور حق کی حمایت مقصود ہو تو اپنی باطل روش سے تائب ہو کر دین حق کا صحیح راستہ اختیار کریں جس میں دین ودنیا کی تمام نعمتیں اور کامرانیاں مضمر ہیں۔

واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العٰلمين وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا ومولانا قاسم ارزاقنا محمد وعلى اله وصحبه وبارك وسلم ۔ ے

مرتبہ: بدرالدین احمد القادری الرضوی النوری

خادم: دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع :بستی (یوپی) ہند

ناقل ناچیز جمیل احمد شمیم بستوی متعلم دارالعلوم اہلسنت براؤ ں شریف ضلع بستی ،یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں ۔

اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فر ماتے ہیں :۔نماز جنازہ تکبیروں پر ختم ہو جاتی ہے ۔ چوتھی تکبیر کے بعد نیا آدمی نہیں مل سکتا اگر چہ ابھی سلام نہ ہوا ہو ۔ (فتاوی رضویہ ج اول ص۶۶۲) مطبوعہ :۔ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ ڈ چکوٹ روڈ لائلپور پاکستان ۔

اور حضرت صدرالشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان فر ماتے ہیں :۔ چوتھی تکبیر کے بعد جو شخص آیا تو جب تک امام نے سلام نہ پھیرا ہو شامل ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد تین بار اللہ اکبر کہہ لے ۔ (درمختار) (بہار شریعت حصہ چہارم ص۱۵۴)

حضرت علامہ محمد رکن الدین الوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :۔ اگر امام نے ابھی سلام نہیں پھیرا ہے تو فوراً مل جائے اور جب تک جنازہ کو ہاتھوں پر اٹھائیں پے بہ پے تکبیریں ادا کر لے دعائیں چھوڑ دے نماز ہو جائے گی ۔ (عالمگیری) (رکن دین ص۱۵۵)

سرکا اعلی حضرت قدس سرہ نے نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد ملنے کا محل ہی نہیں مانا ہے ۔ اور حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ وغیرہ چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے قبل شامل ہونے کا محل مانتے ہیں ۔ اس مسئلہ میں باہم تعارض ہے لہذا حضرت والا اس مسئلہ کی کامل تحقیق فرما دیں بصورت دیگر تطبیق یا ترجیح کی کیا صورت ہوگی ؟

السائل قاضی محمد اطیع الحق عثمانی قادری رضوی گونڈوی

موضع علاء الدین پور، پوسٹ سعد اللہ نگر ضلع گونڈہ (یوپی)

۱۴؍ربیع الاول ۱۴۰۹ھ بروز پنج شنبہ

۹۲/۷۸۶

سرکار اعلیٰ حضرت بحوالہ درمختار فتاوی رضویہ جلد اول باب التیمم ص ۶۱۸ پر یہ مسئلہ بیان فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ تکبیروں پر ختم ہوجاتی ہے ان کے بعد ملنے کا محل نہیں اگر چہ ابھی سلام نہ ہوا ہو۔

اور حضرت صدرالشریعہ مصنف بہار شریعت بحوالۂ درمختار بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۵۴ پر یہ مسئلہ بیان فرماتے ہیں کہ ''چوتھی تکبیر کے بعد جو شخص آیا تو جب تک امام نے سلام نہ پھیرا ہو شامل ہوجائے اور امام کے سلام کے بعد تین بار تکبیر کہہ لے'' تو دونوں حضرات کا ماخذ مسئلہ درمختار کی یہ عبارت ہے کہ لو جاء المسبوق بعد تکبیرة الامام الرابعة فاتته الصلوة لتعذر الدخول فی تکبیرة الامام وعند ابی یوسف یدخل لبقاء التحریمة فاذا سلم الامام کبر ثلاثا کمافی الحاضر وعلیه الفتوی ذکره الحلبی وغیره

تو اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے یعنی امام اعظم وامام محمد علیہما الرحمۃ کے نزدیک امام کے چوتھی تکبیر کے بعد نماز جنازہ ختم ہوجاتی ہے اب دوسرا شخص شامل نہیں ہوسکتا اور امام ابویوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جب تک امام سلام نہ پھیرے ہوئے ہو اس وقت تک نیا آدمی شامل ہوسکتا ہے تو جب یہ بات طے ہوگئی کہ ائمہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے تو مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مسئلہ بیان فرمایا ہے طرفین کے قول پر ہے۔ اور حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے جو مسئلہ بیان فرمایا ہے وہ قول ابو یوسف پر ہے۔ لہذا دونوں حضرات کی عبارت میں تناقض نہیں ہے کہ اعلیٰ حضرت تو یہ فرماتے ہیں اور صدرالشریعہ یہ فرماتے ہیں بلکہ دونوں بزرگوں نے ائمہ کے قول کی ترجمانی کی ہے۔ امام حلبی وغیرہ نے یہ فرمایا ہے کہ فتوی قول ابو یوسف پر ہے عبارت حلبی شرح منیہ میں یوں ہے کہ ''وان جاء بعد ماکبر الرابعة فاتته الصلوة عندهما وعند ابی یوسف یکبر فاذا سلم الامام قضی ثلاث تکبیرات۔ وذکر فی المحیط ان علیه الفتوی الخ ایضا فی الفتاوی الهندیه عن المضمرات انه الاصح وعلیه الفتوی ۔ لیکن تنویر الابصار میں یوں ہے کہ لو جاء بعد تکبیرة الامام الرابعة فاتته الصلوة۔

تو فقہاء وشارحین کے عبارت سے یہ مفہوم ہے کہ مفتی بہ دونوں قول ہیں اس لئے دونوں بزرگوں نے جو مسئلہ بیان فرمایا حق وصواب ہے۔

العلم بالحق عنده هذا ما ظهر لی والله ورسوله اعلم جل جلاله وصلی الله تعالی علیه وسلم۔

کتبہ: بدرالدین احمد الرضوی

﴿منقبت﴾

درشان بدر العلماء حضرت علامہ مفتی بدر الدین احمد صدیقی قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان

از: حضرت مولانا وصال احمد اعظمی مصباحی (گھوسی) استاذ: دار العلوم غوثیہ تیغیہ رسول آباد امیٹھی

حسب فرمائش: حضرت علامہ مولانا صوفی عبد الصمد قادری رضوی دام ظلہ النورانی

☆ آپ کے فتوے ہیں حق اور دین حق کے ترجمان ☆

صاحب رشد وہدایت بدر ملت بدر دیں — واقف رمز شریعت بدر ملت بدر دیں

عارف راہ طریقت بدر ملت بدر دیں — عامل قرآن وسنت بدر ملت بدر دیں

تیرے چہرے سے ہویدا عشق نبوی کا نشاں — تو شہید راہ الفت بدر ملت بدر دیں

مسند تدریس کے تھے تاجور میرے حضور — آپ کی علمی جلالت بدر ملت بدر دیں

آپ کے فتوے ہیں حق اور دین حق کے ترجمان — اے فقیہ دین وملت بدر ملت بدر دیں

ہیں فتاوی بدر ملت بے مثال و بے نظیر — ہے یہ فیض اعلی حضرت بدر ملت بدر دیں

انتخاب حضرت یار علی تھی تیری ذات — کیا بیاں ہو تیری عظمت بدر ملت بدر دیں

زہد وتقوی سے منور تھی تیری ذات کریم — تجھ پہ مرشد کی عنایت بدر ملت بدر دیں

خوب مہکایا چمن کو بوئے علم وفضل سے — اے گل باغ رسالت بدر ملت بدر دیں

رہتی تھی خائف وہابیت تمہارے نام سے — تم تھے شان شیر سنت بدر ملت بدر دیں

پیکر حسن عمل اے مفتی شرع متین — تو نے پائی خوب شہرت بدر ملت بدر دیں

زندہ باد اے مسلک احمد رضا کے پاسباں — اے محبّ اعلی حضرت بدر ملت بدر دیں

ہو نزول رحمت حق تیری تربت پر سدا — اے فدائے جان رحمت بدر ملت بدر دیں

ہو وصال پُر خطا پر آپ کی چشم کرم
رکھتا ہے تجھ سے عقیدت بدر ملت بدر دیں

﴿مسلک اعلیٰ حضرت سے اختلاف رکھنے والوں کے لیے ایک لمحۂ فکر﴾

بفضلہٖ تعالیٰ و بعونہ سرکار مصطفیٰ علیہ التحیۃ مجموعۂ ''**فتاویٰ بدر العلماء**'' ایسے ماحول میں طباعت کی منزل سے گزرنے جارہا ہے کہ ہر طرف جماعت اہل سنت میں آپسی اختلاف وانتشار کے سلسلے زور پکڑے ہوئے ہیں ایسے مخمصہ کے عالم میں مصنف کتاب کی کچھ نصیحتیں اور فتاوی بحر العلوم جلد ششم صفحہ ۳۹۹ تا ۴۰۳ کے اقتباسات شامل کتاب اس امید پر کررہا ہوں شاید کسی دل کے لیے سامان ہدایت بن جائے۔

آج سے تقریباً ۳۷ر سال قبل قصیدہ غوثیہ شریف کی اجازت مرحمت فرماتے ہوئے حضور بدر العلما نے یہ نصیحت فرمائی تھی (۱) مسلک امام احمد رضا پر مضبوطی سے قائم رہنا (۲) شریعت طاہرہ کی حمایت اور اس کی احیاء کی سعی کرتے رہنا (۳) بدمذہبوں، صلح کلیوں سے دور رہنا (۴) علم دین کی تحصیل کی کوشش کرنا (۵) دین کو دنیا پر ہمیشہ مقدم رکھنا۔

حضور آقائے نعمت اپنے اسلاف کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسلک اعلیٰ حضرت کی علمبرداری فرماتے رہے اور اپنے متعلقین کو بھی اسی پرکار بند رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔

مگر اس دور پر فتن اور پرآشوب میں یہ عجب المیہ ہے کہ ہر طرف سے اور ہر طرح سے اس سچے مسلک سے سادہ لوح مسلمانوں کو برگشتہ کرنے کے لیے اور اس امتیازی نام کو مٹانے کے لیے فرقہائے باطلہ کے علاوہ سنی کہلانے والے نام نہاد محققین، ایڈیٹرس، رائٹرس آزاد خیال مولوی اور دنیا دار پیر صاحبان ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہیں اور یہاں تک کہہ رہے ''یہ پانچواں مسلک کہاں سے آگیا؟'' ''مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ نہ لگایا جائے'' قبر میں مسلک کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے سرپھروں کا جواب دیتے ہو ئے حضرت علامہ مفتی عبد المنان صاحب قبلہ علیہ الرحمہ فتاوی بحر العلوم میں تحریر فرماتے ہیں:

امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت نے دین اسلام کی تجدید فرمائی باطل کی آمیزش سے اس کو پاک کیا۔ اپنی انتھک کوششوں سے اسلام کا چہرہ تابناک نکھارا۔ ہمارے اسلاف کو اپنے اس عمل میں کوئی خرابی نظر نہیں آئی کہ مسلک اہل سنت و جماعت کو امام احمد رضا کا مسلک کہیں کیوں کہ اسلام کی یہی تاریخ رہی ہے کہ ہر زمانے میں جب باطل پرستوں نے مسلمان بن کر گمراہی پھیلانی چاہی تو علمائے اسلام نے اس عہد کے کسی ایسے عالم

دین کو جو سچے مذہب اسلام کا مکمل نمائندہ تھا اسے دین کی علامت قرار دیا اور مسلک یا مذہب یا اس کے ہم معنی الفاظ اس کی طرف نسبت کر کے امتیاز حق و باطل کی ایک زندہ اور پائندہ مثال ان کے سامنے پیش کر دی۔

ہمارے اسلاف تو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کو ملت کا ایک نشان قرار دے کر چلے گئے لیکن ان کے بعد جو اخلاف (۱) آئے انہوں نے شاید اپنا چراغ جلانے کے لیے یہ ضروری سمجھا کہ راستہ کا یہ منارۂ نور ڈھا دیا جائے تا کہ ہمارا مطلوبہ نشانہ پورا ہو۔

اسی لیے کسی صاحب نے کہنا شروع کیا مولانا احمد رضا خاں صاحب کی طرف مسلک کی نسبت کیوں کی جائے؟ آخر انہوں نے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی وغیرہ ائمہ مذاہب کے خلاف کوئی نئی شریعت نکالی ہے؟ اس لیے اس نئی شریعت کو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ تو ہمیں کسی ایسی شریعت کی ضرورت نہیں جو مذاہب اربعہ کے خلاف ایجاد ہوئی ہو اور اگر یہ مطلب نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ انہوں نے ائمہ کے خلاف کوئی مسئلہ نہیں نکالا بلکہ اپنی زبان و قلم سے اپنے زمانہ میں اپنی زبان میں روشن استدلال اور واضح بیان سے ظاہر فرمایا تو

(۱) سرکار اعلی حضرت فتاوی رضویہ مترجم جلد ۲۸ صفحہ ۳۹۱ پر تحریر فرماتے ہیں:۔ اے شخص! ظاہر شریعت میں حضرت سرکار غوثیت کی محبت بایں معنی رکن ایمان نہیں کہ جو ان سے محبت نہ رکھے شرع فی الحال کافر کہے یہ تو صرف انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے لیے ہے مگر واللہ کہ ان کے مخالف سے اللہ عزوجل نے لڑائی کا اعلان فرمایا ہے۔ خصوصا انکار نصوصی کی طرف لے جاتا ہے۔ عبدالقادر کا انکار قادر مطلق عز جلالہ کے انکار کی طرف کیون نہ لے جائے گا۔

باز اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی
دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا
شاخ پر بیٹھ کر جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے
کہیں نیچا نہ دکھا دے تجھے شجرہ تیرا

اے سنی مسلمانو! کیا آپ حضرات کو اس میں بھی کوئی شک وشبہ ہے کہ امام احمد رضا سرکار غوث اعظم کے سچے نائب اور مظہر نہیں ہیں؟ ہیں اور یقیناً ہیں تو جو لوگ مسلک اعلی حضرت سے مخالفت اور انحراف کی سربراہی کر رہے ہیں وہ اپنے انجام کے بارے میں ضرور تنہائی میں بیٹھ کر غور وخوض کریں اور ماضی قریب میں خلیل بجنوری اور انتخاب قدیری کے حال سے عبرت حاصل کریں۔ فقط قادری

مسلک ومسائل تو انہیں ائمہ کے ہیں ۔امام احمد رضا خاں صاحب کی ایجاد نہیں ۔پس سوال یہ ہے کہ پھر اس مسلک کی نسبت امام احمد رضا کی طرف کیوں کی جائے ۔انہیں اماموں کی طرف کیوں نہ کی جائے جنہوں نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ ہم کہتے ہیں ان صاحب کی یہ بات اگر صحیح ہو تو بات یہیں تک نہیں رہے گی معاملہ دور تک بڑھ جائے گا۔ کیوں کہ کوئی شخص انہیں کے لب ولہجہ میں کہہ سکتا ہے۔ پھر ان چاروں اماموں کی طرف بھی مذہب یا مسلک کی نسبت کیوں کی جائے یہ ان کی بھی ایجاد نہیں۔ یہ حضرات بھی تو وہی کچھ کہتے ہیں جو صحابہ سے سنا پھر ان مذاہب کی نسبت ائمہ کی طرف کیوں کی جائے ۔ یہ حضرات بھی تو وہی کچھ کہتے ہیں جو صحابہ سے سنا۔ پھر ان مذاہب کی نسبت ان ائمہ کی طرف کیوں کی جائے ۔صحابہ کی طرف ہونا چاہئے ۔اس پر بھی کوئی ایک قدم اور آگے بڑھ کر کہہ سکتا ہے ۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی خود اپنی بات کب بیان کرتے ہیں سب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا بیان کردہ ہے۔تو لازم ہے کہ مذہب کی نسبت خود صحابہ کرام کی طرف بھی نہ ہو۔صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالی علہ وسلم کی طرف ہو۔اور یہ قول بھی اسی دلیل سے رد ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے خود فرمایا میں جو کچھ کہتا ہوں وہ اللہ تعالی کی وحی ہے ۔پس دین ومذہب ،مسلک ومشرب کی نسبت معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف بھی غلط ہوئی ۔اس لیے اسلام کو نہ دین محمدی کہنا صحیح ہے نہ ملت ابراہیمی ۔ دین کا حقیقی موجد تو صرف اللہ تعالی ہے۔اس لیے اس کی نسبت نہ امتیوں میں سے کسی طرف کی جاسکتی ہے۔نہ انبیاء ورسل میں سے کسی طرف ۔اس کو تو بس دین اللہ اور دین الہی کہنا ہی صحیح ہوگا۔

دیکھا آپ نے اس قسم کے نفس پرستوں کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی چھری سے خود اپنا ہی گلا کاٹ لیتا ہے ۔اس دلیل میں یہ ٹکڑا ہی صحیح نہیں کہ مذہب یا مسلک کی نسبت صرف موجد کی طرف ہی کی جا سکتی ہے ۔ حالانکہ پیغمبر، صحابی ،امام ، مجتہد یا عالم دین ہی نہیں ہر کلمہ گو اور امتی کو بھی یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اسلام کو میرا دین میرا مذہب اور مسلک کہے ۔تو امام احمد رضا یا ان کے چاہنے والے کو کیوں یہ حق نہیں کہ مسلک امام احمد رضا خاں زندہ باد کا نعرہ لگائیں اس میں کیا قباحت اور کیا کڑھنے کی بات ہے؟ مگر واقعہ یہ ہے۔

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے است
عداوت کی نگاہ سے ہنر عیب نظر آتا ہے
گل است سعدی ودر چشم دشمناں خار است
سعدی پھول ہے مگر دشمنوں کی نگاہ میں کانٹا ہے

مسلمان بھائیوں سے عاجزانہ دست بستہ عرض:۔

قرآن مقدس میں اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے ﴿يا ايها الذين امنوا اتقوا الله و كونوا مع الصٰدقين﴾ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ (پ ۱۱ر سورہ توبہ)

یہ آیت کریمہ پوری تعلیمات اسلامیہ کا نچوڑ ہے چونکہ مسلمانوں کی عملی زندگی کا سدھار خوف الٰہی پر موقوف اور ان کے عقائد دینیہ کی حفاظت کھرے عقیدے اور پاکیزہ کردار والے سنی علما و مشائخ کی صحبت سے وابستہ ہے اس لیے قرآن نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم لوگ اللہ سے ڈرو اور کھرے عقیدہ اور پاکیزہ کردار والے سنی عالموں اور پیروں کے ساتھ ہو جاؤ۔

پیارے دینی ایمانی بھائیو! میں نے بہ نیت خیر خواہی سنیوں میں آپسی اختلاف و انتشار کو دیکھتے ہوئے ارشاد ربانی کے مطابق دو کھرے قول و فعل اور پاکیزہ کردار والے سنی عالم باعمل کی کچھ نصیحتیں اور ایک فتوے کا اقتباسات اس مضمون میں شامل کیا ہے۔ آپ حضرات ٹھنڈے دل سے بغور اسے پڑھیں اور پڑھائیں اور جو حضرات شیطانی اور نفسانی مکر و فریب میں آکر تذبذب کے شکار ہو گئے ہیں انہیں سنیں اور سنائیں اور دین حق جس کی تعبیر اکابر اہل سنت نے ''مسلک اعلی حضرت'' سے کی ہے اس پر مضبوطی کے ساتھ جم جائیں اور اسی پر قائم رہیں۔ سیاسی لیڈروں غیر ثقہ اور آزاد خیال مولویوں، ادیبوں، ایڈیٹروں، رائیٹروں اور بے عمل دنیا دار پیروں جو دین حق سے منحرف کر کے آزادی اور فتنۂ صلح کلیت کی جانب لے جانے کے لیے ہر وقت کمر بستہ ہیں ان کی باتوں پر ہرگز ہرگز کان نہ دھریں، ورنہ دین و ایمان تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا اور میدان قیامت میں ان مجرموں کے صف میں کھڑا ہونا پڑے گا جنہوں نے دین و مذہب کو دنیوی مفاد کی خاطر ہنسی اور کھیل بنالیا تھا۔

لہذا ٹھوس ایمان و دین کا تقاضہ یہ ہے کہ خود اس صلح کلیت کے بھیانک فتنے کی طرف جانے سے بچیں اور اپنے بال بچوں نیز دوست، احباب اور اپنے عزیز و اقارب سب کو بچائیں۔

مولی تبارک وتعالی آپ حضرات کو اور آپ کے صدقے میں اس ناچیز کثیر السیئات کو دین حق یعنی مسلک اعلی حضرت پر استقامت عطا فرمائے اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور ان کے سچے جاں نثاروں کی سچی محبت سچی عظمت ہمارے سینوں میں مرکوز فرما دے اور ہمیں تمام فرقہائے باطلہ وہابیہ، دیابنہ، ندویہ، رافضیہ، مودودیہ، تبلیغیہ سے دور و نفور رکھ کر الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کے تقاضے پر زندگی گزارنا آسان فرما دے اور ہر فرض و واجب کو ان کے وقتوں پر ادا کرتے ہوئے خاتمہ ایمان وسنت پر نصیب

فرمائے آخرت کی منزلیں آسان فرمائے اور میدان محشر میں سرکار کی شفاعت نصیب فرمائے۔آمین ثم آمین۔

بہ نیت تحدیث نعمت چند جملے مرقوم ہیں

فقیر سراپا تقصیر ناچیز وناتواں پر رب کریم کا اس قدر فضل وکرم اور احسان عظیم ہے جس کا شکر یہ ادا کرنے سے زبان ودل قاصر ہیں۔اس نے محض اپنے کرم سے بطفیل سرکار اعظم پیارے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء وشہنشاہ ولایت، تاجدار اہلسنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مظہر غوث اعظم کے واسطے سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہونے کا شرف عطا فرمایا نیز اسی کے ساتھ ہی ساتھ سرکار اعلیٰ حضرت اور تاجدار اہلسنت کے عاشق زار حضور بدر العلماء جیسا مربی اور استاذ عطا فرمایا مزید برآں کئی سالوں تک ان قدسی صفات حضرات کی خدمت میں حاضر رہ کر کفش برداری کا موقع بھی میسر فرمایا اور اپنے سر کی آنکھوں سے ان کی علمی عملی زندگی کے صبح وشام دیکھنے کا بھی وقت ملا۔انہیں حضرات کے فیضان کرم سے بحمدہ تعالیٰ کچھ دینی شعور بیدار ہوا اور استاذی الکریم کے مذکورہ بالا پانچوں نصیحتوں پر عمل کرنے کی کچھ نہ کچھ توفیق بھی ملی بالخصوص مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں حصہ لینے والوں کی فہرست میں بھی شامل ہونے کی سعادت بخشی۔

فقیر قادری کی طباعتی اور اشاعتی سرگرمیاں مندرجہ ذیل ہیں

(۱)ازالۃ العار (۲)حقیقت نکاح (۳)مضامین بدرملت(۴)مکتوبات بدرملت(۵)رسائل بدرملت(۶)نورانی گلدستہ(۷)اظہار حق مع تحقیقی جواب(۸)تذکرۂ سرکار غوث وخواجہ(۹)ضمیمہ فتاوی مصطفویہ(۱۰)معارف بدر العلماء(۱۱)وہابیت اپنے مکروفریب کے آئینے میں (۱۲)تعمیر ادب مکمل سیٹ مع تصحیح کتابت واضافہ (۱۳)تعمیر قواعد حصہ اول وحصہ دوم (۱۴)مناظرۂ بریلی (۱۵)لاؤڈاسپیکر مع تحقیقات اکابر اہلسنت (۱۶)تین اعتقادی رشتے (۱۷)ہدایۃ البریہ(۱۸)حدائق بخشش (۱۹)ذوق نعت (۲۰)سامان بخشش (۲۱)قبالہ بخشش (۲۲)احکام شرعیہ برعقائد وہابیہ (۲۳)نور ہدایت (۲۴) کرامات صحابہ،از حضور محبوب ملت (۲۵)تقریر منیر(۲۶)مختصر تذکرۂ میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۲۷)اذان کی شرعی حیثیت (۲۸)تلمیحات رضا(۲۹)شیر بیشۂ اہلسنت کا پیغام سنی مسلمانوں کے نام (۳۰)تحقیقی محاسبہ

(۳۱)مسئلہ مرغوب ،ازقتیل داناپوری(۳۲)فیضان دعا(۳۳)تجانب اہلسنت (۳۴)ہندوستان کا مروجہ پردہ(۳۵)امتیاز اہلسنت (۳۶)طاہرالقادری کی حقیقت کیا ہے؟(۳۷)یٰسین اختر مصباحی کی کتاب ''عرفان مذہب و مسلک'' کا انتہائی معقول جواب'' آئینہ صلح کلیت (۳۸)فتاویٰ بدرالعلماء (۳۹)الصوارم الھندیہ مع جدید تصدیقات زیر کمپیوزنگ ۔ان مذکورہ کتابوں کے علاوہ دور حاضر کے فرقہائے باطلہ وہابیہ، دیابنہ،تبلیغیہ،مودودیہ،صلح کلیہ وغیرھم کے رد میں ہزار ہاہزار پوسٹر پمفلٹ وغیرہ طبع کروا کر دور دراز مقام تک تقسیم کیے گیے اور بفضلہٖ تعالی ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، پروردگار عالم بطفیل سرکار مصطفی علیہ التحیۃ والثناء ان خدمات دینیہ کو قبول فرمالے اور تا زیست اپنی رضا اپنے محبوب کی خوشنودی میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے ۔اور ہمارے جملہ متعلقین ومعاونین اوران کی آنے والی نسلوں کو شادوآباد رکھ کرحوادث وآفات دینی ودنیوی سے محفوظ رکھےاوراپنی رحمت بے غایت سے ہمیشہ نوازتا رہے اوران سے راضی رہے۔آمین بجاہ سیدالمرسلین علیہ وعلی الہ افضل الصلوۃ والتسلیم ۔

عبدالصمدالقادری

مدرسہ گلشن رضا کولمبی ناندیڑ،مہاراشٹر

۲۳؍جمادی الاخرہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۳؍اپریل یوم وہابیت کش دوشنبہ مبارکہ

﴿دعائیہ کلمات﴾

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین علی الہ واصحابہ اجمعین

تقریبا۲۱ رسال قبل حضور آقائے نعمت استاذ گرامی بدر العلماء حضور علامہ مفتی بدر الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے فتاوی کا رجسٹر حاصل کر کے ان کے فتاوی محفوظ کیا اس کے علاوہ دیگر رسالوں، مضامین اور مکتوبات وغیرہ سے یکجا کر کے ''فتاوی بدر العلماء'' کے نام سے طبع کروانے کے لیے عالمگیر اشاعتی ادارہ رضا اکیڈمی بمبئی روانہ کر رہا ہوں۔

بلاشبہہ قابل مبارک باد ہیں برادر طریقت الحاج سعید نوری بھائی اور ان کے رفقاء کہ انہوں نے سرکار اعلی حضرت، سرکار حضور مفتی اعظم قدس سرھما کے فتاویٰ مبارکہ اور ان کے دیگر رسائل نیز متصلب علمائے کرام کے دیگر گراں قدر کتب دینیہ کی طباعت واشاعت میں ایک اہم رول ادا کیا ہے اور کر رہے ہیں جو اپنی مثال آپ ہے ان حضرات کے حسن تدبیر سے ملک اور بیرون ملک کے دور دراز مقامات پر دینی کتابیں سنی گھرانوں میں پہونچ گئی ہیں اور ہر سال عرس رضوی شریف کے مبارک موقع پر پہونچانے کا سلسلہ جاری ہے

مولی تبارک وتعالی اس سلسلہ کو جاری وساری رکھے اور امید سے زیادہ کامیابی عطا فرمائے۔

برادر نوری تمام تر مصروفیات کے باوجود میری گزارش پر ''فتاوی بدر العلما'' کی طباعت واشاعت کی ذمہ داری کو خنداں پیشانی سے قبول فرمالیا جس کے لیے فقیر قادری تہ دل سے ممنون ومشکور ہے اور دعا ہے پرور دگار عالم اپنے حبیب نبی رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے طفیل برادر موصوف اور ارکان رضا اکیڈمی کو حمایت شریعت اور اشاعت مسلک اعلی حضرت کی خوب خوب توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

ان حضرات کے لیے شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنا آسان فرمادے اور نصرت دین کی برکت سے خلوص کے ساتھ ہر فرض، ہر واجب اور سنتوں کو ان کے وقتوں پر ادا کرتے ہوئے خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم

عبد الصمد قادری

خادم مدرسہ گلشن رضا کولبمی ضلع ناندیڑ، مہاراشٹر

۲۳ر جمادی الاخرہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۳ر اپریل ۲۰۱۵ یوم وہابیت کش دوشنبہ مبارکہ